دلیل الفالحین
شرح اردو
ریاض الصالحین
جلد چہارم
تألیف
محمد بن علان الصدیقی الشافعی الأشعری المکی
المتوفی سنة ۱۰۵۷ھ
تحقیق
عصام الدین الصبابطی
مترجم
مولانا شمس الدین صاحب
ناشر
مکتبة العلم
۱۸-اردو بازار لاہور۔ پاکستان
www.BestUrduBooks.wordpress.com

تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الضبابطی

اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات

- ★ تمام احادیث کا آسان وعام فہم ترجمہ
- ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین ودلکش تشریح
- ★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل
- ★ حل اللغات، نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح
- ★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء
- ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ
- ★ ہر حدیث کی مکمل ومدلل تخریج
- ★ "الفرائد" کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب .... دلیل الفالحین شرح اردو ریاض الصالحین

تالیف: .... محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم .... مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: .... عصام الدین الصبابطی

طابع .... خالد مقبول

مطبع .... آر۔ آر۔ پرنٹرز

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبۂ جویریہ ۱۸-اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

فہرست

کتاب الاعتکاف

اعتکاف کی فضیلت

کتاب الاعتکاف

کتاب الحج

کتاب الجھاد

کتاب العلم

کتاب حمد الله تعالٰی و شکره

کتاب الصلٰوة

کتاب الاذکار

۱۸۷ : بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاةِ

بَابٌ ۸ : نمازوں کی فضیلت

الصلاۃ! فرض۔ نفل موقت اور ذی السبب اور مطلق مؤکد سب کو شامل ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت:۴۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' (العنکبوت)

الفحشاء! سخت قسم کی معصیت۔ المنکر! جو شرعی اعتبار سے منکر ہو۔ نماز کا یہ اثر اس وقت ہے جب اس کی مواظبت کرے تو یہ ترک معصیت پر آمادہ کرتی ہے (۲) جب تک آدمی نماز میں مصروف ہو۔ حدیث میں ہے فرمایا: جس کی نماز نے اس کو منکر و فحشاء سے نہ روکا تو وہ اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ بنے گی۔ (۳) نماز کی رعایت فحشاء و منکر سے روکنے کی طرف کھینچتی ہے جیسا حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی کہ ان فلانا یصلی اللیل فاذا اصبح سرق فاسینھا ما تقول۔

۱۰۴۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ''اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ؟'' قَالُوْا : لَا يَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ : ''فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۴۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو' جس سے وہ پانچ مرتبہ دن میں غسل کرتا ہو' کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی حال پانچ نمازوں کا ہے' اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ارایتم! یعنی مجھے بتلاؤ۔ لو ان نھرًا! یعنی اگر ثابت ہو کہ ایک نہر کیونکہ لو فعل پر داخل ہوتا ہے اس کا جواب محذوف ہے۔ لما بقی من درنه شی۔ نھر! کی جمع انہار ہے جیسے شعر جمع اشعار' سبب جمع اسباب وغیرہ (المصباح) خمس مرات! یہ یغتسل کا مفعول مطلق ہے: ای خمس اغتسالات! (۲) مقدر ہو خمس مرات من الاغتسال۔ لا یبقی من درنه شئی! حذف کی بجائے جواب کو مزید توضیح کے لئے صراحۃً ذکر کیا۔ فکذلك مثل الصلوات الخمس! پانی میں گھسنے والے کی جس طرح میل اتر جاتی ہے اسی طرح پانچوں نمازیں معنوی میل کو اتار دیتی ہیں۔ یمحو اللّٰہ بھن! یہ وجہ شبہ ہے کہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتے ہیں۔ یہ تمثیل تاکید کے لئے ہے۔ گویا معقول کو محسوس کر کے دکھایا۔ خطایا!

سے مراد صغائر ہیں اور یہ درن کی تشبیہ سے بھی واضح ہے۔

تخریج : اخرجه احمد (۳/۸۹۳۳) والبخاری (۵۲۸) ومسلم (۶۶۷) والترمذی (۴۶۷۷) والنسائی (۴۶۱) والدارمی (۱/۲۶۸) وابن حبان (۱۷۲۶) وأبو عوانة (۲/۲۰) والبیهقی (۱/۳۶۱)

الفرائد : ① نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اوران کی مواظبت تمام گناہوں اور غموں سے نجات دلاتی ہے۔ ② اس میں ایسی سعادت ہے کہ اور کوئی عبادت اس کے ہم پلہ نہیں ③ تقریب فہم کے لئے امثلہ بیان کرنی چاہئے ④ نہر کی مثال انتہائی شاندار مثال ہے۔

۱۰٤۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ غَمْرٍ جَارٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْغَمْرُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ :اَلْكَثِيْرُ۔

۱۰۴۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ نمازوں کی مثال اس جاری گہری نہر کی طرح ہے' جو تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر ہو اور وہ اس سے ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔'' (مسلم)

اَلْغَمْرُ: غین کی زبر کے ساتھ' اس کا معنی زیادہ اور گہری ہے۔

تشریح ۞ قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم! نماز کا شرف واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ مثل الصلوات! نمازوں کی حالت اپنی عظمت وغرابت کی وجہ سے اس واقعہ کی طرح ہے جس کو بیان کیا جائے۔ کمثل نهر! گزشتہ روایت میں وجہ شبہ ذکر کر دی گئی نمازیں اور ڈ بکی میل کا ازالہ کرتی ہیں۔ الغمر! کثیر پانی' آگے بڑھنے والا گھوڑا۔ سخی آدمی۔ اگر غین کا کسرہ ہو تو کینہ' پیاس اور ضمہ سے نو آزمودہ آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ باب الرجاء میں مزید شرح دیکھیں۔

تخریج :اخرجه أحمد (۳/۹۵۱۰) مسلم (۶۶۸) والدارمی (۱/۲۶۷) وأبو عوانة (۲/۲۱) وابن أبی شیبة (۳۸۹) وابن حبابن (۱۷۲۵)

الفرائد : ① پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ صغائر سے نمازی اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا پانچ وقت غسل کرنے والا۔

۱۰٤٤ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى :"اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" فَقَالَ الرَّجُلُ :اِلَيَّ هٰذَا؟ قَالَ :"لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۴۴: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس کی اطلاع دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ......﴾ آخر تک۔ اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ اوقات میں بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرنے والی ہیں۔'' اس آدمی نے کہا: کیا فقط یہ میرے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت کے لئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ان رجلاً! ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ یہ صغیرہ گناہ ہے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿اقم الصلاة طرفی النهار﴾! طرفی النہار سے صبح و شام۔ زلفاً من اللیل! رات کی گھڑیاں۔ بعض نے عشاء یا مغرب و عشاء مراد لی ہیں۔ پانچ نمازوں کے وجوب سے پہلے فجر و عصر کی نماز لازم تھی اور رات کا قیام بھی پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ ان الحسنات! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلطی کے بعد نیکی کر لو وہ اس گناہ کو مٹا دے گی۔ دوسری روایت میں فرمایا: "اذا عملت سيئة فاتبعها حسنة تمحها"۔ ای هذا! کیا یہ میرے تک بس ہے۔ لجميع امتی كلهم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام امت شامل ہے یہ حکم عام ہے۔

تخریج : فی باب الرجاء میں تخریج گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۴۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ ، كَفَّارَةٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَآئِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، یہ درمیان کے لئے کفارہ ہے۔ جب تک کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔'' (مسلم)

كفاره ما بينهن ! درمیان والے اقامت کے صغائر کو مٹانے والے ہیں۔ یہ کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔

اَلنَّحْو : ركب الناس دوابهم، ای کل انسان رکب دابتة! یعنی ہر ایک ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ جمع السلامۃ سے مفرد کا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ فعل کو مفرد جمع دونوں لا سکتے ہیں۔ ما لم تغش الكبائر! جب اس دوران میں کبائر کا ارتکاب اور ان سے توبہ صادقہ نہ ہو۔ یہ جمہور کی واضح دلیل ہے۔ کبائر بلا توبہ معاف نہیں ہوتے باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۳۳) والترمذی (۲۱٤) والطيالسی (۲٤۷۰) وأحمد (۸۷۲۳)

الفرائد : ① پانچوں نمازوں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے دوسرے رمضان تک کی فضیلت ذکر کی یہ تمام صغائر کا کفارہ ہے۔

۱۰٤٦ : وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :"مَا

مِنْ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَ هَا، وَخُشُوْعَهَا، وَرُكُوْعَهَا، اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ تُؤْتَ كَبِيْرَةٌ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۶: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس مسلمان پر فرض نماز کا وقت آ جائے پھر وہ اچھے طریقہ (اعضاء کو عمدہ طریقے سے مکمل دھونا) سے وضو کرے اور خشوع (دلی آمادگی) کے ساتھ رکوع کرے تو وہ نماز اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی جب تک کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر زمانہ میں رہتا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ مامن! من سے صلہ عموم کی تاکید کے لئے ہے۔ امری مسلم! مسلمان عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ فیحسن وضوء ھا! جواب نفی کی وجہ منصوب ہے۔ جب کہ وضو کی قدرت ہو۔ و خشوعھا! یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو اور کمال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہ اضافت کی ہے کیونکہ عمدہ وضو وہی ہے جو فرائض و سنن و آداب کا لحاظ کیا جائے۔ الذنوب! یہاں صغائر مراد ہیں۔ ذلك الدھر کلہ! اس کو اس لئے لائے تا کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ طاعات صغائر کو مٹانے والی ہیں اور ہر زمانے میں مٹانے والی ہیں۔ اشرف ازمنہ زمانہ نبوت یا صحابہ رضی اللہ عنہم ہی مراد نہیں تمام زمانوں کو شامل ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۲۸) وابن حبان (۱۰٤٤)

الفرائد : ① نماز باجماعت میں جلدی کرنی چاہئے۔ ② وضو بھی اہتمام سے کیا جائے اور نماز کی ادائیگی انتہائی خوب انداز سے ہو تو ایسی نماز کفارہ بن جائے گی۔

۞ ۞ ۞

۱۸۸ : بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ!

بَابٌ: نمازِ صبح (فجر) اور عصر کی فضیلت

الصبح و العصر! یہ پانچوں میں افضل ترین نمازیں ہیں اور جمعہ کے دن کی خصوصاً دوسرے دنوں سے اور افضل ہیں۔

۱۰٤۷ : عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْبَرْدَانِ" : اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ۔

۱۰۴۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (سرد) پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

اَلْبَرْدَانِ : صبح اور عصر کی نماز۔

تشریح ۞ البردین دخل الجنة! بردان سے صبح و عصر مراد ہیں اور دخولِ جنت سے ابتداء نجات پانے والے مراد ہوں

اور عدم ارتکاب کبائر کی قید کا بھی لحاظ کیا جائے یا کبیرہ ہو مگر توبہ کر لی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بخش دیا۔ (۲) بدلہ کے بعد داخلہ مراد ہو۔ اس میں حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوگا۔ باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں ذکر ہوئی ہے۔

تخریج : أخرجه احمد (۵/۱٦۷۳۰) والبخاری (۵۷٤) ومسلم (٦۳۵) والدارمی (۱/۳۳/۳۳۲) وابن حبان (۱۷۳۹) والبیهقی (۱/٤٦٦)

الفرائد : ① نماز فجر و عصر کی مواظبت سعادت مندی کی بات ہے ② جو ان دونوں نمازوں کے اوقات کی خبر گیری کر کے ان کو اہتمام سے پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔

۱۰٤۸ : وَعَنْ اَبِیْ زُهَیْرٍ عُمَارَةَ ابْنِ رُوَیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "لَنْ یَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا" یَعْنِی الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰٤۸: حضرت ابو زہیر عمارہ ابن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''ہرگز ایسا شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے نماز ادا کی یعنی فجر اور عصر کی۔'' (مسلم)

تشریح ۞ صلی اللہ علیہ وسلم۔ زهیر ! یہ زہر کی تصغیر ہے۔ یہ ثقفی ہیں ان کا تعلق ثقیف کی شاخ بنوخثیم بن ثقیف سے ہے۔ ان سے ان کے بیٹے ابوبکر اور ابو اسحاق سبیعی نے نقل کیا۔ یہ کوفہ میں مقیم ہوئے۔ ۷۰ھ کے بعد تک رہے۔ ان سے مسلم' ابوداؤد' ترمذی ونسائی نے روایت نقل کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹ روایات نقل کی ہیں (شرح مشارق لکازرونی) مسلم نے دو روایتیں اور بخاری سے منفرد روایت ذکر کی ہے۔ لن یلج النار ! (۱) ہمیشہ کے لئے داخلہ نہ ہوگا یا بالکل داخل نہ ہوگا۔ آگ سے گزرنا اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ ورود ہے نہ کہ دخول۔ یہ تاویل کرنے کی وجہ وہ روایت ہے ان من المسلمین من یاتی یوم القیامة وله صلوات وصیام وغیرهما وعلیه ظلامات الناس فیاخذون ذلك منه! بعض نے روزے کے علاوہ کی قید لگائی ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ مسلم کی روایت بھی اسی طرح سے مذکور ہے کہ روزہ بھی دوسری عبادات کی طرح ہے۔ لوگوں کے حقوق وصول کئے جائیں گے۔ اگر وہ پورے نہ ہوں گے تو ان کے معاملات کے بدلے اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پس روزے کے استثناء والا قول کمزور ہے۔ الفجر و العصر ! ان دو کو خاص کرنے کی یہ وجہ نہیں کہ پانچوں کے علاوہ جو آدمی ان کو ادا کرے گا وہ آگ میں داخل نہ ہوگا کیونکہ یہ بات تو نص کے خلاف ہے کیونکہ نجات کے لئے ان سمیت بقیہ کو انجام دینا ضروری ہے اور حقوق العباد کی قید وہاں بھی لگائی جائے گی۔ دونوں نمازوں کی ذکر کی اصل وجہ یہ ہے۔ صبح کا وقت نیند و لذت کا ہوتا ہے اور عصر کا وقت دن کے اعمال کی تکمیل کا ہوتا ہے۔ ان دونوں نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام خلوص نفس کی دلیل اور عبادت سے محبت کا ثبوت ہے اور اس سے پانچوں نمازوں کی محافظت لازم آتی ہے۔

جب وہ ان دونوں کو ادا کرنے والا ہے تو بقیہ کی بدرجہ اولیٰ محافظت کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نیند اور اس لذت چھوڑنے والے کی تعریف فرمائی۔ ﴿رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله﴾ ﴿كانوا قليلا من الليل ما يهجعون﴾! اور جو اس طرح ہو وہ کبیرہ کا ارتکاب کرے گا نہ صغیرہ کا اور نہ کسی آدمی کا حق تلف کرے گا۔ پس اس صورت میں تو وہ بالکل آگ میں نہ جائے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۷۲۲۰) وابن حبان (۱۷۳۸) وابن خزیمة ۳۱۸) وابن أبی شیبة(۲/۳۸٦) والبیهقی(۱/٤٦٦)

الفرائد : ① نمازِ فجر و عصر کی اچھی طرح حفاظت کرنے والا آگ میں نہ جائے گا بشرطیکہ آگ کو واجب کرنے والی حرکات کا ارتکاب نہ کرے۔

۱۰۴۹ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۹: حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے' پس دیکھ لے اے ابن آدم کہ اللہ تجھ سے ہرگز اپنے ذمہ میں جو چیز ہے اس کے بارے میں باز پرس نہ کرے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہاں راوی نے دادا کی طرف نسبت کر دی۔ باب التحذیر من ایذاء الصالحین! میں اس کو عن جندب بن عبداللہ ذکر کیا۔ حالات ذکر کر آئے ملاحظہ کر لیں۔ من صلی الصبح! دوسری روایت کے مطابق جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ ذمة الله! اس کی حفاظت و نگرانی میں۔ فانظر ابن آدم! اے ابن آدم غور کر لو۔ ایسے شخص پر تعرض نہ کرنا۔ لا يطلبنك الله من ذمته بشيء! جواب شرط مقدر ہے۔ اسی لئے تاکید سے لائے۔ شئی کے لفظ سے تعرض سے مزید تحذیر کرنا مقصود ہے۔

تخریج : فی باب تعظیم حرمات المسلمین۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۵۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَآئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَآئِكَةٌ بِالنَّهَارِ ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ – وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ – كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ" وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۵۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں رات اور

دن کے فرشتے باری باری آتے جاتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر تم میں وہ رات گزارنے والے اوپر چڑھ جاتے ہیں جن سے اللہ پوچھتے ہیں حالانکہ وہ ان کو خوب جانتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں ہم نے ان کو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (بخاری و مسلم)

یتعاقبون فیکم! ایک جماعت کے پیچھے دوسری جماعت آتی ہے۔

النحو : جب فعل پہلے آئے تو تثنیہ اور جمع کی ضمیر ظاہر کی جاسکتی ہے جیسا اس روایت میں ہے اور آیت: ﴿فاسروا النجوی﴾ میں بھی اسی طرح۔ دوسروں نے بعد والے اسم کو ضمیر بنایا ہے۔ پہلا قول زیادہ بہتر ہے (الاقتراح السیوطی) واللہ اعلم۔ **ویجتمعون فی صلاۃ الفجر!** فرشتوں کا ان دونوں میں جمع ہونا یہ ایمان والوں کی تکریم ہے کہ ملائکہ کا اجتماع اوقات عبادت وطاعت میں کیا تا کہ وہ خیر کے شاہد بن جائیں۔ **یعرج الذین!** عروج چڑھنے کے معنی میں ہے۔ عیاض کہتے ہیں اکثر مفسدین کا قول زیادہ ظاہر ہے کہ یہ حفظۃ الکتاب ہیں۔ بعض نے کہا جملہ ملائکہ سے ہیں۔ **ھم یصلون!** یعنی نماز فجر اور دوسرے **یصلون** سے نماز عصر مراد ہے۔

تخریج : اخرجه مالك (٤١٣) واحمد (٣/١٠٣١٣) والبخاری (٥٥٥) و مسلم (٦٣٢) والنسائی (٤٨٤) وابن حبان (١٧٣٦)

الفرائد : ① دونوں نمازوں اور ان کے اوقات کے شرف کو ظاہر کیا گیا۔ بعض روایات سے صبح رزق کی تقسیم اور شام کو اعمال کا چڑھنا معلوم ہوتا ہے جو اس وقت عبادت میں مشغول ہوگا اس کے رزق میں برکت پڑ جائے گی ② یہ اخبار غیب سے بھی ہے۔ ہمیں اپنے احوال کو خوب جانچنا چاہئے اور اوامر ونواہی کے سلسلہ میں بیدار مغزی سے کام لینا چاہئے کہ ہمارے رب کے قاصد اس کی بارگاہ میں ہمارے متعلق کیا تذکرہ کریں گے ③ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے محبت کرنی چاہئے تا کہ اس سے قرب الٰہی میں اضافہ ہو۔

١٠٥١ : وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ :اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ :"فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ"

۱۰۵۱: حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرمؐ کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: "بے شک تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں کوئی دقت اور مشقت نہیں۔ اگر تم طاقت رکھتے ہو تو سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کے بارے میں مغلوب نہ ہو تو تم ضرور (ادا) کرو۔" (بخاری و مسلم) ایک روایت

ہے کہ چودہ تاریخ کے چاند کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔

تشریح کنا! سے مراد جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ لیلة البدر! چودھویں کی رات یہ نام اس لئے ہے کہ چاند غروب کے کچھ دیر بعد ہی طلوع ہو جاتا ہے۔ سترون ربکم! سین یہاں وعدے کی تاکید کے لئے ہے۔ یہ رؤیت جو اس کی ذات کے لائق ہے وہ مراد ہے۔ کما ترون! تشبیہ صرف رؤیت وانجلاء میں ہے نہ کہ ہر اعتبار سے کیونکہ وہ تولیس کمثله شیٔ ہے۔ کفار اس رؤیت سے محروم ہوں گے منافقین بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ لا تضامون! اس کا معنی تمہیں کوئی مشقت وتعب پیش نہیں آتی۔ ضیم مشقت کو کہتے ہیں۔ صلاة قبل طلوع الشمس! نماز صبح۔ قبل غروبها! نماز عصر۔ فافعلوا! کا مطلب صلوا۔ فان استطعتم! کا اشارہ ظاہر کرتا ہے ان دو نمازوں کی پابندی سے رؤیت کے پالینے کی امید ہے۔

فرق روایت: بخاری و مسلم کی روایت میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔

تخریج : أخرجه احمد (۱۹۲۱۱) والبخاری (٥٥٤) ومسلم (٦٣٣) وأبو داود (٤٧٢٩) والترمذی (٢٥٥١) والنسائی (٦/١١٣٣٠) وابن حبان (٧٤٤٢) وابن خزیمة (ص/١٦٧/١٦٨) ابن منده (٧٩٨) والطبرانی (٢٢٢٧)

الفوائد : ① قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شبہ نہیں ہوتا اسی طرح دیدار باری تعالیٰ بھی قطعی اور یقینی ہے ② نمازِ فجر و عصر کو خصوصاً اور پانچوں نمازوں کی پابندی یہ قربِ الٰہی کا باعث ہے جو کہ دیدار کا سبب ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۰۵۲ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۰۵۲: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے عصر کی نماز کو چھوڑا تحقیق اس کے عمل برباد ہو گئے۔ (بخاری)

تشریح حبط عمله! حبط سے ثواب کا بطلان مراد ہے یا مراد یہ ہے کہ انہوں نے حلال سمجھ کر چھوڑا یا ان کے وجوب کا انکار کر دیا یا بقول احمد تارک صلاۃ معتمد کافر ہے اور اس کی دلیل یہ روایت ذکر کی: من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر جهاراً! اور طبرانی نے نقل کیا: "يحبط عمله بسبب كفره! یا اس سے مراد دنیا کا وہ کام ہے کہ اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس دن کے عمل کا نقصان مراد ہے۔ بطور تغلیظ فرمایا گیا کہ گویا اس کے اعمال حبط ہوں گے جیسا اس روایت میں: کانما وتر اهله وماله! (الملامع الصبیح لبرمادی)

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٣٠١٨) والبخاری (٥٥٣) عند أحمد (١٠/٢٧٥٦٢) عند أحمد (٢/٤٨٠٥) ومسلم (٦٢٦) والنسائی (٥١١)

الفوائد : ① نماز عصر کی فضیلت ذکر کی اور اس سے اس کی اچھی طرح نگہبانی کی تعلیم دی ② جو جان بوجھ کر چھوڑے گا

اس کے اعمال حبط ہو جائیں گے۔

۱۸۹ :بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ اِلَى الْمَسَاجِدِ

بَاب: مساجد کی طرف جانے کی فضیلت

۱۰۵۳ :عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۵۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو صبح سویرے یا شام کو مسجد میں آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار کرتے ہیں۔ جب بھی صبح یا شام کو وہ جائے۔''

(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ غدا! غدو یہ زوال سے پہلے جانے کے لئے آتا ہے۔ اوراح! اوتویح کے لئے ہے اور زوال کے بعد چلنے کو راح کہا جاتا ہے۔ وہ مسجد کی طرف ان اوقات میں گیا تا کہ نماز یا اعتکاف یا قرأت قرآن یا حصولِ علم وغیرہ کرے۔ اعدا اللّٰہ! نزل احترام مہمان میں تیار کئے جانے والا کھانا اللہ تعالیٰ کی نسبت تمام اسماء صفات کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

شرح مشارق لاکمل الدین میں لکھا کہ لوگوں کی عادت آنے والے کو پہلے کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ مساجد بیوت اللہ اس لئے ہیں ان میں داخل ہونے والے کو جنت کی مہمانی کی خوشخبری دی: ﴿ان اللّٰه لا یضع اجر المحسنین﴾

تخریج: أخرجه أحمد (٣/١٠٦١٣) والبخاری (٦٦٢٠) ومسلم (٦٦٩) وابن حبان (٢٠٣٧) ابن خزيمة (١٤٩٦) والبيهقى (٣/٦٢)

الفرائد : ① مساجد اوران کی طرف جانے کی فضیلت ذکر فرمائی گویا وہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی میں ہے ② مساجد کی طرف قدم اٹھانا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

۱۰۵٤ : وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَطَهَّرَ فِيْ بَيْتِهٖ ثُمَّ مَضٰى اِلٰى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِّنْ فَرَآئِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خُطُوَاتُهٗ اِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَّالْاُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۵٤: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں گیا تا کہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو پورا کرے اس کے قدموں میں سے ہر قدم گناہوں کو مٹاتا اور دوسرا قدم درجے کو بلند کرتا ہے۔'' (مسلم)

تشریح ۞ تطهر فی بیته! یہ طہارت کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ یہاں تک کہ عاجزی حسی یا شرعی کے لئے تعیم وغیرہ

بھی۔ من بیوت اللّٰہ! اس سے مراد مساجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کی طرف نسبت عظمت و تکریم کے لئے کافی ہے۔ لیقضی فریضة! تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ فرائض میں سے کسی کو ادا کرے۔ پانچ نمازیں۔ نذر والی طاعات۔ کانت خطواته! جمع خطوۃ اصل میں چلنے کے لئے قدم اٹھانے کو کہتے ہیں۔ خطیئة! سے مراد جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ وہ ایک قدم پر معاف کر دیئے جاتے ہیں اور دوسرے سے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔ بقیہ اقدام سے درجات کی بلندی اس کے لئے ہے جس کے کبائر نہ ہوں اور کبائر والے اسی قدر گناہوں کی معافی کی امید کی جاتی ہے اور اگر بالکل گناہ نہ ہو یا صغائر والا تھا تو اس کے درجات بڑھاتے جائیں گے۔

تخریج : أخرجه مسلم(٦٦٦) ابن حبان(٢٠٤٤) وأبو عوانة(١/ ٣٩٠) والبيهقي(٣/ ٦٢)

الفرائد: ① گھر میں وضو کر کے مسجد کی طرف جانے والے کے لئے ہر قدم پر درجہ بڑھایا جاتا ہے اور غلطیاں مٹائی جاتی ہیں۔

١٠٥٥ : وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ ، وَكَانَتْ لَهٗ تُخْطِئُهٗ صَلٰوةٌ فَقِيْلَ لَهٗ : لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا لِتَرْكَبَهٗ فِي الظَّلْمَآءِ وَفِي الرَّمْضَآءِ قَالَ : مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُكْتَبَ لِيْ مَمْشَایَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۵۵: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی تھا مجھے معلوم نہیں کہ کسی کا گھر مسجد سے اتنا دور ہو جتنا اُس کا' مگر اس کی ایک نماز بھی نہیں رہتی تھی۔ اس کو کہا گیا کہ اگر تو ایک گدھا خرید لے جس پر سوار ہو کر اندھیرے اور سخت گرمی میں آ سکے (تو بہت مناسب ہے)۔ اس نے کہا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو' میں یہ چاہتا ہوں کہ مسجد کی طرف میرا چلنا اور میرا اپنے گھر کی طرف لوٹنا لکھا جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے یہ سب جمع فرما دیا ہے۔" (مسلم)

تشریح ۞ ابعد من المسجد منه! مکان کے اعتبار سے۔ لا تخطئه صلاة! مسجد میں اس کی کوئی نماز جماعت سے فوت نہ ہوتی تھی۔ فقیل له! حدیث مسلم میں ہے کہ یہ کہنے والے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ او! شک راوی کے لئے ہے۔ لو اشتدیت! اگر گدھا خرید لیتے وہ اندھیرے میں پھیلنے سے حشرات سے حفاظت کرتا۔ فمامر مضاء! وہ گرمی سے حرارت سے محفوظ کر دیتا کیونکہ عموماً وہ لوگ ننگے پاؤں تھے۔ ما یسرنی! مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو۔ انی ارید! یہ جملہ مستانفہ تعیین مقصود کے لئے ذکر کیا کہ میرا مسجد کی طرف جانا آنا لکھا جائے تا کہ اجر دوگنا ملے۔ یکتب یہ فعل مجہول ہے نائب فاعل محذوف ہے۔ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو فرمایا۔ قد جمع اللّٰہ لك ذلك كله! تیرے لئے اجر جمع کر دیا گیا۔ یہاں ذلک اسم اشارہ اسی طرح ہے جیسے اس ارشاد میں:

﴿لا فارض ولا بكر عوانٌ بين ذلك﴾ ! دونوں اجور کے جمع کرنے کو قد اور پھر کلمہ سے موکد کر دیا تا کہ کسی قسم کا وہم نہ رہے۔

تخریج : أخرجه أحمد(٢١٢٧٠) ومسلم(٦٦٣) وابن أبي شيبة(٢٠٨/٢٠٧/٢) وأبو داود(٥٥٧) والدارمي (٢٩٤/١) وابن ماجه (٧٨٣) وابن حبان(٢٠٤٠) وابن خزيمة(١٥٠٠) وأبو عوانة (٣٩٠/٣٨٩/١) والبيهقي (٦٤/٣)

الفرائد : ① مسجد کی طرف جتنا دور سے چل کر جایا جائے اتنا ہی درجات بڑھتے ہیں۔ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں درجات میں ترقی دی جاتی ہے۔

❁ ❁ ❁

١٠٥٦ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَاَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ :"بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا : نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ : " بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ ، آثَارُكُمْ" فَقَالُوْا :مَا يَسُرُّنَا اِنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ۔

۱۰۵۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد کے گرد زمین کے کچھ ٹکڑے خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے چاہا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: "مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو۔" انہوں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اے بنوسلمہ! تم اپنے گھروں کو لازم پکڑو' تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔" انہوں نے عرض کیا' پھر ہمیں پسند نہیں کہ ہم منتقل ہوں۔ (مسلم)

بخاری نے اسی مفہوم کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

خلت البقاع ! یہ بقعہ کی جمع ہے۔ زمین کا قطعہ۔ (المصباح)

اللغة حول المسجد : یہ خلت کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا بقاع کی صفت ہے۔ **بنو سلمه** ! عبدالبر کہتے ہیں خزرج کی نسل سے نجار ہیں اور نجار میں کئی خاندان ہیں۔ ان میں ایک سلمہ بن سعد بن الخزرج ہے۔ **ان ينتقلوا** ! وہ جگہ جہاں منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ **فقال لهم بلغني** ! ان کے جواب کی حکایت مقصود تھی اس لئے حرف عطف کو حذف کر دیا اور وہ جواب والا جملہ تصریح اقرار کے لئے ذکر کر دیا ورنہ نعم بھی کافی تھا وہ جملہ یہ ہے: "**قد اردنا ذلك**"۔ **بني سلمه** ! اس سے پہلے حرف نداء کو حذف کر دیا۔

ديار كم تكتب اثار كم ! **دیار کم** تو اغراء کی وجہ سے منصوب ہے اور تکتب فعل مجہول جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ آثار مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم۔ **انا كنا تحولنا** ! مسجد کا قرب حاصل کرنے کے لئے قریب منتقل نہ ہو کیونکہ اس سے قرب مکان کی وجہ سے ثواب میں کمی آجاتی۔

روایت کا فرق: بعض روایات میں لا تحتسبون اثار کم فاقاموا! کے الفاظ ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (٥/١٤٥٧٢) ومسلم (٦٦٥) وابن حبان (٢٠٤٢) وأبو عوانة (١/٣٨٨) وعبدالرزاق (١٩٨٢) والبیهقی (٣/٦٤) عندالبخاری (٦٥٥)

الفرائد: ① اگر اعمال میں خلوص ہو تو اس کے لئے اٹھائے جانے والے قدم بھی عبادت میں شمار ہوتے ہیں ② مسجد کے قریب رہائش مستحب ہے مگر یہ کہ وہ شخص تکثیر اجر کا خواہش مند ہو۔ بنوسلمہ کے وہاں سے منتقل ہونے میں مدینہ کی وہ جانب منافقین کے لئے خالی ہو جاتی تھی۔ اس لئے ان کا وہیں رہنا ضروری تھا۔ اسی وجہ سے ان کے نشانہائے قدم پر نیکیوں کی بشارتیں دی گئیں۔

۱۰۵۷: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوةِ اَبْعَدُهُمْ اِلَیْهَا مَمْشًی فَاَبْعَدُهُمْ - وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰی یُصَلِّیَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْهَا ثُمَّ یَنَامُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۰۵۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک نماز کے اجر میں وہ آدمی سب سے بڑھ کر ہے، جو نماز کے لئے دور سے چل کر آتا ہے پھر وہ جو اس سے بھی زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور وہ آدمی جو نماز کا جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے انتظار کرتا ہے وہ اس سے اجر میں بہت بڑھ کر ہے جو نماز پڑھے پھر سو جائے۔ (بخاری و مسلم)

اجرًا! یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

النحو: فی الصلاة! یہ فی تعلیلیہ ہے۔

ممشی! اسم ظرف مکان ہے۔ مصدر میمی بن سکتا ہے۔ **فابعد هم**! جتنی دوری زیادہ ہوگی مشقت وقدم اتنے زیادہ ہوں گے اور اجر زیادہ ملے گا۔ **حتی یصلیها مع الامام**! انتہائی انتظار ہے۔ حتی تعلیلیہ ہے۔ **اجر**! سے ثواب مراد ہے۔ **یصلیها**! بلا جماعت پڑھنا۔ اول وقت میں جو پڑھ کر سو رہتا ہے۔ اس سے جماعت کی وجہ سے بہتر ہوگی۔

تخریج: أخرجه البخاری (٦٥١) ومسلم (٦٦٢) وابن خزیمة (١٥٠١) وأبو عوانة (١/٣٨٨) والبیهقی (٤/٦٣)

الفرائد: ① دور سے مسجد میں آنے والا بڑے اجر کا مالک ہوگا ② نمازِ عشاء کے امام کے ساتھ ادا کرنے کے لئے امام کا انتظار بڑے اجر کا باعث ہے۔

۱۰۵۸: وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "بَشِّرُوا الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

۱۰۵۸: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اندھیروں میں

مسجدوں کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن کامل روشنی کی خوشخبری دے دو۔'' (ابوداؤد ٗ ترمذی)

تشریح بشروا! یہ تبشیر سے امر ہے۔خوش خبر کو کہتے ہیں یہ جمع واحد دونوں صیغے آتے ہیں۔ **الظلم!** جمع ظلمہ یہ عشاء و فجر کے اندھیروں کو جامع ہے۔طبرانی میں ابوامامہ سے **المد لجین الی المساجد!** کے لفظ آئے ہیں اور یہ رات کے چلنے پر دلالت کرتا ہے۔خواہ جانور پر سوار ہو کر آتا ہو۔ **بالنور التام!** تمام اطراف سے نور ہوگا کیونکہ اعمال کی بقدر نور ہوگا۔ **یوم القیامه!** پل صراط مراد ہے۔ممکن ہے منابر نور مراد ہوں جیسا طبرانی میں ہے:''**بشر المدلجین الی المساجد فی الظلم بمنابر من نور یوم القیامة یفزع الناس ولا یفزعون**''!اس میں مسجد کی طرف چلنے کی فضیلت ذکر فرمائی۔خواہ وہ چلنا طویل ہو یا قصیر ٗ جماعت کی طرف آنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود(٥٦١) والترمذی(٢٢٣) ابن ماجه(٧٨١) وعند الحاکم(١/٧٦٩) عند أیضا (١/٧٦٨)

الفرائد : ① مسجد کی طرف اندھیرے میں چلنا قیامت کے اندھیروں کو روشن کرنے کا باعث ہوگا ② قیامت کو ان کو کامل روشنی میسر ہوگی یہ جنس عمل سے بدلہ ہے یا بدلہ اضداد کی جنس سے دیا تا کہ قدر زیادہ ہو۔

۱۰۵۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :''اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَایَا ، وَیَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟'' قَالُوْا :بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ :''اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ ، وَکَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ، فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ ، فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ '' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۵۹: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:'' کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں مٹا دیں اور درجات بلند کر دیں گے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ؟۔ آپؐ نے فرمایا:'' مشقتوں کے باوجود وضو کرنا ٗ مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ٗ پس یہی رباط ہے۔پس یہی رباط ہے۔ (مسلم) اِسْبَاغُ وُضُو :دھونے والے اعضا کو مکمل دھونا ٗ مسح پورا کرنا ٗ وضو کے تمام آداب اور معاملات کا خیال کرنا۔عَلٰی کا لفظ یہاں مع کے معنی میں ہے۔

تشریح **ادلکم علی ما!** الا تنبیہ کے لئے اور ما الذی یا شیٔ کے معنی میں ہے۔ **یمحو اللّٰه به!** حفظہ کے رجسٹر سے ان کو دور کر دیا جائے۔ (۲) آخرت میں ان پر مواخذہ نہ لیا جائے اور خطایا سے صغائر مراد ہیں یا سیئہ ہے۔ **یرفع الدرجات!** یعنی جنت میں بلند مقامات دے گا اور اس سے فرق مراتب ظاہر ہوگا۔ یہ باب تخلیہ و تحلیہ سے ہیں۔ پہلا افضل ہے۔ **اسباغ الوضوء!** غسل و مسح میں اعضاء کا احاطہ کرنا اور آداب و مکملات کا لحاظ کرنا۔ **علی المکاره**۔علی مع کے معنی میں ہے **مکاره مکرهٌ !** کی جمع ہے مشقت کو کہا جاتا ہے۔ان میں سے ایک پانی کو ثمن مثل سے خریدنا یہ بھی نفس پر گراں ہے۔ **کثرة الخطا الی المساجد!** خطا جمع خطوۃ ہے۔اس میں مسجد سے دور مکان کی فضیلت بتلائی ہے اور یہ اس روایت کے مخالف نہیں:

"من شئوم الدار بعدها من المسجد"! یہ شئوم وفضیلت اعتباری چیزیں ہیں۔ بسا اوقات نماز کے فوت ہونے کے سبب کے لحاظ سے شئوم ہے اور وقت پر مسجد میں پہنچ جانے کے لحاظ سے فضیلت والی ہے۔ **وانتظار الصلاة بعد الصلاة!** پہلے عمل کے منفرداً ختم ہونے کے بعد انتظار جماعت میں بیٹھنا ہے س کی وجہ نماز کی فکر اور دل کا نماز کی طرف لگے رہنا یہ حضور کے لئے مراقبہ ہے جو بدنی عبادات میں بڑی فضیلت والی چیز ہے۔ **فذالکم!** اسم اشارہ بعید عظمت ومنزلت کی وجہ سے لائے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿ذلك الكتاب لا ريب فيه﴾ **الرباط!** مطلب یہ ہے کہ یہ تین باتیں اس کی حقدار ہیں کہ اس کو رباط کا نام دیا جائے اور اس کے علاوہ وہ رباط حقیقی ہے یعنی سرحد اسلام کی حفاظت کرنا۔ ان تینوں میں نفس امارہ جو کہ بڑا دشمن ہے اس کی مخالفت اور اس کے جوش کا قلع قمع اور شیطانی تدابیر کو نا کام بنانا ہے۔ یہ پہلے دشمنوں سے سخت دشمن ہے۔ پس اس سے اس روایت کی تائید ہوگئی: "**رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر**"! یعنی جہاد نفس امارہ یہ اعمال شیطانی راہوں کو بند کرتے اور خواہشات نفسانی کو دباتے قبول وساوس سے اس کو روک کر رکھتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا شکر دشمن خدا شیطان پر غالب آتا ہے پس یہی مرابطہ حقیقیہ ہے۔ جہاد اکبر جہاد کفار ہے۔ اگرچہ نفس اولاد اموال سب سے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر سب سے علیحدگی اختیار کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مالوفات ولذائذ سے علیحدگی اختیار کرنے سے نفوس کی تکمیل بھی ہوتی ہے مگر اس کا زمانہ مختصر ہے پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔

تخریج : في باب في بيان كثرة طرق الخير میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۶۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ "اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ" قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ : "اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ" اَلْاٰیَۃَ ' رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۰۶۰: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتا جاتا دیکھو اس کے ایمان کی گواہی دو۔" کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "بے شک مسجدوں کو وہ آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔" (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **رأیتم!** یہ **علمتم** کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔ **یعتاد المساجد!** ایک روایت میں **یتعاھد المساجد!** آیا ہے اور اس سے مراد مساجد کی عادت ہے کہ اس سے نکلنے کے بعد دل میں واپس لوٹنے کی طلب ہو۔ سیوطی کہتے ہیں اس سے مسجد کی محبت مراد ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ شریک ہونا ہے اس کا معنی مسجد میں ہمیشہ بیٹھنے رہنا نہیں ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں یہ نگرانی اور تحفظ کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ عہد میں تجدید کرتے رہنا اور **یتعاھد** کی روایت ہو تو اس کا معنی نماز کی اقامت کے لئے بار بار مسجد کی طرف آنا جانا ہے۔ طیبی کہتے ہیں **یتعاھد** کا لفظ دوسرے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں مسجد کی آبادی' تعمیر اور نماز کے لئے بار بار آنا سب شامل ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح آیت استشہاد کیا ہے۔ صاحب کاسف کہتے ہیں عمارۃ کا لفظ مرمت اور اس کو صاف ستھرا رکھنا' مصابیح سے روشن کرنا اور اس کا احترام اور

بار بار آنا جانا۔اس میں ذکر و تلاوت کرنا۔ فاشھدوا ! بالایمان!اس کو قطعی مؤمن سمجھو کیونکہ شہادت اس وقت ہوتی ہے جب دل زبان کے ساتھ مکمل موافقت کرنے والا ہے(الکوکب المنیر) آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان صفات سے متصف مؤمن ہی مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ارشاد میں ہے:﴿واقام الصلاۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللّٰہ﴾ الایت! کا لفظ منصوب پڑھیں تو اقرء کا مفعول ہے اور مرفوع تو مبتداء المتلو کی خبر ہے۔من المھتدین!اس سے اشارہ فرمایا کہ طاعات ہدایت کی علامات ہیں۔پس ان سے ابتداء کی امید کی جاسکتی ہے۔یہ قطعی علامات نہیں۔

تخریج: اخرجه احمد (٤/١١٦٥١) والترمذی (٢٦٢٦) وابن حبان (١٧٢١) وابن خزیمة (١٥٠٢) والحاکم (٢/٣٢٨٠)

الفرائد: ① مسجد کی نگہبانی اور تعمیر و ترقی میں کوشش کرنی چاہئے' جو مسجد سے متعلق ہو اس کے ایمان کی مسجد گواہ ہے ② وہ مسجد کے رائدین سے ہے۔ رائد (شکر کا منتظم)

١٩٠ :بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلٰوةِ

بَابٌ:انتظار نماز کی فضیلت

انتظار!سے مراد انتظار میں بیٹھنا ہے۔

١٠٦١ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٠٦١:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''آدمی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک نماز اس کو گھر والوں کی طرف لوٹنے سے روکتی ہے''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ فی الصلاۃ!یعنی ثواب کی حیثیت سے وہ نماز میں ہے نہ کہ تمام احکام کے لحاظ سے۔ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔ اس کا صلہ دامت الصلاۃ تحبسه !ہے۔تحبسه! کا حاجات کی طرف لوٹنے سے روکے رکھنا۔لا یمنعه!یہ جملہ عامل کے مضمون کی تائید ہے۔

تخریج : اخرجه البخاری (٦٥٩) و مسلم (٢٧٥/٦٤٩)

الفرائد : ① ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار نماز کے ثواب میں لکھا جاتا ہے ② جب تک نماز کی وجہ سے وہ مسجد میں رکے گا وہ نماز میں شمار کیا جائے گا۔

١٠٦٢ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اَلْمَلَآئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَّا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِيْهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ ' تَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ ' اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے اس وقت تک اس آدمی کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے اور جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو وہ یوں کہتے ہیں: ''اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس پر رحم فرما''۔ (بخاری)

تشریح ۞ **الملائكة تصلي**! استغفار اور طلب رحمت کے معنی میں ہے۔ **علي احدكم**! تم میں سے ایک۔ اس کو علیٰ سے متعدی کیا کیونکہ اس میں مشقت کا معنی ہے۔ (۲) علو رحمت کی طرف اشارہ ہے۔ **مصلاة**! نماز کی جگہ مراد ہے۔ **صلي فيه**! عام مفہوم میں نفل و فرض دونوں شامل ہیں۔ **ما لم يحدث**! ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔ حدث سے مراد وضو توڑنے والی چیز کا ارتکاب (۲) دنیا کی بات نہ کی۔ **اللهم اغفر له**! یہ ملائکہ کی دعا ہے۔ یہ تمام کبائر کی معافی کی دعا ہے کیونکہ بخشبہار سے سوال ہے۔ **يغفر ما دون ذالك لمن يشاء**۔

تخریج : البخاري (٦٥٩) و مسلم (٦٤٩) و ابو داود (٥٥٩) و ابن ماجه (٧٨٦)

الفرائد : ① جو نماز پڑھ کر باوضو اس جگہ بیٹھے گا تو فرشتے اس کے لئے دعائیں اور استغفار کرتے رہیں گے ② جب تک نمازی کسی دوسرے کو ایذاء دے گا وہ فرشتوں کی دعاؤں کا حقدار ہے۔

۞ ۞ ۞

١٠٦٣ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَآءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَقَالَ: ''صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۰۶۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کی پھر ہماری طرف نماز کے بعد متوجہ ہو کر فرمایا: ''لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم اس وقت سے نماز میں ہو جس وقت سے نماز کا انتظار کر رہے ہو''۔ (بخاری)

تشریح ۞ **شطر الليل**! اس سے نصف رات مراد ہے۔ **بعد ما صلي فقال**! تاخیر کی فضیلت پانے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا۔ اس مسجد کے علاوہ لوگ نماز پڑھ کر سو رہے ہیں۔ **ولم تزالوا في صلاة**! تم ثواب کے لحاظ سے نماز میں ہو جب سے تم انتظار کر رہے ہو۔ ثم لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اتمام صلاۃ سے یہ حکم زائل ہو گیا۔

تخریج : اخرجه البخاري (٥٧٢)

الفرائد : ① نمازِ عشاء کا اصل وقت نصف لیل تک ہے ② امام کو سلام پھیر کر نمازیوں کی طرف منہ کر لینا چاہئے ③ ان کو چاندی کی انگوٹھی بقدر ماشہ جائز ہے ④ نماز کا انتظار کرنا چاہئے ⑤ عشاء کے بعد دینی باتوں میں حرج نہیں مگر اس کی عادت نہ بنا لے۔

۱۹۱ :بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

باب: باجماعت نماز کی فضیلت

صلاۃ الجماعۃ! اس میں اختلاف ہے کہ یہ فرض ہے یا سنت پھر یہ فرض عین ہے یا کفایہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں تو جمعہ کے علاوہ یہ فرض کفایہ ہے ان لوگوں پر جو آزاد مقیم ہیں۔ جمعہ فرض عین ہے کیونکہ اس کی صحت کی شرط جماعت ہے۔ جمعہ کے علاوہ کم از کم تعداد ایک امام اور ایک مقتدی ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سنت مؤکدہ قریب الواجب ہے۔ ہدایہ)

١٠٦٤ :عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۶۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جماعت سے نماز' الگ نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : صلاۃ الجماعۃ! اس میں اضافت فی کے معنی میں ہے اور ظرفیہ مجازی ہے (۲) اضافت لامی ہے۔ افضل! ثواب میں بڑھ کر کے معنی میں ہے۔ الفذ! اس کی جمع فذوذ ہے اور ایک کو کہا جاتا ہے۔ **سبع و عشرین درجہ!** دوسری روایت میں پچیس کا تذکرہ ہے۔ عدد قلیل کثیر میں داخل ہے۔ (۲) پہلے پچیس تھا پھر اضافہ کر کے ستائیس کر دیا گیا (۳) یہ نمازیوں کی کامل و ناقص نماز کے لحاظ سے ہے اور نماز کے خشوع' کثرت جماعت مقام جماعت کے اعتبار سے ہے۔ حافظ کہتے ہیں میرے سامنے ایک بات آئی کم ترین جماعت ایک امام و نمازی ہے اگر امام نہ ہوتا مقتدی نہ ہوتا اور بالعکس بھی جب اللہ تعالیٰ جماعت میں پچیس کا ثواب رکھ دیا تو پچیس والی روایت کو فضل زائد اور ستائیس والی کو اصل و فضل پر محمول کریں گے۔ (فتح الباری) برماوی کہتے ہیں دن رات کے فرائض سترہ رکعت ہیں اور روایت دس ہیں پس جماعت کا اجر اس اعتبار سے ستائیس ہے۔ وتر کا کوئی دخل نہیں وہ بعد میں مشروع ہوئے۔ بلقینی کہتے ہیں جماعت میں کم از کم تین آدمیوں نے نماز پڑھی ہر ایک کی نماز والی ایک نیکی دس گنا ثواب کی حقدار بنی تو تینوں کی جماعت سے تیس نیکیاں ملیں۔ یہاں تین کی تعداد جو جماعت کے لئے اصل تھی اس کو چھوڑ دیا اور بقیہ ستائیس جو فضل سے ملیں ان کا ذکر کر دیا۔ (ان تمام میں حافظ کی بات سب سے خوبصورت ہے۔ مترجم)

تخریج : اخرجه البخاری ٦٤٥) ومسلم (٦٥٠) والنسائی (٨٣٦)

الفوائد : ① جماعت سے نماز ادا کرنا افضل ہے ② ۲۷ درجہ جماعت کا ثواب زیادہ ہے۔

١٠٦٥ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا ، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا

رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ ، فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَآئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ - وَلَا يَزَالُ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

۱۰۶۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کی جماعت سے نماز اس کے گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جب آدمی نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کی طرف گیا۔ اس کو نماز کے سوا کسی چیز نے نہیں نکالا تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک درجہ بلند کرتے اور ایک غلطی معاف فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہے اور جب تک بے وضو نہ ہو فرشتے کہتے رہتے ہیں: ''اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما' اے اللہ اس پر مہربانی فرما''۔ اور اس وقت تک وہ نماز میں رہتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

النحو : **فی الجماعة**! یہ ظرف محل حال میں ہے (۲) رجل کی صفت ہے کیونکہ وہ ال جنیر سے محلی ہے۔ (۳) ظرف لغو ہے جو صلاۃ سے متعلق ہے۔ **علی صلاته**! انفرادی نماز مراد ہے جیسا کہ جماعت کی نماز کے تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اغلباً بازار اور گھر میں انفرادی نماز پڑھی جاتی ہے۔ **خمساً و عشرین ضعفا**! یہ مفعول مطلق ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿**فاجلدوهم ثمانين جلدة**﴾! برماوی کہتے ہیں اعداد میں راز مخفی ہے اس کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں۔ ہم بطور احتمال عرض کرتے ہیں کہ دن کی نمازیں پانچ ہیں۔ جب پانچ کو پانچ سے ضرب دیں تو پچیس بنتا ہے۔ انفرادی نماز پر جماعت کی نماز کے ثواب کو بڑھانا مراد ہے کیونکہ اصل میں تو جنس ایک ہے۔ جب دس بنایا جاتا ہے تو واحد' اثنان' ثلاثہ' اربعہ کہتے ہیں یہ دس بن گئے۔ عشرات مات اور مات سے آلاف بنتے ہیں تمام مراتب کی اصل تو عدد ہے۔ پھر بھی اس پر ایک کا اضافہ مبالغہ ہے۔ پھر پانچ نماز کے بعد ایک اور مبالغہ کے لئے بڑھایا۔ **ذلك**! اس کا مشار الیہ فضل صلاۃ الجماعۃ علی صلاۃ الفذ ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مسجد کی جماعت سے متعلق ہو۔ قرطبی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ فضل کی اضافت جماعت کی طرف ہے یا جماعت مسجد کی طرف ہے کیونکہ مسجد کی طرف اٹھنے والے اقدام پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ مٹتے ہیں۔ **انه اذا توضا**!ؤ ضمیر شان ہے۔ احسن وضو جس میں سنن وآداب کا مکمل لحاظ رکھا جائے۔ **الی المسجد**! مسجد کا قصد کرے۔ **لا یخرجه الا الصلاة**! یہ جملہ حالیہ ہے اور اس ثواب کو مسجد کی طرف جانے سے مقید کر رہا ہے اگر کسی اور دنیوی مقصد سے نکل کر جائے گا تو ثواب سے محروم ہوگا۔ البتہ قرآن قرآن علم کا حصول وغیرہ ہوگا تو یہ نیکی سے نیکی ملانا ہے۔

رفعت بها درجة! فعل مجہول ہے اور درجہ اس کا نائب فاعل ہے۔ دونوں ظرف لغو ہیں (۲) مستقر ہوں تو درجہ سے حالا بن جائیں گے۔ **وحط عنه بها خطيئة**! وہ صغائر جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ قرطبی کہتے ہیں جماعت میں فضیلت ذاتی ہے جس پر حکم معلق ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ امور مذکورہ اضافے کی علت ہیں گویا یوں کہا کہ تضعیف کا سبب یہ ہے اور جب اسی طرح ہے تو جو چیز متعدد موضوعات پر مرتب ہوگی تو وہ بعض کے پائے جانے سے نہ پائی جائے گی مگر اسی صورت میں جبکہ کوئی واضح دلیل میسر ہو جو غیر معتبر کے لغو ہونے پر دلالت کرے کیونکہ وہ چیزیں مقصود بالذات تو نہیں۔ یہ اضافہ ایسا جس کا مطلب

عقل میں آتا ہے۔ پس ان کو اختیار کر جہت کو متعین کرتا ہے۔ جبکہ روایات مطلق ہوں وہ اس کے منافی نہیں بلکہ مطلق کو مقید پر محمول کریں گے۔ تصلی علیه! دعا رحمت و استغفار کرتے ہیں۔ مادام في مصلاة! وہاں بیٹھا رہے۔ (۲) وہاں ٹھہرا رہے خواہ لیٹا ہو اور بے وضو نہ ہو۔ گزشتہ میں امر منقضی سے ذکر کیا اور اس میں امر مستقبل سے یزال کا اسم مستتر اور خبر فی صلاۃ ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٧٤٣٤) والبخاري (١٧٦) ومسلم (٦٤٩) وأبو داود (٥٥٩) والترمذي (٦٠٣) وابن ماجه (٢٨١) وابن حبان (٢٠٤٣) والطيالسي (٢٤١٢) وابن خزيمة (١٤٩٠) وأبو عوانة (١/٣٨٨) والبيهقي (٦١/٣)

الفرائد: ① جماعت میں حاضر ہونا چاہئے اور نماز کا انتظار کرنا چاہیے ② مسجد کا مقام بلند ہے اس کی طرف نماز کے ارادہ سے چل کر جانا بھی ثواب سے خالی نہیں ③ مسجد میں جو نماز کے لئے اپنے آپ کو روک لے ملائکہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

***

١٠٦٦ : وَعَنْهُ قَالَ : اَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ اَعْمٰى فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ ' فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ ' فَرَخَّصَ لَهُ ' فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ : "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : "فَاَجِبْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کوئی قائد نہیں جو مجھے مسجد تک لائے۔ اس نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ اس کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ حضور ﷺ نے اس کو اجازت دے دی۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا تو آپؐ نے اس کو بلا کر فرمایا: ''کیا تو نماز کی اذان سنتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس کو قبول کر۔ (مسلم)

تشریح ۞ رجل اعمي! نووی و سیوطی کہتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا ابوداؤد میں ہے۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں اگر واقعات متعدد ہوں تو پھر احتمال ہے ورنہ یہ محل نظر ہے۔ ان یرخص له! یعنی جماعت چھوڑنے کی۔ فرخص له! رخصت دے دی گئی۔ رخصت حکم کو صعوبت سے سہولت کی طرف لے جانا۔ ان کے عذر کی وجہ سے باوجود حکم اصلی کا سبب موجود ہونے کے رخصت دی گئی۔ هل تسمع النداء و بالصلاة! یہاں تو با سے متعدد کیا گیا اور آیت میں الی سے متعدی کیا: "واذا نادتیم الی الصلاة"! اس نے ہاں سے جواب دیا۔ فاجب! اگر کمال فضیلت مقصود ہو تو پھر رخصت نہیں جو کہ حدیث ابن ام مکتوم میں مذکور ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان رضی اللہ عنہ کو ضعف بصر کے عذر سے نماز کی اجازت مرحمت فرمائی تو احادیث کو جمع کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ حیث امکن سے تاویل کی جائے مگر ابن حجر کہتے ہیں ان کی رخصت خاص سبب سے متعلق ہے کہ جب سیلاب وغیرہ ہو اور حدیث باب کا اس رخصت سے تعلق نہیں (فتح الدلہ) حدیث میں جماعت کی تاکید کی گئی ہے اور اس کے حصول میں معمولی تھکاوٹ کو برداشت کرنے کا حکم ہے۔ مسجد کے

قریب ہونے کی وجہ سے راستے کی اونچ نیچ سے وہ واقف ہوگا اور عمومی ضرر سے بچ جائے گا۔ رخصت میں اجتہاد کا احتمال ہے اور اگر جماعت کو سنت مؤکدہ قریب الوجوب مان لیں تو ایسی کسی تاویل کی حاجت نہیں رہتی۔ مترجم)

تخریج : أخرجه مسلم(٦٥٣) والنسائي(٨٤٩)

الفرائد : ① ہر اذان سننے والے کو مسجد میں حاضری ضروری ہے' معذور اس سے مستثنیٰ ہے' معمولی اعذار کی کوئی حیثیت نہیں ② نابینا کو اولاً رخصت کی وجہ سے اجازت ہے پھر اس کو افضل پر آمادہ کیا گیا۔

۱۰٦٧ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ – وَقِيْلَ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ؟ فَقَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّهَلًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ – بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔ وَمَعْنٰى "حَيَّهَلًا" تَعَالَ۔

۱۰٦٧ : حضرت عبداللہ بعض نے کہا عمرو بن قیس' جو کہ ابن ام مکتوم مؤذن رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں' سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تو حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ (یعنی آؤ نماز کی طرف) اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (یعنی آؤ فلاح کی طرف) سنتا ہے پس تو مسجد کی طرف آ۔'' (ابوداؤد) سند حسن کے ساتھ۔

حَيَّهَلًا : تو آ۔

تشریح : عن عبداللہ! ان کا نام عبداللہ بن زائدہ بعض نے عامر بن زائد بعض نے عمر بن قیس بن زائدہ ابن زائدہ کو زیاد بن الاصم کہتے ہیں اور اصم یہی جندب بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد ابن بغیض بن عامر بن لوی بن غالب القرشی العامری ہے۔ یہ ابن ام مکتوم مؤذن کے نام سے معروف ہیں۔ نووی کہتے ہیں ان کا صحیح نام عمرو ہے۔ مسلم میں ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہی نام لیا ہے۔ فاطمہ بنت قیس کی روایت میں وارد ہے کہ جب ان کے خاوند نے ان کو طلاق دی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ابن عم عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں عدت گزارو۔ ابن اثیر نے نقل کیا کہ اکثر ان کا نام عمرو ہی مانتے ہیں یہ مصعب بن زبیر کا قول ہے۔ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں کیونکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے۔ ابن ام مکتوم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے ہجرت کی ان کے بعد مصعب بن عمیر نے ہجرت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیرہ مرتبہ غزوات کے موقعہ پر مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ یہ فتح قادسیہ میں موجود تھے وہیں جھنڈا اٹھائے شہید ہوئے یہ مشہور ہے۔ ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے یہ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ پھر مدینہ واپس آئے اور یہیں وفات پائی۔ ابن اثیر نے واقدی سے نقل کیا یہ نابینا تھے۔ ان کا تذکرہ سورۂ عبس میں ہے۔ بقول ابن جوزی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین روایات نقل کی ہیں مگر برقانی کہتے ہیں دو روایات ہیں۔ المدینہ! مدینہ دارالہجرت کا نام بن گیا۔

الھوام! جمع ہامۃ زمین کے کیڑے مکوڑے، سانپ، بچھو سب کو شامل ہے۔ السباع! جمع سبع دونوں لغات ہیں۔ اس آیت میں بھی اسی طرح پڑھا گیا ہے "وما اکل السبع"! یہ حسن بصری اور بعض نے ابن کثیر قاری سے نقل کیا ہے اس کی جمع سباع رجال کی طرح اور اسبع جیسے فلس وافلس اور صبع واضبع آتی ہے (المصباح۔ ابن السکیب) یہ لفظ ذی ناب پر بولا جاتا ہے خواہ مفترس نہ ہو مثلاً لومڑی (ازہری) ابن ام مکتوم کا مقصد گھر میں نماز کی رخصت چاہنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسمع حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح! یعنی جو اذان سنتا ہے۔ ان دو کو اس لئے ذکر کیا کہ یہ حاضری کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت مشکوٰۃ کے مطابق "لم یرخص له"۔

تخریج : أخرجه أبو داود(٥٥٣) والنسائي(٨٥٠) والحاكم(١/٩٠١) وأخرج أحمد(٥/١٥٤٩١) أخرجه الحاكم(١/٩٠٢) ابن حبان(٢٠٦٣)

الفرائد : ① اذان کے سننے والے کو جماعت کے لئے مسجد میں حاضری ضروری ہے جب تک کہ کوئی شرعی عذر نہ ہو جو جماعت کو ساقط کر دے۔

١٠٦٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٠٦٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ لکڑیاں لانے والے کو حکم دوں جو اکٹھی کی جائیں۔ پھر نماز کا حکم دوں جس کے لئے اذان کہی جائے۔ پھر میں ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو امامت کروائے اور میں ان آدمیوں کی طرف جاؤں (جو جماعت میں نہیں آتے) پس میں ان سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ والذی نفسی بیدہ! بات کی تاکید کے لئے قسم اٹھائی۔ ید سے مراد قدرت ہے۔ لقد هممت! قصد کرنا۔ فیحتطب! یہ مجہول کا صیغہ کلفت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لائے کہ اگرچہ یہ تکلیف دہ چیز ہے۔ فیوذن بھا! یہاں اقامت مشروعہ مراد ہے۔ ثم آمر رجلاً! تاکہ وہ امامت کرائے۔ اخلاف! جانے کے معنی میں ہے یعنی پھر ان کے گھروں میں جاؤں۔ رجال! خالف الی کذا اس وقت بولتے ہیں جب وہ قصد کرنے والا ہو اور تم اعراض کرنے والے ہو۔ اس آیت میں یہی معنی ہے:﴿وما ارید ان اخالفکم الی ما انھاکم عنه﴾! رجال سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتے۔ احق علیھم بیوتھم! جو فرضیت جماعت کے قائل ہیں یہ روایت ظاہر میں ان کی تائید کر رہی ہے۔ بعض منافقین، عشاء و صبح میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس لئے یہ بات فرمائی اور ایک ارشاد میں فرمایا: "ان اثقل الصلاۃ علی المنافقین صلاۃ العشاء و الفجر"! اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح موجود ہے: "لقد رایتنا وما یتخلف عنھا الا منافق معلوم النفاق"! پھر کسی ادنیٰ صحابی کے متعلق یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیاوی غرض سے جماعت کو چھوڑتا

ہو۔ (۲) آپ ﷺ نے جلانے کا ارادہ اس لئے فرمایا کہ منافقین جماعت کی تحقیر کرتے تھے فقط چھوڑ دینا باعث نہ تھا۔ (۳) اس سے مراد جمعہ ہے۔ (۴) کئی لوگوں نے نفس نماز کو چھوڑا نہ کہ جماعت کو (مگر روایت کے الفاظ اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔ مترجم) جلانے کا جواز حکم تحریم مثلہ سے پہلے تھا اور آپ ﷺ نے اس ارادے کو ترک اجتہاداً فرمایا یا وحی سے روک دیا گیا یا اجتہاد میں تبدیلی آ گئی (ان تاویلات کی ضرورت نہیں روایات میں عورتیں اور بچے جن پر جماعت لازم نہیں ان کا سبب ممانعت ہونا خود مذکور ہے۔ مترجم)

تخریج: أخرجه مالك (۲۹۲) وأحمد (۳/۷۳۳۲) والبخاری (٦٤٤) ومسلم (٦٥١) وابو داود (٥٤٩) والترمذی (۲۱۷) والنسائی (۸٤۷) وابن ماجه (۷۹۱) وابن حبان (۲۰۹٦) وابن خزیمة (۱٤۸۱) والدارمی (۱/۲۹۲) وأبو عوانة (۲/٥) وعبدالرزاق (۱۹۸٤) والحمیدی (۹٥٦) والبیهقی (۳/٥٥/٥٦)

الفرائد: ① اوّل وعید پھر سزا ② اہل جرائم کو اچانک پکڑنا جائز ہے۔ اسی لئے یہ وقت مقرر فرمادیا ③ جس پر کوئی حق ہو اور وہ نہ دے تو اس کو گھر سے نکلنے پر مجبور کیا جائے تاکہ اس سے زبردستی حق لیا جائے۔ (الفتح)

۱۰٦۹ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : ”مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی غَدًا مُسْلِمًا فَلْیُحَافِظْ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَیْثُ یُنَادٰی بِهِنَّ ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰی وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰی وَلَوْ اَنَّکُمْ صَلَّیْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَمَا یُصَلِّیْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِیْ بَیْتِهٖ ، لَتَرَکْتُمْ سُنَّةَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ ، وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ ، وَلَقَدْ کَانَ الرَّجُلُ یُؤْتٰی بِهٖ یُهَادٰی بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ حَتّٰی یُقَامَ فِی الصَّفِّ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ قَالَ : ”اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰی ، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰی الصَّلٰوةَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْهِ۔

۱۰٦۹: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ کل اللہ سے فرمانبرداری کی حالت میں ملے تو اسے چاہئے کہ ان نمازوں کی نگہبانی کرے جب ان کے لئے اذان دی جائے۔ بے شک اللہ نے تمہارے پیغمبر کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے اور بے شک وہ نمازیں ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اگر تم اسی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو جس طرح پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم نے اپنے پیغمبر کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اگر تم اپنے پیغمبرؐ کے طریقے کو چھوڑ دو گے تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہم نے اپنے زمانے کے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا' سوائے اس منافق کے جس کا نفاق مشہور ہو۔ تحقیق آدمی کو لایا جاتا جبکہ دو آدمی اس کو سہارا دیئے ہوئے ہوتے یہاں تک کہ اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔“ (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے اور ان ہدایت کے طریقوں میں ایک اس مسجد میں نماز ادا کرنا ہے جس میں اذان دی جاتی ہو۔

غدا! اس سے قیامت کا دن (۲) زمانہ مستقبل مراد ہو۔

النَّحْوُ: مسلمًا! یہ یلقی کے فاعل سے حال ہے۔ فلیحافظ! وہ نمازوں کی پورے فرائض وواجبات سے محافظت کرے۔ حیث ینادی بھن! وہ مقام جن سے جمع ہونے کا اعلان ہو سکے۔ فان اللّٰہ شرع! اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کا طریقہ بنا دیا۔ یہ نماز ہدایت کے ان مشروعہ طرق سے ہیں۔ ولو انکم! اگر طریقہ نبوی کو ترک کر کے انفرادی طور پر گھروں میں نمازیں شروع کردو گے اس سے شعار اسلام ظاہر نہ ہوگا جس طرح یہ پیچھے رہنے والا کر رہا ہے۔ تو تم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو چھوڑنے والے۔ لو ترکتم...... نبیکم! طریقہ نبوت چھوڑنے والا گمراہی میں پڑنے والا ہے۔

ولقد رایتنا! منافق معلوم النفاق یہ رأی کے فاعل سے محل حال میں ہے یا اس کا مفعول ہے اور ولقد کان! یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یھادی! یہ فعل مجہول ہے یعنی وہ دو آدمیوں کے درمیان حائل ہوتا جن پر ٹیک لگائے ہوتا۔ حتی یقام فی الصف! اس میں سہارا دے کر لانے کی غایت کو ذکر کیا۔

نکتہ: اس روایت میں جماعت میں حاضری کی سخت تاکید ثابت ہو رہی ہے۔

سنن الھدیٰ! صواب وکمال کے طریقے۔ الصلاۃ! سے یہاں جماعت کی نماز مراد ہے۔ سیاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ فی المسجد! کیونکہ جماعت تو مسجد کا نشان ہے۔ اس سے گھر ہو یا مساجد حکم سے خارج ہو گئیں کیونکہ ان میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی۔

تخریج: أخرجه مسلم(٦٥٤/٢٥٧) وأبو داود(٥٥٠) والنسائی(٨٤٨) وأحمد(٢/٣٦٢٣)

الفرائد: ① جماعت سے نماز والا اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہو کر کے ملے گا ② جماعت کی نماز سنن ہدی سے ہے ان کو چھوڑنے والا گمراہ ہے ③ مسجد کی جماعت کا صحابہ کرام کس قدر اہتمام فرماتے کہ کوئی منافق یا معذور ہی پیچھے رہتا ④ مریض مشقت برداشت کر سکتا ہو تو وہ بھی جماعت سے نماز ادا کرے۔

❁ ❁ ❁

۱۰۷۰: وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: "مَا مِنْ ثَلَاثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ وَّلَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطَانُ — فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ، فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۰۷۰: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "کسی بستی میں یا جنگل میں تین آدمی اگر رہتے ہوں اور ان میں جماعت نہ قائم کی جاتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ پس تم جماعت کو لازم کرو پس بے شک بھیڑیا دور والی بکری (جو اپنے گلہ سے علیحدہ ہو کر بھٹکی جائے) کو کھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔

تشریح ❁ مامن:! استغراق نفی کی تاکید کے لئے من کو لائے۔ فی قریۃ! جہاں مکانات متصل ہوں اور اس کو مسکن بنایا جائے۔ اس کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے (المصباح) ولا بدو! یہ حضر کے برعکس ہے۔ الصلاۃ! سے یہاں جماعت کی نماز مراد

ہے۔ استحوذ! غلبہ پانا۔ مسلط ہونا۔ یعنی شیطان سے تسلط کر کے ان کو اس عظیم ثواب سے محروم کر دیا۔ فعلیکم الجماعة! یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ اس کا معنی جماعت کو لازم کرو۔ الغنم القاصیة! وہ بکری جو دوسری بکریوں سے دور ہو۔ شیطان کے تسلط کو الگ ریوڑ سے الگ رہ جانے والی بکری سے دیا۔ یہ استعارہ مکنیہ اور تخییلیہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد(٨/٢١٧٦٩)وأبو داود(٥٤٧) والنسائي(٨٤٦) وابن حبان(٢١٠١) والحاكم(٩٦٥) وابن خزيمة(١٤٧٦) والبيهقي(٣/٥٤)

الفرائد : ① جماعت سے نماز چھوڑ دینے سے انسان شیطان کا شکار بن جاتا ہے ② بھیڑیا دور والی بکری کو کھا جاتا ہے۔ جماعت سے ہٹنے والا دور ہونے والا ہے۔

۱۹۲ : بَابُ الْحَثِّ عَلٰى حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَآءِ

بَاب: صبح وعشاء کی جماعت میں حاضری کی ترغیب

الصبح والعشاء! ان دو کا خصوصیت سے تذکرہ اس لئے کیا کیونکہ عموماً نفوس پر یہ بھاری معلوم ہوتی ہیں کیونکہ صبح کا وقت تو نیند کی لذت کا ہے۔ اسی وجہ سے تو مؤذن کو اذان میں "الصلاة خير من النوم"! کہنے کا حکم دیا گیا اور عشاء کا وقت تو اندھیرے کا ہے اندھیرا اپنے شرور سمیت چھایا ہوتا ہے۔ اسی لئے خصوصی تاکید فرمائی۔

١٠٧١ : عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ صَلَّى الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ ، وَمَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ" قَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۰۷۱: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی"۔ (مسلم) ترمذی کی روایت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی عشاء کی نماز میں حاضر ہوا تو اس کو آدھی رات کے قیام کا ثواب ہے اور جس نے عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کی اس کے لئے پوری رات کے قیام کا ثواب ہے۔" (ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ فی جماعة! یہ کثیر و قلیل فاضل و مفضول سب کو شامل ہے۔ نصف اللیل! تہجد کی نماز میں آدھی رات

گزارنے والے کی طرح ہے کیونکہ عرف شرع قیام لیل سے تہجد مراد ہوتی ہے۔اس سے جماعت نماز عشاء کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ومن صلی الصبح! ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی جماعت پانے والا تمام رات کے قیام کو پانے والا ہے۔ ہر نماز کو جماعت سے پڑھنا آدھی آدھی رات کے قیام کے برابر ہے۔

روایت کا فرق: کقیام نصف لیلة! اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا نصف لیل قیام کرنے کا ہے۔ یہ ثواب اضافی نہیں مستقل ہے۔ کان له کقیام لیلة! یہ حدیث پہلی روایت کی وضاحت کر رہی ہے کہ رات بھر کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

تخریج: أخرجه مالك(٢٩٧) وأحمد(١/٤٩١/٤٠٩/٤٠٨) ومسلم(٥٦٥) وأبو داود(٥٥٥) والترمذی (٢٢١) وعبدالرزاق(٢٠٠٨) وابن حبان(٢٠٥٨) وابن خزيمة(١٤٧٣) والبزار(٤٠٣) وأبو عوانة(٤/٢) رواه البيهقي (٤٦٣/١)

الفرائد: جماعت کے ساتھ فجر وعشاء کی نماز کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی۔ مسجد میں ان کو ادا کرنے کا حکم ہوا۔ فجر کی نماز جماعت سے عشاء سے افضل ہے۔

❋ ❋ ❋

١٠٧٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ۔

۱۰۷۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ’’اگر لوگوں کو عشاء اور صبح کی نماز کا علم ہو جاتا کہ اس میں کیا ثواب ہے؟ تو ان دونوں نمازوں کے لئے اگر گھٹنوں کے بل آنا پڑتا تو بھی آتے۔‘‘ (بخاری و مسلم) مفصل روایت ۱۰۳۳ میں گزری۔

تشریح ۞ ولو یعلمون! لوگ اگر جان لیں۔ ما فی العتمه والصبح! ان دونوں نمازوں کی جماعت میں حاضری بڑی فضیلت کا باعث ہے جیسا کہ پہلی دونوں روایات شاہد ہیں۔ عتمہ یہ ممانعت سے پہلے کی بات ہے یا ممانعت تنزیہی ہے۔ ولو حبوا! کہہ کر جماعت پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ خواہ کتنی مشقت اٹھانا پڑتی برداشت کر لیتے۔ شروع میں واو لا کر اشارہ کر دیا کہ طویل روایت کا ٹکڑا ہے۔

تخریج : باب فضل الأذن میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

❋ ❋ ❋

١٠٧٣ : وَعَنْ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَیْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِیْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۰۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ’’عشاء اور فجر سے بڑھ کر کوئی نماز منافقین پر بھاری نہیں، اگر وہ جان لیں کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ثواب ہے؟ تو ان میں ضرور حاضر ہوں خواہ

گھٹنوں کے بل"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ صلاۃ الفجر والعشاء! جماعت کی نماز یا انفرادی نماز مراد ہے۔ صبح کا وقت تو میٹھی نیند کا اور عشاء کا وقت غلبہ نوم دن کے کام سمیٹنے کا ہے اور منافقین کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں وہ نمازیں دکھلاوے کے لئے پڑھتے ہیں۔ یہ دو نمازیں ان پر بہت گراں ہیں کیونکہ ایک تو اندھیرے کی وجہ سے ان کا مقصود ریاکاری حاصل نہیں ہوتا اور دوسری بات لذت نوم سے محرومی اور تھکاوٹ نہاری کا بہانہ سامنے ہوتا ہے۔ مؤمن کے لئے یہ گرانیاں ضرور ہیں مگر وہ حصول رضا الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے اس تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ما فیھما! اس سے عظیم ثواب کی طرف اشارہ فرمایا کہ الفاظ میں ثواب کو بیان سے قاصر ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري(٦٥٧) ومسلم(٦٥١/٢٥٢) برقم(١٠٨٠)

الفرائد : ① فجر و عشاء میں حاضری پر آمادہ کیا گیا کیونکہ ان سے طبع پر گرانی اور ادھر ثواب میں فراوانی ہے۔

۱۹۳: بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَالنَّهْيِ الْاَكِيْدِ وَالْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ فِيْ تَرْكِهِنَّ

باب: فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم اور ان کے چھوڑنے میں سخت وعید و تاکید

الصلوات المکتوبات! بندوں پر فرض کی جانے والی پنج وقتہ نمازیں۔ الاکید! بہت ہی تاکید والی۔ الوعید! یہ وعد کے برعکس ہے یہ شر پر کی جاتی ہے جبکہ وعدہ خیر پر ہوتا ہے۔ ترکھن! تمام کو یا کسی ایک کو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [البقرة:٢٣٨]

اللہ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا: "تم نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیانی نماز میں۔" (البقرہ)

حافظوا! مداومت اختیار کرو۔ علی الصلوات! فرائض یومیہ۔ محافظت میں ان کی ارکان و شرائط سے ادائیگی بھی آتی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ [التوبة:٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔" (التوبہ)

تابوا! کفر سے تائب ہو جائیں۔ واقاموا الصلاۃ! نماز کو درستگی سے ادا کریں یعنی وہ تمام ارکان درست ہوں جن پر نماز کی صحت کا دارومدار ہے۔ اتوا الزکاۃ! فرض زکوٰۃ ادا کریں۔ فخلوا سبیلھم! جیسا کہ عام مؤمنین کا حکم ہے وہی ان کا ہو جائے گا۔ اس آیت اور حدیث ابن عمر "امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الله الا الله محمد رسول الله ویقیموا الصلاۃ ویوتوا الزکاۃ فاذا فعلوا عصموا منی دماء ھم واموالھم الا بحقھا"! اس سے امام شافعیؒ نے

استدلال فرمایا کہ جو نماز کو سستی سے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کو وقت ضرورت سے نکال دے اگر وہ توبہ کرے تو حد میں قتل کیا جائے گا۔ دیگر ائمہ نے اس کو تغلیظ پر محمول کیا ہے۔

١٠٧٤ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سوال کیا' کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "وقت پر نماز۔" میں نے پوچھا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: "والدین کے ساتھ اچھا سلوک" میں نے کہا پھر کونسا؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **ای الاعمال افضل**! اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب کا باعث ہیں۔ **الصلاة علی وقتها**! وقت پر نماز کی ادائیگی کرنا۔ اعلیٰ کا بتلایا کہ اس کا عظیم حق وقت پر ادا کرنا ہے بلا عذر وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں۔ **بر الوالدين**! حتی الامکان والدین سے نرمی برتنا۔ **الجهاد فی سبيل اللّٰه**! اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے قتال۔ یہ حدیث والدین کی خدمت کے جہاد پر مقدم ہونے میں صریح ہے۔ مسلم کی دوسری روایت اس سے زیادہ صریح ہے: "**ان رجلاً جاء الي رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يستاذنه في الجهاد' فقال احی والداك؟ قال نعم قال ففيهما فجاهد**"! تفصیلی حدیث باب برالوالدین میں بمع شرح گزری ملاحظہ کریں۔

تخریج : باب برالوالدین وصلة الأرحام میں گزرچکی۔

الفرائد : ایضاً۔

١٠٧٥ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ' وَحَجِّ الْبَيْتِ ' وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (۲) نماز کا قائم کرنا' (۳) زکوٰۃ ادا کرنا' (۴) بیت اللہ کا حج کرنا' (۴) رمضان کے روزے رکھنا۔

(بخاری و مسلم)

بنی الاسلام علی خمس! پانچ سے پانچ ستون مراد ہیں۔ مسلم کی روایت میں خمسۃ کے لفظ ہیں۔ ممیز محذوف ہو تو دونوں طرح جائز ہے۔ نووی نے **من صام رمضان وستا من شوال**! میں یہ بات نقل کی ہے جنہوں نے اسلام کو قول' فعل' اعتقاد قرار دیا ان کے ہاں یہاں علیٰ با کے معنی میں ہے تاکہ مبنیٰ غیر مبنیٰ نہ بن جائے۔ (۲) من کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں:

﴿الا علی ازواجھم﴾ ای الا من ازواجھم! رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اسلام تصدیق کا نام ہے اور اس کی بنیاد چار چیزوں پر ظاہر ہے اور شہادت اس کا وہ درمیانی کھونٹا ہے جس پر اسلام کی ساری چکی گھومتی ہے۔ اس صورت میں یہ استعارہ تمثیلیہ ہے کہ اسلام کو ایک ایسے خیمے کے مشابہہ کہا جو پانچ ستونوں پر کھڑا ہوتا ہے۔ مرکزی ستون شہادت لا الٰہ ہے اور بقیہ اوتاد کی طرح ہیں اور اس مرکزی ستون کی ان چاروں سے مغایرت خیمے کے ستونوں والی ہے (کازرونی) مگر دلجی نے کہا کہ استعارہ مکنیہ ہے۔ یہاں پانچ کی تشبیہ پانچ ستونوں سے ہے۔ ورنہ یہ الذین ینقضون عھد اللّٰہ! کی طرح تحقیقیہ ہے۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں بناء کا استعمال معانی کے لئے یہ مجاز ہے جو علاقہ مشابہت رکھتا ہے۔ اسلام کو عظیم عمارت سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے یہ ارکان محکم بنیاد سے منسلک ہیں۔ جو اس کو عمارت کو اٹھانے والی ہے۔ عمارت سے اسلام کی مشابہت یہ استعارہ مکنیہ ہے اور اس کے لئے بناء کا اثبات یہ استعارہ ترشیحیہ ہے (الفتح المبین) شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ! (۱) جر سے یہ عطف بیان ہے (۲) بدل کل من الکل اگر سابقہ بدل پر عطف کو معتبر مانیں (۳) بدل بعض ہے اگر عطف اس سے متاخر ہو۔ ایتاء! اعطاء کے معنی میں ہے۔ حج البیت! فتحہ و کسرہ دونوں کے ساتھ یہ مصدر ہیں۔ صوم رمضان! بعض روایات میں یہ حج سے پہلے مذکور ہے اور واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی ورنہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ روزہ حج سے پہلے فرض ہوا یہ روایت ارکان دین کی معرفت میں عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد(۲/۶۳۰۹) والبخاری(۸) ومسلم(۱۶)والترمذی(۲۶۰۹) والنسائی(۵۰۱۶) والحمیدی (۷۰۳)وابن حبان(۱۵۸) والطبرانی(۱۳۲۰۳) وابن خزیمة(۳۰۹) والبیهقی(۳/۳۶۷)

الفرائد: ① اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ درمیانہ ستون مرکزی ستون ہے وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ درمیانہ ستون گرنے سے تو گھر کا نام ختم ہو جائے گا۔ دیکھنے میں گھر مجموعہ ہے اور افراد بھی ہیں۔ بنیادیں اصل ہیں اور ارکان اس کے تابع ہیں اس کے بقاء کی صورت سب کو قائم رکھنا ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۰۷۶: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ' وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ' فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۶: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیں' نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ فرما لئے۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ امرت! یہ فعل مجہول ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ ان اقاتل الناس! اہل کتاب اور ان کے ساتھ جو ملحق ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان یشھدوا لا الٰہ! اسلام کا اقرار کر لیں اور زبان سے اس کے مضمون کو ادا

کریں۔ یوتوا الزکاۃ! فرض زکوۃ ادا کریں۔ اہل کتاب سے اسلام لانے یا جزیہ تک لڑا جائے گا تیسری صورت نہیں۔ **عصموا منی دماء ھم!** انہوں نے اپنے آپ کو قتل سے محفوظ کرلیا ان کا قتل جائز نہیں اور ان کے اموال کو لینا بھی جائز نہیں۔ **الا بحق الاسلام!** اسلام کے حق تین ہیں قصاص میں قتل' شادی شدہ زنا کرے' مسلمان مرتد ہوجائے اور اموال کے حقوق زکاۃ' کفارات' نفقات واجبہ ہیں جو ان کی موت کی وجہ سے لازم آتے ہیں۔ **حسابھم علی اللّٰہ!** ظاہر احکام کے نفاذ کا حکم دیا گیا ان کے باطن کا معاملہ عالم السرائر کے سپرد کیا گیا۔ باب اجراء احکام الناس میں روایت گزری۔

تخریج : باب اجراء أحکام الناس علی الظاھر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۷۷ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ : "اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآءِ هِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَآئِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۷: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور فرمایا: "جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہیں پس ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دعوت دینا' اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو ان کو اس بات کی طرف دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی تسلیم کرلیں تو ان کو اس بات کی طرف دعوت دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی اور اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کرلیں تو ان کے عمدہ مال (بطور زکوۃ) لینے سے خود کو روکے رکھنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم!** معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا عامل مقرر فرمایا۔ **من اھل الکتاب!** یہاں یہود مراد ہیں۔ **فادعھم الی شھادۃ!** وہ اسلام کا اقرار کرلیں جو تصدیق قلبی سے متصل ہو۔ یہ تمام اعمال کی اساس ہے۔ **اطاعوا!** تمہاری بات مان لیں۔ **فاعلمھم!** باب افتعال کی تعبیر مزید تاکید کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔ **اطاعوا لذلک!** یہاں تصدیق کے ساتھ نمازوں کو عمل میں لانا بھی مراد ہے۔ **صدقۃ!** یہاں زکوۃ اموال و ابدال مراد ہے۔ **فترد علی فقرائھم!** یہ صدقہ کے لئے محل صفت میں ہے (۲) تقدیم ظرف کے سبب یہ حال ہے جیسا اس روایت میں "**وصلی وراء ہ رجال قیاما**"! (۳) جملہ مستانفہ گویا اس طرح

فرمایا۔ وہ اس صدقہ کا کیا کرے تو جواب دیا: تو خذ۔ فان اطاعوا لذلك! اس سے مراد مان لینا اور مال کو ان مصارف میں ادا کرنے لگیں۔ کرائم اموالهم! کرائم جمع کریمہ۔ نفیس چیز۔ درمیانہ مال لیا جائے تاکہ اعلیٰ نہ لیا جائے تاکہ مالک کو نقصان نہ ہو اور نہ حقیر لیا جائے تاکہ فقراء کو نقصان نہ ہو۔ اتق دعوة المظلوم! اس کی مسلسل بد دعاؤں سے بچو۔ لیس بینها! یہ جلد قبولیت سے کنایہ ہے اور اس کے ظہور اثر کا بیان ہے۔ باب تحریم الظلم میں روایت گزری۔

تخریج : باب تحریم الظلم میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۷۸ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۰۷۸: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "بے شک آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فاصل) نماز کا چھوڑنا ہے۔" (مسلم)

ان بين الرجل! مرد و عورت اس میں برابر ہیں مرد کا تذکرہ تخصیص کے لئے نہیں۔ بين الشرك و الكفر! عطف عام علی الخاص ہے۔ شرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو ذات و صفات میں شریک ماننا اور کفریہ اعمال و افعال کرنا۔ ترك الصلاة! اسلام و کفر کے درمیان نماز حد فاصل ہے جو شخص اسلام کی صفت سے متصف ہو اور نماز نہیں پڑھتا تو اس کے کفر سے متصف ہونے کے درمیان کوئی روک نہیں کیونکہ اہل سنت کے ہاں ان دونوں اوصاف میں کوئی واسطہ نہیں اور ترک نماز اس روک کو گرانا جو تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان پائی جاتی ہے۔ وہ دشمن اس دیوار کے ٹوٹنے سے ہی تم پر قابو پالے گا۔ عرب کہتے ہیں "بين و بين لقاء عدوى هذا الحاجز"! اسی طرح یہاں یہ کہنا بالکل درست ہے۔ بين الاسلام والاتصاف بالكفر هدم الحاجز المانع له منه وهو الصلاة وهدمها : تركها! (فتح الالہ لابن حجر) یعنی اسلام اور کفر سے متصف ہونے کے درمیان ایک دیوار ہے جو کفر سے رکاوٹ ہے اور وہ نماز ہے اور اس کا گرانا نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ یہ سب سے بہتر قول ہے بقیہ میں بلا وجہ تکلفات ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد(٥/١٥١٨٥) ومسلم(٨٢) وأبو داود(٤٦٧٨) والترمذي(٢٦٢٧) والنسائي(٤٦٣) وابن حبان(٤٦٣) والدارمي(١/٢٨٠) ابن شيبة(١١/٣٤) والطبراني(٢/١٤) والبيهقي(٣/٣٦٦)

الفرائد : ① تارکِ صلوٰۃ کے لئے شدید زجر ہے اور کفر کی وعید سنائی گئی ہے ② تارکِ صلوٰۃ کا خاتمہ اچھا نہیں ③ اگر انکار سے چھوڑا تو کافر ہو گیا۔

۱۰۷۹ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اَلْعَهْدُ الَّذِىْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۰۷۹: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے جس نے نماز کو ترک کیا پس اس نے کفر کیا۔'' (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ العهد الذی بیننا و بینهم! بقول بیضاوی یہ ضمیر منافقین کی طرف راجع ہے۔ جو چیز ان کے بقاء اور خون کی حفاظت کرنے والی ہے اس کو اس عہد سے تشبیہ دی جو معاہدے کے بقاء کا مقتضی ہو اور ان سے ہاتھ روکنے کا ذریعہ ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ ان پر اسلام کے احکامات کے جاری ہونے کی وجہ مسلمانوں سے مشابہت ہے کہ وہ نمازوں میں آتے اور جماعتوں میں حاضری دیتے اور احکامِ ظاہرہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جب وہ چیزیں ترک کر دیں تو ان کا اور دیگر کفار کا حکم برابر ہو جاتا ہے۔ طیبی کہتے ہیں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ضمیر تمام مسلمانوں کی طرف راجع ہے۔ خواہ اس میں خالص مؤمن ہو یا منافق ہو۔ فقد کفر! اس ارشاد میں نماز کی عظمت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس کے کرنے اور لازم کرنے پر ابھارا جا رہا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد(٩/٢٢٩٩٨) والترمذی(٢٦٣٠) والنسائی(٢٦٢) وابن ماجه(١٠٧٩) والحاكم (١/١١) وابن حبان(١٤٥٤) وابن شيبة(١١/٣٤) والدارقطنی(٢/٥٢) والبيهقی(٣/٣٦٦)

الفرائد : ① مسلم و کافر میں امتیازی میثاق نماز ہے۔ جس نے سستی سے یا غفلت سے چھوڑا اس سے کافروں والی حرکت کی۔ اگر اس پر اصرار کرے تو اس کا خون حلال ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۰۸۰ : وَعَنْ شَقِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكَهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ – رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِ الْاِيْمَانِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۰۸۰: حضرت شقیق بن عبداللہ رحمۃ اللہ جلیل القدر تابعی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے (ترک) نماز کے۔'' (ترمذی) کتاب الایمان میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اصحاب محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم! اصحاب یہ صاحب کی جمع ہے بمعنی صحابی۔ اس سے مراد اکثریت ہے۔ (۱) لا یرون شیئا من الاعمال! یرون یہ رائی سے ظرف ماقبل کے لئے محل صفت میں واقع ہے۔ اسی طرح ترکه کفر! بھی۔ (۲) یرون کا مفعول ثانی ہے۔ غیر الصلاة! ترک کے مضاف الیہ کی ضمیر سے مستثنیٰ ہے۔ (۳) شیئاً کی دوسری صفت ہے۔

اختلافِ علماء اور اس کی وضاحت: اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث اور آثار سے بعض علماء نے کہا کہ (۱) ان پانچوں میں سے جس نے کسی ایک کو سستی سے چھوڑا تو اس نے حقیقتاً کفر کیا اس پر مرتد کے احکام مرتب ہوں گے۔ (۲) مگر اکثریت نے کہا یہ کفر نہیں اور اس کی تاویل کی کہ تاویل کر کے چھوڑنے والا مراد ہو۔ (۳) اس کی پیدائش دور دراز علاقہ میں

ہوئی ہو۔ جہاں علماء سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو۔ (۴) اس کا ترک کفر تک پہنچانے والا ہے کیونکہ معاصی کفر کا ڈاکیہ ہیں۔ (۵) یہ زجر و تغلیظ کے طور پر فرمایا۔ اسی وجہ سے امام شافعیؒ کسل سے ترک کرنے والے کے متعلق قتل کے قائل ہوئے زہری اور جماعت علماء حبس و ضرب کی قائل ہوئی یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ (۶) کفر سے مراد کفر نعمت ہے کیونکہ اصل عبودیت ہے رب تعالیٰ کے سامنے جھکے اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے اور کفر سے حقیقت میں متصف ہونے والا۔ وہ اس سے نفرت کرنے والا ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ نماز شکریے کی چوٹی اور قوام ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: "**الفرق بین المؤمن والکافر ترك اداء شکر المنعم الحقیقی' فمن اقامها فهو المؤمن الکامل ومن ترکها فهو الکافر لنعم مولاه المقصر فی شکرها**"! مؤمن و کافر میں فرق منعم حقیقی کے شکریے کی ادائیگی کو ترک کرنے میں ہے جس نے نماز کو قائم کیا وہ کامل مؤمن ہے اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے مولیٰ کا ناشکرا اور اس کے شکریے میں کوتاہی برتنے والا ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۲۶۳۱) والحاکم (۱/۱۲)

الفرائد : ① تابعی رحمہ اللہ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نماز کا کس قدر اہتمام کرنے والے تھے اور وہ اس کے قصداً تارک کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔

۱۰۸۱ :**وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ، فَاِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَاِنِ انْتُقِصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِهَا مَا انْتُقِصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ؟ ثُمَّ تَکُوْنُ سَائِرَ اَعْمَالِهٖ عَلٰی هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔**

۱۰۸۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلا عمل جس کا قیامت کے دن حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر وہ درست ہوئی تو وہ کامیاب و کامران ہوا اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ ناکام و نامراد ہوا۔ اگر اس کے فرائض میں سے کوئی چیز کم ہوئی تو رب ذوالجلال والاکرام فرمائیں گے: "دیکھو میرے بندے کے (کچھ) نوافل (بھی) ہیں پس فرضوں کی کمی کو نوافل سے بھر دیا جائے گا؟" پھر اس کے سارے اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **اول ما یحاسب...... من عمله**! وہ اعمال جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ **صلحت**! تمام درستگی والی صفات سے متصف ہو اور مفسدات سے محفوظ ہو۔ **فقد افلح و انجح**! وہ کامیاب ہوا اور اس نے اپنے مطلوب کو پالیا۔ **وان فسدت**! کسی رکن کے نہ ہونے یا شرط کے نہ پائے جانے یا اس چیز کے پائے جانے سے جو نماز کو فاسد کرنے والی ہو خواہ قول ہو یا عمل۔ **فقد خاب و خسر**! وہ تجارت اخرویہ میں ناکام ہوا اور ہلاک ہوا اور اس نے درست عمل پر مرتب ہونے والا

ثواب نہ پایا اور اس سے محروم ہو گیا۔ فان انتقص من! اگر اس کے فریضہ میں کمی رہی اگرچہ وہ غیر مفسد تھی۔ قال الرب عزوجل! رب کی صفت ذکر فرمائی تاکہ انسان کے مرتبے کی طرف توجہ دلائی جائے کہ گندگی سے کیا کمال دیا۔ انظروا! موکل فرشتوں کو فرمائیں گے۔ هل لعبدی! یہ تدنیس کے ازالہ کے لئے اضافت تشریفی ہے۔ لطوع! نفلی نماز وغیرہ۔ فیکمل بها! اس نفل سے فریضہ کو مکمل کر لیا جائے گا۔ سائر اعمال! یعنی روزہ حج وغیرہ ان تمام کے نقائص کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔

ایک تطبیق: اس روایت میں "اول ما یقضی فیه یوم القیامه بین العباد الدماء"! میں منافات نہیں کیونکہ وہ حقوق عباد کی نسبت سے ہے اور یہ حقوق اللہ کی نسبت سے ہے۔ اس روایت میں فرائض کی پابندی اور نوافل کی ترغیب دلائی گئی ہے تاکہ کل اس کے فرائض کے جابر بن جائیں۔

تخریج : أخرجه أحمد(۳/۹۴۹۹) وأبو داود(۸٦٤) والترمذی(٤١٣) وابن ماجه(١٤٢٥) ابو داود(٨٦٦) وابن ماجه(١٤٢٦)

الفوائد : ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نماز کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی تکمیل پر فوز و نجاح کو مرتب کیا گیا ② نفل فرائض کے نقص کا ازالہ کرنے والے ہیں ③ نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کا مرتبہ بڑھتا ہے۔

۱۹۴ : بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ وَالْاَمْرِ بِاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاُوَّلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصِ فِيْهَا

بَاب: صف اوّل کی فضیلت' پہلی صف کے اہتمام کا حکم اور صفوں کی برابری اور مل کر کھڑے ہونا

الصف الاول! اس سے وہ صف مراد ہے جو امام کے قریب ہو اور اگرچہ اس کے درمیان منبر سے فاصلہ یا کمرہ امام سے فاصلہ ہو اور اگر اس کے ساتھی پیچھے ہوں اور وہ مسجد حرام میں محل طواف کے حاشیہ میں ہو۔ وہ پہلی صف نہ بنے گی امام بنسبت کعبہ سے قریب ہو بلکہ مقتدی اگر غیر جہت میں بھی امام سے مقدم ہو تو اس میں کراہیت ہے اور فضیلت جماعت میں یہ چیز مخل ہے (کما فی التحفہ لابن حجر) بعض نے کہا پہلی وہ صف ہے جب تک اس میں رکاوٹ نہ ہو اگرچہ اس کے ساتھ متاخر ہوں۔ بعض نے کہا اول سے مراد پہلے آنے والا ہے خواہ وہ پچھلی صف میں نماز پڑھے۔ مگر نووی کہتے ہیں یہ آخری دونوں قول محض غلط ہیں۔ اگرچہ پہلے کو غزالی نے اختیار کیا ہے۔ والامر باتمام! دوسری صف پہلی کو مکمل کر کے بنائیں اور تیسری دوسری کو مکمل کر کے۔ تسویتها! ایک دوسرے سے صف میں مقدم ہونا۔ والترص فیها! ان کے درمیان فاصلہ نہ رہے جہاں نمازی کھڑا ہو سکتا ہو۔

۱۰۸۲ : عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟" فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ : يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَّلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

۱۰۸۲: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر (نماز سے) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں بناتے ہیں؟'' ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے اپنے رب کی بارگاہ میں کس طرح صف بناتے ہیں؟ فرمایا: ''وہ پہلے پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔'' (مسلم)

تشریح ۞ الا تصفون! الا یہ حرف تنبیہ ہے یعنی تم نماز کے لئے اپنی صفوف کو فرشتوں کی طرح درست کیوں نہیں کرتے۔ عند ربھا! یعنی جب وہ طاعت کے لئے قیام کرتے ہیں۔ یتمون الصفوف الاول! وہ دوسری صف شروع نہیں کرتے جب تک پہلی کو مکمل نہیں کر لیتے۔ جو صفوف کو درست نہیں کرتا ثواب جماعت اس سے فوت ہو جاتا ہے۔ یتراصون! تراص اجتماع اور انتظام کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿کانھم بنیان مرصوص﴾! یعنی صف میں اس طرح کھڑے ہوں کہ فاصلہ باقی نہ رہے یہ بھی سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک بھی ثواب جماعت کو زائل کرنے والا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲۰۹۱٦) ومسلم (٤٣٠) وأبو داود (٤٨٢٣) والنسائی (٨١٥) وابن ماجه (٩٩٢) وابن أبي شيبة (٢/٤٨٦) والطبرانی (٢/٢٢٣) والبيهقی (٢/٢٨٠)

الفرائد : ① اس روایت صفوف کو مکمل کرنے اور درست کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ روایت بخاری میں ہے ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا دوسرے کندھے سے ملاتے اور قدموں کو بھی ملاتے۔

۱۰۸۳ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلٰى لَاسْتَهَمُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۸۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صف اول کا کیا ثواب ہے پھر وہ نہ پائیں مگر اسی صورت میں کہ وہ قرعہ اندازی کریں ضرور وہ قرعہ اندازی کریں۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول! اگر لوگ اذان اور صف اول کا ثواب جان لیں اور وہ شرف جس کے بیان سے الفاظ عاجز ہیں اس وجہ سے حذف کر دیا۔ ان یستھموا علیہ! تو اس پر قرعہ ڈالتے کیونکہ صف اول تمام کو سما نہ سکتی اور ایک وقت میں تمام کی اذان ممکن نہیں وہ ضرور قرعہ ڈالتے کیونکہ ان کی فضیلت بہت بڑی ہے۔ باب فضل الاذان میں روایت گزری ملاحظہ کر لیں۔

تخریج : باب فضل الأذان میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۸٤ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا ' وَشَرُّهَا وَاٰخِرُهَا- وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا' وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۰۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کی صف میں سے سب سے بہتر صف پہلی اور سب سے بری صف آخری ہے۔عورتوں کی صفوں میں سب سے آخری سب سے بہتر ہےاور سب سے بری پہلی ہے۔(مسلم)

تشریح ۞ خیر صفوف الرجال اولها! امام کے قریب' قرأت کے استماع اور اس کے حالات کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور ملائکہ کے نزول کی وجہ سے جیسا کہ احادیث میں وارد ہےاور اس کے قریب قریب دوسرا پھر تیسرا اوراسی طرح ۔صف اول میں فضیلت ہے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ میں بھی اسی طرح ہے ۔ جہت امام سے مختلف جانب اگر لوگ کعبہ کے امام سے زیادہ قریب ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کی نماز باطل ہوگی یا نہیں۔ امام کی اتباع کی فضیلت کی وجہ سے صف ثانی میں جو کئی گنا ثواب ملا ہے یہ ثواب بڑھ جائے گا مثلاً جو آدمی روضہ شریف میں کھڑا ہے۔اسی وجہ سے مسجد مکہ اور مدینہ میں پڑھے جانے والے نفل سے گھر میں پڑھے جانے والے نفل کی افضیلت اتباع کی وجہ سے بڑھ جائے گی اگر جو مسجد کا کئی گنا بڑھ کر ثواب ہے وہ فوت ہو جائے گا۔و شرها اخرها! کیونکہ وہ پہلی صف کی وجہ سے حاصل ہونے والے فضائل سے محروم ہوا بلکہ عورتوں کے قریب ہونے کی وجہ سے ان کے فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ گیا۔ و خیر صفوف النساء آخرها! کیونکہ مردوں سے دوری کی وجہ سے وہ فتنہ سے غالباً محفوظ رہیں گی اور اس لئے بھی کہ اس نے اس زائد پردے کا لحاظ کیا جس کا حکم ملا ہے اور اس کے قریب وہ ہے جو ان سے پہلے ہے۔و شرها اولها! کیونکہ وہ مردوں کے قریب تر ہے جو کہ فتنے کا باعث بن سکتا ہے ان دونوں موقعوں پر خیر و شر نسبتی چیزیں ہیں جن میں ثواب کی قلت و کثرت کا لحاظ ہے اور کمال سے پیچھے رہنا باوجودیکہ آدمی اس کو حاصل کر سکتا ہو یہ مرتبے مٹانا اور کم ہمتی اور حقیر امور پر رضامندی کے مترادف ہے اور بلند مراتب میں حصہ نہ لینے کی طرح ہے۔ پس اس کو شر کہنا بعید از قیاس نہیں کیونکہ یہ شر کا ذریعہ ہے اور ''لا یزال قول یتاخرون! میں یہ بات آئے گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱۰۲۹٤) ومسلم (٤٤٠) وأبو داود (٦٧٨) والترمذی (۲۲٤) والنسائي (۸۱۹) وابن ماجه (۱۰۰۰) وابن حبان (۲۱۷۹) والبيهقي (۹۸/۳)

الفرائد : ① پہلی صف میں اجر و ثواب کی زیادتی کی وجہ سے شمولیت پر ابھارا گیا ہے۔صف اول عورتوں کی صفوف سے دور ہوگئی جو محل خشوع بن سکتی ہے۔آخری صف میں آنا سستی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۰۸۵ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَاٰی فِیْ اَصْحَابِه

تَاَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ : "تَقَدَّمُوْا فَأْتَمُّوْا بِیْ ، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۰۸۵: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا صفوں میں پیچھے ہٹنا دیکھا' تو فرمایا: "آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو اور جو بعد والے ہیں وہ تمہارے اقتداء کریں اور لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے ہٹا دے گا۔" (مسلم)

تشریح ۞ تاخرا! نماز کی صفوف یا حصول علم میں۔ فاتموا! میری اقتداء کرو۔ ولیاتم بکم من بعدکم! یعنی تم زیادہ پیچھے ہٹنے کی بجائے ذرا قریب کھڑے ہو۔ اسی طرح ہر صف کے درمیان میں اور جس میں فضیلت واصلاح والے لوگ ہوں پھر ان سے پیچھے وہ ہوں جو ان سے کم درجہ ہوں۔ اسی طرح پیچھے تک اور ہر صف کے دوسری صف کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی حرکات میں اس کی پیروی کرے کیونکہ ان کو امام کے انتقالات کا ان کی بنسبت زیادہ علم ہے اور دوسری صورت میں میرے اس لئے قریب ہوں تا کہ ہر ایک علوم ظاہرہ و باطنہ سیکھ لے اور تابعین تم سے سیکھ لیں۔ اسی طرح آخری زمانے تک۔ لا یزال قوم یتاخرون! فضائل کمانے اور رذائل سے پرہیز میں پیچھے ہٹتے رہیں گے۔ حتی یوخرھم اللہ! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور عظیم ثواب اور فضل اور اونچے مرتبہ جو قرب والوں کو ملتا ہے موخر کر دیں گے۔ بالآخر ان کا انجام آگ ہوگا جیسا ایک روایت میں ہے۔ اس میں بلند کاموں اور بلند اخلاق کی طرف آگے بڑھنے کی ترغیب دی گئی اور فاہیت اور خوش عیشی سے بلیغ انداز میں ڈانٹ پلائی گئی ہے اور خوب عمدہ انداز میں خبردار کر دیا کہ یہ بعد اور غضب کے گھونٹ نگلنے تک پہنچا دے گا۔ اعاذ اللہ من ذلک۔

تخریج : أخرجه أحمد (۴/۱۱۲۹۲) ومسلم (۴۳۸) وأبو داود (۶۸۰) والنسائی (۷۹۴) وابن ماجه (۹۷۸) والطبرانی (۱/۱۸۷) والبیهقی (۳/۱۰۳)

الفرائد : طاعات میں سبقت کرنے کا حکم دیا اور فعل طاعات میں تاخیر سے بچنے کی تاکید کی کیونکہ جیسا کرو گے بدلہ اسی جنس سے ملے گا۔

۱۰۸۶ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ : "اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِیْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۰۸۶: حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کاندھوں کو چھو کر فرماتے: "برابر ہو جاؤ' آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے اور تم میں سے میرے قریب وہ لوگ ہوں جو عقل و سمجھ والے ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں اور پھر وہ جو اُن سے قریب ہیں۔" (مسلم)

یمسح مناکبنا فی الصلاۃ! اپنے دست اقدس سے ہمارے کندھوں کو درست فرماتے تا کہ کوئی صف سے آگے پیچھے نہ ہو۔

ویقول! کندھوں کو برابر کرنے کے دوران فرماتے۔

النحو: یہ ماقبل جملہ خبریہ پر عطف بھی ہوسکتا ہے۔ **استووا ولا تختلفوا**! صف بندی میں ایک دوسرے سے کندھے آگے پیچھے نہ ہوں۔ **فتختلف قلوبکم**! فالائے اور یہ منصوب ہے کیونکہ جواب نہی میں آیا ہے۔ یعنی دلوں کے ارادے اور تمنائیں مختلف ہو جائیں گی۔ **لیلینی**! یہ نون تاکید خفیفہ کا صیغہ ہے یعنی مجھ سے ضرور قریب ہوں۔ **منکم اولوا الاحلام**! جمع حلم کسی معاملے میں حوصلہ اور پختگی اختیار کرنا یہ عقلاء کا شعار ہے۔ **والنھی**! نون کا ضمہ ہے عقل کو کہتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو قبائح سے باز رکھتی ہے (نووی) بعض نے کہا یہاں بالغ مراد ہیں۔ پہلی صورت میں دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے اور تاکید بنے اور دوسری صورت میں عقل مند بالغ۔ جمع میں فضیلت عقل میں کامل کو کہا جاتا ہے۔ **ثم الذین یلونھم**! قریب البلوغ بچے۔ پھر خنثیٰ اور عورتیں بھی آخر میں ہوں گی اور ماقبل کے وزن کا لحاظ کر کے مذکر صیغہ لائے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٤٣٢) وأبو داود (٦٧٤) والنسائی (٨٠٦) وابن ماجه (٩٧٦) وأحمد (٦/١٨٤٥٤) وابن خزيمة (١٥٤٢) وابن شيبة (١/٣٥١) والطيالسی (٦١٢) وابن حبان (٢٣٧٢) وابن الجارود (٣١٥) وأبو عوانة (٢/٤١) والطبرانی (١٧/٥٨٧) والبيهقی (٣/٩٧) والحميدی (٤٥٦) وعبدالرزاق (٢٤٣٠) والدارمی (١/٢٩٠)

الفوائد: افضل لوگوں کو آگے ہونا چاہئے تاکہ لوگ علم، دین، عقل وشرف اور عمر وکفایت اپنے اپنے مراتب پر ہوں اور امام کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۰۸۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ : "فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ"۔

۱۰۸۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی صفوں کو درست کرو، بے شک صفوں کی درستگی نماز کی تکمیل میں سے ہے۔" (بخاری ومسلم) بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ صفوں کی درستی نماز کے قائم کرنے کا ایک حصہ ہے۔

تشریح ❁ **سووا صفوفکم**! ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہونا چھوڑ دو۔ قشیری کہتے ہیں کھڑے ہونے والوں کو ایک سمت میں اعتدال سے کھڑے ہونے کو اعتدال کہا جاتا ہے اور بعض اوقات تسویہ صف میں جگہ پُر کرنے پر بھی بولا جاتا ہے یہ تسویہ معنوی اعتبار سے ہے۔ یہاں تسویہ پہلے معنی کے لحاظ ہے اگر دوسرا بھی مطلوب ہے۔ **تسویۃ الصف**! دوسری روایت میں صفوف آیا ہے اس لئے مفرد کو جنس پر محمول کریں گے۔ **من اقامۃ الصلاۃ**! ایک روایت میں "**تمام الصلاۃ**"! فرمایا ہے اور ایک روایت میں اس کو "**حسن الصلاۃ**"! قرار دیا گیا۔

روایت کا فرق: بخاری میں **اقامۃ الصلاۃ**! ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٣/١٢٨١٤) والبخاری (٧٢٣) ومسلم (٤٣٣) وأبو داود (٦٦٨) وابن ماجه (٩٩٣)

وابن حبان (۲۱۷۱) وابن خزیمة (۱۵٤۳) وعبدالرزاق (۲٤۲٦) والدارمی (۲۸۹/۱) وأبو یعلی (۲۹۹۷) والبیهقی (۱۰۰/۹۹/۳)

الفوائد : جماعت میں صفوف کو برابر کرنا چاہئے کیونکہ یہ تکمیل نماز کا حصہ ہے۔

۱۰۸۸ : وَعَنْهُ قَالَ : اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ : "اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ ' وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ : "وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ"۔

۱۰۸۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔ جماعت کھڑی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اپنی صفوں کو درست کرو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔'' (بخاری) بخاری کے الفاظ کے ساتھ مسلم نے اسی معنی کی روایت کی۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملاتا تھا۔''

تشریح ۞ **اقیمت الصلاة**! مشکوٰۃ میں الصفوف کا لفظ مذکور ہے۔ یہاں بھی مراد یہی ہے۔ **بوجهه**! یہ تاکید کے لئے لائے ورنہ رخ تو چہرے ہی سے ہوتا ہے۔ **اقیموا صفوفکم**! ان کی ہمیشہ درستگی کرو اور اس کا خوب اہتمام کرو کیونکہ اس کی غایت اعلیٰ ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اقامت کے بعد یہ معاملہ پیش آیا ہو اور اگر پہلے پیش آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صفوں کو اسی طرح بنایا کرو۔ **تراصوا**! کندھوں کو آپس میں ملاؤ تاکہ تمہارے درمیان فاصلہ نہ رہے۔ **فانی اراکم من وراء ظهری**! حقیقت بطور معجزہ تمہاری حرکات وسکنات کو دیکھتا ہوں۔ پس جو تم سے ہوتا ہے اس کو جالیتا ہوں۔ یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ **لا اعلم ماوراء جداری**! کیونکہ اس روایت میں جو مذکور ہے اس کا تعلق خاص نماز کی حالت سے اور بطور معجزہ ہے کیونکہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس میں قرب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ فیضان ہوتا ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک صاف آئینے کی طرح ہو جاتا ہے اور جو چیزیں آپ ﷺ کے پیچھے ہیں ان سے حجاب رکاوٹ نہیں رہتی۔ بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جانبوں میں سوئی کے ناکے کے برابر دو آنکھیں تھیں جن کے لئے کپڑے حجاب نہ تھے' مگر اس تکلف کی ضرورت نہیں پہلا جواب مناسب ہے۔

فرق روایت: بخاری میں **یلزق منکبه**! کندھے بازو اور سر کا جمع ہونا۔ **بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه**! یہ ساتھ ملنے میں مبالغہ ہے جس کا حکم تھا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۲۰۱۱/۳) والبخاری (۷۱۸) ومسلم (۸۳٤) والنسائی (۸۱۲) وابن حبان ۲۱۷۳) وأبو یعلی (۳۲۹۱) وأبو عوانة (۳۹/۲) وابن أبی شیبة (۳۵۱/۱) وعبدالرزاق (۲٤۲۷) والبیهقی (۱۰۰/۳)

الفوائد : اس سے صحابہ کرام کی اطاعت شعاری کا نمونہ سامنے آتا ہے۔ ضرورت ہو تو امام نماز میں داخل ہونے سے اور

اقامت کے درمیان بات کرسکتا ہے۔

۱۰۸۹ :وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ :اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ – ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ "عِبَادَ اللّٰهِ ' لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ۔

۱۰۸۹: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔'' (بخاری ومسلم) مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہؐ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرمایا کرتے تھے گویا کہ آپؐ اس کے ساتھ تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اندازہ فرمایا کہ ہم اس بات کو سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن آپ تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے۔ جب تکبیر کہی جانے والی تھی کہ ایک آدمی کو صف میں سینہ نکالے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان بڑا اختلاف ڈال دیں گے۔''

تشریح ۞ لتسون صفوفكم! یہ فعل معروف ہے۔ ایک دوسرے سے صف میں آگے نہ ہو۔ پہلی صف کو پہلے مکمل کر کے پھر دوسری شروع کردیں۔ او ليخالفن الله بين وجوهكم! اوتنویع کے لئے ہے۔ دو میں سے ایک بات ہوگی۔ صفوف کی درستگی یا چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیا جائے گا یا صورت حیوانی میں بدل دیا جائے گا یا وجوہ سے قلوب مراد ہوں گے تو مطلوب یہ ہوگا کہ دلوں کے ارادوں میں اختلاف پڑ جائے گا۔ اس وقت فتنے برپا ہو کر یک جہتی ختم ہو جائے گی اور اسلام کی شوکت اجڑ جائے گی ان پر دشمنی کا تسلط ہوگا برائیاں پھیل جائیں گی عبادات کم ہو جائیں گی۔

روایت کا باہمی فرق: كان يسوى صفوفنا...... القداح۔ قدح! تیر اس سے پہلے کہ اس کو پھل پر چڑھایا جائے۔ یہ مبالغہ استواء مراد ہے کیونکہ قدح تو قابل استعمال ہی اس وقت ہوتا ہے جب بالکل برابر ہو۔ صفوف کے مقابلہ میں اس کو جمع کر دیا۔ ہر صف کو تیر سے درست کرتے۔ قد عقلنا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم درستگی کرتے رہے یہاں تک کہ صفوف بالکل برابر کرنے لگے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وعمل سے سیکھ لیا۔ كاد يكبر! تکبیر تحریمہ کہنے جانے والی تھی۔ باديا صدره من الصف! اس کا سینہ صف سے آگے نکلا جارہا تھا۔ باديًا: یہ رجل کی صفت ہے اور وہ مفعول ہے۔ عباد الله! عادت کریمہ کے مطابق عام بات فرمائی تاکہ اس کی غلطی کی پردہ پوشی بھی ہو جائے اور تنبیہ بھی ہو جائے گی۔ لتسون! یہ لام قسم کے معنی کو ظاہر کر رہی ہے۔ ليخالفن الله! اللہ کی قسم دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ اس میں توبیخ تہدید غایت درجہ کی پائی جاتی ہے اور صفوف کی درستگی میں انتہائی تاکید ہے اور مخالفت پر شدید زجر ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد (۱۸٤٦۲/٦) والبخاری (۷۱۷) ومسلم (٤۳٦) وأبو داود (٦٦۳) والترمذی (۲۲۷)

وابن ماجه (٩٩٤) والطيالسي (٧٩١) وأحمد (١٨٤٥٧) والنسائي (٨٠٩) وعبدالرزاق (٢٤٢٩) وأبو عوانة (٤٠/٢) وابن أبي شيبة (٣٥١/١) وابن حبان (٢١٦٥) والبيهقي (١٠٠/٣)

الفوائد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شفقت ظاہر ہو رہی ہے اور صفوف کے درست نہ کرنے کا خوفناک نتیجہ بتلایا گیا ہے۔

١٠٩٠: وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَ يَقُوْلُ : "لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ" وَكَانَ يَقُوْلُ : "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

١٠٩٠: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے (درمیان) ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھرتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو چھو کر ارشاد فرماتے: "آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف (ٹیڑھے) ہو جائیں گے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے: "اللہ اور اس کے فرشتے بھی پہلی صفوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں"۔ (ابوداؤد) حسن سند کے ساتھ۔

تشریح: **یتخلل الصف!** صف کے فاصلے کو دور فرماتے۔ **من ناحیہ الی ناحیہ!** اور کندھے آگے بڑھتے ہوئے نہ ہوں اور فرماتے صف میں آگے پیچھے مت کھڑے ہو۔ **فتختلف قلوبکم!** صف کی خرابی بے شمار مفاسد کو جنم دیتی ہے اور اس پر آمادہ کرتے ہوئے فرماتے۔ **ان اللّٰہ و ملائکتہ!** پہلی اور آخری صف کی درمیانی صفوف کو مجازاً پہلی صف کہا کیونکہ وہ پچھلی کے لحاظ سے ہر آگے والی پہلی ہے۔ اس میں صف اول پھر دوم کی تکمیل کی تاکید کی گئی ہے۔ مردوں کی پہلی صف سب سے بہتر اور عورتوں کی آخری صف۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦/١٨٦٤٤) وأبو داود (٦٦٤) وابن ماجه (٩٩٧) وابن حبان (٢١٥٧) وابن الجارود (٣١٦) وابن خزيمة (١٥٥١) والدارمي (٢٨٩/١) والطيالسي (٧٤١) وابن ابي شيبة (٣٧٨/١) والبيهقي (١٠٣/٣)

الفوائد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوف کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اور پہلی صفیں پچھلی صفوں سے فضیلت میں بڑھ کر ہیں۔

١٠٩١: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ، وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ، وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۰۹۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کروں اور کندھوں میں برابری کرو اور صفوں کے خلاء کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے بارے میں نرم ہو جاؤ (ان سے تعاون کرو) اور شیطان کے لئے درمیان میں جگہ نہ چھوڑو جس نے کسی صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے کسی صف کو قطع (توڑا) تو اللہ تعالیٰ اس کو کاٹیں گے۔'' ابوداؤد صحیح سند سے۔

تشریح ☼ **اقیموا الصفوف**! سیدھا کرو۔ جیسا دوسری روایت میں **سووا**! کا لفظ ہے۔ **حاذوا**! یہ اس وقت ہوگا جبکہ صف میں برابر ہوں گے۔ **وسدوا الخلل**! صفوف کے فاصلہ کو ختم کر دو اور ان دونوں لفظوں میں فرق یہ ہے کہ **فرجا** ظاہری خلاء کو کہتے ہیں۔ **شعه**! اگر کوئی شخص اس میں کھڑا ہونا چاہے تو اس کو کفایت کر جائے اور کسی کو مشقت نہ ہو۔ **ولینوا بایدی اخوانکم**! یعنی جب وہ آگے بڑھانے کے لئے پکڑیں یا پیچھے کرنے کے لئے ہٹائیں تا کہ نیکی وتقویٰ میں معاونت کی فضیلت تم سب کو میسر ہو جائے (۲) اس کے لئے ہاتھ کو نرم کر دو جو تمہیں صف سے کھینچے۔ اس کی موافقت کرو تا کہ تم اس سے الگ رہ جانے کی خرابی دور کر سکو جو نماز میں مفاسد کا باعث ہے۔ **ولا تذروا فوجات**! یہ فرجۃ کی جمع ہے شیطان کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ اغواء کا ذریعہ ہے۔ **من وصل صفا وصله الله**! اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے جھونکے عنایت فرمائیں گے۔

اَلنَّحْوُ : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ **من قطع صفا قطعه الله**! اس کو بھلائی مواسم اور حقیقی نیکیوں سے محروم کر دیں گے۔ اس میں بلیغ انداز میں صفوف کے باہمی فاصلے کو ملانے اور ان کی تکمیل کا حکم ہے۔ صف کو توڑنے پر زجر ہے خواہ اگلی صف میں جگہ ہو یا وہ صف ناقص ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت میں کس کو شبہ ہے۔ جو ذرہ بھر ایمان رکھتا ہے وہ صف کو ملانے کی کوشش کرے گا اور صف کو توڑنے سے فرار اختیار کرے گا۔

روایت کا فرق: احمد کی روایت میں **سدوا الخلل** کے بعد **فان الشیطان یدخل بینکم بمنزله الحذف**! (بکری کا چھوٹا بچہ) کے الفاظ بھی ہیں۔

تخریج: أخرجه احمد (۲/۵۷۲۸) وأبو داود (٦٦٦) والنسائی (٨١٧) ابن خزیمة (١٥٤٩) والحاکم (١/٧٧٤)

الفرائد : صفوف میں پائے جانے والے فاصلے کو دور کر دینا چاہئے۔ صف کو ملانے والے کی فضیلت اور منقطع کرنے والے کی مذمت ظاہر ہو رہی ہے۔

❀ ❀ ❀

۱۰۹۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ ، وَقَارِبُوْا بَیْنَھَا ، وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ : فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّھَا الْحَذَفُ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

"اَلْحَذَفُ" بِحَآءٍ مُّھْمَلَةٍ وَذَالٍ مُّعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَتَیْنِ ثُمَّ فَآءٌ وَّھِیَ : غَنَمٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تَکُوْنُ بِالْیَمَنِ۔

۱۰۹۲: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو چونا گچ

کرو اور قریب قریب کھڑے ہو کر گردنوں میں برابری کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صف کے خلا میں داخل ہوتا دیکھتا ہوں گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے۔'' (ابوداؤد)
شرط مسلم پر حدیث صحیح ہے۔

اَلْحَذَفُ: حائے مہملہ اور ذال معجمہ دونوں زبر کے ساتھ پھر فا۔ چھوٹی سیاہ بکری کو کہتے ہیں جو (عموماً) یمن میں پائی جاتی ہے۔

تشریح ✿ رصوا صفوفکم! یہاں تک کہ فاصلہ نہ رہے۔ قاربوا بینھا! دونوں صفوف میں تین ذراع کا فاصلہ ہونا چاہئے اگر زیادہ فاصلہ ہو تو فضیلت جماعت جاتی رہے گی گرمی وسردی کا کوئی عذر قبول نہیں۔ البتہ عورتوں کا فاصلہ کافی ہونا چاہئے۔ حاذوا بالاعناق! یہ محاذات فی المناکب کے معنی میں ہے کیونکہ گردنوں کی برابری کندھوں کی برابری کو لازم ہے۔ فوالذی نفسی بیدہ! یہاں تک کہ صفوف میں دوری اور خلل نہ رہے۔ الحذف! اس عظیم قسم سے ساتھ ساتھ ملنے کی تخت تاکید کردی جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ نماز شیطانی وساوس اور دخل اندازی سے بچ جائے گی اور روح نماز خشوع سے برقرار رہے گا اور شیطان کے مکر وفریب کو بھگانے کے لئے نیک دل سے صادر ہونے والا ذکر سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

اَلنَّحْوُ: اور شیطان کی طرف جمع میں تانیث اور لفظ کے لحاظ سے تذکیری ضمیر لوٹائی جاسکتی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٤/٣٧٣٧) وأبو داود (٦٦٧) والنسائي (٨١٤) وابن حبان (٢١٦٦) وابن خزيمة (١٥٤٥) والبيهقي (١٠٠/٣)

الفرائد: صفوف میں فاصلہ کی ممانعت کی گئی کیونکہ اس سے شیاطین گھس کر نماز میں وساوس ڈالتے ہیں۔
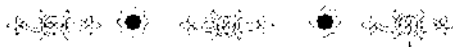
١٠٩٣ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ' ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ ' فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَكُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۰۹۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی صف کو پورا کرو پھر وہ جو اس کے قریب ہو جو بھی کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہونی چاہئے۔'' (ابوداؤد) حدیث حسن ہے۔

تشریح ✿ الصف المقدم! یعنی سب سے پہلی۔ یہ صف میں پائے جانے والے فاصلے کو ختم کرنے والی ہوگی۔ ثم الذی یلیہ! اس کی تکمیل کے بعد دوسری پھر اس طرح پیچھے کی طرف۔ المؤخر! آخری صف۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢/٥٧٢٨) وأبو داود (٦٧١) والنسائي (٨١٧) وأبوداود (٦٧١) والنسائي ٨١٧) وأبو يعلى (١٥٥) وابن حبان (٢١٥٥) وابن خزيمة (١٥٤٦) والبيهقي (١٠٢/٣)

الفرائد: صفوف کو اولاً و بعداً کی ترکیب سے مکمل کرنا چاہئے۔
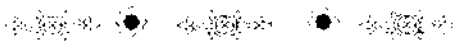
١٠٩٤ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَفِیْهِ رَجُلٌ

مُخْتَلَفٌ فِيْ تَوْثِيْقِهٖ۔

۱۰۹۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں میں رحمت بھیجتے ہیں۔'' (ابوداؤد) سند کے ساتھ مسلم کی شرط پر۔ ان میں سے ایک راوی ایسا ہے جس کے پختہ ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔

تشریح ۞ میا من الصفوف! یعنی صفوف کے وہ حصے جو امام کے دائیں جانب ہوں امام کے پیچھے کھڑے ہونے کی فضیلت کے یہ خلاف نہیں۔ دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔ امام جب دائیں جانب اور بائیں جانب خلل پائے تو پہلے دائیں جانب کا خلل پُر کیا جائے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ آنے کی جانب وہی ہو۔ اصل سنت کو صفوف اول پھر ثانی وغیرہ سے پُر کرنا ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٦٧٦) وابن ماجه (١٠٠٥) وابن حبان (١٢٦٠) والبيهقي (١٠٣/٣)

الفرائد : صفوف میں دائیں طرف والے لوگوں کے لئے فرشتے دعاء واستغفار کرتے ہیں یہ ان کی خصوصی فضیلت ہے۔

۱۰۹۵ : وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ : يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : ''رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تُبْعَثُ — اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۹۵: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے' ہم پسند کرتے کہ ہم آپ کے دائیں طرف ہوں اور آپ ﷺ ہماری طرف اپنے چہرہ مبارک سے متوجہ ہوں۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: ''اے میرے رب! تو اپنے عذاب سے مجھے بچا جس دن کہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا۔'' (مسلم)

تشریح ۞ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم! مقتدی کو امام سے مؤخر ہونا چاہئے اگر برابر ہوں تب بھی نماز باطل نہ ہوگی البتہ بڑھ جانے سے باطل ہو جائے گی۔ عن یمینه! ہم آپ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ یقبل علینا بوجهه! یہ جملہ مستانفہ ہے اور پسند کرنے کی علت کو ظاہر کر رہا ہے اور ابن ماجہ کی روایت ''من عمر میسرة المسجد کتب له کفلان من الاجر''! کیونکہ ان زمانہ الگ الگ ہے کیونکہ جب دائیں جانب کی طرف ابھارا تو وہ خوب آباد ہوگئی اور بائیں طرف رجحان بہت کم ہو گیا تو آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی (دمیری فی الدیباجہ) رب قنی عذابك! بارگاہ رب العالمین میں خضوع اور امت کی عزت بڑھانے کے لئے یہ دعا فرمائی اور سکھائی۔

تخریج : أخرجه مسلم (٧٠٩) أبو داود (٦١٥) والنسائي (٨٢١) وابن ماجه (١٠٠٦)

الفرائد : صف کی دائیں جانب کھڑا ہونا مستحب ہے۔ نماز سے امام کو نمازیوں کی طرف منہ کرنا اور نماز کے لئے دعا کرانا مستحب ہے۔

۱۰۹۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَسِّطُوا الْإِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۰۹۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امام کو درمیان میں رکھو اور خلا کو بند کرو۔" (ابوداؤد)

تشریح ۞ وسطوا الامام! مصلّٰی درمیان میں ہوتا کہ امام کے دائیں اور بائیں نمازی کھڑے ہوسکیں۔ سدوا الخلل! درمیان میں فاصلہ نہ رہنے پائے جہاں سے شیطان مداخلت کر سکے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٦٨١) والبيقي (١٠٤/٣)

الفرائد : امام کو نمازیوں کے درمیان میں کھڑا ہونا چاہئے۔ گویا صف دونوں طرف سے برابر مکمل کی جائے۔
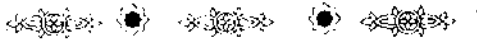
۱۹۵ : بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَآئِضِ وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْمَلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا!

باب: فرائض سمیت سنن راتبہ (مؤکدہ) کی فضیلت اور ان میں سے تھوڑی اور کامل اور جو ان کے درمیان ہو اس کا بیان

السنن الراتبہ! جو سنن نماز کے فرائض کے تابع ہیں خواہ پہلے ہوں یا بعد۔ اقلہا و اکملہا! اور عدد کے لحاظ سے کم اور کامل یا ثواب کے لحاظ سے مراد ہوں۔ وما بینهما! جو ان کے مابین گنتی کے لحاظ سے یا فضیلت کے لحاظ سے ہیں۔

۱۰۹۷ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۹۷: حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں یا جنت میں اس کے لئے ایک محل بن جاتا ہے۔" (مسلم)

تشریح ۞ ان کا لقب ام حبیبہ، نام رملہ بعض نے ہند بتلایا ہے۔ پہلا قول اصح اور معروف ہے۔ یہ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشیہ امویہ مکیہ ثم الحبشیہ ثم المدنیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ ضمیر تثنیہ کی لائی جانی

چاہیے کیونکہ صحابیہ بنت صحابی ہیں اور واحد کی ضمیر والی ام حبیبہ بنت عبیداللہ بن جحش ہیں۔ یہ اسلام میں سبقت کرنے والی عورتوں سے تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کی وفات ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ھ بعض نے ۷ ھ نقل کیا ہے میں نکاح کیا۔ انہوں نے ۴۴ ھ میں بعض نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال پہلے وفات پائی مگر یہ درست نہیں ان کی وفات مدینہ منورہ میں ۴۲ ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۴۴ ھ لکھا ہے۔ نجاشی نے ان کا مہر چار ہزار درہم ادا کیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ ابونعیم کہتے ہیں نجاشی نے ۴ سو سرخ دینار ان کا مہر ادا کیا۔ مدینہ منورہ آمد کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال سے زائد تھی (تہذیب نووی) انہوں نے ۶۵ روایات نقل کی ہیں۔ چار بخاری و مسلم میں جن میں دو متفق علیہ اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔ یصلی لله! خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے۔ تطوعا غیر فریضة! یہ تطوع کی صفت ہے۔ لغت میں اضافے کو کہا جاتا ہے اور شرع میں فرائض کے علاوہ کو کہا جاتا ہے۔ الا نبی الله له بیتاً فی الجنة! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وعید فرائض ورواتب دونوں سے متعلق ہے بلکہ چاشت اور نماز اشراق بھی اس میں شامل ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٠.٢٦٨٣٧) ومسلم (٧٢٨) وأبو داود (١٢٥٠) وابن حبان (٢٤٥١) ابن خزيمة (١١٨٥) وأبو عوانة (٢/٢٦١/٢٦٢) الترمذي (٤١٥) والنسائي (١٨٠٠) وابن ماجه (١١٤١)

الفرائد : سنن راتبہ کو ادا کرنے والا جزاء بدلے کے طور پر جنت کے محل کا حقدار ہے۔ (سبحان اللہ)

۱۰۹۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ — مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۹۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں نماز ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس کے بعد اور دو رکعتیں جمعہ المبارک کے بعد اور دو رکعتیں نماز مغرب کے بعد اور دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد پڑھیں۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ رکعتین قبل الظهر و رکعتین بعدها! ظہر سے پہلے دو بعد میں دو سنن مؤکدہ ہیں اور ان سے پہلے دو اور بعد میں دو سنن غیر موکدہ ہے اور یہ سنن جمعہ کے دن کے لئے بھی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ دیکھا اس کو ذکر کیا کہ ورکعتین بعد الجمعة! اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح دیکھا۔ ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء! اور بخاری و مسلم میں "فی بیته"! کا اضافہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں یہ نماز ادا کرنا خبر صحیح کے مطابق ہے اور "افضل صلاۃ المرء فی بیته الا المکتوبه"! کے مطابق ہے۔ یہاں صبح کو دو رکعت مذکور نہیں۔ دوسری روایت جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس میں مذکور ہے: "کان یرکع رکعتین خفیفتین بعد ما یطلع الفجر' وکانت ساعة لا ادخل علی النبی صلی الله علیه وسلم فیها"! اس کے مطابق سنن مؤکدہ دس بنتی ہیں دو فجر' دو قبل و بعد الظہر' دو بعد المغرب و دو بعد العشاء' مسلم کی روایت میں بارہ کا تذکرہ ہے (وہ چار قبل الظہر دو بعد الظہر دو فجر' دو بعد المغرب' دو بعد العشاء

بنیں گی)۔

تخریج : أخرجه مالك (٤٠٠) وأحمد (٢/٤٥٠٦) والبخاری (٩٣٧) ومسلم (٧٢٩) وأبو داود (١٢٥٢) والترمذی (٤٢٥) الشمائل (٢٧٧) والنسائیی (٨٧٢) وابن حبان (٢٤٥٤) وابن خزیمة (١١٩٧) وأبو عوانة (٢/٢٦٣) وعبدالرزاق (٤٨١١) والبیهقی (٢/٤٧١)

الفرائد : اس روایت میں سنن رواتب کا تذکرہ ہے۔مسلم کی روایت میں بارہ رکعات کا تذکرہ موجود ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کی توفیق دے۔

١٠٩٩ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ، وَبَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ :اَلْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ۔

۱۰۹۹: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اور تیسری مرتبہ یہ فرمایا:''اُس کے لئے جو چاہے۔''(بخاری و مسلم)

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔

تشریح ۞ عبدالله بن مغفل رضی الله عنه! کے حالات باب المحافظة علی السنة میں گزرے۔ کل اذانین! شرف کی وجہ تغلیباً اقامت کو بھی اذان سے تعبیر کر دیا۔ صلاۃ! نفلی نماز۔ پھر دوسری مرتبہ دہرانیکا مقصد تاکید اور ترغیب ہے۔ظہر' عصر' میں دو دو رکعتوں کا اضافہ کرے۔لمن شاء! تیسری مرتبہ فرمایا کہ لازم نہیں بلکہ بطور استحباب و ندب ہے اگر کوئی درجات و ثواب کی کثرت چاہتا ہو تو ان کو ادا کرے ورنہ ترک میں گناہ ہرگز نہ ہوگا۔علماء شوافع نے فرمایا اگر کوئی سنن مؤکدات کی مداومت ترک کر دے تو اس کی شہادت ساقط الاعتبار ہوگی۔

تخریج : أخرجه أحمد (٧/٢٠٥٦٧) والبخاری (٦٢٤) ومسلم (٨٣٨) وأبو داود (١٢٨٣) والترمذی (١٨٥) والنسائی (٦٨٠) وابن ماجه (١١٦٢) وأبو عوانة (٢/٣١) والدارقطنی (١/٢٦٦) والبیهقی (٢/٤٧٤)

الفرائد : اذان و اقامت کے مابین پڑھے جانے والے نوافل خاص طور پر قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

۱۹۶ :بَابُ تَاكِيْدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ

بَابٌ: فجر کی دو سنتوں کی تاکید

۱۱۰۰ :عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۱۰۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور دو رکعتیں صبح سے پہلے نہیں چھوڑتے تھے۔'' (بخاری)

تشریح ۞ الایدع ! اس قدر اہتمام فرماتے کہ ان کو قطعاً ترک نہ فرماتے۔ اربعًا قبل الظھر ! افضل یہ ہے کہ ایک سلام سے ہوں یہ امر تاکید کو ثابت کر رہا ہے۔ گزشتہ باب کی روایت میں دو مذکور ہے۔ اس روایت کے سنن رواتب کی بارہ والی روایت کی ترجیح ثابت ہوئی۔ رکعتین قبل الغداء ! صبح سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۱۸۲) وأبو داود (۱۲۵۳) والنسائی (۸۷۲)

الفرائد : اس روایت سے فجر کی دو سنتوں کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ان کو کبھی ترک نہ فرماتے' اسی طرح سنن ظہر بھی۔

۱۱۰۱ :وَعَنْهَا قَالَتْ :لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۰۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں کسی چیز کا اتنا اہتمام نہ فرماتے۔ جتنا فجر کی دو رکعتوں کا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اشد تعاھدًا ! ایک روایت میں معاھدةً ! ہے۔ اس کا معنی اہتمام کرنا ہے عرب کہتے ہیں تعاھده و تعھده و اعتھده ! اس کی تجدید کرتا رہا' نگہبانی کرتا رہا۔ منه علی رکعتی الفجر ! فجر کی دو رکعت ہیں۔ ایک روایت میں فرمایا: لا تدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل ! (فتح الباری)

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۴۳۲۵) والبخاری (۱۱۶۹) ومسلم (۷۲۴) وأبو داود (۱۲۵۴) وابن حبان (۲۴۵۶) ابن خزیمة (۱۱۰۹) والبیهقی (۲/۴۷۰)

الفرائد : یہ روایت فجر کی دو سنتوں کی عظمت کو پوری تاکید سے ثابت کرتی ہے۔

۱۱۰۲ :وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ :"اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا"۔

۱۱۰۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں' دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہیں اور ان دونوں کی ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے تمام دنیا سے وہ دو رکعتیں زیادہ محبوب ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ وما فیھا ! یعنی جمادات اور اس کی طرح جتنی چیزیں ہیں اگر اسم تفضیل کا ہو تو پھر اس کا تقابل ذکر وغیرہ

سے ہوگا اور اگر اصل فعل کے معنی میں ہو تو پھر اعراض دنیا سے تقابل ہوگا۔ایک روایت میں احب الی! کے الفاظ ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہیں کیونکہ محبوبِ خدا اسی کو محبوب رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ نسائی کی روایت میں "رکعتان قبل الفجر خير من الدنيا جميعًا"! کے الفاظ ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٤٢٩٦) ومسلم (٧٢٥) والترمذي (٤١٦) والنسائي (١٧٥٨) وابن حبان (٢٤٥٨) وابن خزيمة (١١٠٧) وأبو عوانة (٢/٢٧٣) والحاكم (١/١١٥١) وابن أبي شيبة (٢/٢٤١) والبيهقي (٢/٤٧٠) الطيالسي (١٤٩٨)

الفرائد : فجر کی سنتیں تمام دنیا اور اس کے سارے لوازمات سے زیادہ آپ کو محبوب تھیں۔ہمیں ان کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

١١٠٣ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بِلَالِ ابْنِ رَبَاحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُؤْذِنَهٗ بِصَلٰوةِ الْغَدَاةِ ، فَشَغَلَتْ عَآئِشَةُ بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا ، فَقَامَ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَتَابَعَ اَذَانَهٗ ، فَلَمْ یَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰی بِالنَّاسِ ، فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَآئِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا ، وَاَنَّهٗ اَبْطَاَ عَلَیْهِ بِالْخُرُوْجِ ، فَقَالَ ـ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ـ : "اِنِّیْ کُنْتُ رَکَعْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ" فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا؟! فَقَالَ : "لَوْ اَصْبَحْتُ اَکْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَکَعْتُهُمَا ، وَاَحْسَنْتُهُمَا ، وَاَجْمَلْتُهُمَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۱۰۳: حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تاکہ آپ ﷺ کو صبح کی نماز کی اطلاع دیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلال رضی اللہ عنہ کو کسی ایسے کام میں مشغول کیا جو ان سے پوچھنا تھا یہاں تک کہ خوب صبح ہوگئی۔پھر بلال کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی اور بار بار اطلاع دی' مگر رسول اللہ ﷺ نہ نکلے' جب آپؐ نکلے تو لوگوں کو نماز پڑھائی۔پس بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو کسی ایسے کام میں مشغول کر دیا جو اس سے پوچھنا تھا یہاں تک کہ زیادہ سفیدی ہوگئی اور آپؐ نے بھی نکلنے میں دیر کر دی۔پس آپؐ نے فرمایا: ''میں فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔'' پھر بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو زیادہ صبح کر دی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور بھی زیادہ اگر میں صبح کر دیتا جتنی میں نے کی تو میں ان دو رکعتوں کو ضرور پڑھتا اور اچھے طریقے سے پڑھتا اور بہترین طریقے سے پڑھتا۔'' (ابوداؤد) حسن سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ ابو عبداللہ! ان کی کنیت بعض نے ابوعبدالکریم بعض نے ابوعبدالرحمان بعض نے ابوعبید نقل کی ہے۔بلال

بن رباح! یہ حبشی ہیں موالات کے لحاظ سے تیمی ہیں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ان کی والدہ حمامہ رضی اللہ عنہا بنو حمامہ کی لونڈی تھیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں۔حضرت بلال قدیم الاسلام لوگوں سے تھے۔ ہجرت میں سابقین سے تھے۔بدر' احد' خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حاضر رہے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی خاطر بہت تکالیف دی گئیں۔امیہ بن خلف ملعون ان کو مسلسل عذاب دیتا۔تقدیر الٰہی کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدر میں وہ بلال کے ہاتھوں مارا گیا۔یہ ابتداء میں اسلام لانے والے اور اسلام کو ظاہر کرنے والے تھے۔کفار ان کو گھسیٹتے اور ایذاء دیتے۔ان کی ولادت مکہ میں ہوئی تھی۔بعض نے کہا غلام پیدا ہونے والوں سے تھے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ اوقیہ سونے کے بدلے خریدا بعض نے سات اور بعض نے ۹ نقل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد کر دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کر دی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر کے مؤذن تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں اذان دی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ شام چلے گئے اور جہاد میں مصروف ہو گئے۔وفات تک وہیں قیام پذیر رہے' بعض نے کہا انہوں نے زمانہ خلافت صدیقی میں اذان دی اور عمر رضی اللہ عنہ کے لئے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ اذان دی جب کہ یہ شام سے واپس لوٹے۔اس دن سے زیادہ کسی نے اذان پر رونے والی آنکھیں نہ دیکھیں۔ یہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ بعض صحابہ کرام نے اذان کے لئے کہا اذان شروع کی مگر مکمل نہ کر سکے۔ان سے صحابہ کرام کی بڑی جماعت نے روایت لی ہے۔جن میں ابوبکر و عمر' علی رضی اللہ عنہم جیسے اکابر ہیں۔عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا"! ان کے فضائل بہت اور معروف ہیں۔۲۰ھ میں دمشق میں وفات پائی۔بعض نے ۲۱ھ نقل کیا جبکہ بعض نے ۱۸ھ لکھا ہے۔اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔بعض نے اور ذکر کی ہے۔ان کی تدفین دمشق باب الصغیر میں ہوئی۔بعض نے اور اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ابن سمعانی کہتے ہیں کہ مدینہ میں ان کی تدفین کا قول غلط ہے درست وہی ہے جو اوپر نقل ہوا (تہذیب نووی) ان سے ۴۴ احادیث مروی ہیں۔برقی کہتے ہیں کہ ان سے چار روایات آئی ہیں ایک کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے دو میں بخاری منفرد اور مسلم ایک حدیث میں منفرد ہیں۔

لیو ذنه بصلاة الغداة! نماز صبح کی اطلاع کے لئے آئے۔طبرانی کہتے ہیں یہ اطلاع کے وقت اس طرح کہتے: "**السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته رحمك الله**"! معجم کبیر میں طبرانی نے نقل کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مؤذن آتا تو کہتا: "**مرحبا بالقائلین عدلا وبالصلاة مرحبا و اهلاً**"! مگر قتادہ کا سماع عثمان رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں پس منقطع روایت ہے۔**سالته عنه!** اس سے ثابت ہوا کہ عورت اپنے والد کے آزاد کردہ غلام سے بات کر سکتی ہے اور انہوں نے اسی چیز کے متعلق پوچھا جس کی ان کو ضرورت تھی اور بات طویل ہوگئی اگرچہ وہ ان کے خاوند کی خدمت میں آئے تھے ان کی عظمت کی وجہ سے انکار بھی نہ کر سکے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اس سے مشغول کر دیا جس کی وجہ سے وہ آئے تھے۔نمازی مسجد میں نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔**حتی اصبح!** یہاں تک کہ سپیدا ہو گیا۔ **فقام بلال فاذنه!** آپ کو اطلاع دی اور آپ کی اطلاع کے الفاظ کو بار بار دہرایا کیونکہ وہ سپیدا دیکھ رہے تھے۔**فلم یخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نکلے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائی تو

بلال رضی اللہ عنہ نے معذرت کی۔ فاخبرہ ان عائشۃ شغلتہ! اطلاع کی تاخیر کی وجہ بتلائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کام کہہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے باہر تشریف لائے۔ میں نے بار بار اطلاع کے الفاظ دہرائے۔ فقال انی کنت رکعت رکعتی الفجر! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں فجر کی دو رکعتوں میں مصروف تھا۔ فقال انک اصبحت جداً! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سپیدا کر دیا فرائض کے اہتمام کی وجہ سے نوافل کو چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ قال لو اصبحت! اگر تو اس سے بھی زیادہ صبح کر دیتا میں تب بھی ان کو چھوڑنے والا نہ تھا۔ لرکعتھما واحسنتھما واجملتھما! میں ان کو اچھے انداز خوب آداب سے ادا کرتا۔ کسی شرعی امر کی خاطر اول وقت سے نماز کو موخر کرنا درست ہے۔ البتہ دنیا کے شغل کی خاطر اسے موٴخر کرنا مناسب نہیں اگر موٴخر کیا تو اس فعل پر شرمندہ ہو اور سلف میں اس پر صدقہ وغیرہ بھی چلا آتا ہے عدم اہتمام سے لوگ آج کل نمازوں کو موٴخر کرنے کی عادت ڈالے ہوئے ہیں۔ اس قرأت کی کوتاہی ترک اذکار ترک طمانیت وغیرہ اور ایسے وقت میں ادا کرتے ہیں جو بالکل منافق کی نماز کی طرح بن جاتی ہے: "وینفر فیھا اربع نقرات لا یذکر اللّٰہ الا قلیلاً"۔

تخریج : أخرجه أبو داود (۱۲۵۷) وأحمد (۹/۲۳۹٦٦) تهذيب التهذيب (۱٤/۷)

الفوائد : وقت پر تھوڑی بہت تاخیر کے باوجود آپ کا اہتمام ان دونوں رکعات کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۹۷ :بَابُ تَخْفِيْفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يُقْرَاُ فِيْهِمَا وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

بَاب: فجر کی سنتوں کی تخفیف اور ان کی قراءت اور وقت کا بیان

قرأت وارکان کے لحاظ سے تخفیف کرے تاکہ اداء فرض میں مسارعت ہو کہ ان دو رکعتوں میں قرأت کیا ہوگی اور وقت کیا ہوگا۔

۱۱۰٤ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتّٰى اَقُوْلَ هَلْ قَرَاَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا – وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ۔

۱۱۰٤: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت میں اذان اور اقامت کے درمیان دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے۔" (بخاری و مسلم) اور صحیحین کی روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتیں پڑھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع سنتے' تو ان دونوں (رکعتوں) کو اتنا مختصر کرتے کہ میں کہتی کیا ان دونوں میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا کہ نہیں؟ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے جبکہ آپ اذان سنتے اور دونوں کو مختصر فرماتے۔ ایک روایت میں ہے جب فجر طلوع ہو جاتی۔

تشریح ✿ رکعتین خفیفتین! دو ہلکی رکعت ادا فرماتے جن میں صرف جواز پر اکتفاء فرماتے یہ اذان واقامت کے

درمیان پڑھی جاتیں۔ صلاۃ الصبح! یہ ان دو رکعتوں کا وقت بیان کیا گیا ہے۔
فرق روایت: فیخففهما! آپ ﷺ ان کو ہلکا پھلکا پڑھتے آپ ﷺ کی عمومی عادت طویل پڑھنے کی تھی۔
حتی اقول! میں ان کی انتہائی تخفیف کی وجہ سے کہتی کہ آپ نے ان میں فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں یہ درحقیقت تخفیف کو اس انداز سے مبالغۃً ذکر فرمایا۔ ام القرآن! فاتحہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس میں کلیات معانی قرآن توحید، معاش یعنی عبادت اور معاد کا تذکرہ ہے۔ ایک روایت میں کان یصلی رکعتی الفجر اذا سمع الاذان ویخففهما! کے الفاظ ہیں۔ اذان سے مراد اذان کے بعد اور ان کو ہلکا پڑھتے اور فرض کی بنسبت ان کو مختصر پڑھتے۔ ایک روایت میں اذا طلع الفجر! کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع کے بعد ان کو ادا فرماتے اس سے ان دو رکعات کی جلد ادائیگی اور اہتمام بھی خاص طور پر معلوم ہوتا ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (١١٧٠) ومسلم (٧٢٤) وقد تقدم تخريجه (١١١٢)

الفرائد : فجر کی سنتوں کا وقت طلوع صبح صادق سے ہوتا ہے ان کو مختصر قراءت سے پڑھنا اور جلد پڑھنا مستحب ہے۔

***

١١٠٥ : وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

۱۱۰۵: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان دیتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے۔'' (بخاری و مسلم)
مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع ہو جاتی تو کوئی نماز نہ پڑھتے' سوائے دو خفیف (ہلکی) رکعتوں کے۔''

تشریح : اذا اذن المؤذن للصبح وبدا الصبح! یہ جملہ حالیہ ہے اور قد مقدر ہے۔ یہ اس بات کے ازالہ کے لئے لائے کہ یہ دو رکعت دخول وقت سے پہلے تو ادا نہیں کر لیتے تھے اور صبح سے یہاں مراد صبح صادق ہے اور یہی ہے جو افق مشرق پر چوڑائی میں ظاہر ہوتی ہے۔
روایت کا فرق: مسلم کی روایت میں طلع الفجر کے الفاظ ہیں۔ یعنی صبح صادق کا یقین ہو جائے۔ لا یصلی الا رکعتین خفیفتین! کے الفاظ ہیں کہ کوئی نفل نماز نہ پڑھے صرف دو رکعت سنت فجر پڑھے اور ہلکی پھلکی پڑھے تاکہ فرض کے لئے وسیع وقت بچ جائے۔

تخریج : أخرجه البخاري (٦١٨) ومسلم (٧٢٣) والترمذي (٤٣٣) والنسائي (٥٨٢) والنسائي (٥٨٢) وابن ماجه (١١٤٥)

الفرائد : طلوع صبح صادق کے بعد آپ صرف یہی دو رکعت ادا فرماتے اور کوئی نفل نہ پڑھتے تھے' یہی اکمل و احسن ہے۔

***

۱۱۰۶ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ ، وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ ، وَكَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۰۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعتیں پڑھتے اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت سے وتر بناتے اور دو رکعتیں صبح کی نماز (فجر) سے پہلے پڑھتے' گویا کہ تکبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح : یصلی من اللیل! من فی کے معنی میں ہے یا تہجد پڑھتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ رات کا بعض حصہ قیام فرماتے تاکہ بدن و نفس کو ان کا حصہ مل جائے کچھ حصہ آرام فرماتے۔ مثنی! دو بار تاکید کے لئے لائے۔ یہ غیر منصرف ہے یعنی دو دو رکعتیں کر کے ادا فرماتے۔ پھر رات کی نماز میں اسی طرح کرنا زیادہ افضل ہے۔ یوتر بر کعة! ایک رکعت کو ملا کر وتر بنا لیتے۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں وتر ایک کے لئے یہ روایت ہے۔ امام ابوحنیفہ تین وتر ایک سلام سے مانتے ہیں اور تین وتر کی بہت روایات ثابت ہیں۔ صلاۃ الغداۃ! سے صبح کی نماز فجر مراد ہے۔ کان الاذان باذنیه! یہاں مراد اقامت ہے مطلب یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتیں اس طرح جلد ادا فرماتے گویا ابھی اقامت نماز سن رہے ہیں تاکہ نماز اول وقت میں میسر ہو۔ ایک روایت میں ہے: ''کان یصلی الرکعتین قبل الغداۃ''! اور دوسرے مقام پر فرمایا: ''کان یصلی من اللیل مثنی مثنٰی ویوتر برکعة''۔

تخریج : أخرجه البخاری (۹۹۵) ومسلم (۱۵۷/۷۴۹) والترمذی (۴۶۰) وابن ماجه (۱۱۴۴)

الفوائد : اس روایت میں آپ ﷺ کی رات والی نماز کی تفصیل ذکر کی گئی کہ عموماً وہ دو دو ہوتی تھی اور صبح کی سنتیں طلوع فجر سے متصل ادا فرما لیتے تھے۔

۱۱۰۷ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْاُوْلٰى مِنْهُمَا : ''قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا'' الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ مِنْهُمَا ''اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ'' وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَفِي الْاٰخِرَةِ الَّتِيْ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ'' تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ'' رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ۔

۱۱۰۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں یہ آیت پڑھتے۔ ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرہ) اور دوسری رکعت میں ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران) پڑھتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ دوسری رکعت میں آل عمران کی آیت ۶۴ ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ پڑھتے۔ (مسلم)

تشریح : کان یقرأ! ابوداؤد میں ہے کہ ''انه کثیرًا ما کان یقرأ''! کہ فجر کی دو رکعتوں میں اکثر پڑھتے۔ فی رکعتی

الفجر! یہ ماقبل اجمال کی تفصیل ہے۔ عامل کا اعادہ کیا۔ ﴿قولوا آمنا﴾! آیت کے آخر تک۔ اس سے مقصود آل عمران کی آیت قل آمنا باللّٰہ! سے احتراز کرنا ہے۔ ابن رسلان کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قولوا آمنا باللّٰہ! پڑھے اور دوسری رکعت میں آمنا باللّٰہ! اور دونوں میں نحن له مسلمون! پر ختم کرے کیونکہ دونوں کا اختتام ایک جیسا ہے۔ باقی آل عمران میں آمنا باللّٰہ! کا اختتام بقرہ میں آمنا باللّٰہ! کے اختتام کی طرح ہے البتہ و اشهد بانا مسلمون! یہ آل عمران میں اور آیت کا آخری حصہ ہے اور وہ تعالوا الی کلمة! ہے۔ دراصل ایک آیت کی ابتداء ذکر کر دی اور دوسری اختتام اس سے بھول کر لگا دیا یا راوی کی غفلت سے لگ گیا واللہ اعلم۔ دوسری روایت میں تعالوا الی کلمة سواء الا یہ صاف مذکور ہے اس کو مسلم نے روایت کیا۔ پس پہلی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے۔ ابوداؤد کی روایت جس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا وہ اس طرح ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی رکعت میں آمنا باللّٰہ و ما انزل الینا! پڑھتے اور دوسری میں قل آمنا باللّٰہ! آخر آیت تک پڑھتے سنا۔

تخریج : أخرجه مسلم (٧٢٧) وأبو داود (١٢٥٦) والنسائي (٩٤٣) وابن ماجه (١١٤٨)

الفرائد : ① اس میں آپ ﷺ کی سنن فجر کی قراءت بتلائی گئی ہے۔ کبھی ان آیات کو اور کبھی دیگر آیات کو تلاوت فرماتے جیسا اگلی روایت میں ہے۔

١١٠٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَاَ فِیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ : قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١١٠٨: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی دو سنتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قل یایها الکافرون! اور قل هو اللّٰه احد! پڑھتے تھے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٧٢٦) وأبو داود (١٢٥٦) والنسائي (٩٤٤) وابن ماجه (١١٤٨)

١١٠٩ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَمَقْتُ النَّبِیَّ ﷺ شَهْرًا یَقْرَاُ فِی الرَّكْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ : قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

١١٠٩: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہینہ توجہ سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے''۔
(ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ رمقت! رمق دیر تک دیکھنا۔ یہاں مراد خوب جانچنا ہے۔ یقرأ فی الرکعتین قبل الفجر! اس سے فجر

کے فرضوں سے پہلے والی دو رکعت مراد ہیں۔ کبھی کبھی وہ آیات پڑھتے اور اکثر یہ سورتیں پڑھتے جیسا کہ مہینے کے معمول سے ظاہر ہو رہا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۵٦۹۵) والترمذی (٤۱۷) والنسائی (۹۹۱) وابن ماجه (۱۱٤۹) وعبدالرزاق (٤۷۹۰)

الفرائد: ان دونوں روایات سے آپ کی سنن فجر میں عموی قراءت معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور کبھی کبھی دوسری آیات بھی تلاوت کر لینی چاہئیں جیسا کہ شروع کی روایت سے ظاہر ہے۔

۱۹۸: بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَآءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ اَمْ لَا

باب: فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنے کا استحباب خواہ اس نے تہجد پڑھی ہو یا نہ

مسجد یا گھر میں جیسا نووی نے باب میں کوئی قید نہیں لگائی۔ جنبه الایمن! تا کہ قبر کا لیٹنا یاد آ جائے اور یہ چیز دل کو خشوع پر آمادہ کرے جو کہ عبادت کا نچوڑ ہے۔ اگر دائیں پر نہ لیٹ سکتا ہو تو بائیں پر لیٹ جائے مگر ابن حزم وغیرہ نے اس سے منع کیا کیونکہ کسی نقل سے ثابت نہیں۔ والحث علیه! یہ فجر کی دونوں رکعتوں اور نماز صبح میں فاصلے کے لئے ہے امام شافعی فرماتے ہیں یہ سنت ہر اس چیز سے ادا ہو جاتی ہے جس سے فصل ثابت ہو مثلاً چلنا' گفتگو کرنا وغیرہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجد کی طرف چلنے سے فاصلہ فصل کے لئے کافی نہیں۔ ابن العربی یہ تہجد پڑھنے کے لئے جیسا عبدالرزاق نے نقل کیا: "ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لم یکن یضطجع لسنته ولکنه کان یداب لیلته فیستریح"! اس سے معلوم ہوا کہ یہ راحت کے لئے ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "انه کان یحصب من یفعله فی المسجد"! (ابن ابی شیبہ) معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر سے متعلق ہے۔ (فتح الباری)

۱۱۱۰ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۱۱۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں ادا فرما لیتے تو اپنی دائیں جانب پر لیٹ جاتے۔" (بخاری)

تشریح: شقه الایمن! اس لئے کہ یہ شرف والی جانب ہے اور انسان قبر میں اسی پہلو لیٹے گا۔ اسی حالت کو یاد دلانے کے لئے لیٹا جاتا ہے تا کہ خشوع پیدا ہو۔ حافظ کہتے ہیں اس میں حکمت یہ ہے دل بائیں جانب ہے اگر اس طرف لیٹے گا تو نیند میں مستغرق ہو جائے گا کیونکہ اس طرف لیٹنے سے راحت بھی زیادہ ملتی ہے۔ دائیں طرف سے دل معلق رہتا ہے اور نیند میں

نہیں ڈوبتا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۵۰۶۳) والبخاری (۲۲۶) ومسلم (۷۳۶) أبو داود (۱۳۳۵) والترمذی (۴۴۰) والنسائی (۱۷۶۱) والدارمی (۱/۳۳۷) وابن حبان (۲۷۶۷) والبیهقی (۳/۴۴)

الفرائد : سنن فجر کے بعد دائیں کروٹ لیٹنے والا عمل گھر میں تھا اور یہ بھی اس کے لئے سنت ہے جو صلوٰۃ میں پڑھ کر تھک گیا ہو۔ مسجد میں یہ ہرگز مسنون نہیں ہے۔

۱۱۱۱ : وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ' فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ هٰكَذَا حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

قَوْلُهَا : "يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ" هٰكَذَا هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ وَّمَعْنَاهُ : بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

۱۱۱۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشاء سے فراغت کے بعد فجر تک گیارہ رکعتیں ادا فرماتے اور دو دو رکعتوں میں سلام پھیرتے اور ایک کو ساتھ ملا کر وتر بناتے۔ جب مؤذن فجر کی اذان سے خاموش ہو جاتا اور فجر واضح ہو جاتی اور مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دو خفیف (مختصر) رکعتیں ادا فرماتے۔ پھر دائیں پہلو پر مؤذن کے اقامت کی اطلاع تک لیٹ جاتے۔"

(مسلم)

"يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ": مسلم کے الفاظ میں معنی اس کا یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنا۔

تشریح ۞ **یصلی فیما**! یعنی اس وقت میں جو ان کے درمیان ہے۔ **من صلاۃ العشاء الی الفجر**! نمازِ عشاء اور طلوعِ فجر کے درمیان۔ **احدی عشرۃ رکعۃ**! ایک روایت میں **ما کان یزید فی رمضان ولا غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ**! یہ صلاۃ اللیل یا صلاۃ تہجد ہے۔

اَلنَّحْو: **یسلم**! (۱) یہ **یصلی** کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ (۲) جملہ مستانفہ ہے۔

من صلاۃ الفجر! نمازِ فجر کی اذان سے فارغ ہو جاتا۔ **تبین له الفجر**! صبح صادق ظاہر ہو جاتی۔ اس سے فجر کی اول اذان جو تہجد کے لئے یا ڈیوٹی پر مقرر صحابہ کے منتقل ہونے کے لئے تھی احتراز مقصود ہے۔ **وجاءہ المؤذن**! تاکہ وقت پر نماز کی اطلاع دے۔ **قام فرکع رکعتین**! تو آپ ﷺ اٹھتے اور دو ہلکی رکعتیں ادا فرماتے۔ ان کی تخفیف فرض کی ادائیگی میں مسارعت کے لئے تھی۔ **ثم اضطجع**! دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد دائیں جانب لیٹے رہتے۔ **حتی یاتیه المؤذن للاقامة**! نماز کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع دیتا۔

روایت کا فرق: دوسری روایت میں ہے: **یسلم بین کل رکعتین**! اس سے اغلباً تہجد مراد ہے۔

بعد کل رکعتین! سے رات کی نماز کی دو رکعتیں مراد ہیں جیسا فرمایا: **صلاۃ اللیل مثنٰی مثنٰی**۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٤٥١٥) ومسلم (٩/٧٣٦) وأبو داود (١٣٣٦) والنسائی (٦٨٤)

الفرائد : سنت فجر کے بعد آپ ذرا ستانے کے لئے گھر میں لیٹ جاتے۔ مسجد میں یہ لیٹنا ثابت نہیں۔

۱۱۱۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیَضْطَجِعْ عَلٰی یَمِیْنِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِیُّ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۱۱۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں پڑھ لے وہ اپنی دائیں جانب پر لیٹ جائے۔'' (ابوداؤد)

اور ترمذی نے صحیح سندوں کے ساتھ۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح : فلیضطجع !ان کی ادائیگی کے بعد۔ علٰی یمینه !دائیں جانب۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٩٣٧٩) وأبو داود (١٢٦١) والترمذی (٤٢٠) وابن حبان (٢٤٦٨) وابن خزیمة (١١٢٠) والبیهقی (٣/٤٥)

الفرائد : ابن عربی کہتے ہیں دائیں جانب سنن فجر کے بعد لیٹنا استحباب کے درجہ میں ہے۔ جو لوگ اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ عقل سے پیدل ہیں۔

۱۹۹ : بَابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ!

بَابٌ : ظہر کی سنتیں

۱۱۱۳ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَیْنِ بَعْدَهَا ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد پڑھیں۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح : ظہر سے پہلے چار رکعت والی روایت مذکور ہو چکی ہے۔ یہ روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آگے مذکور ہے وہ صریح ہے۔ بعض نے پہلے والی رکعات کو جمعہ کے ساتھ خاص کیا ہے یا ظہر سے پہلے سنن رواتب دو تسلیم کی ہیں۔

تخریج : تقدم شرحه و تخریجه قبل قلیل برقم (١١٠٩)

الفرائد : ایضاً۔

١١١٤ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۱۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت نہ چھوڑتے تھے''۔ (بخاری)

تشریح ۞ لا یدع ! ترک نہ فرماتے تھے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ موکدہ ہوں۔دو کا پڑھنا بھی مذکور ہے۔وہ یا تو تسہیل پر دلالت کرتا ہے یا مسجد میں اگر یہ پڑھی گئیں تو تحیۃ المسجد ہوں اور موکدہ وہی جو بخاری والی مذکورہ بالا روایت میں ہے وہ چار ہوں۔بشرطیکہ مذکور کا تعلق محذوف یا شرط یا استثناء سے نہ ہو۔

تخریج : تقدم شرحه و تخریجه قبل قلیل برقم (١١١١)

الفرائد : ایضاً۔

١١١٥ : وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ' ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ' ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ - وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ' ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ' وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ - وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۱۵: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعت ادا فرماتے' پھر نکل کر اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔پھر داخل ہو کر دو رکعت ادا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مغرب کی تین رکعت پڑھاتے' پھر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر داخل ہو کر میرے گھر میں دو رکعت ادا فرماتے۔(مسلم)

تشریح ۞ فی بیتی ! اپنی نسبت کرنے کی وجہ سے وہ انہی کا مسکن تھا۔قبل الظهر اربعًا ! ظہر سے پہلے چار ادا فرماتے۔ثم اس لئے لائے تا کہ لوگ نماز کے لئے جمع ہوں۔فیصلی بالناس ! فرض نماز پڑھاتے۔ثم یدخل ! شریعت کی تبلیغ اور مختلف امور کے لئے مسجد میں رک جاتے یا باہر تشریف لے جاتے۔فیصلی رکعتین ! داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا فرماتے فا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔یصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی ! واو ممکن ہے عشاء کے بعد گفتگو کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ کے لئے ہو۔البتہ اچھی باتیں کر سکتا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٩/٢٤٠٧٤) ومسلم (٧٣٠) وأبو داود (١٢٥١) والترمذی (٣٧٥) وابن حبان (٢٤٧٥)

الفرائد : سنن راتبہ گھر میں ادا کرنا مستحب ہے۔گھر میں داخل ہونے کے فوراً بعد ادا کرے تا کہ گھر کی مشغولیت میں رہ نہ جائیں۔

١١١٦ :وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ و التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

١١١٦: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت اور اس کے بعد کی چار رکعتوں کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام فرمادیں گے۔"

(ابوداؤد اور ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ من حافظ! جس نے حفاظت کا اہتمام کیا اور اس میں مبالغہ کیا۔ حرمه اللّٰه! ایک روایت میں "حرم اللّٰه لحمه"! کے الفاظ ہیں۔ علی النار! اس میں عظیم الشان بشارت ہے کہ اس کی موت اسلام پر ہوگی۔ بعض موحدین کا تھوڑی زیادہ تعذیب میں مبتلا ہونا اس کے منافی نہیں۔ البتہ "لم تمسه النار"! پر یہ تاویل نہیں چلتی۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب عنبسہ پر موت کا وقت آیا تو گھبراہٹ میں تھے۔ ان سے کہا گیا کیا تم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے "انه من ركع اربع ركعات"! والی روایت نہیں سنی اور تم نے اس پر عمل میں ہمیشگی اختیار کی۔ اسی طرح محمد بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان پر سخت پریشانی طاری ہوئی تو کہنے لگے حدثتنی اختی ام حبيبه قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من حافظ على اربعة ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرمه اللّٰه على النار! (ابو داؤد)

تخریج : أخرجه أبو داود (١٢٦٩) والترمذی (٤٢٧) والنسائي (١٨١١) والحاكم (١/١١٧٥) وابن ماجه (١١٦١)

الفرائد : ظہر سے قبل چار رکعات اور بعد میں چار رکعات سنت ادا کرنے والے کو آگ سے نجات کا پروانہ دیا گیا ہے۔ (سبحان اللہ!)

١١١٧ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّآئِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ : "اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١١١٧: حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے اور فرماتے: "یہ ایک ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا اس میں کوئی نیک عمل اوپر چڑھے۔" (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ عبد اللّٰه بن السائب! رضی اللہ عنہ سائب کا نام صیفی بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھا اور ان کی

کنیت ابوعبدالرحمان المخزومی تھی یہ اہل مکہ کے قاری تھے۔ یہ صحابی ہیں انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھا اوران سے مجاہد عطاء نے روایت لی ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے وقت ان کی وفات ہوئی۔ ان سے سنن اربعہ اور مسلم نے روایت لی ہے۔ بخاری نے ان سے کوئی روایت نہیں لی۔ (تلقیح لابن الجوزی)

یصلی اربعًا بعد ان تزول الشمس! زوال سے وقت ظہر داخل ہوجاتا ہے اور ظہر سے قبل بھی پڑھتے۔ **تفتح فیھا ابواب السماء**! کیونکہ اس وقت زمین سے لوگوں کے اعمال چڑھنے کا وقت ہوگیا۔ اس کی طرف اس ارشاد میں ہے: "**فاحب ان یصعد لی فیھا عمل صالح**"۔ **عمل صالح**! سب سے بہتر عمل نماز ہے۔ جیسا فرمایا: "**واعلموا ان خیر اعمالکم الصلاۃ**"! اور یہ بھی ممکن ہے دروازے کا کھلنا زمین پر فیوضات کے نزول کے لئے ہو اوران فیوضات کے سامنے یہی عمل خیر آئیں تاکہ وہ ان پر مرتب ہوں۔ جیسے مسبب سبب پر مرتب ہوتا ہے۔ علماء شوافع نے فرمایا کہ زوال کے بعد چار رکعت اور کم سے کم دو رکعت پڑھے اس روایت میں مذکور ہے۔ "**راقبوا زوال الشمس فاذا زالت فصلوا رکعتین' فلکم اجر بعدد کل کافر کافرۃ**! کفار کو خاص کرنے کی وجہ شاید یہ ہو یہ نماز جہنم کے بھڑکانے کے وقت کے فوراً بعد ہے یا ظہر کے وقت کی آمد اور زوال شمس پر اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر یہ ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٤٧٧) أخرجه أحمد (٩/٢٣٦١٠) وأبو داود (١٢٧٠) وابن ماجه (١١٥٧)

الفرائد : ظہر سے پہلے چار رکعات کی مداومت ظاہر ہوتی ہے۔ طلبگاران رحمت کو ان کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔

١١١٨ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا ' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۱۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھ سکتے تو ظہر کے بعد ان کو پڑھ لیتے۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **قبل الظھر صلاھن بعدھا**! یہ مزید اہتمام کی دلیل ہے اور یہ بھی روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے بعد بھی چار ادا فرمائی ہیں اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں مذکور ہے کہ ان کی محافظت کا حکم فرمایا۔ اسی طور پر ہمارے علماء نے فرمایا رواتب میں چار ظہر سے پہلے اور چار اس کے بعد ہیں اور روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں پہلے والی چار کی طرف زیادہ توجہ ظاہر ہوتی ہے کہ اگر وہ رہ جائیں تو آپ ﷺ کا تدارک ظہر کے فرض کے بعد چار کی ادائیگی سے فرماتے اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں آپ ﷺ نے فرمایا: "**رحم اللّٰہ امرأً صلی قبل الظھر اربعًا**"! (احمد' ترمذی) رحمت والے معاملات میں یہ بس ہے خلود نار سے حفاظت ہو جائے اور اسلام پر موت آ جائے اللہ ہمارے لئے ایسا ہی کر دے۔ آمین۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٤٢٦) وابن ماجه (١١٥٨)

الفرائد : جس آدمی سے سنن رواتب رہ جائیں۔ اسے دوسرا وقت پاتے ہی ان کی جگہ اتنی رکعات نفل ادا کر لینے سے

التزام باقی رہے گا اور شیطان کی سستی اثر انداز نہ ہوگی۔ بارگاہِ الٰہی سے عظیم اجر کا حقدار ہوگا۔

٢٠٠ :بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ

بَاب :عصر کی سنتیں

یہ سنن غیر مؤکدہ ہیں۔

١١١٩ :عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١١١٩: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے اور ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور جو ان کے پیروکار مؤمن اور مسلمان ہیں ان پر سلام کے ساتھ فاصلہ (علیحدگی) فرماتے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

یصلی قبل العصر اربع رکعات! فرض عصر سے پہلے۔

النحو : اربع یہاں مفعول مطلق ہے جیسا اس آیت میں ﴿فاجلدوھم ثمانین جلدۃ﴾ ثمانین مفعول مطلق ہے۔ **یفصل بینھن بالتسلیم**! یہ **یصلی** کے فاعل سے جملہ حالیہ (٢) دوسری خبر ہے (٣) جملہ مستانفہ ہے۔ **بینھن**! سے مراد دو رکعتوں کے بعد سلام کے ذریعہ فاصلہ نہ فرماتے۔ **و من تبعھم**! جو سچے دین کے پیروکار ہیں۔ **من المسلمین والمؤمنین**! یہ عطف تساوی ہے کیونکہ ایمان و اسلام ایک دوسرے پر صادق آتے رہتے ہیں۔ سنن غیر موکدات میں اسی طرح سلام سے فاصلہ درست ہے اور افضل ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٦٥٠) والترمذی (٤٢٩) وابن ماجه (١١٦١) وأبو یعلی (٦٢٢)

الفرائد : عصر سے پہلے سنن کو ادا کرنے کا انداز معلوم ہو رہا ہے کہ آپ دو دو کر کے ادا فرماتے۔

١١٢٠ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"رَحِمَ اللّٰهُ اَمْرًا صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، و التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١١٢٠: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔" (ابوداؤد، ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح : رحم اللّٰہ امرًا! اللہ تعالیٰ اس پر انعام و احسان فرمائے۔ (٢) ہر ایک کے لئے دعا عام ہو۔ صلی قبل

العصر اربعا! یہ ایک سلام اور دو سلام سے ہر طرح جائز ہے۔ یہ جملہ دعائیہ ہے جیسا: غفر اللّٰہ لک۔! اس میں عظیم بشارت ہے کہ اس آدمی کی موت اسلام پر ہوگی کیونکہ یہ سب سے عظیم اور بلند رحمتوں سے ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۵۹۸۷) وأبو داود (۱۲۷۱) والترمذی (۴۳۰) وابن حبان (۲۴۵۳) وابن خزیمة (۱۱۹۳) والطیالسی (۱۹۳۶) والبیهقی (۴۷۳/۲)

الفرائد: عصر سے قبل سنن کو ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا حقدار ہے۔

۱۱۲۱: وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۲۱: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے۔ (ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ یصلی قبل العصر رکعتین! پہلی روایت میں چار کا ذکر ہے اور اس میں دو کا تذکرہ ہے یا عدد کا مفہوم حجت نہیں یا پہلے دو رکعت تھیں پھر چار ہوئیں یا سہولت امت کے لئے آپ کا معمول مبارک کبھی دو اور کبھی چار کا تھا اور بعض نے اس روایت کو ان کے مؤکدہ ہونے کے لئے پیش کیا مگر یہ کچھ قوی استدلال نہیں۔

تخریج: أخرجه أبو داود (۱۲۷۲)

الفرائد: عصر سے قبل دو اور چار رکعت ہر ایک کا معمول ملتا ہے جو چاہے ادا کرے اجر کا مستحق ہوگا۔

۲۰۱: بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

باب: مغرب کے بعد اور پہلے والی سنتیں

تَقَدَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ وَحَدِيْثُ عَائِشَةَ، وَهُمَا صَحِيْحَانِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّیْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ۔

ان ابواب میں حدیث ابن عمر اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہم گزری وہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔

تشریح ۞ پہلے روایات گزریں جیسے روایت ابن عمر، عائشہ رضی اللہ عنہما کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔ بعدھا وقبلھا! یہ دونوں ظروف لائے کیونکہ پہلے والی رکعات میں اختلاف ہے بعد میں رکعات میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ سنن رواتب سے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایات کے اشارات بھی ان کے غیر مؤکدہ ہونے کی طرف مشیر ہیں۔

۱۱۲۲ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ :"لِمَنْ شَآءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۲۲: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "تم مغرب سے پہلے نماز (نفل) پڑھو اور پھر تیسری مرتبہ فرمایا جو آدمی چاہے (ان نفلوں کو ادا کرے)۔" (بخاری)

تشریح ۞ **صلوا قبل المغرب!** نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو تین مرتبہ دہرایا اہتمام کے لئے مگر تیسری دفعہ **لمن شاء!** کا لفظ فرما کر اختیار دے دیا تا کہ اس کو سنت مؤکدہ نہ قرار دے لیں۔ امر کے صیغے کو مشیت سے مقید کرنا اس کے استحباب کی علامت ہے۔

تخریج : اخرجه أحمد (۷/۲۰۵۷۵) والبخاری (۱۱۸۳) وأبو داود (۱۲۸۱)

الفرائد : مغرب سے پہلے دو رکعت کی فضیلت وشان ظاہر ہے۔

۱۱۲۳ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۲۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف جلدی (دو سنتوں کو ادا کرنے کے لئے) کرتے ہیں۔ (بخاری)

رایت! یہاں دیکھنے کے معنی میں ہے۔ **کبار اصحاب!** کبار یہ کبیر کی جمع ہے۔ بڑے کے معنی میں آتا ہے۔

اَلنَّحْو : **یبتدرون!** (۱) یہ رایت کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے (۲) اور اگر رایت علمت کے معنی میں ہو تو یہ مفعول ثانی ہے۔ اس کا معنی سبقت کرنا، جلدی کرنا ہے۔ **السواری!** جمع ساریہ یہ جاریہ جواری کی طرح ہے "ستون" مسجد نبوی کے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت ادا کرتے تا کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو یہ ستون عہد عثمانی تک کھجور کے تنوں کے تھے۔ دوسری روایت میں: **یبتدرون السواری حتی یخرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھی کذلك!** کے الفاظ ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/۱۳۹۸٥) والبخاری (٥۰۳) ومسلم (۸۳۷) والدارمی (۱/۳۳٦) وابن حبان (۲٤۸۹) ابن خزیمة (۱۲۰٦) والنسائی (۲۸۱) والبیهقی (۲/٤۷٥)

الفرائد :مسجد میں کسی ستون یا دیوار یا اوٹ میں نماز مستحب ہے تا کہ گزرنے والے کو دقت و تکلیف نہ ہو۔ اذان و اقامت کے مابین قبولیت دعا کا وقت ہے۔

۱۱۲٤ :وَعَنْهُ قَالَ :كُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِيْلَ : اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَّاهَا؟ قَالَ : كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۲۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کے غروب ہونے کے بعد اور مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا؟ کیا رسول اللہؐ نے بھی ان کو ادا فرمایا؟ فرمایا حضور ﷺ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپؐ نے نہ تو ہمیں حکم دیا اور نہ ہی ہمیں منع فرمایا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **کنا نصلی!** اس سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے اور عہد سے زمانہ نبوت مراد ہے۔ **غروب الشمس!** سے سورج کا مکمل غروب ہونا مراد ہے۔ **قبل المغرب!** سے نماز مغرب مراد ہے۔ **اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!** آپ ﷺ نے ہمیں پڑھتے دیکھا منع نہ فرمایا۔ یہ بھی قول کی طرح سکوت بھی تقریر ہے۔ یہ استحباب کی دلیل ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۸۳۶) وأبو داود (۱۲۸۲)

الفرائد : آپ ﷺ کا مغرب سے قبل نفل پڑھنا ثابت نہیں البتہ صحابہ کرام کا آپ ﷺ کے سامنے ادا کرنا اس کی تصدیق کو ظاہر کرتا ہے۔ صحابہ کرام کا عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مقبول و پسندیدہ ہے۔

۱۱۲۵ : وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۲۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم مدینہ میں تھے۔ جب مؤذن مغرب کی نماز کے لئے جلدی کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے یہاں تک کہ ناواقف آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ خیال کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔ اس لئے کہ کثرت سے لوگ یہ دو رکعتیں (قبل از نماز) پڑھ رہے ہوتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ **اذن المؤذن!** یعنی جب اذان مکمل کر لیتا۔ **ابتدروا!** ستونوں کی طرف جلدی سے جاتے۔ **قبل فرضھا!** فرائض مغرب سے پہلے۔ **حتی الرجل الغریب!** اس قدر کثرت سے پڑھنے والے ہوتے تھے کہ مسجد مدینہ میں پہلی مرتبہ باہر سے آنے والا خیال کرتا کہ نماز مغرب ادا کی جا چکی اور بقیہ نماز ادا کر رہے ہیں کیونکہ پڑھنے والے کثیر تعداد سے ہوتے۔ یہ رکعات آپ ﷺ نے خود ادا نہیں فرمائیں یہ علامت استحباب ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۸۳۷)

الفرائد : مغرب سے قبل اذان کے بعد دو رکعت نفل درجہ استحباب میں ہے۔

۲۰۲ : بَابُ سُنَّةِ الْعِشَآءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا!

بَاب : عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتیں

فِيهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ ، وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ كَمَا سَبَقَ۔

اس میں حدیث گزشتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ والی ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں عشاء کے بعد ادا کیں' حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ والی ہے کہ ہر تکبیر اور اذان کے درمیان نماز ہے۔'' (بخاری و مسلم) جیسا پہلے گزرا تھا۔

اس سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایات گزریں جو کہ متفق علیہ ہیں۔ **بعدھا و قبلھا**! یہاں دو ظروف کی وجہ ظاہر نہیں (وجہ تو ظاہر ہے کیونکہ ابن عمرؓ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما کی روایت سے پہلے اور بعد دونوں ثابت ہو رہی ہیں' شارح کی یہ بات خود عجیب ہے)

حدیث ابن عمر! یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ باب فضل الرواتب میں گزری اس میں ''**صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رکعتین بعد العشاء**''! یہ ترجمہ کی ترجمانی کر رہی ہے اور **بین کل اذانین صلاۃ**! یہ پہلے والی رکعتوں کی دلیل ہے۔ مصنف لف نشر غیر مرتب کے طور پر دلیل بعد میں ذکر کی ہے۔ بعد والی آپ ﷺ کے فعل مبارک سے ثابت ہیں اور پہلی آپ ﷺ کے قولی اشارہ سے۔ یہ روایت مسلم میں بھی اگرچہ نووی نے بخاری کا اشارہ دیا ہے سچ ہے ہر ہر بات کے علم بڑے بڑے بھی قاصر ہیں (یہاں مزید روایت لانے کی مصنف نے ضرورت نہیں سمجھی مگر خبردار کرنے کے لئے عنوان الگ قائم فرما دیا۔ مترجم)

۲۰۳ : بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ

باب : جمعہ کی سنتیں

۱۱۲۶ : فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۲۶: اس میں حدیث گزشتہ ابن عمر رضی اللہ عنہما والی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں جمعہ کے بعد ادا فرمائیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔ جمعہ کے سلسلہ میں سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ ہر دو پائی جاتی ہیں یہ اس روایت کو بالمعنی نقل کر دیا تاکہ تعبیر میں تفنن رہے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ روایت بالمعنی بھی جائز ہے۔

۱۱۲۷ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے

کوئی جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھے۔'' (مسلم)

تشریح ✿ **فلیصل بعدھا اربعًا!** یہاں امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے۔دوسری روایت میں فلیصل رکعتین ی المسجد ورکعتین اذا رجعت! گویا دو پہلے دو بعد میں یا چار اور دو بعد میں اور دو پہلے تا کہ دونوں روایات کے ظاہر پر عمل ہو جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰٤۹۱/۳) ومسلم (۸۸۱) وأبو داود (۱۱۳۱) والنسائی (۱٤۲۵) ابن حبان (۲٤۷۷) والبیهقی (۲۳۹/۳) وأخرجه ابن حبان (۲٤۸۵)

الفرائد : جمعہ کے بعد چار رکعت اور دو رکعت کا ثبوت بھی احادیث میں موجود ہے۔بہتر یہ ہے کہ ہر دو احادیث پر عمل کرتے ہوئے چھ رکعت ادا کرے۔

✿ ✿ ✿

۱۱۲۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۲۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ واپس لوٹتے۔پھر دو رکعت اپنے گھر میں ادا فرماتے۔(مسلم)

لا یصلی بعد الجمعه! یعنی روایت میں ہے جمعہ کے بعد مسجد میں کوئی نماز ادا نہ فرماتے۔حتی ینصرف! مسجد سے گھر لوٹتے پھر گھر پر دو رکعت ادا فرماتے۔ترمذی' ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ابن عمر مکہ میں پہلے دو رکعت فرض جمعہ ادا فرماتے پھر کچھ دیر بعد چار رکعت ادا فرماتے اور مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھ کر گھر لوٹتے اور دو رکعت نماز گھر میں ادا کرتے مسجد میں کچھ نہ ادا کرتے اور کہتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۷۱/۸۸۲) والترمذی (۵۲۲) وابن ماجه (۱۱۳۰) وابن حبان (۲٤۷۹)

الفرائد : اس روایت سے سنن کا گھر میں پڑھنا اور جمعہ کے بعد دو رکعت کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔تطبیق اوپر ذکر کر دی گئی۔

✿ ✿ ✿

۲۰۴ : بَابُ اسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَآءٌ الرَّاتِبَةُ وَغَيْرُهَا وَالْاَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَّوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ اَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ!

بَاب: سنن راتبہ اور غیر راتبہ کی گھر میں ادائیگی کا استحباب اور نوافل کے لئے فرائض کی جگہ بدل لینے یا کلام سے فاصلہ کرنا

جعل النوافل! یہاں قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل گھر میں ادا کئے جائیں تا کہ یہ ریاء سے دور رہیں اور اس سے گھر کو خالی

رکھنا گھر کو قبرستان بنانا ہے۔نوافل سے گھر اور گھر والوں میں برکت ہوگی۔ سواء الراتبہ! جب تک کہ فرض میں تاخیر یا فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ والامر بالتحول! یہاں امر استحباب کے معنی میں ہے۔ موضع سے وہ مقام جہاں فرض ادا کیا ہوتا کہ مواضع طاعت کثرت سے ہو جائیں اور گواہی دیں اور فرض ونفل میں ظاہراً بھی امتیاز ہو جائے۔ او الفصل! اس کا عطف تحول پر ہے۔

۱۱۲۹ : عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "صَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۲۹: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو بے شک افضل ترین نماز آدمی کی نمازوں میں سے وہ ہے جو اپنے گھر میں ادا کی جائے' سوائے فرض نماز کے۔"
(بخاری' مسلم)

تشریح ❁ زید بن ثابت! بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عوف بن غنم بن مالک بن النجار انصاری نجاری المدنی یہ عالم فرائض اور کاتب وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کاتب مصحف الامام رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل سولہ سورتیں حفظ کر لی تھیں' ان کی عمر جب چھ سال تھی تو ان کے باپ قتل ہو گئے تھے۔ بدر میں ان کی عمر تھوڑی تھی ان کو واپس کر دیا گیا' احد میں شریک ہوئے۔ بعض نے کہا یہ احد میں بھی حاضر نہ تھے۔ خندق اور اس کے بعد والے غزوات میں شرکت کی۔ تبوک کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی نجار کا جھنڈا عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: "القرآن مقدم وزید اکثر اخذاً للقرآن"! قرآن سب سے مقدم ہے اور زید کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہے۔ یہ وحی نبوت لکھتے اور آپ ﷺ کے خطوط تحریک کرتے۔ انہوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں بھی کتابت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ ان تین اصحاب میں سے تھے جنہوں نے قرآن مجید جمع کیا۔ ان کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حکم فرمایا۔ عمر و عثمان رضی اللہ عنہما جب حج کو جاتے تو ان کو مدینہ پر نائب مقرر کرتے۔ ان کو یمامہ کے دن ایک تیر لگا مگر اس سے ان کو کچھ تکلیف نہ پہنچی۔ یرموک کے غنائم کی تقسیم ان کے ذمہ کی گئی۔ ابن ابی داؤد کا قول ہے کہ زید علم فرائض میں سب سے بڑے ماہر تھے کیونکہ فرمان نبوت ہے: "افرضکم زید"! یہ ان لوگوں سے تھے جو علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے نگران تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹۲ روایات نقل کی ہیں پانچ متفق علیہ ہیں ایک میں بخاری منفرد اور ایک میں مسلم منفرد ہے۔ ان سے ابن عمر' ابن عباس' انس' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے عالم صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہے اور تابعین کی کثیر تعداد نے ان سے روایت لی جنہیں سعید بن المسیب اور سلیمان اور عطاء بن یسار اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔ ان کی وفات ۵۴ھ مدینہ منورہ میں ہوئی بعض نے ۵۶ھ لکھی ہے بلکہ بعض نے ۴۰ھ لکھی۔ امام بخاری نے بخاری میں ابوعمار سے نقل کیا کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔ علماء جا رہے ہیں۔ آج ہم نے اتنا' اتنا دفن کر دیا۔
(تہذیب نووی)

دمیری کا لطیفہ:

دمیری کا لطیفہ:

لطیفة قواعد الوراثه ☆ مرجعها للاحرف الثلاثه*

فالزای للاصول والنسوان ☆ والیاء لاهل الفرض والذکران

والدال اسباب ورتبة العدد ☆ هبادبز اصحاب فرض بالمدد

* اس سے لفظ ''زید'' کی طرف اشارہ کیا۔

صلوا ایها الناس! یہ خطاب تو مذکر و مؤنث سب کے لئے ہے مگر شرف کی وجہ سے مردوں کو غلبہ دیا اور واؤ جمع مذکر کی لائے۔
فان افضل صلاۃ صلاۃ المرء! مساجد میں مردوں کا ادا کرنا افضل ہے اور نفلی نماز مردوں کو گھر میں ادا کرنا جوف کعبہ میں نماز سے افضل ہے اور اصل درجہ اتباع میں ہے اگرمضاعف ثواب کعبہ میں ملے گا۔

تخریج: أخرجه أحمد (٨/٢١٦٣٨) والبخاری (٧٣١) ومسلم (٧٨١) وأبو داود (١٤٤٧) والترمذی (٤٥٠) والنسائی (١٥٩٨) وابن حبان (٢٤٩١) وابن خزیمة (١٢٠٣) والبیهقی (١٠٩/٣)

الفرائد: ① امت کی مصلحتوں کا کس قدر اہتمام تھا کہ گھر میں خیر و برکت کے لئے مستقل نفلی نماز رکھی گئی تا کہ برکت سے کسی جگہ محروم نہ رہیں۔

۱۱۳۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اجْعَلُوْا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۳۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی نمازوں کا کچھ حصہ (نفلی) اپنے گھروں میں مقرر کرو اور ان کو قبریں مت بناؤ۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ من صلاتکم! اس بعض سے مراد نفلی نماز ہے۔ فی بیوتکم! تا کہ نماز سے ان میں برکت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا تتخذوها قبورًا'' یعنی گھروں کو اس طرح مت بناؤ جیسا قبروں میں کوئی عمل بر نہیں کیا جاتا۔ نماز وغیرہ نہیں پڑھی جاتی۔ یہ بڑی تبلیغ تنبیہ ہے بلکہ نسائی میں فرمایا: ''لا تترکوا النوافل فیها'' کے الفاظ بھی موجود ہیں اور ضیاء القدسی نے ''صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورًا'' کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (٤٣٢) ومسلم (٧٧٧) وأبو داود (١٠٤٣) وابن ماجه (١٣٧٧) وأحمد (٢/٤٦٥٣) ومالك (٤٠٤) وابن خزیمة (١٢٠٥)

الفرائد: گھر میں نماز کا جہاں یہ فائدہ ہے کہ اس سے خیر و برکت آتی ہے وہاں عورتوں اور بچوں میں نماز کی اہمیت اور اہتمام بھی پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۳۱: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ فِى الْمَسْجِدِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ" فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۳۱: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز ادا کرلے تو وہ اپنے گھر کے لئے اپنی نماز (نفلی) کا کچھ حصہ رکھ لے' بے شک اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں نماز سے خیر و برکت عنایت فرمانے والے ہیں۔'' (مسلم)

تشریح ۞ اقضی! یہ ادا کے معنی میں استعمال ہے۔ صلا ته! یہاں فرض نماز مراد ہے۔ فلیجعل لبیته نصیباً! تنوین یہاں تقلیل کی لیں تو مراد یہ ہے کہ نفل کا درجہ فرض سے کم ہے اور اگر تعظیم کی لیں تو مراد یہ ہے کہ کثرت سے گھروں میں نفل پڑھا کرو۔ فان اللّٰه جاعل! یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ ماضی میں لاکر دوام کی طرف اشارہ کردیا۔ من صلاته خیراً! من سببیہ اور خیراً کی تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی اس سے بڑی عظیم الشان برکت حاصل ہوگی۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١١٥٦٧) ومسلم (٧٧٨) وابن ماجه (١٣٧٦) وابن حبان (٢٤٩٠) وابن خزيمة (١٢٠٦) والبيهقي (١٨٩/٢)

الفرائد : اس میں اُس آدمی کے لئے بڑی بشارت ہے جو گھر میں نوافل کا اہتمام کرتا ہے کہ اس سے اللہ ضرور گھر والوں کو نفع پہنچائے گا۔

❁ ❁ ❁

۱۱۳۲ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَآءٍ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهُ اِلَى السَّآئِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ :نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ ' فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ :لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ :اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ ' فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۳۲: حضرت عمر بن عطاء کہتے ہیں کہ نافع ابن جبیر نے مجھے سائب بن اخت نمر کے پاس کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنے کے لئے بھیجا جوان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں دیکھی تھی تو انہوں نے فرمایا: ''ہاں۔ میں نے ان کے ساتھ مقصورہ (حجرہ) میں جمعہ کی نماز ادا کی' جب امام نے سلام پھیرا' میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے نماز پڑھی۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو میری طرف پیغام بھیج کر فرمایا' جو تم نے کیا دوبارہ نہ کرنا۔ جب تم جمعہ پڑھ لو' اس کے ساتھ اور کوئی نماز مت ملاؤ یہاں تک کہ تم کلام کرو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کا حکم دیا کہ ہم کسی نماز کو نہ ملائیں۔ جب تک کہ ہم کلام نہ کرلیں یا وہاں سے نکل نہ جائیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ عمرو بن عطاء! ان سے مسلم' ابوداؤد نے روایت لی ہے۔ نافع بن جبیر! یہ ابن مطعم ہیں۔ یہ شریف سردار ہیں صاحب الفقہاء تھے۔ ان کی وفات ۹۹ ھ میں ہوئی۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے (الکاشف) سائب

بن یزید! یہ غر رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۸۷ھ لکھا ہے۔ تمام نے ان سے روایت لی ہے (تہذیب نووی) ان کو اسدی اور لیثی کہا جاتا ہے۔ بعض نے ہذلی بھی کہا ہے۔ سائب کے والد صحابی تھے۔ یہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے سائب کی پیدائش ۳ھ میں ہوئی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ احادیث روایت کی ہیں۔ ایک پر بخاری و مسلم متفق ہیں چار میں بخاری منفرد ہیں۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہیں اور خود ان سے عبداللہ بن عمر زہری' یحییٰ بن سعید نے روایت لی ہے۔ یسأله! (۱) ضمیر مستتر عمرو کی طرف اور بارز سائب کی طرف لوٹتی ہے اور اگر مستتر (۲) نافع کی طرف لوٹائیں اور مراد یہ لیں کہ وہ عمرو کے واسطہ سے پوچھنے والے ہیں تو درست ہوسکتا ہے۔ عن شیء راہ منه معاویه! سے ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ فی الصلاة! نماز کے سلسلہ میں جو چیز دیکھی اس کی وضاحت چاہتے تھے۔ المقصورة! مقصورۃ الدار گھر کا حجرہ اور مقصورۃ المسجد مسجد کا کمرہ (المصباح) یہ کمرہ سب سے پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنوایا جب کہ خارج نے ان پر حملہ کیا۔ اس کو ابن عمر' شعبی' احمد' اسحاق نے مکروہ قرار دیا اور حسن بصری' قاسم' سالم وغیرہ نے جائز قرار دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز سے پہلے مقصورہ میں ہوتے تو نماز کے وقت مسجد کی طرف نکل جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے۔ قمت فی مقامی! میں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر سنن راتبہ ادا کیں جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو میری طرف پیغام بھیجا۔ اس سے اہل علم و فضل کا ادب ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں جس نے اپنے ساتھی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کی اس نے اس کو مزین کر دیا اور جس نے سر عام نصیحت کی اس نے اس کو عیب دار کر دیا۔ لا تعد لما فعلت! یہ نہی استحباب کے لئے ہے کہ تم نے نوافل کو فرائض سے متصل پڑھا ایسا نہ کرو جو ہوا سو ہوا کیونکہ اذا اصلیت! جب جمعہ ادا کر لو تو یا تو اس جگہ سے ہٹ جاؤ یا کوئی ضروری بات کر لو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم فرمایا کہ ہم ایک نماز کو دوسری سے نہ ملائیں یہاں تک کہ وہاں سے نکل جائیں یا کلام کر لیں تاکہ تمام مقامات شاہد بن جائیں۔

تخریج : أخرجه مسلم (۸۸۳) وأبو داود (۱۱۲۹)

الفرائد : ظاہر صورت میں فرض و نفل کے درمیان فاصلہ کے لئے' فرائض ادا کرنے والے کو اپنی جگہ بدل لینی مناسب ہے تاکہ ہر دو جگہ کل قیامت کو گواہ بن جائیں۔

۲۰۵: بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلَاةِ الْوِتْرِ وَبَيَانِ اَنَّهٗ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِهٖ!

بَابٌ: نماز وتر کی ترغیب اور اس بات کا بیان کہ وہ سنت مؤکدہ ہے اور وقت کا بیان

تشریح ۞ الوتر! مجازی و تمیمی واؤ کے کسرہ اور باقی فتحہ سے پڑھتے ہیں۔ اس کا وقت فرض عشاء اور طلوع صبح صادق کے درمیان ہے۔ کم تعداد ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت ہے یہ شوافع کے ہاں ہے۔ احناف کے ہاں وتر کی تعداد تین ہے جیسا کہ کثیر روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بعض ائمہ اس کی سنیت اور بعض اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

۱۱۳۳ :عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ ' وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ ' فَاَوْتِرُوْا يَآ اَهْلَ الْقُرْآنِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۳۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وتر قطعی نہیں' جس طرح کہ فرض نماز' لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکرر فرمایا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے' پس اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔" (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ الوتر! نماز وتر مراد ہے۔ لیس بحتم! یعنی فرض نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سنت ہیں یعنی سنت سے ثابت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نمازوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بتلائیں۔ اس نے سوال کیا کیا میرے ذمہ ان کے علاوہ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل نماز ادا کرے۔ ولکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سن ماضی ہے۔ پس ضمیر عائد محذوف ہے۔ اس کو مصدر محذوف قرار دیا گیا اور یہ مفعول ہے مضاف الی مرفوعہ ہے۔ اللہ وتر! اللہ تعالیٰ ذات وصفات میں یکتا ہے۔ یحب الوتر! اسی وجہ سے طواف' سعی' رمی' تسبیحات نماز' نماز وتر وغیرہ طاق ہیں۔ فاوتروا یا اھل القرآن! خطابی کہتے ہیں اہل قرآن یعنی قراء کو حکم فرمایا گیا یہ وجوب نہ ہونے کی علامت ہے تو سب کو حکم ہوتا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۸۷۷) وأبو داود (۱۴۱۶) والترمذی (۴۵۳) والنسائی (۱۶۷۴) وابن ماجه (۱۱۶۹) والدارمی (۱۵۸۰)

الفرائد : ① وتر کا اہتمام کرنے والوں کو عظیم خطاب دیا گیا کہ وہ اہل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں سے ہیں ② وتروں پر مداومت اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۱۳۴ :وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ اَوْسَطِهٖ وَمِنْ اٰخِرِهٖ – وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۳۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر کی نماز پڑھی' شروع رات' درمیانی رات اور آخری رات (رات کا پچھلا حصہ) اور آپ کی وتر نماز سحر تک پہنچی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ من کل! یہ من تبعیض کے لئے ہے۔ اوتر! رات کے تمام حصوں اول' وسط' آخر میں سحر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز ادا فرمائی۔ (۲) من ابتدائیہ بیانیہ ہے۔ (۳) ظرفیہ بھی ہو سکتا ہے اور وتر عموماً سحر کے قریب ادا فرماتے ہیں جیسا روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور آخرہٗ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے ہم نے بات کہی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲۵۷۵۲) والبخاری (۹۹۶) ومسلم (۷۴۵) وأبو داود (۱۴۳۵) والترمذی

(٤٥٦) والنسائی (١٦٨٠) وابن ماجه (١١٨٥) وابن حبان (٢٤٤٣) وابن أبي شيبة (٢/٢٨٦) والحميدی (١٨٨) وعبدالرزاق (٤٦٢٤) والدارمی (١٥٨٧) والبيهقی (٣/٣٥)

الفرائد: ① وتروں کا وقت نمازِ عشاء کے بعد اور اذانِ فجر سے پہلے تک ہے ② عموماً آخرِ سحری کے وقت وتر ادا فرماتے تھے۔

١١٣٥ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۳۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کو تم اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ آخر صلاتکم! اس سے کم کرنا مسنون ہے۔ البتہ رات کی نماز کے بعد زیادہ کامل ہے۔ جس کو راتب کے طور پر ادا کر رہا ہے یا تراویح یا تہجد یا نفل مطلق ہوں اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وتر تمام نمازوں سے افضل ہے۔ مستحب یہ ہے کہ عمل کا اختتام افضل پر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو رات وارد ہے وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٧٥١) والنسائی (١٦٨١)

الفرائد: ① اِس روایت میں قیام اللیل کی طرف لطیف اشارہ فرمایا گیا ہے ② قیام اللیل کے آخر میں وتر مستحب ہے۔

١١٣٦ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۳۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبح سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔'' (مسلم)

تشریح ۞ واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صبح سے پہلے وتر پڑھو۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١١٠٩٧) ومسلم (٧٥٤) والترمذی (٤٦٨) والنسائی (١٦٨٢) وابن ماجه (١١٨٩) والحاكم (١١٢٢) وعبدالرزاق (٤٥٨٩) وابن خزيمة (١٠٨٩) والبيهقی (٢/٤٧٨) والطيالسی (٢١٦٣) ابن حبان (٢٤٠٨) وأخرجه الدارمی (١٥٨٨)

الفرائد : وتر اذانِ صبح سے پہلے پڑھ لینے چاہئیں تاکہ وہ اپنے وقت پر ادا ہو جائیں۔

١١٣٧ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهٗ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ : قُوْمِيْ فَاَوْتِرِيْ يَا عَآئِشَةُ۔

۱۱۳۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو نماز پڑھتے میں آپؐ کے سامنے لیٹی ہوتی ' جب وتر باقی رہ جاتے تو مجھے جگا دیتے 'پس میں وتر پڑھ لیتی ۔'' مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب وتر باقی رہ جاتے تو آپ ﷺ فرماتے: اے عائشہ! اُٹھ اور وتر پڑھ۔''

تشریح ۞ **کان یصلی صلاتہ باللیل!** اس سے تہجد کی نماز مراد ہے۔ تہجد اور وتر کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ وتر نیند کے بعد دو باتوں کو جامع ہے اور نیند سے پہلے وتر ہیں اور نہیں۔ سونے کے بعد نفل تہجد ہی ہیں۔ **وھی معترضہ بین یدیہ!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان۔ **فاذا بقی الوتر ایقظھا!** رات کی نماز میں سے صرف وتر رہ جاتے تو مجھے جگاتے۔ ایک روایت میں ہے: **قال قومی!** یہ **ایقظھا!** کی تفصیل ہے کیونکہ زبانی اٹھانے کا بھی احتمال ہے مثلاً ہلانا۔ **فاوتری یا عائشہ!** اس میں وتروں میں جلدی کرنے کی طرف اشارہ ہے تا کہ نیند کی وجہ سے سستی ہو کر فوت نہ ہو جائیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۵۲۳۹) ومسلم (۷٤٤) وعبدالرزاق (١٦١٤)

الفرائد : ① سونے والے کی طرح رخ کر کے نماز درست ہے ② آپ کے حجرات بہت کشادہ نہ تھے ③ گھر والوں کے مصالح کا لحاظ کرنا عظیم الشان اخلاق کا متقاضی ہے۔

۱۱۳۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :''بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ'' رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۱۳۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبح سے پہلے وتر میں جلدی کرنا۔'' (ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ پچھلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ نوافل سے وتروں کو مؤخر کرنا چاہئے۔ اس میں خبردار کیا کہ اس میں قدر تا تاخیر نہ کر دی جائے کہ فجر طلوع ہو جائے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/٤۹۵۲) ومسلم (۷۵۰) وأبو داود (١٤٣٦) والترمذی (٤٦٦) وابن حبان (٢٤٤٥) وابن خزیمة (١٠٨٨) والطبرانی (١٣٣٦٢) وأبو عوانة (٢/٣٣٢) والحاكم (١١٢٤) والبیهقی (٢/٤٧٨)

الفرائد : ① اذانِ فجر سے پہلے وتر ادا کر لینے چاہئیں ② اس میں پالتو جانوروں میں مرغ کی فضیلت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۱۱۳۹ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :''مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَہٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ اٰخِرَہٗ فَلْیُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلٰوۃَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ ' وَذٰلِکَ اَفْضَلُ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۳۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو خطرہ ہو کہ رات کے آخری حصے میں اٹھ نہ سکے گا' اسے رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لینا چاہئے اور جس کو طمع ہو کہ رات کے پچھلے حصے میں جاگے' پس اس کو رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنے چاہئے اس لئے کہ رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ زیادہ افضل ہے۔'' (مسلم)

تشریح ۞ من خاف! یعنی گمان کیا یا وہم وخیال کیا۔ لا یقوم! نیند سے بیدار نہ ہوگا۔ من آخر اللیل! رات کے دوران یا بیداری سے ابتداء کرتے۔ فلیوتر اوله! عبادت کی ادائیگی میں جلدی ہو جائے اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ومن طمع! یعنی عادت کے مطابق یا جو بیدار کرنے والا موجود تھا۔ ان یقوم آخرہ! رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا چاہا۔ مشھودۃ! باری پر مقرر فرشتے اس کی گواہی دیتے ہیں اور وہ فرشتے بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیوضات ربانیہ اور عنایت کے جھونکے لے کر اترتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ ارشاد ہے: ''اذا ابقی ثلث اللیل ینزل ربنا'' ! تو گویا یہ نزولِ رحمت کی گھڑیاں ہیں۔ ذلك افضل! یہ افضل وقت ہے۔ پس اس میں کیا جانے والا عمل باقی اوقات کے کئے جانے والے عمل سے بہتر ہے۔ شوافع کے نزدیک رمضان المبارک میں وتروں کو جماعت کی بجائے آخر رات میں پڑھنا افضل ہے (مگر احناف کے ہاں رمضان المبارک میں وتروں کو جماعت سے ادا کرنا افضل ہے)۔

تخریج : أخرجه مسلم (۷۵۵) والترمذی (٤٥٥) وابن ماجه (۱۱۸۷)

الفرائد : ① جو آدمی جاگنے کی پختہ عادت رکھتا ہو اسے وتر رات کے آخری حصہ میں ادا کرنے چاہئیں جس کو اپنے اوپر وثوق نہ ہو اسے رات کے اوّل حصہ میں پڑھنا افضل ہے۔

۲۰۶: بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الضُّحٰی وَبَیَانِ اَقَلِّهَا وَاَکْثَرِهَا وَاَوْسَطِهَا وَالْحَثِّ عَلَی الْمُحَافَظَةِ عَلَیْهَا!

بَابٌ: نماز چاشت کی فضیلت اور اس میں قلیل و کثیر اور اوسط کی وضاحت اور اس کی محافظت پر ترغیب

الضحی! (۱) عراقی کہتے ہیں یہ اسم مقصود سے ضاد پر ضمہ ہے۔ (۲) الضحا۔ طلوع شمس کے بعد دن کی روشنی کا پھیلنا۔ جنہوں نے اسے مؤنث مانا انہوں نے ضحوۃ کی جمع قرار دیا اور جنہوں نے مذکر کہا انہوں نے فعل صرد و نفر غیر متمکن قرار دیا جیسے سحر' تم کہو گے لقیتہ ضحًا! اور جب آج کے دن کی چاشت مراد ہوگی تو تنوین نہ پڑھیں گے پھر الضحاء ممدودہ مذکر ہے جبکہ دن خوب بلند ہو جائے (الصحاح) (۳) الضحو' الضحوۃ! یہ عشیہ کی طرح ہے ''دن کے بلند ہونے کو کہتے ہیں اور الضحاء اس سے تھوڑا سا اوپر ہونا اور اس کی تصغیر بغیر ہا کے آتی ہے تا کہ یہ ضحوۃ اور الضحاء کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔ وہ دن کے دراز ہونے اور

نصف سے قریب پہنچنے کو کہتے ہیں (المحکم) (۴) الضحوۃ دن کا کچھ بلند ہونا اور الضحاء اور الضحٰی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور اسی سے صلاۃ الضحا والضحاء نام رکھتے ہیں جب کہ سورج آسمان کے ربع اور اس سے کچھ بلند ہو (النہایہ) (۵) الضحاء ممدود د مقصور آتے ہیں۔ (۶) بعض نے تو کہا یہ دونوں اضحیٰ النہار اس وقت بولتے ہیں جب اس کی روشنی چمکنے لگے۔ (۷) بعض نے کہا ضاد کے ضمہ کے ساتھ اور مقصور سورج کا شروع دن میں بلند ہونا اور ممدود گرمی سے لے کر نصف النہار کے قریب تک۔ (۸) بعض نے کہا مقصور اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج طلوع ہو اور ممدود اس وقت کو کہا جاتا ہے جب سورج بلند ہو جائے۔ (۹) ابن عربی کا قول الضحا ضمہ اور قصر کے ساتھ ہو تو طلوع آفتاب اور فتح کے ساتھ اور ممدود ہو سورج کا چمکنا اور روشنی خوب کرنا اور سفید ہونا ہے۔ اقلھا! سے دو رکعت اور اکثرھا! سے آٹھ رکعتیں مراد ہیں یہ اکثر کی تحقیق ہے اور اسی کی طرف میلان ہے۔ بعض نے ۱۲ رکعات کہی ہیں مگر اس کا مدار ایک ضعیف روایت پر ہے۔ اس پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اوسطھا: وہ چار رکعت ہیں۔ المحافظة علیھا! کیونکہ اس کا خود بہت ثواب ہے اور مزید بھی ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ چاشت کی نماز پڑھنے والا نابینا ہو جاتا ہے دراصل یہ ثواب سے محروم کرنے کے لئے شیطانی چال ہے (کذا قال العراقی)

۱۱۴۰: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَیِ الضُّحٰى، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَالْاِیْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ اِنَّمَا یُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَّا یَثِقُ بِالْاِسْتِیْقَاظِ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنْ وَّثِقَ فَاٰخِرُ اللَّیْلِ اَفْضَلُ۔

۱۱۴۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔'' (بخاری و مسلم)

اور سونے سے پہلے اس کے لئے مستحب ہے جس کو رات کے پچھلے حصے میں جاگنے کے بارے میں اعتماد نہ ہو اگر اعتماد ہو تو رات کے پچھلے حصے میں زیادہ افضل ہے۔

تشریح ۞ اوصانی خلیلی! خلیلی کی تعبیر اس نماز کی شان کو بیان کرنے کے لئے ہے کیونکہ گہرا دوست ایسی چیز بتلاتا ہے جو دوست کو نفع دیتی ہے۔ اس تعبیر کے خلاف وہ روایت ہرگز نہیں جس میں وارد ہے کہ لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لا تخذت ابا بکر خلیلا! کیونکہ روایت میں تو اس بات کی ممانعت بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سواء اور کسی کو خلیل بنانے والے نہیں۔ یہ روایت اس بات کو ظاہر رہی ہے کہ کسی صحابی نے آپ کو خلیل بنایا یہ دوسری بات ہے۔ من کل شھر! تا کہ یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائے۔ جیسا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں وارد ہے کہ ایام بیض یا وہ ایام ہوں جن کے روزے مستحب ہیں۔ ور کعتي الضحا! یہ کم سے کم تعداد ہے جس سے چاشت کی نماز ادا ہو جائے گی۔ وان اوتر! میں وتر ادا کروں۔ تفنن تعبیر کے لئے وتر کی تعداد مذکور نہیں۔ قبل ان ارقد! یہ احتیاط کی بات ہے کیونکہ بعض اوقات وہ اٹھ نہیں سکتا اور نماز قنوت فوت ہو جاتی ہے یہ روایت اس کے منافی نہیں "اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترًا" کیونکہ جس کی عادت بیداری کی ہو وہ اس پر عمل کرے یا کوئی جگانے والا ہو تب بھی مؤخر کرنے میں حرج نہیں ورنہ

افضل آخر اللیل میں پڑھنا ہے۔ وہ افضل وقت ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٩٩٢٤) والبخاري (١١٧٨) ومسلم (٧١٢) والنسائي (١٦٧٧) والترمذي (٧٦٠) والدارمي (١٧٤٥) وابن حبان (٢٥٣٦) وابن خزيمة (١٢٢٢) والطيالسي (٢٣٩٢) والبيهقي (٣/٣٦) وأخرجه أبو دواد (١٤٣٢)

الفوائد: ① اہل خیر وفضل کو اپنے ماتحتوں کو نصیحت کرتے رہنا چاہئے ② آپ ﷺ کی امت کے کمزوروں پر شفقت و رحمت واضح ہوتی ہے۔

۱۱۴۱: وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ: "يُصْبِحُ عَلٰی كُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَتُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۴۱: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں ہر آدمی اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ہر ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے ہر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ صدقہ ہے ہر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صدقہ ہے ہر بھلی بات کا حکم دینا صدقہ ہے ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب کی طرف سے کافی ہیں جس کو آدمی ادا کرے۔" (مسلم)

تشریح ❁ **يصبح!** یہ صبح کے معنی میں لیا جائے تب بھی درست ہے اور اگر صار کے معنی میں ہو تو وہ بھی صحیح ہے۔ **سلامی!** یہ الف مقصورہ سے ہے۔ اس کا معنی "جوڑ" ہے۔ **من احدکم!** وہ اکیلا جو آفات سے محفوظ ہو۔ **صدقة!** بڑا صدقہ اس کے اس احسان پر لازم ہے کہ تمام اعضاء کو سلامت رکھا۔ **کل تسبیحه!** ایک مرتبہ تسبیح خواہ وہ تسبیح کے کسی بھی صیغہ سے ہو۔ **کل تحمیدة!** حمد کے جن کلمات سے ہو۔

کل تهلیلة صدقة! ہر لا الہ الا اللہ کا قول صدقہ ہے۔ **کل تکبیرة صدقه!** اس سے اشارہ مقصود ہے کہ صدقہ کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ادائیگی مال سے ہو بلکہ مال اقوال اعمال سب سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور اس امت کے لئے تخفیف ہے۔ **وامر بالمعروف صدقة!** واؤ عطف کے ساتھ لائے (تاکہ تغایر اور نوع آخر ہونا ظاہر کر دیئے جائے اور اس کے بعد ماقبل کے درمیان نوع کے مختلف ہونے کی وجہ سے مغایرت کی کیونکہ پہلے کا ثواب ثناء اور تقدیس کی وجہ سے ہے اور اس کا ثمرہ کی وجہ سے ہے۔ معروف وہ کام جو شرعاً واجب یا مستحب ہو۔ **نهی عن المنکر صدقة!** منکر وہ جانا پہچانا نہ ہو حرام و مکروہ بھی اسی طرح ہیں۔ ان مذکورہ چیزوں کا رتبہ میں برابر ہونا ضروری نہیں بلکہ ثمرات کے لحاظ سے تفاوت ہوگا یا مدلول کے لحاظ سے فرق ہوگا۔ پس لا الہ الا اللہ کا مدلول سبحان اللہ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے وہ مدلول کے لحاظ سے بڑھ جائے گا۔ **یجزی من ذلك!** الجزاء یہ کفایت کے معنی میں ہے۔ متعدد جوڑوں کے متعدد صدقات کی طرف سے دو

رکعتیں کفایت کر جائیں گی۔ رکعتان یر کعها من الضحی! جو چاشت کے وقت یا سبب سے ادا کرے۔

تخریج : باب (۱۔۱۳)

الفوائد : ایضاً۔

۱۱۴۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا وَيَزِيْدُ مَا شَآءَ اللّٰهُ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۴۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعتیں ادا فرماتے اور جتنا چاہتے اضافہ فرماتے۔'' (مسلم)

تشریح ۞ **یصلی الضحی اربعًا!** چاشت کے وقت چار ادا فرماتے۔ ترمذی کی روایت میں بھی چار ہیں۔ **یزید ما شاء اللّٰہ!** اس سے معلوم ہوتا ہے زیادہ میں حصر نہیں لیکن احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کو سامنے رکھ کر آٹھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا ثابت دوسری روایت میں نفی ہے تو تطبیق یہ ہے کہ بعض اوقات پڑھتے اور دوسرے موقعہ پر ترک فرماتے تاکہ فرض نہ ہو۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦/٢٥٢٩) ومسلم (٧١٩) والترمذی (٢٨٢) والنسائی (١/٤٧٩) وابن ماجه (١٣٨١) وابن حبان (٢٥٢٩) وعبدالرزاق (٤٨٥٣) والطیالسی (١٥٧١) وأبو عوانة (٢/٢٦٧) والبيهقی (٣/٤٧)

۱۱۴۳ : وَعَنْ اُمِّ هَانِیءٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ يَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ صَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ وَذٰلِكَ ضُحًی" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ — وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدٰی رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ۔

۱۱۴۳: حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح والے سال حاضر ہوئی۔ اس وقت آپؐ غسل فرما رہے تھے' جب آپؐ اپنے غسل سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی اور یہی چاشت کی نماز ہے۔'' (بخاری و مسلم) مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کے مختصر لفظ یہ ہیں۔

تشریح ۞ ام امانی فاخته بنت ابی طالب! ام ہانی کنیت فاختہ نام ہے۔ خا مکسور ہے۔ **عام الفتح!** یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ یہ بیس رمضان ۸ھ کی بات ہے۔ ان کے جانے کا مقصد اپنی پناہ کو نافذ و پختہ کروانا تھا۔ **فو جدته یغتسل!** میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرتے پایا اور فاطمہ کپڑے سے پردہ کرنے والی تھیں۔ **من غسله!** جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل مبارک سے فارغ ہوئے۔ غسل اسم مصدر ہے۔ **صلی ثمانی رکعات!** ابن خزیمہ نے یہ لفظ زائد کئے ہیں: "یسلم من کل رکعتین"۔ **ذلك ضحًا!** یہ غسل اور نماز کا فعل چاشت کے وقت میں تھا۔ ضحاً یہ ظرف ہے خبر محذوف کا ظرف ہے۔ صلاۃ ضحیٰ پر استدلال میں قباحت نہیں کیونکہ ابو داؤد میں تصریح موجود ہے کہ یہ چاشت کی نماز تھی: "صلی سبحة الضحی ثمانی

رکعات یسلم من کل رکعتین"! مسلم کی روایت میں زائد لفظ یہ ہیں: ذهبت فسلمت فقال من هذه فقلت ام هانی بنت ابی طالب فقال مرحبا یا ام هانی فلما فرغ من غسله قام فصلی ثمانی رکعات ملتحفا فی ثوب واحد فلما انصرف قلت یا رسول اللّٰه زعم ابن امی علی بن ابی طالب انه قاتل رجلاً اجرته فلان ابن هبیرة فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قد اجرنا من اجرت یا ام هانی قالت ام هانی وذلك ضحا"۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۸۰) ومسلم (۳۳٦)

الفرائد : ① اس روایت میں چاشت کی آٹھ رکعات ثابت ہو رہی ہیں ممکن ہے کہ یہ صلوٰۃ فتح ہو۔

۲۰۷ :بَابُ تَجُوْزُ صَلٰوةُ الضُّحٰی مِنَ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلٰی زَوَالِهَا وَالْاَفْضَلُ اَنْ تُصَلّٰی عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحٰی

بَابٌ: چاشت کی نماز سورج کے بلند ہونے سے زوال تک جائز ہے مگر افضل دھوپ کے تیز ہونے اور خوب دو پہر ہونے کے وقت ہے

ارتفاع الشمس! دیکھنے میں نیزے کے برابر نظر آئے۔ زوالھا! درمیان آسمان سے مغرب کی جانب میلان کو زوال کہا جاتا ہے۔ اس کے عموم میں استواء کا وقت بھی شامل ہے اس میں بھی پڑھنا جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس وقت اس کا قصد کرے جبکہ تاخیر کا قصد نہ ہوگا کیونکہ یہ شارع کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ قضاء نماز اس میں جائز نہیں لیکن ان کا کلام نماز کے درست ہونے میں صریح ہے خواہ تاخیر کے قصد سے ہو۔ خواہ اس بناء پر کہ یہ اس کا وقت ہے اور قضاء شدہ نمازیں اس طرح نہیں ان کا مقصد مکروہ اوقات سے موخر کرنا ہے۔ والافضل! زیادہ ثواب اس میں ہے کہ سورج کے اونچا ہونے پر اور دھوپ کے بلند ہونے پر ادا کرے۔

۱۱٤٤ :عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ :اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ!اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"تَرْمَضُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَالْمِيْمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ يَعْنِيْ شِدَّةَ الْحَرِّ۔ "وَالْفِصَالُ" جَمْعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ :الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ۔

۱۱۴۴: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ''ان لوگوں کو معلوم ہے کہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں افضل ہے۔'' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔'' (مسلم)

تَرْمَضُ: میم پر زبر ہے سخت گرمی کو کہتے ہیں۔ الْفِصَالُ: فصیل کی جمع ہے اونٹ کا بچہ

تشریح ۞ یصلون من الضحا! کسی وقت میں (۲) چاشت کے وقت میں (۳) چاشت کی خاطر مطلب یہ ہے اول وقت میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اما لقد علموا ان الصلاة! اما خوف استفتاح تنبیہ کے لئے لائے جیسا کہ لام قسم اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم! یہ جملہ متانفہ بیانیہ ہے۔ اوابین غفلت سے بیداری اور گناہ سے توبہ کی طرف رجوع کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی تعریف کرنا اس کی فضیلت کا شاہد ہے۔ ترمض الفصال: جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں حرارت آفتاب سے جلنے لگیں۔ دھوپ کی گرمی سے اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنا مشاہدہ کی بات ہے اور یہی نماز چاشت کا وقت ہے۔ فصال، جمع فصیل اونٹ کا بچہ اس کی جمع فصلان آتی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱۹۲۸٤) ومسلم (۷٤۸) وابن حبان (۲۵۳۹) وابن خزيمة (۱۲۲۷) والطيالسي (٦۸۷) والطبراني (۱۵۵) الكبير (۵۱۰۸/۵۱۱۳) وأبو عوانة (۲/۲۷۱) والبيهقي (۳/٤۹)

الفرائد: ① چاشت کی نماز گرمی کے تیز ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے ② اس نماز کا ہمیشہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے اوّابین میں لکھا جاتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی صفات سے ہے۔

۲۰۸: بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلَاةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوْسِ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَآءٌ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ اَوْ صَلٰوةِ فَرِيْضَةٍ اَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ اَوْ غَيْرِهَا!

بَابٌ: تحیۃ المسجد، دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کے بغیر بیٹھنا مکروہ قرار دیا گیا خواہ اس نے تحیۃ کی نیت سے پڑھی ہوں یا فرائض و سنن ادا کئے ہوں

رکعتین! یہ کم سے کم مقدار ہے۔ جو بیٹھنے سے پہلے ادا کرلے۔ ای وقت دخل! بیٹھنا ایک عام معمول کی بات ہے اس کو ذکر کیا ورنہ لیٹنا اور بیٹھنا برابر ہیں۔ اسی طرح کافی دیر کھڑے رہنے کی ہمت ہو تو وہ کھڑا ہو جائے۔ سواء صلی! دو رکعتیں پڑھنا بھی کراہیت کے ازالہ کے لئے کافی ہے۔ صلاۃ فریضہ! کیونکہ ان کے اختیار کرنے میں منہی عنہ سے التباس نہ ہوگا۔ البتہ اس پر ثواب اور تحیۃ المسجد کا ثواب مل جانے میں اختلاف علماء ہے۔ کیا اس کی نیت پر دارومدار ہوگا یا نہیں۔ پہلا قول ابن حجر ہیثمی کا ہے اور دوسرا رملی اور شربینی کا ہے۔

۱۱٤۵: عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱٤۵: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے

کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: فلا یجلس! غالب عادت لوگوں کی بیٹھنے کی ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کا ذکر کیا ورنہ تو مسجد میں داخل ہونے والے کو ترک تحیہ مکروہ ہے اگرچہ وہ اس میں سے گزر رہا ہو۔ اسی طرح جو اس میں سو جائے اس کو بھی ترک تحیہ مکروہ ہے۔ حتی یصلی رکعتین! یہ وہ قلیل مقدار ہے جس کی وجہ سے کراہیت سے نکل جائے گا اکثر کی حد نہیں اگر سو رکعت بھی پڑھ لی اور ایک سلام سے پڑھی تو درست ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے کوئی بکری کی قربانی کی جگہ اونٹ ذبح کر دے۔ بیہقی کی روایت میں اضافہ ہے: "اذا دخل احدکم بیته فلا یجلس حتی یرکع رکعتین فان الله جاعل له من رکعتیه فی بیته خیراً۔ جامع صغیر عن بیہقی۔

تخریج: أخرجه مالك (٣٨٨) وأحمد (٨/٢٢٥٨٦) والبخاری (٤٤٤) ومسلم (٧١٤) وأبو داود (٤٦٧) والترمذی (٣١٦) والنسائی (٧٢٩) وابن ماجه (١٠١٣) وعبد الرزاق (١٦٧٣) وابن حبان (٢٤٩٥) وابن خزیمة (١٨٢٧)

الفرائد: ① دو رکعت تحیۃ المسجد مستحب ہیں ② یہ فرض نہیں کیونکہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق طلحہ بن عبید اللہ کی روایت واضح ہے کہ پانچوں نماز کے علاوہ کوئی فرض نماز نہیں ③ امام مالک فرماتے ہیں مکہ مکرمہ میں طواف' تحیۃ المسجد سے افضل ہے اور مسجد مدینہ میں حاضری سے قبل تحیۃ المسجد پڑھے ④ جو کام کاج کے لئے مسجد میں داخل ہوتے ہیں ان کے لئے پہلی مرتبہ ہے' پھر ساقط ہے۔

۱۱۴۶ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ :"صَلِّ رَكْعَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۴۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دو رکعتیں پڑھ لو۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: واو لا کر اشارہ کیا کہ یہ حدیث بیع الجمل کا ٹکڑا ہے۔ اتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کی قیمت حاصل کروں۔ وھو فی المسجد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مصالح امت کے لئے تشریف فرما تھے۔ صلی رکعتین! یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ مامور کے حاصل ہونے اور انکار کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے دو رکعت کافی ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (٥/١٤١٩٩) والبخاری (٤٤٣) ومسلم (٧١٥) وابن ابی شیبة (١/٣٧٥) وأبو داود (٣٣٤٧) والنسائی (٤٦٠٤)

الفرائد: تحیۃ المسجد کا استحباب اور بھولنے والے کو یاد دلانے کا استحباب ثابت ہو رہا ہے۔

۲۰۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

باب : وضو کے بعد دو رکعتوں کا استحباب

وضو کے فوراً بعد پڑھنے سے ادائیگی ہوگی۔ متاخرین میں اختلاف ہے کہ زیادہ دیر گزرنے سے فوت ہو جائیں گی یا نہیں۔ بعض نے فوت ہونے کا فتویٰ دیا جبکہ دوسروں نے حدث کی قید سے فوت ہونے کا کہا۔ بعض نے کہا فوت نہیں ہوتیں۔ البتہ جلدی کرنا بہتر ہے بعض شیوخ نے تو مکروہ اوقات میں وضو کرنے والے کے متعلق بھی لکھ دیا ہے کہ وہ ادا کرے اور حدیث بلال رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا (مگر اوقات مکروہ میں ممانعت کی روایات نہ پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں۔ واللہ اعلم)

۱۱۴۷ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِبِلَالٍ : "يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بَاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ : مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ اَنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

"اَلدَّفُّ" بِالْفَاءِ : صَوْتُ نَعْلٍ وَحَرَكَتُهٗ عَلَى الْاَرْضِ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۱۱۴۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: "اے بلال! تم مجھے اپنا سب سے زیادہ اُمید والا عمل بتاؤ جو تم نے اسلام میں کیا؟ اس لئے کہ میں نے تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں نے کوئی ایسا عمل' جو میرے ہاں زیادہ امید والا ہو نہیں کیا کہ میں نے دن یا رات کسی گھڑی میں جب بھی وضو کیا تو میں نے اس وضو کی نماز ادا کی' جتنی نماز میرے مقدر میں تھی۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

الدَّف : جوتے کی آواز اور زمین پر اس کی حرکت اور اللہ خوب جانتا ہے۔

تشریح ۞ قال! بلال رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے وقت فرمایا جیسا دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ **ارجی عمل!** وہ عمل جس پر ثواب ملنے کی زیادہ امید ہو اور سوال کی حکمت اس طرح ذکر فرمائی۔ **سمعت دف!** دوسری روایت میں **ما دخلت الجنة قط الاسمعت خشخشتك امامي**" ! میں نے جوتوں کی کھٹ کھٹ سنی۔ بعض نے اس کا معنی جوتوں کی حرکت کیا اور دوسروں نے جوتوں کی آواز کہا۔ پھر **خشفة!** اسی کا ہم معنی ہے۔ وہ شین کے سکون و حرکت سے آتا ہے بعض نے دونوں صورتوں میں ایک معنی کیا جبکہ دوسروں نے حرکت کے ساتھ "حرکت" اور سکون کے ساتھ "آواز" معنی کیا ہے۔ **بین یدی فی الجنة!** یہ اس حدیث کے منافی نہیں: "**آتي باب الجنة فاستفتح فيقول الخازن من انت؟ فاقول محمد فيقول: بك امرت ان لا افتح لاحد قبلك**"! کیونکہ خدام کا آگے بڑھنا مخدوم کا آگے بڑھنا ہے جیسا شاعر نے کہا

ان سار عبدك اولاً او اخرا ☆ من ظل مجدك ما تعدى الواجبا

فاذا تاخر كان خلفك خادما ☆ واذا تقدم كان دونك حاجبا

خلاصہ: پیچھے چلے تو تب بھی خادم اور آگے چلے تو مضر اشیاء سے حاجب بنے گا۔ جنت کو کھولا تو مخدوم کے لئے گیا اگر خادم اس سے آگے رامت مخدوم میں چلے تو کوئی قباحت نہیں۔

ابن عربی کا قول: **خشخشتك** یعنی میں نے تمہیں اپنے سامنے ڈنڈا بردار پہرے والا پایا جیسا بادشاہوں کے سامنے ہوتے ہیں (فتوحات مکیہ) شعراوی نے بھی یہ کہا۔ **لم اتطهر طهوراً**! دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر طہارت مراد ہے: "**ما احدثت الا توضات وصليت ركعتين**"! اس سے معلوم ہوتا ہے وہ جب بھی طہارت میں تجدید کرتے تو اگر وقت مکروہ نہ ہوتا تو نوافل ادا فرماتے اور میں اس طہارت کے ساتھ فرضی نماز ادا کرتا ہوں۔

روایت کا فرق: مسلم کی روایت "**فاني سمعت الليلة خشف نعليك**"! اور "**اني لا اتطهر طهوراً تاماً**"۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸٤۱۱) والبخاری (۱۱٤۹) ومسلم (۲٤۵۸) والنسائی (۱۳۲) وابن حبان (۷۰۸۵)

الفرائد : ① ابن جوزی کہتے ہیں کہ وضو کے بعد نوافل پڑھ لینے اس لئے مناسب ہیں تاکہ مقصود سے خالی نہ رہے ② طالب علم کو اپنے شیخ سے عمل صالح کا سوال کرنا چاہئے تاکہ نیکی کی رغبت ہو ③ جو نیک عمل بندہ خوش دلی سے کرے اللہ تعالیٰ اس پر خوب بدلہ دیتا ہے

۲۱۰ : بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَ وُجُوْبِهَا وَالْاِغْتِسَالِ لَهَا وَالتَّطَيُّبِ وَالتَّبْكِيْرِ اِلَيْهَا وَالدُّعَآءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْهِ وَبَيَانِ سَاعَةِ الْاِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ اِكْثَارِ ذِكْرِ اللّٰهِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

بَابٌ: جمعہ کی فضیلت اور اس کا وجوب اور اس کے لئے غسل کرنا اور خوشبو لگانا اور جلد ہی جمعہ کے لئے جانا اور جمعہ کے دن دُعا اور پیغمبر ﷺ پر درود اور قبولیتِ دُعا کی گھڑی اور نماز جمعہ کے بعد کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا

الجمعة! جیم کا ضمہ جیم کو ساکن و مفتوح، ہمزۃ المزہ کی طرح کثرت استعمال کی وجہ سے درست ہے (الفراء والواحدی) جمعہ کا نام اس لئے جمعہ ہے کیونکہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں جاہلیت میں اس کا نام "عروبہ" تھا۔ ایام کے نام یہ تھے: "الاحد الاول، الاثنین اہون، الثلاثا جبارا، الاربعاء دبارا، الخمیس مونسا، والسبت شبارا، شاعر نے کہا ہے:

اومل ان اعيش وان يومي ☆ باول او باهون او جباراً
او التاني دبار فان افته ☆ فمونس او عروبة او شبار

جمعہ کے فضائل پر علامہ سیوطیؒ، ابن ابی الصیف، حافظ نسائی نے کتابیں لکھی ہیں۔

ووجوبها والاغتسال لها! نووی نیو اجب قرار دیا مگر شارح اس کو ندب ثابت کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں (امام شافعیؒ کا صحیح مذہب استحباب کا ہی ہے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں) والتطیب! خوشبو لگانا اور مسجد میں جلد پہنچنا۔ والصلاۃ! اگر صرف درود و سلام کے بغیر ہو تب بھی درست ہے اس میں کراہیت نہیں عبدالرزاق مکی واعظ نے اسی طرح ذکر کیا۔ ساعة الاجابه! قبولیت والی گھڑی کا وقت اس میں متعین ہے۔ بعد الجمعه! نماز جمعہ کے بعد ذکر میں کثرت مستحب ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [الجمعة : ١٠]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز (جمعہ) پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (الجمعہ)

قضيت الصلاة! نماز جمعہ سے جب تم فارغ ہو چکو۔ فانتشروا! ضروریات کے لئے تم زمین میں پھیل جاؤ۔ فضل الله! اس سے رزق مراد ہے اور یہ امر اباحت کے لئے ہے۔ بعض سلف نے ذکر کیا کہ جس نے جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو ستر مرتبہ برکت عنایت فرماتے ہیں۔ واذکروا الله! صراحت کے ساتھ ذکر کو بیان کیا تاکہ دنیا کے کام میں مشغولیت سے ذکر کو نہ بھول جائے۔ لعلکم تفلحون! کامیابی کی امید میں یہ کام کرو۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایک حالت پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائے یا ایک جگہ پر اعتماد نہ کر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اور اس سے اچھی امید کرنی چاہئے۔

۱۱۴۸ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ: فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ، وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ وہ جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم (علیہ السلام) پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن اس میں سے نکالے گئے۔'' (مسلم)

تشریح ۞ طلعت عليه الشمس! یہ بیان واقع کے لئے ہے کہ سورج تو ہر دن طلوع ہوتا ہے۔ یوم الجمعه! یہ ہفتہ کے دنوں میں سید الایام ہے۔ سال کے دنوں میں سید الایام عرفہ کا دن ہے۔ مگر علقمہ نے جمعہ کو عرفہ سے افضل قرار دیا ہے۔ فيه خلق آدم! آدم علیہ السلام کی پیدائش اس دن ہوئی اس وجہ سے اس کو فضیلت ملی یا قاضی عیاض کہتے ہیں یہ ان چیزوں کا تذکرہ جمعہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے نہیں کیونکہ خروج جنت اور قیام ساعت یہ اس دن پیش آئیں گے تاکہ بندہ اعمال صالحہ سے اس دن تیاری کر لے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پالے اور ناراضگی کو دفع کرے (نقل علمی عن سیوطی) مگر ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں یہ تمام فضائل ہیں۔ آدم علیہ السلام یہ دنیا میں ذریت آدم کے آنے کا ذریعہ اور انبیاء و مرسلین اور اولیاء صالحین کا سبب ہے۔ وہاں سے دھتکار کر ان کو نکالا نہیں گیا بلکہ حاجات کو پورا کرنے اور پھر لوٹنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا اور قیامت کی آمد تو انبیاء و صالحین و صدیقین کو جلد جزاء دینے کیلئے ہے (اجوزی شرح ترمذی لابن عربی) ایک روایت میں اس سے اضافہ

ہے۔"وفیه اهبط وفیه تیب علیه وفیه قبض وفیه تقوم الساعة"!اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعه!(احمد ترمذی)

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۹۲۱۸) ومسلم (۸۵٤) والترمذی (٤۸۸) والنسائی (۱۲۷۱) وأخرجه مالك (۲٤۳) وأحمد (۱۰۳۷) وأبو داود (۱۰٤٦) والترمذی (٤۹۱) وابن حبان (۲۷۷۲)

الفرائد: ① جمعہ کے دن پیش آنے والے عظیم اعمال کا تذکرہ ہے تاکہ اس دن اعمالِ صالحہ کی خوب کوشش کی جائے اور اس سے فضیلت حاصل کی جائے۔

۱۱٤۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءِ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةِ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱٤۹: حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس نے عمدہ وضو کیا' پھر جمعہ کے لئے آیا' پس غور سے (خطبہ) سنا اور خاموش رہا تو اس کے جو گناہ پچھلے جمعہ اور اس جمعہ کے درمیان ہوئے' وہ بخش دیئے جاتے ہیں اور تین دن زائد کے بھی اور جس نے کنکریوں کو چھوا (خطبہ کے وقت) پس اس نے لغو کام کیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ فاحسن الوضو !وضو کو آداب و سنن کے ساتھ انجام دینا۔ثم اتی الجمعة!ثم لا کر اشارہ کیا وضو کے بعد وہ ذکر و صلاۃ تحیہ میں مصروف ہوگا پھر جمعہ کی طرف آئے گا۔فاستمع و انصت!مسجد میں پہنچ کر بات کو غور سے سنا اور خود زبان سے گفتگو نہ کی۔بین الجمعة!نماز جمعہ اور اس کے خطبہ سے لے کر اگلے جمعہ کے اسی وقت تک تاکہ سات دن بلا کم و کاست ہو جائیں۔بین! کو دوبارہ لائے حالانکہ یہ متعدد کی طرف مضاف ہوتا ہے مثلاً الودبین زید وعمرو یا تقدیراً! جیسے اس آیت میں ﴿لانفرق بین احد من رسله﴾!اعادہ جار کے بغیر اس کا عطف ضمیر مجرور پر ممنوع ہے۔زیادةُ !مرفوع پڑھیں تو اس کا عطف موصول مرفوع پر ہے۔نووی نے اس کو ظرفیت کی وجہ سے منصوب کہا ہے ای غفرله مدة مابین الجمعة وزیادة ثلاثه ایام!مضاف کو حذف کر کے ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہوا۔پہلا قول زیادہ بہتر ہے۔ثلاثه ایام!یعنی اس کے دس دنوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔صغائر مراد ہیں جن کا حقوق اللہ سے تعلق ہے۔کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔(۲) فضل باری تعالیٰ ہے۔حقوق العباد تو بندوں کے معاف کرنے سے مٹتے ہیں۔نووی کہتے ہیں علماء کا قول یہ ہے دس دن کے گناہ معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا صلہ دس گنا ملتا ہے تو جمعہ کے دن عمل کا بدلہ دس گنا ملا۔فقد لغا!اس میں خطبہ کے وقت کنکریوں سے کھیلنے کی ممانعت کی اور اس طرف اشارہ کیا کہ آدمی کو دل اور جوارح سے خطبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔لغو سے یہاں باطل مذموم مردود عمل مراد ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۹٤۸۹) ومسلم (۸۵۷) وأبو داود (۱۰۵۰) والترمذی (٤۹۸) وابن ماجه (۱۰۹۰) وابن حبان (۲۷۷۹)

الفرائد: ① گھر میں وضو کرنا افضل ہے ② خطبہ جمعہ کو خوب کان لگا کر سننا ضروری ہے ③ خطبہ کے وقت کنکریوں یا

کسی غفلت والے کام میں مشغول رہنے والے بے ادب شمار ہوگا۔

۱۱۵۰ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۵۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:'' پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک ان گناہوں کو جو ان کے درمیان پیش آتے ہیں۔ ان کو بخشنے والے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔''(مسلم)

تشریح ۞ والجمعة الى الجمعة ورمضان! کلام کو ظاہر پر رکھنے میں چنداں استبعاد نہیں کیونکہ جمعہ ہو یا رمضان یہ افعال حسنہ کے مقامات ہیں تو گویا یہ ایسی نیکی بن گئے جو گناہوں کو مٹانے والی ہے اور (۲) ممکن ہے کلام میں تقدیر عبارت ہو۔ ای صلاۃ الجمعه الی صلاتها وصوم رمضان الی صوم مثله۔ مکفرات! ان میں سے ہر ایک ان صغائر کا کفارہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر اس کے صغائر نہ ہوں تو اس کے درجات کو بلندی بخشنے والے ہیں۔ اگر چہ فقط کبائر پائے جائیں تو ہمیں امید ہے کہ صغائر کی مقدار ان سے مٹا دیا جائے گا۔ علقمی کہتے ہیں کہ شیخ زکریا نے فرمایا صغائر کو مکفرہ اجتناب کبائر کے ساتھ قرار دینا دو سببوں کو ایک مسبب پر جمع کرنا ہے اور یہ درست نہیں۔ الجواب: اسباب معروضہ میں اس سے کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ یہ علامات ہیں موثرات نہیں جیسا کہ حدث میں کئی اسباب جمع ہوں۔ یہاں اسی طرح ہے۔ وما بینهن! یہ ماقبل وصف کا مفعول ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں مکفرات لما بینهن! وارد ہے ورنہ پھر مضاف الیہ ہے۔ اذا اجتنبت الکبائر! نووی کہتے ہیں یہ مؤول ہے کہ عمل صالح کبائر کی تکفیر نہیں کرتے۔ اگر چہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ اجتناب کبائر۔ تکفیر سیئات کی شرط نہیں پس مراد بھی نہ ہوگا اگر چہ بعض کا قول ہے۔

تخریج : نیچے بیان کی گئی روایت میں ملاحظہ کیجئے۔

الفرائد : کثرت طرق خیر میں روایت گزری ہے اس کی طرف رجوع کریں۔

۱۱۵۱ : وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلٰى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ :"لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَلٰى وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۵۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا:'' کچھ لوگ جو جمعہ چھوڑتے ہیں' وہ اپنے جمعہ چھوڑنے میں باز آ جائیں' ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیں گے پھر وہ ضرور غافلوں میں شمار ہوں گے۔''(مسلم)

النحو : انهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم! یقول یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محل حال

میں ہے۔

علی اعواد منبرہ! یقول کی ضمیر سے محل حال میں ہے۔ لینتھین اقوام! یہاں اقوام کو جمع کی حاجت نہ تھی مگر چھوڑنے والے کے تنوع کی طرف اشارہ کے لئے جمع لائے منافقین اوران کے قبائل وغیرہ۔ ودعھم الجمعات! ودع' ترک کے معنی میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی (۱) وہ جمعہ ترک کرنا چھوڑ دیں۔ (۲) ورنہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ دلوں پر مہر یہ ہے کہ ان میں قبولیت ہدایت کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے اور انوار کا فیض حاصل کرنے سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ ثم لیکونن فی الغافلین! پھر وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ نووی کہتے ہیں طبع، ختم، تغطیہ کا ایک معنی ہے۔ بعض نے اول ذہن پھر طبع پھر اقفال قرار دیا اور یہ سب سے اوپر درجہ ہے۔ قاضی کہتے ہیں متکلمین کا اس میں بہت اختلاف ہے۔ (۱) بعض نے کہا مہربانی اور اسباب خیر کا ختم کر دیا جانا (۲) ان کے سینوں میں یہ کفر کا خلیفہ ہے۔ یہ اکثر متکلمین اہلسنت کا قول ہے دوسروں نے کہا یہ ان کے خلاف گواہی ہے۔ بعض نے کہا ان کے دلوں میں یہ علامت رکھی گئی تاکہ فرشتے ان کی پہچان کر سکیں کہ کون قابل تعریف اور کون قابل مذمت ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲۱۳۲) ومسلم (۸٦٥) والنسائی (۱۳٦۹) وابن ماجه (۷۹٤) وابن حبان (۲۷۸٥) وابن خزیمة (۱۸٥٥)

الفرائد : جمعہ فرض ہے جو بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کے برے انجام کا خطرہ ہے اگر توبہ نہ کرے۔

۱۱٥۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱٥۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو چاہئے کہ وہ غسل کرے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جاء احدکم الجمعة! جب تم میں کوئی جمعہ کے لئے جانے کا ارادہ کرے جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔ فلیغتسل! اہل ظاہر اور بعض دیگر ائمہ نے واجب قرار دیا۔ ابن منذر نے مالکؒ سے یہ نقل کیا۔ (۲) جمہور علماء نے مستحب کہا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اس حدیث سے مالک اوران کے اصحاب نے دلیل لی ہے جمہور نے دیگر احادیث سے مثلاً (۱) سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت من توضا یوم الجمعه الحدیث! (۲) حدیث عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ نے جمعہ میں دیر سے آنے والے کو فرمایا: "ما هو الا ان سمعت النداء فتوضات فقال عمرو الوضو ايضًا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامرنا بالغسل؟! ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ وہ استحباب متاکد ہے تاکہ احادیث جمع ہو جائیں۔

تخریج : أخرجه مالك (۲۳۱) وأحمد ۲/٤٤٦٦ والبخاری (۸۷۷) ومسلم (۸٤٤) وأبو داود (۳٤۰) والترمذی (٤۹۲) والنسائی (۱۳۷٥) وابن ماجه (۱۰۸۸) والدارمی (۱٥۳٦)

الفرائد : جمعہ کا غسل مستحب ہے اور نماز سے قبل ہے نہ کہ بعد میں۔

۱۱۵۳ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

الْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ : الْبَالِغُ وَالْمُرَادُ بِالْوُجُوْبِ : وُجُوْبُ اخْتِيَارٍ كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَیَّ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۱۱۵۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔'' (بخاری ومسلم)

بِالْمُحْتَلِمِ سے مراد بالغ ہے اور بِالْوُجُوْبِ سے مراد اختیار ہے' جیسے کوئی آدمی اپنے دوست کو کہے' تیرا حق مجھ پر لازم ہے۔

تشریح ۞ **غسل الجمعه**! ایک روایت میں **غسل یوم الجمعه** وارد ہے۔ رافعی نے اس کو ان الفاظ سے ذکر کیا: ''**غسل یوم الجمعه واجب کوجوب غسل الجنابة**''! البالغ سے زیادہ عمر والی عورت بھی شامل ہے۔ خاص بول کر عام مراد لیا گیا۔ وجوب سے یہاں وجوب اختیار مراد ہے یعنی اس کا فعل اس طرح کیا جائے گا جیسے واجب انجام دیتے ہیں اگر دونوں جدا ہوں تو ترک واجب سے گناہ گار ہوگا۔ یہاں واجب سے تاکید والا امر مراد ہے فرض مراد نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٥٧٨) ومالك (٢٣٠) والبخارى (٨٥٨) ومسلم (٨٤٦) وأبو داود (٣٤١) والنسائى (١٣٧٦) وابن ماجه (١٠٨٩) وابن حبان (١٢٢٨) وابن خزيمة (١٧٤٢) والدارمى (١٥٣٧) وابن الجارود (٢٨٤) وابن أبى شيبة (٩٢/٢) وعبد الرزاق (٥٣٠٧) والحميدى (٧٣٦) والبيهقى (٢٩٤/١)

الفرائد : ہر بالغ کو جمعہ کے دن غسل مسنون ومستحب ہے۔

۱۱۵۴ : وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۵۴: حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن وضو کیا' اچھا اور خوب کیا اور جس نے غسل کیا' تو غسل بہت فضیلت والا ہے''۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **فبها ونعمت**! سیاق دلالوں رخصت پر دلالت کر رہا ہے۔ مخصوص المدح وضو محذوف ہے اس پر تو ضا دلالت کر رہا ہے۔ **فالغسل افضل**! اس سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ واجب نہیں۔ نووی کہتے ہیں یہاں دو باتیں ذکر فرمائیں: (۱) وضو کرنے والے کی مدح کی اگر غسل واجب ہوتا تو تارک واجب قابل مدح نہیں ہوتا اس کی مدح کیوں کی

جاتی۔(۲) غسل کو افضل کہا یہ استحباب کی علامت ہے اور وضو کے مقابلے میں افضل کی دلیل ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۲۰۱۱۰) وأبو داود (۳۵۴) والترمذی (۴۹۷) والنسائی (۱۳۷۹) الکبری (۱/۱۶۸۴) وابن ماجه (۱۰۸۳) والدارمی (۱۵۴۰) وابن خزیمة (۱۷۵۷)

الفرائد : ① غسل جمعہ کی رغبت دلائی گئی ہے تا کہ اس کی فضیلت کو کامل طور پر حاصل کر سکے ② غسل کی جگہ وضو بھی کفایت کر جائے گا۔

❁ ❁ ❁

۱۱۵۵ :وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ ، اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ ، اِلَّاغُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۵۵: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور جس حد تک ہو سکتا ہے' پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اپنے تیل کو لگاتا ہے اور اپنے گھر کی خوشبو استعمال کرتا ہے۔ پھر نکلتا ہے اور دو کے درمیان جدائی نہیں کرتا' پھر جو فرض نماز ہے وہ ادا کرتا ہے۔ وہ خاموش رہتا ہے۔ پھر اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہونے والے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔'' (بخاری)

تشریح ❁ **لایغتسل رجل یوم الجمعة**! اگر وہ جماعت میں حاضر ہونا چاہتی ہو تو عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ **ویتطھر** !من طہر۔ تنوین تنکیر ناخن کاٹنا' زیر ناف صاف کرنا' کپڑے ستھرے کرنا۔ یہ تمام اس میں شامل ہو جائیں۔ (برماوی) بخاری میں **الطھر** ہے۔ **یدھن** ! تیل یا گھریلو خوشبو استعمال کرے۔ اس سے خوشبو کا گھر میں رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ تطہر میں تخلیہ اور تیل لگانے میں تحلیہ ہے اس سے اس کو مقدم اور اسے مؤخر کیا۔ ابوداؤد میں "**ویلبس من صالح ثیابه**"! کا اضافہ بھی ہے۔ **ثم یخرج**! ابن خزیمہ میں **الی المسجد**! کے الفاظ زائد ہیں۔ احمد نے "**ثم یمشی وعلیه السکینه**"! بھی نقل کیا۔ **بین اثنین**! ابوداؤد میں **لم یتخط رقاب الناس**! کے الفاظ زائد ہیں۔ برماوی کہتے ہیں **لا یفرق**! یہ جلدی آنے سے کنایہ ہے۔ جب جلدی آئے گا تو لوگوں کی گردنیں پھاندنی نہ پڑیں گی۔ **ما کتب له** !نماز جمعہ کے فرائض مراد ہیں یا جو نماز فرض و نفل مقدر میں ہو۔ **ینصت**! **نصت' انتصت' نصت** برابر ہیں۔ تمام کا معنی ایک ہے یہ متعدی و لازم آتا ہے۔ قاضی کی تنقید بے جا ہے۔ **اذا تکلم الامام**! یعنی خطبہ دے ابن حبان سے "**حتی یقضی صلاته**" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ **الا غفر له**! جمعہ گزشتہ اور مستقبلہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مغفرت مستقبل سے متعلق ہوتی ہے۔ بلکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہی منقول ہے اور ابن حبان نے کہا "**زیادة ثلاثه ایام من التی بعدھا**"! ابن ماجہ میں **مالم تغش الکبائر**! کے الفاظ ہیں۔

تخریج : تقدم شرحه وتخریجه فی باب آداب المجلس والجلیس۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۱۵۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً ، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَآئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ "غُسْلَ الْجَنَابَةِ" اَیْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ۔

۱۱۵۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر جمعہ کی طرف گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری گھڑی میں گیا پس گویا اس نے ایک گائے قربان کی۔ جو تیسری گھڑی میں گیا تو گویا اس نے ایک دنبہ سینگوں والا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں گیا تو گویا اس نے مرغی بطور تقرب دی اور جو پانچویں گھڑی میں تو گویا اس نے انڈا بطور قرب کے دیا۔ جب امام خطبہ کے لئے (حجرے سے) نکل آتا ہے تو (مسجد میں) حاضر ہو کر خطبہ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

غُسْلَ الْجَنَابَةِ: ایسا غسل کیا جو غسل جنابت کی طرح عمدہ اور صفائی والا ہو۔

تشریح ۞ اغتسل یوم الجمعه! طلوع فجر سے وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نماز سے قریبی وقت میں ادا کرنا اولیٰ ہے۔ اگر دونوں میں تعارض ہو غسل کو مقدم کرے۔ غسل الجنابة ! یہ سلمت سلاماً کی طرح مفعول مطلق ہے اور عبدالرزاق کی روایت اس کی تائید کرتی ہے: "کما یغتسل من الجنابة"! اس کو بظاہر لانے کی وجہ یہ تاکہ غسل شرعی مراد لیا جائے۔ ثم راح! موطا میں "فی الساعة الاولٰی"! کے الفاظ زائد ہیں۔ راح کا لفظ ذہب کے معنی میں تمام اوقات کے لئے آتا ہے۔ (ازہری) قرب بدنه! اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے اونٹ دیا۔ بدنۃ نر و مادہ اونٹ پر بولا جاتا ہے۔ ۃ وحدت کی ہے تانیث کے لئے نہیں ہے۔ اس کو بدنہ کہنے کی وجہ جسامت کا بڑا ہونا ہی ہے۔ جوہری کہتے ہیں بدنہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ اونٹ' گائے کو بدنہ بولتے تھے۔ فی الساعة الثانیه! مراد دن کی گھڑی۔ قرب بقره! یہ نام اس لئے پڑا کہ گائے زمین کو ہل سے پھاڑتی ہے۔ کبشا اقرن! یہ صفت ساتھ ذکر کرنے کی وجہ اس کا خوبصورت ہونا ہے اور سینگ سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے۔ دجاجه! دال کا فتحہ' کسرہ' ضمہ جائز ہے فتحہ زیادہ فصیح ہے۔ یہاں صدقہ مراد ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہاں پانچ گھڑیاں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ نسائی نے چھ کا ذکر کیا۔ دجاجہ بیضہ کے درمیان چڑیا کا تذکرہ کیا ہے۔ دوسری روایت میں اس کی بجائے شاۃ اور دجاجہ کے درمیان بطخ کا تذکرہ ہے۔ (برماوی)

ساعات سے مراد: اس میں جلدی آنے والوں کے درجات ذکر کئے اور وارد ہے کہ وہ فرق میں اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اس سے راہنمائی ہوئی کہ اس سے مراد ساعات کی حقیقت ہے پھر بعض نے کہا وہ لطیف گھڑیاں ہیں ان کی ابتداء زوال آفتاب

سے ہوتی ہے اور انتہائی خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے ہوتی ہے۔ امام مالک کا یہ قول ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ابتدا دن ہے اور اس سے ساعات زمانہ مراد ہیں جو دن کے چھوٹے بڑے ہونے سے مختلف ہوتی ہیں۔ دن کے بارہ گھنٹے ہیں خواہ طویل ہوں یا قصیر مگر اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ اس سے دونوں اطراف میں برابری لازم آتی ہے اور جواب میں بدنہ نام رکھنے میں تساوی ہے البتہ ان کی صفات میں فرق ہے۔ نوح علیہ السلام نے رات دن کی مقدار کو کشتی میں بارہ بارہ گھنٹوں میں تقسیم فرمایا۔ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کا کام جمعہ کی حاضری لگانا ہے۔ عنقریب ان سے متعلق روایت آ رہی ہے۔ **یستمعون الذکر**! مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: "**اذا جلس الامام طووا الصحف وجاء وا یستمعون الذکر**"! اور ابن خزیمہ کی روایت میں "**علی کل باب من ابواب المسجد ملکان یکتبان الاول فالاول**"! حلیہ ابو نعیم کی روایت میں ہے "**اذا کان یوم الجمعہ بعث اللّٰہ ملائکتہ بصحف من نور واقلام من نور**"! اور ابن خزیمہ میں ہے: "**فیقول بعض الملائکہ لبعض ماحبس فلانا؟ فیقول اللھم ان کان ضالاً فاھدہ وان کان فقیراً فاغنہ وان کان مریضًا فعافہ**"! فرشتے مسجد کے دروازوں پر پہلے اور بعد میں آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں اور رک جانے والے کے متعلق دعائیں کرتے ہیں کہ اس کو ہدایت سے نواز اگر وہ فقیر ہے تو اس کو غنی بنا دے اگر بیمار ہے تو صحت یاب کر دے۔ نووی کہتے ہیں غسل جنابت میں اگر کوئی غسل جمعہ کی نیت نہ کرے تو ادا نہ ہوگا مگر رافعی کہتے ہیں اگرچہ نیت نہ بھی کرے تب بھی ادا ہو جائے گا کیونکہ واجب' واجب سے ادا ہو جائے گا۔

تخریج : أخرجه مالك (٢٢٧) وأحمد (٣/٩٩٣٣) والبخاری (٨٨١) ومسلم (٨٥٠) وأبو داود (٥٣١) والترمذی (٤٩٩) والنسائی (١٣٨٦) وابن حبان (٢٧٧٥)

الفرائد : ① جمعہ کے لئے جلد جانا چاہیے ② قربانی کا لفظ چھوٹے بڑے ہر صدقہ پر بولا جاتا ہے ③ اونٹ کو مقدم کرنے سے اشارہ ملتا ہے کہ اس کی قربانی گائے سے افضل ہے۔

١١٥٧ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ :"فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ يَسْاَلُ اللّٰهُ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ" وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۵۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا تذکرہ فرمایا: ''اس میں ایک گھڑی ایسی ہے' جو مسلمان بندہ اسی گھڑی کو پالے' اس حال میں کہ نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ ان کو وہ عنایت فرما دیتے ہیں اور آپ نے اس کے قلیل ہونے کا اشارہ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

جمعہ کے فضائل بیان فرماتے۔ لایوا فقھا! اس کا سامنا نہیں کرتا۔

النحو: **وھو قائم**! یہ وافق کی ضمیر مستتر سے جملہ حالیہ ہے غالب کے اعتبار سے لائے ہیں۔

یصلی! یہ قائم کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے یا تفسیریہ۔ **یسال**! یہ حال متداخلہ یا مترادفہ ہے۔ بخاری میں خیراً اور ابن ماجہ میں **یسال حراماً**! کے الفاظ ہیں جبکہ احمد نے "**مالم یسال اثما او قطیعۃ رحم**"! اشارہ کا فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ یقللھا! یہ وضاحت فرمائی کہ بڑا خفیف سا لحظہ ہے۔ مسلم نے "هی ساعة خفيفة"! کے الفاظ ذکر کئے۔

ایک سوال: صحابہؓ و تابعینؒ کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ یہ ساعت زمانہ نبوت کے ساتھ خاص ہے اور اٹھالی گئی یا باقی ہے اگر باقی ہے تو پھر ہر جمعہ میں ہے یا ہر سال کے کسی ایک جمعہ میں ہے۔ پھر باقی رہنے کی صورت میں دن کے معین وقت میں ہے یا مبہم ہے۔ تعیین کے وقت کا احاطہ کریں گے یا ابہام کی صورت میں رکھیں گے اور ابہام کی صورت اس کی ابتداء اور انتہاء کیا ہوگی؟ پھر یہ ایک حالت پر ہمیشہ ہے یا منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منتقل ہو تو تمام وقت پر محیط ہوگی یا بعض وقت میں ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس کے متعلق ۴۵ اقوال ہیں۔ تفصیل کیلئے فتح الباری' شرح موطا والسیوطی اور سطوع البدر فی فضائل لیلۃ القدر ملاحظہ کریں۔

تخریج: أخرجه مالك (٢٤٢) وأحمد (١٠٣٠٦) والبخاري (٩٣٥) ومسلم (٨٥٢) والنسائي (١٤٣١) وابن ماجه (١١٣٧) ابن حبان (٢٧٧٣) وعبد الرزاق (٥٥٧١)

الفرائد: ① جمعہ کی فضیلت کے لئے اور فضائل کے علاوہ اس مستجاب الدعوات گھڑی کا وجود کافی ہے ورنہ نمازِ جمعہ اور خطبہ کو اس کی فضیلت چار چاند لگانے والے ہیں۔

۱۱۵۸ : وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ : هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۵۸: حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے کہا کہ کیا تم نے اپنے والد سے جمعہ کی گھڑی کے متعلق کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے سنا؟ میں نے جواباً کہا جی ہاں۔ میں نے ان سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز کے مکمل ہونے کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تشریح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے اور ابو بردہ کا اصل نام حارث' عامر بتلایا جاتا ہے۔ یہ کوفہ کے قاضی تھے اپنے والد سے روایات نقل کرتے اسی طرح انہوں نے علی' زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ' یوسف' سعید' بلال رحمہم اللہ نے اور اسی طرح ان کے پوتے برید بن عبداللہ نے روایت لی ہے۔ یہ بڑے ماہر علماء سے تھے۔ ان کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ بعض اور اقوال نقل کئے ہیں۔ ان کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ ہوئی۔ (کاشف ذہبی' تقریب حافظ) یحدث! یہ اباک سے جملہ حالیہ ہے۔ قلت نعم! کیا تم اپنے والد سے جمعہ کی اس گھڑی کے متعلق کچھ سنا تو انہوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا: ھی! وہ اس میں قبولیت والی گھڑی ہے۔ ما بین ان یجلس الامام! وہ وقت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز مکمل کرنے تک ہے۔ اس روایت کے سلسلہ میں دار قطنی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ

روایت متصل نہیں مگر درست یہ ہے کہ یہ روایت ثقہ ہے اور مرفوع ہے۔ بقول محبّ طبری اس میں سب سے صحیح روایت ابوموسیٰ والی ہے اور مشہور قول عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ہے کہ یہ جمعہ کے دن عصر کے بعد ہے۔ ان اقوال کثیرہ کا مطلب یہ نہیں کہ یہ تمام اس کے اوقات ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گھڑی اسی دوران میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس سے قلیل بتلانا اور مبہم رکھنا اسی بناء پر ہے تا کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ تمام اوقات کو یاد الٰہی سے زندہ کریں جیسا لیلۃ القدر میں۔ اس ساعت کا منتظر اسی کو پانے والا شمار ہوگا۔ (التوشیح)

تخریج : أخرجه مسلم (۸۵۳) وأبو داود (۱۰۴۹) وابن خزيمة (۱۷۷۹) الهذيب (۶۴/۶۳/۱۰)

الفرائد : اللہ تعالیٰ کی اس امت پر خصوصی رحمت ملاحظہ ہو کہ استجابت کی گھڑی بھی بتلا دی گئی تا کہ اس کی رحمت خوب خوب حاصل کریں۔

۱۱۵۹ : وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۵۹: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے دنوں میں سے سب سے زیادہ افضل دن جمعہ کا ہے۔ اس میں مجھ پر زیادہ درود بھیجا کرو۔ پس بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ابوداؤد نے صحیح سند سے بیان کیا۔

تشریح : اوس بن اوس یہ ثقفی ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ اوس بن اوس ہیں ان کو اوس بن ابی اوس بھی کہا جاتا ہے۔ بخاری اوس بن اوس اور اوس بن ابی اوس اور اوس بن حذیفہ یہ تینوں نام نقل کئے ہیں۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں یہ اوس بن اوس ثقفی صحابی ہیں دمشق میں رہائش اختیار کی اور اوس بن ابی اوس اور یہ ابی اوس حذیفہ ثقفی بھی صحابی ہیں اور یہ ان کے علاوہ ہیں صحیح قول یہی ہے (تقریب ابن حجر) نووی کہتے ہیں یہ اوس دمشق میں مقیم ہوئے ان کی مسجد اور گھر درب العلیٰ میں ہے اور قبر بھی وہیں ہے۔ انہوں نے جمعہ سے متعلق دو روایتیں روایت کی ہیں (۱) "من غسل واغتسل"! اور دوسری "اكثروا الصلاة علي"! اور ایک روایت صیام کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ (تہذیب نووی) حافظ کہتے ہیں ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے (تقریب) اوس بن اوس کی ۲۴ روایات ہیں۔ ان افضل ایامکم! اس میں دلیل ہے کہ یہ ہفتہ کے دنوں میں افضل ہے اور عرفہ ایام سنہ میں سب سے افضل ہے۔ فاكثروا علي من الصلاة فيه تا کہ ثواب بڑھے اور ان کی فضیلتیں ترقی پائیں کیونکہ عمل صالح ایام کے مشرف ہونے سے مرتبے میں بڑھتے ہیں۔ معروفضه علي! اس سے خاص قسم کی عرض مراد ہو۔ ورنہ امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں اور ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم درود شریف خود کانوں سے سنتے ہیں اگر کوئی وہاں پڑھے اور دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث کا تتمہ کتاب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے گا (عرض اعمال کی کیفیت کے متعلق صراحت کسی روایت

میں موجود نہیں اس جہاں کے معاملات کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت معلوم ہے)

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱٦۱٦۲) وأبو داود (۱۰٤۷) والنسائی (۱۳۷۳) وابن ماجه (۱۰۸۵) والحاکم (۱/۱۰۲۹) وابن حبان (۹۱۰) والدارمی (۱۵۷۲) ابن خزیمة (۱۷۳۳) والطبرانی (۵۸۹) وابن أبی شیبة (۲/۵۱٦) والبیهقی (۳/۲٤۸)

الفوائد : ① جمعہ کے دن میں جو خصوصیات ہیں وہ دوسرے دنوں میں نہیں ہیں ② جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا چاہئے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے خواہ جہاں بھی پڑھا جائے۔

۲۱۱ : بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُوْدِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُوْلِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

بَابٌ : ظاہری نعمت کے ملنے یا ظاہری تکلیف کے ازالہ پر سجدۂ شکر کا استحباب

سجدہ شکر یہ ایک سجدہ ہے جو نماز سے باہر کیا جائے گا اس کے لئے نماز والی شرائط ہیں۔ اس کے ارکان نیت' تکبیر احرام' ارکان سجود' سلام۔ عند حصول ! بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نعمت میسرہ پر کیا جائے گا متوقعہ پر نہیں خواہ نعمت خاص ہو یا عام۔ اندفاع بلیه ! اگر اس نے صدقہ کر دیا یا شکرانے کی نماز ادا کی تو بہت بہتر ہے۔ (تہذیب نووی) ایضاح میں کہا گیا ہے کہ یہ سجودہ کے ساتھ کرے۔ خوارزمی نے اس کو بدل سمجھا اس لئے صدقہ اور نماز کو اس کی بجائے بہتر قرار دیا۔

۱۱٦۰ : عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مَّكَّةَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَةَ ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِیْبًا مِنْ عَزْوَرَآءِ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِیْلًا ، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا – فَعَلَهٗ ثَلَاثًا – وَقَالَ : "اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُكْرًا۔ ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۱٦۰ : حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے کے لئے نکلے۔ پس جب ہم مقام غزوراء کے قریب پہنچے تو آپ سواری سے اترے۔ پھر اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر دعا کی۔ پھر سجدے میں پڑ گئے۔ بس کافی دیر سجدہ کیا۔ پھر قیام کیا اور اپنے ہاتھوں کو کچھ دیر کے لئے اٹھایا' پھر سجدہ ریز ہوئے۔ یہ تین مرتبہ کیا اور فرمایا: "میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لئے شفاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے

میری شفاعت قبول فرمائی اور میری امت کا تیسرا حصہ مجھے دے دیا۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے امت کے تیسرے حصے کے متعلق میری شفاعت قبول فرمائی۔ پس میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے متعلق سوال کیا تو اللہ نے مجھے میری امت کا بقیہ ثلث بھی دے دیا پس میں نے اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کیا (ابوداؤد)

تشریح ۞ نريد المدينة! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جملہ حال ہے جبکہ یریدا ہو اور نرید ہو تو خرجنا کی ضمیر سے حال ہے۔ عزوزاء! یہ مکہ و مدینہ کے درمیان جگہ کا نام ہے۔ بعض نے اسے عزوزاء کہا ہے۔ نزل! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی سے اترے پھر ثم رفع يديه فدعا الله! معلوم ہوا دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ ثم خر ساجدًا! پھر زمین پر سجدہ ریز ہوئے سجدہ خضوع کا انتہائی مقام ہے۔ ساجدًا! یہ حال ہے۔ فمكث! پس کافی دیر سجدہ میں رہے (ن) اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ شکر و سجدۂ سہو تلاوت طویل کرنا چاہئے۔ ثم قام! پھر سجدہ سے اٹھے اور سلام پھیر دیا پھر دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔ یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ سجدہ شکر سے فارغ ہو کر دعا کے لئے آپ ﷺ اٹھے۔ سجدۂ شکر سے فراغت کے بعد قیام مستحب ہے۔ ثم خر ساجدًا فعله ثلاثًا! پھر سجدہ میں گر گئے ایسا تین مرتبہ کیا اور کہنے لگے میں نے اپنے رب سے سوال کیا عموم کے لئے مفعول کو حذف کیا یا شفعت سے وہی سوال مراد ہے۔ اس روایت پر اس حدیث سے اشکال نہیں کیا جا سکتا "لكل نبی دعوة مستجابة وانی اختبات دعوتی شفاعة لامتی"! کیونکہ یہ دعا دنیا میں واقعہ ہوئی ہے اور وہ خاص شفاعت کی دعا ہے جو خاص ہے۔ اس کو ایسی دعوت بنایا جس کی قبولیت یقینی ہے۔ اس سے امت پر مزید شفقت و رافت اور عنایت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی اہم مصالح کا لحاظ فرماتے ہیں۔ فاعطانی! پہلی دعا سے ثلث امت کو جنت میں داخلہ کی اجازت ملی پھر میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ شكرًا! یہ مفعول لہ یا حال بھی بن سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی تو یہ عظیم الشان نعمت ہے تو اس کی وجہ سے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تازہ نعمت ملے تو سجدۂ شکر ادا کرنا چاہئے۔ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بغیر تھا نماز میں یہ مشروع نہیں۔ ثم رفعت راسی! پھر سجدۂ شکر سے میں نے سر اٹھایا۔ لامتی! اس میں کثرت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مسئول کو حذف کیا۔ اس سوال ثانی کا مقصد پہلے سوال پر جو حاصل ہوا اس پر اضافہ مراد تھا۔ فاعطانی! دوسری مرتبہ ثلث ثانی کے جنت میں داخلے کا وعدہ فرمایا تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا۔ فسالت ربی! تو امت کے ثلث آخر کے لئے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی وہ عنایت فرمایا۔ پس میں تیسری مرتبہ سجدۂ شکر میں سجدہ ریز ہو گیا۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٢٧٧٥) والبيهقي (٢/٣٧٠) أخرجه أحمد (٢٠٤٧٧/٧) والترمذي (١٥٧٨) وابن ماجه (١٣٩٤) زاد المعاد (١/٢٧٠/٢٧١)

الفرائد : اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی نئی خوشی میسر آتی آپ بارگاہِ الٰہی میں شکر یہ ادا کرتے یعنی نماز ادا فرماتے' جزء بول کر کل مراد ہے۔

۲۱۲ : بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ!

باب : قیام اللیل کی فضیلت

قیام لیل سے تہجد مراد ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ [الاسراء:۷۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور رات کو تہجد ادا کرو یہ زائد ہے آپؐ کے لئے۔ امید ہے کہ آپؐ کا رب آپؐ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔'' (الاسراء)

ومن اللیل! من تبعیض کے لئے ہے رات کا کچھ حصہ۔ فتھجد بہ! ھجود نیند کو کہا جاتا ہے یعنی نماز کے لئے نیند کو ترک کرو۔ نافلۃ لک! اپنے اگلے پچھلے ذنب بخش دیئے گئے۔ پس آپ ﷺ کے تمام نوافل رفع درجات کا باعث ہیں۔ (۲) یہ زائد فریضہ آپ ﷺ کے ذمہ ہے جو فرض نمازوں کے علاوہ ہے۔ اکثر سلف تہجد کو آپ ﷺ پر فرض قرار دیتے ہیں۔ اس کا نصب فرضہا فریضۃ کی وجہ سے (۲) بہ کی ضمیر سے حال ہے۔

النحو: مقامًا محمودًا! فی مقام یا فیقیمك مقامًا محمودًا! منصوب نزع خافض یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے۔ مقام محمود وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔ اس آیت سے اشارہ کر دیا کہ مقامِ محمود کی وہ بلندیاں وہ قیام لیل کے نتائج ہیں۔ وارث کے لئے اپنے مورث کے سمندروں کے گھاٹ ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ [السجدۃ:۱٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں۔'' (السجدہ)

تتجافی! بلند اور دور رہتے ہیں۔ المضاجع! بستر اور سونے کے مقامات۔ یدعون ربھم! وہ اپنے رب کو اس کے عقاب کے خوف اور ثواب کی طمع میں پکارتے ہیں۔ ینفقون! مصارف خیر میں خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت سے مراد تہجد اور قیام لیل ہے۔ بعض نے نماز عشاء و صبح مراد لی ہے۔ دوسروں نے کہا اس سے عشائین کے درمیان پڑھے جانے والے نوافل اوابین مراد ہیں۔ بعض نے نماز عشاء کا انتظار مراد لیا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ [الذاریات:۱۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ رات میں تھوڑا آرام کرتے ہیں۔''

النحو: ما! زائدہ ہے اور ھجوع سونے کے معنی میں ہے۔ یھجعون! کان کی خبر ہے۔ قلیلاً ظرف ای زمانًا قلیلاً! اور من اللیل یا تو صفت ہے یا یھجعون! سے متعلق ہے یا مفعول مطلق ہے۔ ای ھجوعًا قلیلاً! (۲) ما مصدریہ۔ ما یھجعون

قلیلاً! کا فاعل ہے اور من اللیل! اس کا بیان ہے یا مصدر سے حال ہے (۳) ما نافیہ مطلب یہ ہوگا ان کی عادت تمام رات نیند نہ کرنے کی ہے اور تمام راتیں وہ تہجد پڑھتے ایک پوری رات سونا کبھی ممکن نہیں (جامع البیان صفوی)

۱۱۶۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ ، فَقُلْتُ لَهُ :لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ :اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ نَحْوَهُ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔ (بخاری و مسلم) حضرت مغیرہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **یقوم من اللیل!** بعض حصہ قیام فرماتے۔ امت پر تخفیف کے لئے پوری رات قیام نہ فرماتے۔ **تنفطر قدماہ!** طول قیام سے آپ ﷺ کے قدمین پھٹ جاتے آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی۔ **لم تصنع ھذا!** یہ اس عادت کی حکمت دریافت کرنے کے لئے عرض کیا۔ **قد غفر!** یہ اتباع آیت میں ذکر کر دیا یہ مطلب نہیں کہ کوئی گناہ تھے جو بخشے گئے بلکہ اس سے مراد وجوب عصمت ہے جیسا تمام انبیاء علیہم السلام۔ **افلان اکون!** تو کیا میں اس کے اعلان مغفرت سے اپنی نماز چھوڑ دوں کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ بقول کشاف فا عاطفہ ہے کہ سائل کا گمان یہ ہوا کہ خوف ذنب سخت طاعات کا باعث ہے یا رجاء عفو تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ان میں سے کوئی سبب نہیں بلکہ وہ سبب اس سے اعلیٰ و اکمل ہے اور وہ شکر ہے جو کثرت نعمت اور اہلیت مغفرت سمیت ہو۔

شکر کی حقیقت: اعتراف نعمت اور قیام خدمت کو کہتے ہیں اور ایسے بندے کم ہیں اور اس منصب پر صرف انبیاء علیہم السلام پورے اتر سکتے ہیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سردار ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے عبادت میں خوب محنت کو لازم پکڑا کیونکہ بلا سابقہ استحقاق کے ان کو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کا کامل علم تھا۔

یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: "**ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليقوم او ليصلى حتى ترم قدماه او ساقاه فيقال له فيقول افلا اكون عبداً شكوراً**"! ترمذی نے شمائل میں اس طرح نقل کیا: "**صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتفخت قدماه فقيل له اتتكلف هذا وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر؟ قال افلا اكون عبدًا شكورًا؟**"! باب المجاہدہ میں روایت گزری ہے۔

الفرائد: ① زبان کی طرح عمل سے شکر ہے ② عبادت کے لئے ہم امتیوں کو خوب مشقت اٹھانی چاہئے جبکہ آخرت کے ہر قسم کے ضرر سے مامون ہستی اس لئے خوب مشقت اٹھاتی تھی۔

۱۱۶۲ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلاً فَقَالَ : "اَلَا تُصَلِّيَانِ؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"طَرَقَهُ" : اَتَاهُ لَيْلاً۔

۱۱۶۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے اور فاطمہ کے پاس رات کو تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم دونوں تہجد نہیں پڑھتے؟ (بخاری و مسلم)

طَرَقَه :رات کو آنا۔

تشریح ۞ طرقه وفاطمة! ضمیر پر عطف کی وجہ سے فاطمۃ منصوب ہے۔ لیلة! سے رات کا کوئی حصہ مراد ہے۔ جیسا اس آیت میں ﴿سبحان الذی اسری بعبده لیلاً﴾! اسراء رات کو ہوتا ہے اور لیلاً نکرہ تقلیل مدت کے لئے لایا گیا ہے۔ الا تصلیان! کلمہ عرض سے طلب قیام مقصود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت جانا ان کو جگانے کے لئے تھا۔ یا اس نماز کی عظمت پر متنبہ کرنے کے لئے تھا۔

ابن جریر کا استدلال: اگر صلاۃ لیل کی عظیم فضیلت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی اور داماد کو اس وقت بیدار نہ کرتے جو مخلوق کے سکون کے لئے بنایا گیا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اس فضیلت کو اس سکون و آرام پر ترجیح دی۔ یہاں مصنف نے علی رضی اللہ عنہ کے جواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو ذکر نہیں کیا کیونکہ ترجمۃ الباب سے اس کا تعلق نہ تھا۔ واؤ لا کر اس کے جزو روایت ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۵۷۱) والبخاری (۱۱۲۷) ومسلم (۷۷۵) والنسائی (۱۶۱۰۱۱) وابن حبان (۲۵۶۶) ابن خزیمة (۱۱۳۹) والبزار (۵۰۳) وأبو عوانة (۲/۲۹۲) والبیهقی (۲/۵۰۰)

الفرائد : قیام لیل وہ عظیم الشان عمل ہے جس کی ترغیب و تحریص آپ ﷺ کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ صحابہؓ کی مداومت اس پر گواہ ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۱۶۳ : وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ" قَالَ سَالِمٌ : فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۳: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عبداللہ بہت خوب آدمی ہیں' کاش کہ وہ رات کو نماز بھی پڑھتا ہوتا''۔ سالم کہتے ہیں کہ اس کے بعد عبداللہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ سالم! رحمۃ اللہ علیہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں ان کی کنیت ابو عمر یا ابو عبداللہ المدنی ہے۔ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سے ہیں۔ یہ بڑے فاضل و عابد تھے۔ طرز عمل اور راہنمائی میں اپنے ابا عبداللہ کی طرح تھے۔ یہ جلیل القدر تابعین

سے تھے ان کی وفات ۱۰۶ھ میں ہوئی (تقریب حافظ) ان کے والد اور دادا دونوں صحابی ہیں اس لئے رضی اللہ عنہم تغلیباً لکھ دیا گیا ہے۔ **عن ابیه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم!** یہ مرسل صحابی ہے کیونکہ یہ اپنی ہمشیرہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کرتے ہیں۔ جب حفصہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ کے متعلق اپنے خواب کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **نعم الرجل عبداللّٰه!** قرطبی کہتے ہیں شارع نے عبداللہ کے خواب کی تعبیر ذکر فرمائی جو کہ اچھی تھی کیونکہ وہ آگ پر پیش کئے گئے پھر اس سے بچالئے گئے۔ ان کو کہا گیا خوف کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ نیک تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کی تعریف منہ پر کر سکتے ہیں جس کے متعلق خود پسندی کا خطرہ نہ ہو۔ **لو کان یصلی من اللیل!** برماوی کہتے ہیں۔ لوتمنی کے لئے آتا ہے یہ شرطیہ نہیں۔ مہلب کہتے ہیں قیام لیل سے اس کی تعبیر فرمائی کیونکہ فرائض میں ان کی کسی غفلت کی اطلاع نہ تھی اور ان کا رات کو مسجد میں قیام بھی معلوم تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ اس کو قیام لیل کے سلسلے میں خبردار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حدیث سے اشارہ فرمایا گیا کہ قیام لیل آگ سے نجات کا ذریعہ ہے اور اس سے یہ بھی اشارہ ہے کہ خیر کی تمنا کرنی چاہئے۔ **فکان عبداللّٰه!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمنا کے بعد رات کچھ حصہ سوتے۔ قلیلا سے **نوما قلیلاً** یا **بعضًا قلیلاً!** مراد ہے۔ اس سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ ان کا دل خدمت کی طرف متوجہ اور اس میں مستغرق تھا اور اگرچہ ان کی آنکھ سوتی مگر ان کا دل اس میں مستغرق نہ ہوتا تھا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۶۳۳۸) والبخاری (۱۱۲۱) ومسلم (۲۴۷۹) وابن حبان (۷۰۷۰) والترمذی (۲/۱۲۷) والبیهقی (۲/۵۰۱) وابن ماجه (۳۹۱۹).

الفوائد : قیام لیل کی توفیق ان کو میسر ہوتی ہے جن پر رحمت باقی کا ہاتھ ہوتا ہے۔

۱۱٦٤ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "یَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ! کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَكَ قِیَامَ اللَّیْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۶۴: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبداللہ تو فلاں کی طرح نہ بن وہ رات کو قیام کرتا تھا۔ پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **یا عبداللّٰه لا تکن مثل فلان!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم فلاں کی مماثلت اور مشابہت مت اختیار کرو۔ **کان یقوم اللیل!** یہ تہجد سے کنایہ ہے۔ بخاری میں من اللیل ہے۔ **فترك قیام اللیل!** اس میں اس بات کی مذمت ہے کہ انسان اگر کوئی نیک کام کرتا ہو تو چند دن بعد اس کو ترک کر دے۔ اسی وجہ سے فرمایا انسان کو وہی نیکی اختیار کرنی چاہئے جس پر مداومت ہو سکتی ہو۔

باب **المحافظة** میں روایت گزری ملاحظہ کر لیں۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۱۵۲) ومسلم (۱۱۵۹/۱۸۵) والنسائی (۱۷۶۲) وابن ماجه (۱۳۳۱)

الفوائد : عیوب اگر ضرورۃً بیان کے تو اشارہ کنایہ سے کرے۔ عبادت میں ہمت اور تمام حقوق کا لحاظ ضروری ہے۔ اس میں تعمق ممنوع ہے۔

۱۱۶۵ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ! قَالَ : "ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنَيْهِ – اَوْ قَالَ اُذُنِهٖ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر ہوا جو رات سے صبح تک سوتا رہا۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ ایسا آدمی ہے کہ شیطان نے جس کے کانوں میں یا کان میں پیشاب کر دیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ ذکر! یہ فعل مجہول ہے۔ رجل! مبہم لائے تا کہ ستر کا کام دے۔ حتی اصبح! صبح تک سوتا رہا' تہجد نہ پڑھی۔ فی اذنیه او اذنه! اور راوی کے شک کے لئے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کان فرمائے یا ایک۔

روایت کا مفہوم: (۱) یہ اپنے ظاہر پر ہے شیاطین پیشاب کرتے ہیں اور رؤیت بول ضروری نہیں یا اس کا رنگ و بدبو ضروری نہیں کہ نظر آئے کیونکہ اذن ظرف بن سکتا ہے اور جب اصل طہارت ثابت ہے تو جس کا نجس ہونا یقینی طور پر ظاہر نہ ہو اس سے تطہیر واجب نہیں (العہود المحمدیہ للشعرادی) میں نے اہل زاویہ کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر تک سورہا تھا اور پیشاب اس کے کان سے بہہ رہا تھا۔ وہ آدمی اس روایت کی تکذیب کرتا تھا۔ پس مناسب یہ ہے کہ جو مشاکلت والی چیز ہو اس پر ایمان لائے۔ (۲) یہ کنایہ ہے یا استعارہ ہے اس سے مراد شیطان کا اس پر مکمل تسلط ہے کہ وہ اس پر اس طرح قابو پانیوالا ہے جیسا قضائے حاجت والا اپنی قضائے حاجت کے مقام پر قابو پانے والا ہوتا ہے۔ (۳) اس کا معنی بگاڑنا ہے جیسے کہتے ہیں بال فی کذا اس کو بگاڑ دیا۔ (۴) اس کی تذلیل و تحقیر کی۔ عرب لوگ کہتے ہیں بال فی اذنہ جبکہ اس کو دھوکا دیا اور اس کی تحقیر کی ہو اور اصل یہ جانور سے متعلق ہے جو شیر کی تذلیل کے لئے اس طرح کرے۔ (۵) غلبہ پانا اور تسخر کرنا مراد ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سستی کا نتیجہ یہ ہے کہ شیطان کو انسان پر پورا قابو مل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۴۰۵۹) والبخاری (۱۱۴۴) ومسلم (۷۷۴) والنسائی (۱۶۰۸) وابن ماجه (۱۳۳۰) وابن حبان (۲۵۶۲) والبیهقی (۳/۱۵)

الفرائد : ① تمام رات نماز سے غافل سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے ② عشاء کی نماز کے تارک کے خون اور جسم میں شیطان گھسنے والا ہے۔

۱۱۶۶ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ – يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ : عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ ، فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقَدُهٗ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ ، وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"قَافِيَةُ الرَّأْسِ" : اٰخِرُهٗ۔

۱۱۶۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر سونے کے وقت تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر ایک گرہ پر یہ دم پڑھتا ہے عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ اگر اس نے بیدار ہو کر اللہ کو یاد کر لیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو اس کی تمام گرہیں کھل جاتی ہے اور وہ خوش باش پاکیزہ نفس کے ساتھ صبح کرتا ہے ورنہ اس کی صبح بدحالی اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

"قَافِيَةُ الرَّأْسِ" : سر کا پچھلا حصہ یعنی گدی۔

تشریح ۞ **یعقد الشیطان** ! خود ابلیس لعین یا اس کا چیلا۔ بعض نے عقد شیطان کو نیند سے بوجھل وگراں کرنے سے کنایہ قرار دیا۔ (۲) قیام لیل سے بوجھل کرنا مراد ہے۔ (۳) نیند میں بوجھل کرنا اور نیند کا طویل کرنا گویا اس پر گرہ لگا دی گئی ہے۔ (۴) یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ ابن ماجہ کے ہاں رسی میں گرہ مارنے کی طرح ہے۔ یہ سحر کرنے والیوں کے پھونک مار کر گرہ لگانے کی قسم سے ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ دھاگہ لے کر سحر کے کلمات پڑتی ہیں پھر دھاگے پر گرہ لگا دیتی ہیں۔ جس سے مسحور مرض کے ساتھ متاثر ہو جاتا ہے یا حرکتِ قلبی یا اور اسی طرح کی تکلیف سے متاثر ہو جاتا ہے۔

نووی کا قول: یہ حقیقی گرہ ہے جو ساحروں کی انسانوں کے لئے ہوتی ہے اور اس کو نماز کے لئے کھڑے ہونے سے روک دیتی ہے۔ شیطان سونے والے پر کلمات پڑھ کر گرہ لگاتا ہے جس سے سونے والے پر اسی طرح اثر ہوتا ہے جیسا سحر سے ہوتا ہے اور (۲) یہ بھی احتمال ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل کرتا ہو جو گرہوں پر پھونکیں مارنے والیوں کے عمل کے مشابہ ہو۔ (۳) دل پر گرہ لگانا مراد ہے اس کو پختہ کرنا مراد ہے گویا وہ وسوسہ ڈال کر کہتا ہے رات بہت طویل ہے تو سو جا۔ پس وہ اٹھنے میں تاخیر کر دیتا ہے۔ **اذا هو نام** ! جب وہ نیند میں مشغول ہوتا یا ارادہ کرتا ہے۔ **ثلاث عقد** ! بیضاوی کہتے ہیں تین تاکید کے لئے کہا یا یہ کہ یہ تینوں ذکر و وضو و نماز میں سے کسی ایک سے کھل جاتی ہے۔ گدی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہم کا مقام ہے اور اس کے استعمال کا میدان ہے یہ تمام قویٰ میں شیطان کا سب سے زیادہ مطیع اور اس کی دعوت کو جلد قبول کرنے والا ہے۔ **علیك لیل طویل** ! ہر گرہ لگاتے ہوئے وہ یہ کہتا ہے۔

النحو: **لیل طویل مبتداء مؤخر علیك** ! خبر مقدم ہے۔ (۲) فعل محذوف کا فاعل ہے ای **بقی علیك لیل**۔ ! (۳) **علیك لیلا طویلاً** ! عام نسخوں کی طرح مان لیں تو یہ منصوب علی الاغراء ہے۔ برماوی کہتے ہیں رفع والی روایت زیادہ درست ہے۔ **فارقد** ! یہ امر ہے۔ پہلی دونوں تراکیب پر اس کا فائدہ ظاہر ہے۔

ابن بطال کا قول: جب سونے والا بیدار ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ یہ عقد کی تفسیر ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ شیطان سونے کے وقت یہ کہتا ہے تا کہ اسے استغراق نوم پر آمادہ کرے۔ وہ قیام کے فوت ہونے پر مضطرب نہ ہو۔ **فان استقیظ فذکر اللّٰہ تعالٰی** ! کوئی سا ذکر مراد ہے۔ **انحلت عقدة** ! ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وضو سے اس کی باقی دونوں گرہ کھل جاتی

ہیں یہ اس طرح ہے جیسا اس ارشاد میں: ﴿قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین ..... فی اربعة ایام﴾! یعنی یہ کل چار دن ہوئے۔ اسی طرح اس روایت میں "من صلی علی جنازة فله قیراط' ومن اتبعها حتی توضع فی القبر فقیراطان"! یہ مسلم کی ایک روایت ہے بخاری نے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ قیراطان کا مطلب اس کو کل ثواب دو قیراط ملتا ہے۔ حدیث مسلم میں بھی اسی طرح معنی ہے: "من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل' ومن صلی الصبح فی جماعة فکانما قام اللیل کله"۔ فان صلی انحلت عقدة! اگر دو رکعت نماز پڑھ لی تو گرہ کھل جاتی ہے۔ بقول برماوی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔ بخاری کی روایت میں جو بدء الخلق میں واقع ہے وہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ فاصبح نشیطا! کیونکہ وہ توفیق الٰہی کی راہ چلا۔ طیب لنفس! اس عمدہ عمل سے اللہ تعالیٰ نے اس کی جان میں برکت عنایت فرمائی۔ والا! اگر ان امور ثلاثہ میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اس کا حال یہ ہوتا ہے۔ اصبح خبیث النفس! ترک عادت یا فعل خیر جس کی نیت کر چکا اس کو چھوڑ کر یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہیں جس میں وارد ہے "لا یقل احدکم خبثت نفسی"! کیونکہ ممانعت تو کہنے کی ہے۔ یہاں تو اس فعل کے ترک کی وجہ سے دوسرے کی طرف سے نفس کی اس حالت کی خبر دی گئی ہے۔ کسلان! کیونکہ شیطان کی شرارت کا اثر اور اس کی کوتاہی کی نحوست اور شیطان کے قیام لیل کو فوت کر کے بہت سا حصہ پانے کا اثر موجود ہوتا ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ نماز اور اس جیسی قرب کی چیزیں اس کے لئے آسان ہوں۔ اس کو دوبارہ لانے سے معلوم ہوتا ہے اس کی صبح اسی طرح رہتی ہے جب تک کہ وہ نماز ادا نہ کر لے خواہ اس سے پہلے والی تمام چیزیں کر لے۔

قافیه الراس! اس سے سر کا پچھلا حصہ مراد ہے۔ شعر کا قافیہ بھی اس کا پچھلا حصہ ہے۔
زرکشی کہتے ہیں قافیہ سے قفا مراد ہے جو کہ گردن کا پچھلا حصہ ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (٤٢٦) وأحمد (٣/٧٣١٢) والبخاری (١١٤٢) ومسلم (٧٧٦) وأبو داود (١٣٠٦) والنسائی (١٦٠٦) وابن حبان (٢٥٥٣) وابن خزيمة (١١٣١) والبيهقی (٣/١٥/١٦)

الفرائد : ① وضو اور نماز سے شیطان کی لگائی ہوئی گرہیں کھلتی ہیں ② مسلمان کو اپنے نفس کی طرف برے کلمات کی نسبت بھی منع ہے کہنا تو بجائے خود رہا۔

١١٦٧ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

١١٦٧: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! السلام علیکم کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو نماز پڑھو اس حال میں کہ لوگ سور ہے ہوں۔ تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حالات باب السلام میں گزر رے۔ایھا الناس! متوجہ کرنے کے لئے یہ لفظ لاتے ہیں' مختصر کرتے ہوئے حرف نداء کو حذف کر دیا۔ افشوا السلام! سلام کو اپنے مابین خوب پھیلاؤ۔ صلوا باللیل! نماز تہجد مراد ہے یا مطلقاً رات میں نماز ادا کرنا مراد ہے جیسے کئی صحابہ کرام تمام تمام رات قیام کرتے۔ والناس نیام! کیونکہ نمازی اپنے کو نرم بستر' لذت نوم سے محروم کر کے اپنے رب تعالیٰ کی طاعت میں مصروف کرتا ہے۔ تدخلوا الجنه بسلام! محض فضل سے یہ انعام دیا گیا کہ عذاب سے محفوظ کر کے اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس میں ان تمام کاموں کے کرنے والے کو ابتداءً دخولِ جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ دوسرے تمام مصنفین نے "صلوا ارحامکم"! بھی اضافہ کیا ہے۔

تخریج : تقدم شرحه و تخریجه في باب فضل السلام۔

الفرائد : ایضاً۔

۞ ۞

۱۱۶۸ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمْضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ ' وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ صَلٰوةُ اللَّیْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے بعد سے زیادہ افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ افضل الصیام! مطلق نفل روزے مراد ہیں۔ شهر الله المحرم! یعنی محرم کا روزہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت تشریف کے لئے کی گئی ہے۔ اس کی عظمت اہل نبیؑ کے فعل سے برقرار رہی۔ اسی لئے اس کو ام سلامی نام کہا جاتا ہے۔ صلاۃ اللیل! نفلی نمازوں میں سب سے افضل اس لئے ہے کہ یہ سکون' خشوع و خضوع' ریاء سے بعد کا وقت ہے۔ سنن اربعہ وغیرہ کی روایت "جوف اللیل"! کا لفظ وارد ہے۔

ایک اشکال کا ازالہ: ترمذی و بیہقی کی روایت اس کے خلاف نہیں "افضل الصوم بعد رمضان شعبان"! کیونکہ عظمت کے اسباب مختلف ہیں۔ محرم اپنی ذات کے لحاظ سے فضیلت والا ہے اور شعبان کی عظمت دوسرے کی وجہ سے ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۵٤۲) ومسلم (۱۱٦۳) وأبو داود (۲٤۲۹) والترمذی (٤۳۸) والنسائی (۱٦۱۲) وابن ماجة (۱٦٤۲) وابن حبان (۳٦۳٦) وابن خزیمة (۲۰۷٦) والدارمی (۱۷۰۷) والبیهقی (٤/۲۹۰/۲۹۱)

الفرائد : ① فرائض کے بعد نفلی نمازوں میں سب سے افضل نماز قیام لیل ہے ② محرم کے روزے کی ترغیب دلائی گئی اس کو شہر اللہ کہا گیا۔

١١٦٩ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی ، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَۃٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

١١٦٩: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کی نماز (یعنی تہجد) دو دو رکعتیں ہیں جب تمہیں صبح کا خطرہ ہو تو ایک تیسری رکعت ملا کر وتر بنا لو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ صلاۃ اللیل مثنی مثنی! یہ اثنین اثنین سے عدل ہے۔ یعنی دو دو رکعت کر کے۔ فاذا اخفت الصبح! جب صبح کاذب ظاہر ہو جائے یا صبح صادق کا قرب اور علامت سے ظاہر ہو جائے۔ فاوتر بواحدۃ! تو ایک رکعت ملا کر وتر بنا لے جیسا دوسری روایت میں "توتر لہ ما صلی" ! اور وتر کی تعریف میں فرمایا: "فان اللّٰہ وتر یحب الوتر" ! عدد طاق اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

تخریج : أخرجہ مالك (٢٧٩) والبخاری (٩٩٠) ومسلم (١٤٧/٧٤٩) وأبو داود (١٣٢٦) والنسائی (١٦٩٣) وابن ماجہ (١٣٢٠) والحمیدی (٦٣١) وابن حبان (٢٤٢٦) والبیھقی (٢٢/٢١/٣)

الفرائد : رات کی نماز کا طریقہ سکھایا کہ دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔

١١٧٠ : وَعَنْہُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی ، وَیُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

١١٧٠: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ادا فرماتے' اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یصلی من اللیل! نماز تہجد مراد ہے۔ تہجد وتر اور نفل کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔ ہر اس نفل سے جو نیند کے بعد کیا جائے (مگر جو تمام رات قیام کرنے والے ہیں ان کو بھی تہجد یقیناً ملتی ہے۔ نیند کی قید غالب کے لحاظ سے ہے) یہ روایت باب تخفیف رکعتی الفجر میں روایت گزر چکی ہے۔

تخریج : فی باب تخفیف رکعتی الفجر۔

الفرائد : ایضاً۔

١١٧١ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُفْطِرُ مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَّا یَصُوْمَ مِنْہُ ، وَیَصُوْمُ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَّا یُفْطِرَ مِنْہُ شَیْئًا ، وَکَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاہُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْتَہٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَہٗ — رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

١١٧١: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم کسی مہینے میں روزہ نہ رکھتے۔ یہاں تک کہ ہم گمان کرتے کہ آپ اس مہینے میں روزہ ہی نہ رکھیں گے اور کبھی اس طرح مسلسل روزے رکھتے کہ گمان ہوتا کہ اس مہینے میں کوئی روزہ چھوڑیں

گے ہی نہیں اور تم نہ چاہتے تھے کہ آپ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں مگر دیکھ لیتے اور اگر تم نہ چاہتے ہو کہ آپ کو سوتا ہوا دیکھیں مگر سوتا ہوا دیکھ لیتے۔ (بخاری)

تشریح ۞ **یفطر من الشھر!** مہینے کے بعض ایام اور بعض اوقات مکمل مہینہ افطار ہی فرماتے یہاں تک کہ طویل افطار سے گمان ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں روزہ نہ رکھیں گے۔ **ویصوم!** پھر روزہ اس تسلسل سے رکھتے کہ گمان ہوتا افطار نہ فرمائیں گے۔ سابقہ جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل روزے اس وقت سمجھے جاتے جب ایام افطار سے زیادہ رکھتے۔ **لا تشاء!** کوئی زمانہ نہیں کہ جس کو تو پسند کرے۔ **الا رایته!** مگر وہ زمانہ جس میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے۔ **ولا نائمًا الا رایته!** قسطلانی لالیس کے معنی میں ہے یا پھر لم کے معنی میں ہے ای **لست تشاء یا لم تکن تشاء۔!** یا تقدیر عبارت یہ ہے **لا زمن تشاء!** پہلی صورت میں یہ باب استثناء سے اور تقدیر کی صورت میں اثبات بنے گا اگر تم آپ کو تہجد میں دیکھنا چاہو تو تم تہجد پڑھتے ہوئے پاتے اور اگر تم سوتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتا ہوئے پاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں انتہائی میانہ روی ہوتی جو افراط تفریط سے بالکل پاک ہوتی۔ بعض نے کہا اس میں حصر اضافی ہے۔ ان دونوں حالتوں کے لوٹنے کی وجہ سے تہجد کا نیند پر غلبہ اور کبھی اس کا عکس پیش آتا اور حکم غالب کے لحاظ سے ہے پس حصر درست ہے۔ مطلب یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کا بعض حصہ نیند کے لئے متعین نہ فرماتے اور بعض حصہ نماز کے لئے جیسے وراد والے لوگ کرتے ہیں۔ روزے میں بھی یہی معمول مبارک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات میں کرتے تاکہ نفس پر گراں ہوں کیونکہ کچھ مدت روزہ رکھنے سے عادت بن کر نفس پر آسان ہو جاتا ہے اور نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور جب افطار کرتا ہے تو وہ نفس پر گراں گزرتا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جتنا قیام جس وقت میسر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرما لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف نہیں "**کان اذا سمع الصارخ قام**"! کیونکہ وہ صلاۃ لیل کے علاوہ وقت کی بات ہے اور یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد پر محمول ہے۔ اسی طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی اس کے خلاف نہیں "**کان اذا صلی صلاۃ داوم علیھا**"! اور یہ قول "**کان عملہ دیمۃ**"! کیونکہ اس سے مراد جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتبہ نفلوں میں لے آتے، مطلق نفل کی بات نہیں۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ میں جس طریق عبادت کی طرف اشارہ کیا گیا وہ عبادت کا سب سے اعلیٰ طریقہ ہے۔ بہترین امور اوسط ہوتے ہیں۔ بعض نے نفس پر بہت سختی کی اور بعض نے بہت نرمی برتی ہے۔ اصل یہی ہے کہ نفس کو اس کا حق دیا جائے اس کے ساتھ ساتھ اس کے رب کی خدمت میں اسے لگایا جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٠١٢) والبخاری (١١٤١) والترمذی (٧٦٩) الشمائل (٢٩٢) والنسائی (١٦٢٦) وابن حبان (٢٦١٧) والبیهقی (١٧/٣)

الفوائد : نوافل میں اپنی ہمت و طاقت کا لحاظ کرے۔ تاکہ اکتا کر بالکل تارک نہ بنے۔ اللہ تعالیٰ قلیل دائمی عمل کو پسند فرماتے ہیں۔

۱۱۷۲ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ

رَكْعَةً – تَعْنِي فِي اللَّيْلِ – يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ' وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ' ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ' حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۷۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے اور اس میں اتنا طویل سجدہ ادا فرماتے جتنی دیر میں تم سے کوئی ایک پچاس آیتیں تلاوت کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھائیں اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ادا فرماتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ لیٹ جاتے' یہاں تک کہ نماز کی اطلاع دینے والا ہی آتا۔ (بخاری)

تشریح ۞ کان یصلی! سے تہجد وتر مراد ہیں۔ تعنی! عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان گیارہ رکعات سے تہجد کی رکعات مراد لیتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے ساتھ تہجد ادا فرماتے۔ ان رکعات کی طوالت کو بتلانے کے لئے یہ جملہ **یسجد** سے مستانفہ لایا گیا یا اس کو یصلی کی ضمیر سے حال بنائیں۔ یرکع رکعتین! یہ تفنن فی التعبیر کے لئے اس کے بدلے یہ عبارت لائے۔ یہ مجاز مرسل ہے۔ جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ صلاۃ الفجر! طلوع فجر کے بعد فجر سے پہلے کی دو سنت ادا فرماتے۔ ثم یضطجع! یہ خشوع اور قبر کے لیٹنے کو یاد دلانے کے لئے تھا۔ المنادی! سے بلال رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ للصلاۃ! جبکہ نمازی جمع ہو چکتے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل تہجد کے بعد تھکاوٹ کے ازالہ اور تراوح کے لئے لیٹ جاتے۔ اپنے گھروں سے آنے والے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا مسجد میں آ کر لیٹ جانا روایات میں نایاب ہے۔ واللہ اعلم)

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۵۰۶۳) والبخاری (۶۲۶) ومسلم (۷۳۶) وأبو داود (۱۳۳۵) والترمذی (۴۴۰) ومالك (۲٦٤) والدارمی (۱/۳۳۷) وابن حبان (۲٤٦٧) والبیهقی (۳/٤٤)

الفرائد : ① رات کی نماز عموماً آپ وتر سمیت گیارہ رکعت پڑھتے۔ سجدہ رکوع پچاس آیات پڑھنے کی مقدار ہوتا تھا ② رات کے طویل قیام کے بعد سنت فجر سے فارغ ہو کر یہ لیٹنا استراحت کے لئے گھر میں تھا نہ کہ مسجد میں۔

۱۱۷۳ : وَعَنْهَا قَالَتْ : مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ – فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ – عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً : يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ : "يَا عَآئِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی نماز میں گیارہ رکعت سے اضافہ نہ فرماتے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے حسن وطوالت کا مت پوچھو۔ پھر آپ چار رکعت ادا فرماتے' ان کے بھی حسن وطوالت کا مت پوچھو' پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں' لیکن میرا

دل نہیں سوتا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یزید !طاق رکعتیں جو قیام لیل میں آپ ﷺ ادا فرماتے۔ احدی عشرة رکعة! یہ زیادہ کی تعداد ہے۔ بعض روایات میں تیرہ کی تعداد مذکور ہے۔ راوی نے اس میں ان دو رکعتوں کو بھی شامل فرمایا جو کسل نوم کے ازالہ کے لئے ادا فرماتے تھے۔ تفصیل اس طرح ہے۔ یصلی اربعًا! چار رکعت ادا فرماتے۔ فلا تسال عن حسنهن! کیونکہ وہ طوالت اور کامل ادا پر مشتمل ہوتی تھیں اور یہ نماز میں داخل کے بعد تا کہ نشاط زیادہ ہو۔ بقول فقہاء پہلی دو رکعتوں میں سورۃ طویل پڑھے۔ بعض روایات سے آخری میں بھی ثابت ہے۔ ثم یصلی اربعًا! یہ الفاظ دوبارہ لائے تا کہ پہلی سے کم کا وہم نہ ہو۔ ثم یصلی ثلاثا! پھر اسی طرح تین (وتر) ادا فرماتے اور یہ بھی حسن و خوبی میں پہلے کی طرح ہوتے۔ اتنام قبل ان توتر! نیند سے پہلے وتر نہ پڑھنے کی حکمت میں نے دریافت کی کیونکہ دوسرے سونے والوں پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور دوسروں کے فرق کو اس طرح بیان فرمایا۔ یا عائشة ان عینی تنامان و لا ینام قلبی! نووی کہتے ہیں یہ خصائص نبوت سے ہے۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا۔ البتہ وادی والے واقعہ میں جو نیند کا قصہ ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ طلوع فجر اور طلوع شمس کا تعلق ظاہری آنکھوں سے ہے اور وہ تو سوئی ہوئی تھی دل سے ان کا تعلق نہیں اور حدث کا تعلق قلب سے ہے۔ بعض نے کہا کبھی دل سوتا اور کبھی نہ سوتا اور روادی والا قصہ دل کے سونے میں پیش آیا مگر پہلا قول درست ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (٢٦٥) وأحمد (٩/٢٤١٢٨) والبخاري (١١٤٧) ومسلم (٧٣٨) وأبو داود (١٣٤١) والترمذي (٤٣٩) والبيهقي (١/١٢٢) الدلائل (١/٣٧١/٣٧٢)

الفرائد: اس میں آپ ﷺ کے قیام لیل کی فضیلت ذکر کی گئی۔ رمضان' غیر رمضان کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تراویح کے علاوہ اور اس سے پہلے کا طرز عمل ہے۔

۱۱۷۴ :وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر نماز ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ینام اول اللیل !نفس اور عین کا حق ادا کرنے کے لئے رات کے شروع میں آرام فرماتے۔ مسلسل اعمال سے جسم میں تھکاوٹ پہنچ جاتی ہے۔ ویقوم آخره! آخر لیل میں قیام فرماتے اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قیام فرماتے جب "صرخ الصارخ"! مرغ اذان دیتا اور وہ آدھی رات کے بعد اٹھتا ہے۔ فیصلی! قیام سے مقصود نماز کی ادائیگی کرنا ہوتا اور افضل قیام کا وقت یہی ہے۔ اس سے عقد کھل جاتے ہیں اگر مجرد قیام کرے گا اور اس سے ذکر متصل ہوگا تو تمام گرہیں نہ کھلیں گی۔ ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "کان ینام اول اللیل ویحیی آخره"۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢٦٢١٦) والبخاري (١١٤٦) ومسلم (٧٣٩) وابن ماجه (١٣٦٥) والنسائي

(۱٦۳۹) وابن حبان (۲۵۸۹)

الفرائد : ① شروع رات میں مرجاتے تا کہ رات کے پچھلے پہر قیام لیل کے لئے نشاط سے اٹھ سکے وہ وقت اپنے فضائل میں اپنی مثال آپ ہے۔

۱۱۷۵ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ ، قِيْلَ :مَا هَمَمْتَ؟ قَالَ :هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے مسلسل قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ میں نے برے کام کا ارادہ کیا۔ آپ سے پوچھا گیا کس چیز کا ارادہ کیا؟ فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو قیام کی حالت میں چھوڑ دوں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس سے مطلقاً جواز جماعت نفل ثابت ہو رہا ہے (جو بلا تداعی ہو اور اتفاقاً ہو) فلم يزل قائمًا! آپ ﷺ قیام میں رہے۔ حتی هممت بامر سوءٍ!هم قصد کے معنی میں ہے۔ با سے متعدد ہوا ہے۔ یہ سوء کا لفظ مسرۃ کے بالمقابل ہے۔ ایک نسخہ میں بامرسوء ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ناخوشی والی بات کیا تھی تو انہوں نے جواب دیا۔ ان اجلس وادعه! مطلب یہ ہے کہ بیٹھ جاؤں اور نماز کو منفرد طور پر مکمل کرلوں۔ وہ مراد نہیں جو قسطلانی نے گمان کیا کہ نماز کو منقطع کردوں یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کے لائق نہیں۔ پس ترک اقتداء اور جماعت میں مداومت کے ترک کو امر سوء فرمایا۔ حدیث میں امام کا تطویل جماعت کرنے کا جواز ہے وہ مجمع کے پسند کرنے پر محمول ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۳٦٤٦) والبخاری (۱۱۳۵) ومسلم (۷۷۳) وابن ماجه (۱٤۱۸)

الفرائد : ① ائمہ اور بڑوں کے قول و فعل کی مخالفت نہ کرنی چاہئے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو ② صلوٰۃ اللیل میں طویل قیام افضل ہے۔

۱۱۷٦ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ ، فَقُلْتُ :يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ، ثُمَّ مَضٰى ، فَقُلْتُ :يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ ، فَمَضٰى ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا ، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا ، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا يَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ، ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ، فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ ، ثُمَّ قَالَ :سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِّمَّا رَكَعَ ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ :سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِهٖ — رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۷۶: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ پس آپؐ نے سورۃ بقرہ شروع کی۔ میں نے دل میں کہا کہ سو آیت پر رکوع فرمائیں گے مگر آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے دل میں کہا کہ سورۃ بقرہ کو ایک رکعت میں پڑھیں گے مگر آپؐ نے قراءت جاری رکھی۔ میں نے دل میں کہا اس کے اختتام پر رکوع کریں گے' پھر آپؐ نے (سورہ) نساء شروع فرمائی پس اس کو پڑھا۔ پھر آل عمران شروع کی اور اس کو پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ جب کسی تسبیح کی آیت سے گزرتے تو تسبیح فرماتے اور جب سوال والی آیت کو پڑھتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پر گزر ہوتا تو تعوذ کرتے۔ پھر رکوع کیا اور اس میں یوں پڑھنے لگے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ آپؐ کا رکوع قیام کے برابر تھا۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ ..... کہا پھر ایک طویل قومہ فرمایا جو رکوع کے قریب تھا۔ پھر سجدہ کیا اور یہ پڑھا: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى اور آپ کا سجدہ بھی قیام کے قریب قریب تھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم**! تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے۔ **فافتتح البقرة** ! یعنی فاتحہ کے بعد بقرہ کو شروع فرمایا۔ فاتحہ کے تذکرہ کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ وہ تو قرأت سورت سے پہلے بہرصورت پڑھی جاتی ہے۔ **عند المائة**! یہ مایہ کی الف کو خط میں دفع التباس بمنہ لکھا جاتا ہے۔ **في ركعة**! سورت کے مکمل ہونے پر رکوع فرمائیں گے۔ **ثم افتتح آل عمران فقرانها**! یہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب تھی یا پہلے ترتیب اسی طرح ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عمران کی تقدیم کا حکم فرمایا۔ نووی کہتے ہیں اس سے ان لوگوں کی دلیل نکلتی ہے جو ترتیب کو اجتہادی مانتے ہیں اور توقیفی نہیں مانتے یہی مالک اور جمہور بقلانی کا قول ہے اور اس کو احتمال کے باوجود زیادہ درست قول کہا گیا۔ نووی کہتے ہیں جنہوں نے توقیفی قرار دیا انہوں نے اس کو مصحف عثمانی کی ترتیب میں درست قرار دیا۔ توقیف اور آخری دور والی بات پہنچنے سے پہلے مصاحف ترتیب میں مختلف تھے۔ پس مصاحف سورۂ نساء' پھر آل عمران کی قرأت پر مشتمل تھے۔ توقیف سے پہلے یہی ترتیب تھی اور یہ دونوں سورتیں مصحف ابی میں بھی اسی طرح تھیں۔ نووی کہتے ہیں اس میں اختلاف نہیں کہ نمازی کے لئے یہ درست ہے کہ وہ دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت پڑھے یہ ایک رکعت میں مکروہ ہے اور نماز سے باہر اس طرح کرنا مکروہ ہے دیگر علماء نے اس کو مباح قرار دیا اور بالٹ پڑھنا اس کو قرار دیا کہ آیات کو آخر سے شروع کی طرف پڑھا جائے اور یہ بات اجماعی ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ یہ قاضی عیاض سے نقل کیا گیا ہے۔

يقرا مترسلاً! یہ جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے جو کیفیت قرأت کو ذکر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ترسل حروف کو ترتیل اور صحیح ادائیگی سے پڑھنا۔ **اذا مر باية تسبيح**! جس طرح ﴿سبحوه بكرة واصيلاً﴾ ! آیت میں ﴿اسالوا الله من فضله﴾ **يتعوذ**! پناہ مانگنے والی آیت جیسے ﴿واني اعيذها بك وذريتها من الشيطان الرجيم﴾! طلب والی آیت کی مثال ﴿فاما ينزغنك من الشيطان نزغ فاستعذ بالله﴾! تفنن تعبیر کے لئے تعوذ کا لفظ استعمال کیا۔ **ثم ركع**! قرأت کو مکمل فرما کر رکوع میں گئے۔ **فكان ركوعه نحواً من قيامه**! تسبیح رکوع کو بار بار دہراتے رہے اور قیام کے برابر رکوع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رکوع میں طوالت کرنی چاہئے۔ **ثم قال سمع الله**! رکوع سے سر مبارک اٹھا کر سمع اللہ کہا پھر قومہ کو رکوع کی طرح

طویل فرمایا۔نووی کہتے ہیں قومہ کے طویل کرنے کا جواز ثابت ہونا جبکہ شوافع ابطال صلاۃ کا قول کرتے ہیں۔ثم سجد! پھر سجدہ سبحان ربی العظیم پڑھتے رہے۔جب ﴿سبح اسم ربك العظیم﴾ اتری تو آپ ﷺ نے اس کو رکوع میں پڑھنے کا حکم دیا اور جب ﴿فسبح باسم ربك الاعلٰی﴾ اتری تو اس کو سجدہ میں پڑھنے کا فرمایا سجدے میں بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔سجدہ کی تسبیح کو الاعلیٰ سے خاص کیا گیا مطلب یہ ہے کہ وہ جہات' مسافات سے بلند و بالا ہے تاکہ اقربیت کا اشیاء دنیا والا وہم نہ پیدا ہو۔اعلیٰ کا لفظ العظیم سے زیادہ بلیغ ہے اور سجدہ تواضع میں سب سے زیادہ بلیغ ہے تو ابلغ کو ابلغ کے مناسب فرمایا گیا۔

باب المجاہدہ میں روایت گزری۔

تخریج : باب فی المحاهدة میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۱۷۷ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "طُوْلُ الْقُنُوْتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

الْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ :الْقِيَامُ۔

۱۱۷۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''کون سی نماز افضل ہے؟'' فرمایا: طویل قیام والی۔ (مسلم)

قنوت سے مراد قیام ہے۔

تشریح ۞ سئل! یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔الصلاۃ! نماز کے اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ محبوب ہے۔طول القنوت! یہاں قنوت سے قیام مراد ہے۔

نووی کا قول: اس میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو طویل قیام کو کثرت رکوع اور طویل سجدوں پر فضیلت دیتے ہیں۔شوافع کے ہاں اسی طرح ہے کیونکہ قراٗت' تسبیح اور قرآن افضل ہے اور اس لئے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام فرمایا۔جو بعض نے کہا طویل قیام رات کو افضل اور دن میں رکوع' السجود دن کو افضل ہیں۔بعض نے کہا طوالت سجدہ مراد ہے اور تکثیر رکوع افضل ہے۔بعض نے دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٤٣٧٥) ومسلم (٧٥٦) والترمذی (٣٨٧) وابن ماجه (١٤١٢) والطيالسی (١٧٧٧) والحميدی (١٢٧٦) وابن حبان (١٧٥٨) والبيهقی (٨/٣) وأبو داود (١٣٢٥)

الفرائد : اللہ تعالیٰ کو طول قیام و قراءت بہت پسند ہے۔

۱۱۷۸ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :

"اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَی اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ ، وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَی اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ : كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۸: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب نماز (نفلی نمازوں میں) داؤد علیہ السلام کی ہے اور روزوں میں سب سے محبوب روزے (بھی) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہی ہیں۔ وہ نصف رات سوتے اور ثلث قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے۔ (اور روزوں میں ان کا معمول یہ تھا کہ) ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **احب الصلاۃ!** یہ اس وقت فرمایا جب ان کو صوم کی مداومت اور قیام کے متعلق فرمایا کہ وہ روزے رکھے اور افطار کرے اور سوئے بھی اور اس کے ساتھ ساتھ تہجد پڑھے۔ احب سے ثواب میں بڑھ کر اور اللہ تعالیٰ کو پسند۔ **احب الصیام!** مطلق نفلی روزے مراد ہیں۔ **کان ینام نصف اللیل!** یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ جسم اور آنکھ کو ان کا حق دینے کے لئے ثلث لیل میں تہجد ادا فرماتے۔ **ینام سدسہ!** جسم کو اس کی راحت مل جائے۔ اس سے نیک عمل کو چھپانے اور دوسروں سے مخفی رکھنے کا ثبوت ملتا ہے تا کہ اخلاص کے قریب تر ہو کیونکہ جو اس طرح قیام کرے گا اور سوئے گا گویا لوگوں کی نگاہ میں اس نے قیام نہیں کیا کیونکہ بیداری کی تھکاوٹ ساتھ ساتھ اترتی رہی اور تہجد بھی مخفی رہی۔ بخلاف اس کے جو فجر تک بیدار رہے۔ اس پر تو اثر ظاہر ہوگا اور اس کا رات والا عمل سامنے آ جائے گا۔ **یصوم یومًا ویفطر یومًا!** اس میں اختلاف ہے کہ یہ صوم دہر سے افضل ہے اور ہر ایک کے لئے ہے یا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص ہے۔ جمہور اس کو ہر ایک کے لئے مانتے ہیں کیونکہ اس میں نفس کے حق کی ادائیگی اور نفس پر مشقت دونوں آ گئیں۔ افطار کے دن جسم کو وہ قوت مل جائے گی جو روزے سے پیدا ہوئی۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۶۵۰۱) والبخاری (۱۱۳۱) ومسلم (۱۱۵۹/۱۸۹) وأبو داود (۲۴۴۸) والنسائی (۱۶۲۹) وابن ماجه (۱۷۱۲) وابن حبان (۳۵۲) وعبد الرزاق (۷۸۶۴) والدارمی (۲/۲۰) والبیهقی (۴/۲۹۵/۲۹۶)

الفرائد: ① رات میں ثلث لیل کا قیام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے داؤد علیہ السلام کا عمل تھا ② ایک دن روزہ دوسرے دن افطار یہ نفلی روزوں میں افضل ترین روزے ہیں یہ بھی داؤد علیہ السلام کا عمل تھا۔

۞ ۞ ۞

۱۱۷۹ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّ فِی اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۷۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا کہ رات میں ایک ایسی گھڑی ہے۔ جو مسلمان اس گھڑی کو پالیتا ہے اور اس میں دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو

عنایت فرما دیتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہے۔ (مسلم)

تشریح ان فی اللیل! ان کی تاکیدات سے لانے کی وجہ وہ استبعاد ہے کہ رات تو سکون کی گھڑی ہے تو محل فیض الٰہی کیسے بنی تو فرمایا رات دن کے اوقات میں جس وقت کو اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات کا مرکز بنا دے۔ رجل مسلم کی قید غالب کے اعتبار سے ہے ورنہ مسلمان عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

یسال اللہ خیراً! (۱) اگر یہ مفعول مطلق ہوتو سوال خیر اصل ہوگا اور اضافت کی وجہ یہ ہے کہ اسی کا اثر اور اسی سے حاصل ہونے والا ہے۔ (۲) مفعول بہ ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کے کمال کرم کی طرف اشارہ ہے کہ سائل کے شر کو قبول کرنے کا وعدہ نہیں۔ اس صورت میں اس سے دنیا و آخرت کی بھلائی جیسے دونوں جہاں کی عافیت اور دنیا میں حصول توفیق اور آخرت میں جنت کا حصول مراد ہوگا۔ الا اعطاہ ایاہ! اس میں آمادہ کیا کہ رات کو دعا مانگے۔ اس گھڑی کو مبہم رکھا تاکہ اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہو کر غفلت سے ہٹ کر مانگے توجہ قلبی آنکھ و جوارح کی نیند کے منافی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ مطلق گھڑی دوسری روایت کے مطابق ثلث لیل گزرنے کے بعد ہو اور ایک روایت کے مطابق وہ نصف اخیر لیل میں ہے اور ایک اور روایت میں وہ رات کے وہ ثلث اخیر میں ہے۔ ان روایات میں منافات نہیں وہ اس طرح کہ وہ گھڑی کبھی نصف اخیر میں ہو اور کبھی نصف اخیر قبل الثلث میں ہو اور کبھی ثلث اخیر میں ہو یعنی بدلتی رہتی ہو۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خبر دی کہ وہ ثلث اخیر میں ہے پھر آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ وہ نصف لیل میں ہے۔ پھر خبر دی گئی کہ وہ ثلث اول میں ہے تو گویا اس مبارک متبرک گھڑی کے زمانہ کو وسیع کیا گیا خبر لک فضل اللہ علی ھذہ الامہ! بخلاف جمعہ والے دن والی گھڑی کے وہ مقرر ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ساعت جمعہ کی تنگی کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس سے اس کی قلت کو ظاہر فرما رہے تھے۔ رات کی گھڑی میں یہ بات کسی روایت میں مذکور نہیں۔ ذلک! سائل جو مانگے وہ مل جاتا ہے۔

کل لیلۃ! نصب کی صورت میں ظرف ہے اور خبر اس کا متعلق ہے۔ ای کائن فیھا۔

ایک اشارہ: رات دن سے افضل ہے کیونکہ تجلیات الٰہیہ ہر رات ہوتی ہیں کسی ایک رات کے ساتھ خاص نہیں۔ بخلاف دن کے کہ اس کی تجلیات جمعہ کے دن سے خاص ہیں۔ نووی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر رات اجابت کی گھڑی ہے۔ رات کی تمام گھڑیوں میں دعا کرنی چاہئے تاکہ وہ گھڑی میسر آ جائے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٥/١٤٣٦١) ومسلم (٧٥٧) وأبو عوانة (٢/٢٨٩) وابن حبان (٢٥٦١) وأبو يعلى (١٩١١)

الفرائد: ① دعا و طلب میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب عاجزی کرنی چاہئے۔ ② ہر رات کو قبولیت کی ایک گھڑی ضرور ہے۔

١١٨٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی رات کے کسی حصہ میں بیدار ہوتو اس کو نماز کا افتتاح دو خفیف (مختصر) رکعتوں سے کرنا چاہئے۔ (مسلم)

تشریح: اذا قام! رات کے قیام یا رات میں قیام کے لئے۔ فلیفتتح الصلاۃ! تا کہ نیند کا اثر جاتا رہے اور اعصاب وقوی میں نشاط پیدا ہو جائے اور کمال توجہ پیدا ہو جائے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳//۷۷۵۲) ومسلم (۷٦۸) وأبو داود (۱۳۲۳) والترمذی (۲٦۵) وابن حبان (۲٦۰٦) وأبو عوانة (۳۰٤/۲) وابن أبي شيبة (۲۷۳/۲) والبيهقي (٦/۳)

الفرائد: قیام لیل کو دو ہلکی پھلکی رکعات سے شروع کرے تا کہ نفس پر گراں نہ ہو۔

❁ ❁ ❁

۱۱۸۱: وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو اپنی نماز کو دو ہلکی پھلکی رکعتوں سے شروع فرماتے۔ (مسلم)

تشریح: اذا قام! تہجد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے۔ افتتح صلاته! نیند کے اثر کو زائل کرنے اور کمال نشاط کے ساتھ نماز میں داخل ہونے اور طبیعت پر فتور کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے تا کہ عوارض وامراض کی وجہ سے کمی نہ رہ جائے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲٤۰۷۲/۹) ومسلم (۷٦۷)

الفرائد: رات کی نماز دو خفیف رکعات سے شروع کی جائے۔

❁ ❁ ❁

۱۱۸۲: وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنْ وَجَعٍ اَوْ غَيْرِهٖ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نماز کسی درد یا عذر کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت بارہ رکعت ادا فرماتے۔ (مسلم)

تشریح: الصلاة من الليل! اس سے نماز تہجد مراد ہے۔ من تعلیلیہ ہے۔ وجع او غیرہ! اس سے زیادہ اہم کام میں مشغولیت یا کسی تکلیف کی وجہ سے۔ صلی من النهار! من فی کے معنی میں ہے۔ دن میں ادا فرماتے۔ ثنتی عشرة ركعة! (۱) ممکن ہے کہ بطور قضاء پڑھتے ہوں۔ اس سے نوافل قضاء کا استحباب ثابت ہوا۔ (۲) رات کو جو نوافل فوت ہوتے ان کا ثواب حاصل کرنے کے لئے۔ ابن حجر کا یہی قول ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (۱٤۰/۸٤٦) وأبو داود (۱۳٤۲) والترمذی (٤٤۵) والنسائي (۱۷۸۸) وابن حبان

(۲۴۲۱) ابن خزیمة (۱۱۶۹) وعبد الرزاق (۴۷۱۴) وأبو عوانة (۲/۳۲۱)

الفرائد : رات کی نماز اگر کسی عذر کی وجہ سے رہ جاتی تو اتنی رکعات دن میں آپ پوری کر لیتے تا کہ عمل میں دوام کا استحباب امت کو بتلا دیا جائے۔

۱۱۸۳ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۳: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وظیفے یا اس میں سے کسی چیز سے رہ جائے۔ پھر وہ نمازِ فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو اس کے متعلق لکھ دیا جاتا ہے کہ گویا اس نے وہ رات کو ہی پڑھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ حزبه! قرأت یا نماز کا جو حصہ آدمی ورد کی طرح لازم کرے۔ اصل معنی پانی کے گھاٹ پر وارد ہونے کی باری۔ شیء! سے یہاں معمولی چیز مراد ہے۔ فیما! دوران یہ ما موصولہ بھی ہوسکتا ہے اور محذوف کی صفت بن جائے گا۔ ای فی الوقت الذی بین الوقت المذکور۔ کانما قرأة من اللیل! نفل مؤقت کا تدارک کرنا مستحب ہے اور جو عذر سے چھوٹ جائے گا وہ فضل سے لکھا جائے گا۔ کاف تشبیہ سے لا کر اشارہ کر دیا کہ قضاء کا ثواب ادا سے کم ہے خواہ عذر کی وجہ سے ہو۔ باب المحافظہ علی الاعمال میں روایت گزری۔

تخریج : أخرجه مسلم (۷۴۷) وابن حبان (۲۶۴۳) والترمذی (۵۸۱) والنسائی (۱۷۸۹) وابن ماجه (۱۳۴۳) وابن حبان (۲۶۴۳) وأبو عوانة (۲/۲۷۱) والدارمی (۱/۳۴۶) والبیهقی (۲/۴۸۴)

الفرائد : کوئی دوامی عمل اگر رات کو رہ جائے تو دن کو پورا کر لیا جائے اور اگر دن کا عمل رہ جائے تو رات کو پورا کر لیا جائے کیا معلوم وہ دنیا کے آخری لمحات ہوں۔

۱۱۸۴ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهٗ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَآءَ ، رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرتا ہے جو رات کو اٹھا پھر نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اگر اُس نے انکار کیا تو اس نے اُس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر جو رات کو بیدار ہوئی اور اس نے اپنے خاوند کو بھی جگایا۔ اگر اس نے انکار کیا تو

اس نے اُس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔" (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ رحم اللّٰہ! یہ بظاہر جملہ خبریہ مگر انشائیہ دعائیہ ہے۔ خبریہ کی طرف اس لئے موڑا گیا تا کہ حاصل شدہ کی طرح ہو اس میں کسی اچھے کام کرنے پر دعا کے لئے آمادہ کیا گیا۔ ایقظ امراتہ للصلاۃ! اس میں بر و تقویٰ میں تعاون اور امر الٰہی کی اتباع میں خواہشات نفسانی پر ایثار معلوم ہو رہا ہے۔ فان ابت! (۱) اگر اس نے قیام سے ممانعت کی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا تا کہ غلبہ نیند جاتا رہے۔ من اللیل! سے یہاں بھی قیام تہجد مراد ہے۔ فان ابی! اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو اس نے چہرے پر جگانے کے لئے پانی چھڑک دیا۔ طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی روایت کی ہے۔ اس میں "فیذکران اللّٰہ عزوجل ساعۃ من اللیل الا غفرلھما"! کے الفاظ زائد ہیں۔ اس حدیث سے مطلق ذکر خواہ نماز میں ہو یا باہر ہو اس کا تذکرہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٧٤١٤) وأبو داود (١٣٠٨) والنسائي (١٦٠٩) وابن ماجه (١٣٣٦) وابن حبان (٢٥٦٧) ابن خزيمه (١١٤٨) والحاكم (١/١١٦٤) والبيهقي (٢/٥٠١)

الفرائد : طاعات میں اپنے بیوی بچوں کو بھی تلطف سے شریک کرنا چاہئے تا کہ وہ محروم نہ رہیں۔

۞ ۞ ۞

١١٨٥ : وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا اَيْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا – اَوْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا كُتِبَ فِى الذَّاكِرِيْنَ وَالذَّاكِرَاتِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۸۵: حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اپنے گھر والوں کو بیدار کرے اور پھر وہ دونوں نمازیں پڑھیں یا اکٹھی دو رکعتیں وہ پڑھیں تو ان کو ذَاکِرِیْنَ اور ذَاکِرَاتِ میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ اذا ایقظ الرجل اھلہ! یہاں بیوی بچے سب مراد ہیں۔ اس میں اس بات کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا کہ آدمی کو اپنے گھر والوں کو نفلی کام اسی طرح حکم دینا چاہئے جیسے فرائض کا دیتا ہے۔ فصلیا! دونوں نے اکٹھی نماز پڑھی۔ نسائی میں جمیعًا کا لفظ بھی مذکور ہے۔ بیوی اپنے خاوند کی اقتداء نوافل میں کر سکتی ہے۔ جماعت میں استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ جمیعًا کا لفظ منفرد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ او صلی! او شک راوی کے لئے ہے۔ ہر ایک نے دو رکعت نماز ادا کر لی تو وہ ذاکرین و ذاکرات میں لکھے جاتے ہیں۔ او صلی میں فعل کو مفرد لا کر اس طرف اشارہ کیا مرد نے اس کو جگایا عورت نے نماز پڑھی یا نہیں پڑھی ثواب میں شریک بن جائے گی۔

تخریج : أخرجه أبو داود (١٣٠٩) وابن ماجه (١٣٣٥) وابن حبان (٢٥٦٨) وأبو يعلى (١١١٢) والحاكم (١/١١٨٩) والنسائي (١/١٣١٠) والبيهقي (٢/٥٠١)

الفرائد : ① اگر میاں بیوی ایک دوسرے کو قیام لیل کے لئے جگائیں تو وہ ذاکرین میں شمار ہوتے ہیں ② جو پہل

کرے گا وہ اجر میں سبقت لے جائے گا۔

۱۱۸۶ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۸۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو بھی نماز میں اونگھ آ جائے' اسے چاہیئے کہ وہ سو جائے' یہاں تک کہ اس کی نیند دور ہو جائے اور جب تم میں سے ایک اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھے گا تو شاید وہ استغفار کر رہا ہو مگر اس کی بجائے اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح : **اذا نعس احد کم!النعاس۔** نیند کے بغیر فقط اونگھ۔ **نعس** (ن) فقہاء فرماتے ہیں کہ اونگھ کی علامت یہ ہے حاضرین کی کلام تو سنے مگر اس کو نہ سمجھے۔ **فی الصلاۃ!** رات کو جب نماز کے لئے کھڑا ہو۔ **فلیرقد حتی یذھب!** اس سے بہتر ہے۔ وجائے یہاں تک نیند دور ہو کر نشاط پیدا ہو جائے اور وہ سستی سے چھوٹ جائے۔ **فان احدکم اذا صلی!** یہ **فلیرقد** کی علت ہے۔ **وھو ناعس!** یہ صلی کے فاعل سے حال ہے۔ **لعلہ یذھب!** یہ جملہ ان کی خبر کی جگہ ہے۔ **یستغفر** کا معنی قاضی نے دعا کرنا کیا ہے۔ **فیسب نفسہ!** اونگھ کے غلبہ اور زبان کے لڑکھڑانے کی وجہ سے شاید وہ اپنے لئے بددعا کر دے۔

تخریج: أخرجه مالك (۲۵۹) وأحمد (۱۰/۲۵۷۱۹) والبخاری (۲۱۲) ومسلم (۷۸۶) والدارمی (۱/۳۲۱) وأبو عوانة (۲/۲۹۷) والحميدی (۱۸۵) وعبدالرزاق (۴۲۲۲) والدارمی (۱/۳۲۱) والبيهقی (۳/۱۶)

الفرائد : نماز کی طرف فراغت قلبی اور نشاط سے متوجہ ہونا چاہیئے بعض نے فرض و نفل میں اس کو عام کہا مگر امام مالک اس کو صلوٰۃ لیل کے ساتھ خاص کہتے ہیں کہ عام نیند کے غلبہ کا وہی وقت ہے۔

۱۱۸۷ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِّنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک رات کو بیدار ہو جائے۔ پھر اس کی زبان پر مشکل ہو گیا اور اس نے نہ جانا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' اس کو چاہیئے کہ وہ لیٹ جائے۔ (مسلم)

تشریح : **اذا قام!** اس سے نماز تہجد مراد ہے۔ **فاستعجم القرآن!** اونگھ کی وجہ سے قرآن مجید اس کی زبان پر ملتبس ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ذکر و قرآن میں سے کیا کہہ رہا ہے۔ **فلیضطجع!** تو وہ لیٹ جائے قرآن غلبہ اونگھ اسے تدبر قرآن اور توجہ سے روک دے گا۔ اس سے مطلع کیا کہ قیام کی فضیلت اس وقت ہے جب یہ حالت نہ ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۲۳۸) ومسلم (۷۸۷) وأبو داود (۱۳۱۱) وابن ماجه (۱۳۷۲) وابن حبان (۲۵۹۵) وعبدالرزاق (٤٢٢١) وأبو عوانة (۲/۲۹۷) والبيهقي (۳/۱٦)

الفرائد : ایسا شخص جو رات کو اٹھے مگر اس پر اونگھ کا غلبہ ہو اسے سو جانا چاہئے تا آنکہ نیند کے اثرات ختم ہو جائیں۔

۲۱۳ :بَابُ اسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ

باب: قیام رمضان کا استحباب اور وہ تراویح ہے

قیام رمضان! یہ وہی قیام ہے جس پر حدیث صحیح میں مغفرت کا وعدہ ہے۔ التراویح! یہ اہل مدینہ کے علاوہ دوسروں کے لئے بیس رکعات دس سلام سے ہیں۔ جیسا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس پر اتفاق ہو گیا۔ خواہ تراویح کی نیت کرے یا قیام رمضان کی آخر میں تین وتر ادا کرتے تھے۔ بیس کا راز یہ ہے رواتب غیر رمضان میں دس ہیں اس کو دوگنا کر دیا گیا کیونکہ رمضان عبادت میں محنت وکوشش کا مہینہ ہے۔ اہل مدینہ کے لئے شرف مدینہ ۳۶ رکعات ہیں اور یہ سولہ کا اضافہ اہل مکہ کے طواف کے بدلہ میں ہے۔ ہر دو ترویحتین کے درمیان چار مرتبہ سات چکر یہ قرن اول کے اواخر میں ہوا پھر مشہور ہوا اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی یہ بمنزلہ اجماع سکوتی بن گیا۔ اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے فرمایا بیس مجھے محبوب ہیں۔ حلیمی کہتے ہیں بیس میں ۳۶ والی قرأت والی کی جائے گی کیونکہ طول قیام کثر رکعات سے افضل ہے۔ اس کا وقت وتر اور نماز عشاء کے درمیان ہے خواہ جمع تقدیم ہو۔ صبح صادق تک وقت رہتا ہے۔ تراویح کا نام اس لئے پڑا۔ طویل قیام کی وجہ سے دو سلام کے بعد وہ استراحت کرتے تھے۔

۱۱۸۸ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۸۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کا قیام ایمان اور ثواب کی نیت سے کیا اس کے اگلے (پچھلے) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

من قام رمضان! عبادت سے جس نے رمضان کی راتوں کو قیام کیا یا تراویح پڑھی۔ **ایمانا!** اس کے ثواب کو سچا جانتے ہوئے۔ **واحتسابا !** اخلاص کے ساتھ۔

النحو : یہ حال یا مفعول لہ ہے۔

غفر له! حقوق اللہ میں سے صغائر مراد ہیں۔

تخریج : أخرجه مالك (۲۵۱) وأحمد (۳/۸۵۸٤) والبخاري (۲۰۰۹) وأطرافه (۳۵) ومسلم (۷۵۹) وأبو داود (۱۳۷۱) والترمذي (۸۰۸) والنسائي (۱٦۰۱) وابن ماجه (۱۳۲٦) وابن حبان (۲۵٤٦) ابن خزيمة (۲۲۰۳) والدارمي (۲/۲٦) والبيهقي (۲/٤۹۲)

الفرائد : ① اعمال میں ریاء سے بچا اور خلوصِ نیت سے کام لینا چاہیے ② رمضان کی عظمت کی وجہ سے قیامِ رمضان بڑی شان رکھتا ہے۔

۱۱۸۹ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ : "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے قیام کی رغبت دلاتے تھے' بغیر اس کے کہ ان کو لازم طور پر حکم دیں۔ چنانچہ فرماتے جس نے رمضان میں قیام کیا' پختہ یقین اور اخلاص کے ساتھ اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح : یرغب ! ترغیب دلاتے یعنی ثواب کا تذکرہ فرماتے ۔ في قيام رمضان ! کہ اس کی راتوں کو جاگیں اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت امت پر بہت تھی۔ اس لئے آپ فضیلت کے مواقع کی نشان دہی فرماتے رہتے۔ فيقول ! اس کا عطف يرغب ! پر ہو تو مرفوع ہوگا۔ من قام ! قیام رمضان دوسرے نوافل' عیدین' کسوفین' رواتب ان سے افضل ہے کیونکہ رواتب پر تو آپ ﷺ کا تسلسل ثابت ہے اور اس کو تین دن ادا فرمایا پھر خوف فرضیت سے ترک فرمایا۔ حدیث اسراء میں فرضیت کی نفی کا مطلب وہ فرض جو متکرر ہو۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۷٤/۷٥۹)

الفرائد : قیام رمضان نیکی کے افضل ترین اعمال سے ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر ترغیب وتحریص دلائی ہے۔

۲۱۴ : بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ اَرْجٰى لَيَالِيْهَا!

بَاب : لیلۃ القدر کی فضیلت اور اُس کا سب سے زیادہ اُمید والی رات ہونا

لیلة القدر ! یہ وہ رات ہے جس میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ ہوتا ہے اور اندازہ کیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنی شرف ہے۔ پھر اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہے۔ بعض نے کہا جو آدمی شرف نہ رکھتا ہو اگر اس کو میسر آ جائے تو وہ قدر و شرف والا بن جاتا ہے اور بھی اقوال ہیں (سطوع البدر في فضل ليلة القدر) میں ملاحظہ کریں۔ ارجي لياليها ! اس کی کون سی راتوں میں زیادہ امید ہے۔ اس میں چالیس اقوال ہیں۔ ابن حجرؒ نے لکھا کہ یہ رات باقی ہے اور ہر رمضان میں ہے آخری عشرہ میں ہے۔ البتہ کبھی ۲۱ اور کبھی دوسری راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نووی کہتے ہیں تعارض کے ختم کا یہ آسان راستہ ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر:۱] اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا۔'' (القدر)

انزلناہ! قرآن مجید مراد ہے۔ فی لیلة القدر! یہ نزول مکمل طور پر اس رات میں لوح محفوظ سے بیت العزۃ کی طرف ہوا۔ یہ مقام آسمان دنیا میں ہے۔ اس کے بعد مواقع کے مطابق اترتا رہا۔ وما ادراك! اس رات کی عظمت شان کو بتلانے کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا۔ من الف شهر! یعنی وہ ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو یعنی اس رات کا عمل ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بڑھ کر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ یہ آیت اس وقت اتری جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار ماہ تک جہاد کیا۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا اور اپنے اعمال ان کو چھوٹے معلوم ہوئے تو ان کو یہ رات دے دی گئی۔ جس کی عبادت ایک ہزار ماہ سے بڑھ کر تھی۔ یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ الروح! جبرئیل امین مراد ہیں یا کوئی مخصوص فرشتہ ہے۔ باذن ربهم! برکت و رحمت کے ساتھ اترتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات میں کنکریوں کی تعداد سے زیادہ فرشتے زمین پر ہوتے ہیں۔ کعب احبار کہتے ہیں زمین کا کوئی بقعہ ایسا نہیں ہوتا جہاں مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنے والا فرشتہ نہ ہو۔ سوائے کفار کے عبادت خانوں اور بت پرستوں کی پوجا کے مقامات یا نجاست و گندگی کے ٹھکانے یا نشہ اور گھنٹی کی جگہ کے۔ جبرئیل امین سب سے مصافحہ کرتے ہیں پس جس کے رونگٹے دعا کے وقت کھڑے ہو جائیں اور دل نرم پڑ جائے اور آنکھیں آنسو بہائیں وہ اس مصافحے کا اثر ہے۔

من كل امر سلام! من اجلیہ ہے اس سال میں ہر تقدیر والے حکم کے ساتھ۔ وہ رات نری سلامتی ہے اس میں شر و بلا کا نشان نہیں یا شیطان اس میں برائی نہیں کر سکتا یا رات نری سلامتی بن جاتی ہے کیونکہ فرشتے کثرت سے سلام کرتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں وہ ہر خطر سے اہل مساجد کو محفوظ رات ہے۔ حتى مطلع الفجر! سلامتی کے عموم کو ذکر کیا کہ اس کی یہ غایت ہے یا ہر لیلۃ القدر کی رات سلامتی طلوع صبح صادق تک رہتی ہے۔ المطلع! یہ مصدر ہے یا اسم ظرف ہے مگر خلاف قاعدہ ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ [الدخان:۳] اَلْاٰيَاتِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا۔'' (الدخان)

انزلناہ! اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ ليلة مباركة! یہ لیلۃ القدر ہے۔ انا كنا منذرين! کتاب اتار کر ڈرانے والے ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو کہ فائدہ انزال بیان کرنے کیلئے لایا گیا۔ فيها! یعنی اس رات میں۔ يفرق! فیصلے کئے جاتے ہیں اور لکھے جاتے ہیں۔ كل امر حكيم! حکیم یہ محکم کے معنی میں ہے یعنی جس میں تبدیلی نہ ہو مثلاً رزق، اجل، تمام سال کے معاملات۔

امراً من عندنا! یہ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے ای اعنی به امرا حاصلاً من عندنا! (۲) یہ کل سے حال ہے (۳) حکیم کی ضمیر سے حال ہے۔

انا كنا مرسلين! ہم لوگوں کی طرف رسول بھیجنے والے ہیں جو ان کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ انا كنا منذرين! سے بدل ہے۔ یعنی ہم نے اس کو اتارا ہے کیونکہ رسول بھیجنا یہ ہماری عادت ہے۔ رحمة من ربك! یہ مفعول لہ ہے۔ (۲) انا

کنایہ یفرق کی علت ہے اور رحمت اس کا مفعول بہ ہے یعنی اس میں ہم امور کا فیصلہ کرتے ہیں کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم رحمت بھیجیں اور امور کا فیصلہ بھی من جملہ رحمت کے ہے۔ انه هو السمیع العلیم! وہ تمام اقوال وافعال کو سننے جاننے والا ہے اور رب وہی ہوسکتا ہے جس میں یہ صفات ہوں۔

۱۱۹۰ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۹۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے یقین اور اخلاص کے ساتھ لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ قام! عبادت سے رات کا زندہ کرنا۔ لیلة القدر! نماز عشاء جماعت کے ساتھ حاصل ہو جائے تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی جبکہ نماز صبح کا بھی پختہ عزم ہو۔ ایماناً و احتساباً! یقین کرنے والا اور ثواب کی امید رکھنے والا ہو۔ غفر له! نووی کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ قیام رمضان اور لیلۃ القدر کا قیام ایک دوسرے سے مستغنی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ قیام رمضان بغیر موافقت لیلۃ القدر کے غفران ذنوب کا سبب ہے اور قیام لیلۃ القدر اس کے لئے جس کو یہ رات میسر آ جائے اور وہ اس کو پہچان لے۔ اس کے لئے غفران کا سبب ہے اگرچہ بقیہ رمضان قیام نہ کیا ہو۔

تخریج : أخرجه البخاری (٢٥) ومسلم (٧٦٠)

الفرائد : لیلۃ القدر کے قیام پر ابھارا گیا ہے۔ قیام کرنے والے کو عظیم الشان خوشخبری دی گئی ہے کہ اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۞ ۞ ۞

۱۱۹۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اُرُوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ کَانَ مُتَحَرِّیْهَا فَلْیَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۹۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خواب میں لیلۃ القدر آخر سات راتوں میں دکھائی گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تم سب کا خواب آخری سات راتوں کے بارے میں متفق ہو گیا جو تم میں سے اس کو تلاش کرے تو اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرنا چاہیے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اروا لیلة القدر! بعض صحابہ کرام کو یہ رات خواب میں دکھائی گئی۔ ان کو کہا گیا یہ مہینے کے آخری سات ایام میں ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ۲۲ ویں رات سے لے کر ۲۸ ویں کی رات تک راتیں مراد ہیں۔ دمامینی کہتے ہیں۔

النحو : اواخر یہ آخرۃ ہی کی جمع ہے یہ اُخریٰ کی جمع نہیں کیونکہ اس میں وجود میں جو دوسرا ہو اس معنی کے لئے دلالت نہیں ہے۔ پس یہ مغایرت چاہتا ہے جیسے مرات بامراۃ حسنۃ واخری یعنی اس کے مغایر یہ ترکیب مغایرت سابق ولاحق دونوں کی

صورت میں درست ہے اور یہ عشر اول کا عکس ہے کیونکہ وہ اولی کی جمع ہے۔اس کی جمع اوائل درست نہیں کیونکہ وہ تو اول کی جمع اور عشر کا ایک "لیلۃ" ہے اور وہ مونث ہے اس کی صفت مذکر نہیں آ سکتی۔(المصابیح)

اری رؤیاکم! اس سے مراد جمع ہے کیونکہ ایک خواب نہیں کئی خواب تھے مگر دمامینی کہتے ہیں یہ اہل عرب سے اسی طرح سنا ہے۔اس میں مفرد جمع کی جگہ آ جاتے ہیں۔سفاقسی کہتے ہیں یہ روایت میں مفرد واقع ہوا ہے یہ مصدر ہونے کی وجہ سے درست ہے اور جمع رؤاکم زیادہ فصیح ہے تاکہ جمع کے مقابلہ میں جمع ہو مگر یہاں بدلا نہ جائے گا کیونکہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اگرچہ یہ معنیً اس کی مثل ہے۔صدیقی کہتا ہے یہ مفرد جو عموم کے لئے مضاف کیا جائے وہ جمع مضاف کی طرح ہے۔

تواطات! موافقت کرنا۔اس کا اصل معنی آدمی دوسرے آدمی کے پاؤں کی جگہ پاؤں رکھے۔مسلم میں یہ تواطت ہے یہ ہمزہ کی قرأت کے ساتھ ہے جیسا اس آیت میں ﴿لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ﴾ متحریھا! جو اس کو پانے کا متلاشی ہو۔مسلم کی روایت میں مرفوعاً "فمن کان ملتمسھا فلیلتمسھا فی العشر الاواخر"! مذکور ہے اور یہ الفاظ بھی ہیں "التمسوھا فی العشر الاواخر' فان ضعف احدکم او عجز فلا یغلبن علی السبع البواقی"! اس روایت سے پہلی تاویل کی تائید ملتی ہے (فتح الباری) ابن حجر کہتے ہیں کہ خواب سے استدلال درست ہے بشرطیکہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۱۵۸) ومسلم (۱۱۶۵).

الفرائد : ① لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یا سات آخری راتوں میں ہے ② جن صحابہ کرامؓ نے خواب میں لیلۃ القدر دیکھی یہ ان کی کرامت ہے۔

۱۱۹۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ :"تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۹۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے "لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یجاور! اعتکاف فرماتے۔فی العشر الاواخر! اکیس سے لے کر اختتام رمضان تک۔تحروا! علماء شوافع نے ایک لطیفہ نقل کیا اگر کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو لیلۃ القدر سے معلق کیا اگر یہ بات ۲۱ کی رات سے پہلے کہی تو اکیسویں ختم ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی اور اگر یہ ۲۱ویں کے دن میں کہی یا بعد میں سال گزرنے پر بھی طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگلے سال ۲۱ویں آتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۰۱۷) ومسلم (۱۱۶۹)

الفرائد : آخری عشرہ رمضان کا آپ خود اعتکاف فرماتے اور لیلۃ القدر کی تلاش پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابھارتے۔

۱۱۹۳ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۹۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔" (بخاری)

تشریح ۞ تحروا لیلۃ القدر! تحری۔ طلب میں قصد سے خوب محنت کرنا اور قول وفعل کے ساتھ کسی شے کے خاص کرنے کا عزم کرنا۔ فی الوتر! یہ طاق وجفت کو شامل ہے کیونکہ اس سے پہلے والی روایت مطلق ہے۔
فی العشر الاخیر! یہ وتر کے لئے حال ہے۔ (۲) محل صفت میں ہے۔ من رمضان! اس میں احتمال ہے کہ طاق راتیں مراد ہوں اور ایک قول اس کی راتوں میں منتقل ہونے کا بھی ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (۲۰۲۰)

الفرائد : لیلۃ القدر کی رات بندے کو طلب دعا میں خوب حرص کرنی چاہئے۔

۱۱۹۴ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّهٗ ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۹۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو تمام رات جاگتے اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، خوب کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ احیا اللیل! (۱) مختلف عبادات مثلاً نماز، ذکر، فکر اختیار فرماتے۔ (۲) جاگ کر رات کو زندہ کرتے کیونکہ نیند اخت الموت ہے۔ رات کی طرف اس کی اضافت اتساعاً ہے کیونکہ سونے والا جب بیداری سے زندہ ہوا تو اپنی زندگی سے اس نے رات کو زندہ کر دیا۔ و ایقظ اھلہ! ان کو جگا کر خیر کے وقت کے متعلق خبردار فرماتے کہ وہ ان رحمتوں کو حاصل کریں۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: "لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا بقی من رمضان عشرۃ ایام یدع احداً من اھله یطیق القیام الا اقامه"۔

وجد! اطاعت کی ادائیگی میں اپنی ہمت صرف فرماتے۔ شد المئزر! میزر یہ ازار کو کہتے ہیں۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں یہ عورتوں سے علیحدہ اختیار کرنے میں شدت سے کنایہ ہے۔ (۲) عبادت کے لئے اپنے کو مکمل تیار کرنا مراد ہے۔ عرب کہتے ہیں شددت لھذا الامر منزری! یعنی پورا تیار ہو گیا۔ قرطبی کہتے ہیں عورتوں سے علیحدگی تو اعتکاف سے ہو جاتی تھی مگر یہ بات محل نظر ہے اس روایت میں ہے کہ گھر والوں کو جگاتے جس سے گھر میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اعتکاف تو مسجد میں ہوتا ہے۔ وہاں تو ازواج سے میں کوئی ساتھ نہ ہوتا تھا۔ مگر یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ روایت میں انه اعتکف مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم امراۃ من ازواجه! اور اعتکاف کا نہ ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنے مقام سے ان کو جگاتے۔ ضرورت انسانی کے لئے گھر میں داخل ہوتے ہوتے جگا دیتے ہوں۔ کسی کے ذریعہ جگا دیتے ہوں۔

خطابی کہتے ہیں اس سے مراد عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ جیسے کہتے ہیں شدمئزرہ۔ (۲) عورتوں سے علیحدگی سے کنایہ ہو۔ (۳) حقیقت ومجاز دونوں مراد ہوں۔ عورتوں سے الگ بھی رہتے ہوں اور خوب عبادت بھی کرتے ہوں۔ ایک روایت وارد ہے: **شد منزرہ واعتزل النساء!** یہاں واو سے عطف مغایرت کو ظاہر کرتا ہے (مگر عطف تفسیری بھی ہوسکتا ہے۔ مترجم) اواخر کا لفظ بعض روایات میں وارد ہے بعض میں موجود نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲٤۱۸٦) والبخاری (۲۰۲٤) ومسلم (۱۱۷٤) وأبو داود (۱۳۷٦) والنسائی (۱٦۳۸) وابن ماجه (۱۷٦۸) وابن حبان (۳٤۳۷) وابن خزیمة (۲۲۱٤) والبیهقی (۳۱۳/٤)

الفرائد : آخری عشرہ میں عبادت میں اضافہ' گھر والوں کو اعمال میں شریک کرنا' عشرہ کی راتوں کا قیام یہ تمام مستحب اعمال ہیں۔

۱۱۹۵ : وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِيْ رَمَضَانَ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ ' وَفِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۹۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور مہینہ میں نہ کرتے اور اس کے آخری عشرہ میں اتنی محنت کرتے جو اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔'' (مسلم)

تشریح ۞ **یجتهد فی رمضان!** کیونکہ اس مہینے کو دوسروں پر شرف حاصل ہے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کو سید الشہور شہر رمضان فرمایا گیا۔ (بیہقی)

فی العشر الاواخر! کیونکہ اخیر عشرہ میں لیلۃ القدر ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦۲٤۸) ومسلم (۱۱۷۵) والترمذی (۷۹٦) وابن ماجه (۱۷٦۷)

الفرائد : اپنے خاتمہ کو عمدہ بنانے کے لئے رمضان المبارک کے اخیری ایام میں قیام اور طاعات میں خوب کوشش کرنی چاہئے۔

۱۱۹٦ : وَعَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ : "قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۱۹٦: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فرمائیں اگر مجھے لیلۃ القدر کے بارے میں علم ہوجائے کہ وہ کون سی رات ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ ارشاد فرمایا: ''تم یوں کہو اے اللہ تو معاف کرنے والا' معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرما۔'' (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

ارایت! مجھے اطلاع دو' بتلاؤ۔

النحو: ان علمت ای لیلة لیلة القدر! یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر لیلة القدر ہے جملہ محلاً منصوب ہے۔ ما یہ ای شئی کے معنی میں مبتداء ہے ضمیر رابطہ محذوف ہے۔ ای اقولہ۔ (۲) منصوب ہے اقول فیہا کا مفعول مقدم ہے۔ **انك عفو** ! یہ فعول کے وزن پر مبالغہ ہے۔ وہ شرک کے علاوہ کبائر کو معاف کرنے والا ہے اور کفر سے اسلام لائے تو کفر بھی معاف کر دیتا ہے۔ **تحب العفو** ! یہ دوسری خبر ہے۔ (۲) پہلی خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ (۳) جملہ مستانفہ ہے۔ **فاعف عنی** ! اس میں اشارہ کر دیا کہ اہم چیز تو یہ ہے کہ آدمی گناہوں کی سزا سے بچ جائے اور عیبوں کی گندگی سے پاک ہو جائے۔ ان سے طہارت اس کو اللہ تعالیٰ کی کامیاب جماعت میں شامل کر دیتی ہے۔ **علامات لیلة القدر** ! معتدل' سورج اس صبح کو سفید طلوع ہوتا ہے اس کی بڑی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ اس دن کو جان کر اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ لے وہ طالبین کو محروم نہیں فرماتے۔

تخریج : أخرجه الترمذي (٣٥٢٤) وابن ماجه (٣٨٥٠) والنسائي (٨٧٨)

الفرائد : لیلۃ القدر کی بہترین دعاؤں میں سے یہ ایک دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ رات ہمارے نصیب میں کر دے' آمین۔

۲۱۵ :بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ

باب: مسواک اور فطرت کے خصائل

السواك! اہل لغت کہتے ہیں یہ سین کے کسرہ سے آتا ہے۔ مسواک کرنے اور مسواک کی لکڑی دونوں پر بولا جاتا ہے یہ لفظ مذکر ہے لیث کہتے ہیں عرب اس کو مؤنث بھی استعمال کرتے ہیں۔

ازہری کا قول: یہ لیث کی غلطی ہے مگر صاحب محکم نے اس کو مذکر و مؤنث ہونے کا قول نقل کیا ہے۔ **ساك يسوك سواكا**! اس کی جمع سوُکٌ! آتی ہے جیسے کتب صاحب محکم کہتے ہیں سوک مہموز بھی جائز ہے۔ بعض نے کہا یہ ساک سے لیا جس کا معنی ملنا ہے۔ بعض نے کہا یہ **جاء ت الابل تساوك**! سے لیا گیا یعنی کمزوری سے ادھر ادھر اونٹ کا مائل ہونا۔ اصطلاح میں لکڑی کا استعمال کرنا تاکہ دانتوں سے لگی ہوئی میل اتر جائے۔ یہ سعد واشنان کی بھی ہو سکتی ہے البتہ مبرد اور ایمان کی ایذاء دینے والی لکڑی سے ناپسند ہے۔ زہریلی چیز سے حرام ہے۔ اگر صفائی سنت پوری ہو جائے گی کراہت و حرمت تو خارجی چیزیں ہیں۔ لکڑی سب سے بہتر ہے خوشبودار لکڑی' پیلو' کھجور کی درست ہے کیونکہ آخری مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ٹہنی کا کیا۔ بعض نے پیلو کی روایت نقل کی ہے مگر پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ پھر زیتون طبرانی نے نقل کیا: **نعم السواك الزيتون من شجرة مباركة تطيب الفم و تذهب بالحفر**! دوسری روایت **هو سواكي و سواك الانبياء قبلي**! خشک یا تر کی ہوئی اگر عرق گلاب میں تر کر لی جائے تو بہتر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خشک جس کو تر کر کے استعمال کریں وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ ازالہ میل میں خوب ہے (تحفہ ابن حجر) مسواک بالاجماع سنت ہے واجب نہیں۔ **خصال الفطرة**! فطر یفطر فطراً ابتداء اور ایجاد کو کہتے ہیں۔ بعض نے اس کا معنی بلا مثال پیدا کرنا۔ قلقشندی کہتے ہیں یہاں فطرت سے سنت مراد ہے۔

خطابی نے بھی یہی نقل کیا نووی نے اسی کو درست کہا۔ ماوردی ابواسحاق وغیرہ سے اسی کی تائید کی (شرح العمدہ) بعض نے فطرت کو جبلت کے معنی میں لیا ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ عبداللہ قزاز سے غریب البخاری میں اس کو راجح کہا۔ بیضاوی نے کہا اس سنت قدیمہ جو انبیاء علیہم السلام سے چلی آ رہی ہے وہ مراد ہے کیونکہ تمام شرائع اس پر متفق ہیں اور وہ امر جبلی کی طرح ہے۔ (شرح العمدہ)

۱۱۹۷ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ - اَوْ عَلَی النَّاسِ - لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میری امت ...... یا لوگوں پر...... شاق نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لولا ان اشق!** یہاں کراہت یا مخافت محذوف ہے یعنی امت پر مشقت کے خطرے سے مسواک کو ہر نماز کے ساتھ لازم نہیں کیا گیا۔ اس سے مراد امت دعوت ہے کیونکہ راوی او شک کا کلمہ لائے۔ **لامرتهم!** وجوب کا حکم دیتا۔ مندوب بھی مامورات میں شامل ہے۔ **بالسواك!** مسواک کرنا مراد ہو تو حذف کی حاجت نہیں اور (۲) کہ مسواک مراد لیں تو مضاف مقدر ہوگا۔ ای **استعمال السواك۔ مع كل صلاة!** ارادہ نماز کے وقت۔ شہاب الدین رملی وغیرہ نے اگر رہ جائے تو نماز میں بھی کرنے کا قول دیا مگر ابن حجر نے اس کی تردید فرمائی کہ یہ سکون نماز کے خلاف ہے۔ حاکم نے ان الفاظ سے نقل کی **لفرضت عليهم السواك عند كل صلاة كما فرضت عليهم الوضو۔!** نووی کہتے ہیں اس حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثبوت اجتہاد ملتا ہے جہاں نص نہ ہو۔ تمام فقہاء کا مختار قول یہی ہے۔ ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت ہے **ركعتان بسواك افضل من سبعين ركعة بلا سواك!** (دیلمی فی الفردوس)

حافظ عراقی کہتے ہیں مسواک کی ہر نماز کے لئے حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ ہمیں ہر گھڑی تقرب الٰہی کے کام کرنے چاہئیں تا کہ عبادت کا مزید شرف و کمال ظاہر ہو اور عبادت کا تعلق فرشتے سے ہے اور وہ پڑھنے والے کے منہ سے منہ لگاتا ہے اگر بدبو پائے تو نفرت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے مسواک کا حکم دیا گیا نیز بلغم کا ازالہ ہو کر خوش آوازی سے قرأت کر سکے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٤٧) وأحمد (٣/٧٣٤٣) والبخارى (٨٨٧) ومسلم (٢٥٢) وأبو داود (٤٦) والترمذى (٢٢) والنسائى (٥٣٣) وابن ماجه (٦٩٠) وابن حبان (١٠٦٨) وأبو عوانة (١/١٩١) والدارمى (٦٨٣)

الفوائد : ① اس سے آپ کی امت پر عظیم شفقت ظاہر ہو رہی ہے ② ہر نماز کے وقت فضیلت بتلائی گئی ہے۔

۱۱۹۸ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلشَّوْصُ" :اَلدَّلْكُ۔

۱۱۹۸: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے' تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (بخاری و مسلم)

"الشَّوْصُ": ملنا۔

تشریح ۞ اذا قام! بیدار ہوتے۔ من النوم! بعض روایات میں من اللیل کا لفظ کہ رات کو نیند سے اٹھتے۔ یشوص! تا کہ امت کے لئے نمونہ ہو نیند سے منہ میں کیا تغیر آتا ہے۔ مسواک سے وہ اثر جاتا رہے گا۔ لشوص ملنے کو کہتے ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲۳٤۷٥/۱۰) والبخاری (۲٤٥) ومسلم (۲٥٥) وأبو داود (٥٥) والنسائی (۱٦۲۰) وابن ماجه (۲۸٦) والدارمی (٦۸٥) وابن حبان (۱۰۷۲) وابن خزيمة (۱۳٦) وابن أبی شيبة (۱٦۸/۱) والطيالسی (٤۸/۱) والبيهقی (۳۸/۱)

الفرائد: نماز کے لئے قیام ہو تب بھی اور ویسے نیند سے بیدار ہو تب بھی مسواک بہر حال مستحب ہے۔ (ابن دقیق العید)

۱۱۹۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَآءَ اَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۹۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لئے آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار کرتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو رات میں جب چاہتا اٹھا دیتا۔ آپ مسواک کرتے اور پھر وضو فرما کر نماز پڑھتے۔" (مسلم)

لغد! یہ اعداد سے ہے۔ تیار کرنا۔ سواکہ! مسواک کرنے والی لکڑی۔ فیبعثه اللّٰه! نیند سے بیدار کرے۔

اَلنَّحْوُ: من اللیل! مفعول بہ کی ضمیر سے حال ہے۔ فیتسوك! بیدار ہونے کے بعد فا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یتوضا! پہلے والی مسواک پر اکتفاء فرماتے یا اور مسواک لائی جاتی۔ ویصلی! رات کی نماز ادا فرماتے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲٤۳۲۳/۹) ومسلم (۷٤٦) وأبو داود (۱۳٤۲) وابن حبان (۲٤٤۱) وابن خزيمة (۱۰۷۸) وأبو عوانة (۳۲٤/۳۲۳/۲)

الفرائد: ① نیند سے بیدار ہو تو مسواک مستحب ہے ② امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کی خدمت کے لئے کس قدر مستعد رہتی تھیں۔

۱۲۰۰: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۰۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں مسواک کے سلسلے میں بہت زیادہ تاکید کی ہے۔" (بخاری)

تشریح ۞ اکثرت! دوسری روایت لقد اکثرت کے الفاظ ہیں۔ مسواک کے سلسلہ میں خوب مبالغہ کیا۔ ابن التین کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے میں نے مسواک کا بہت کہا جو اس لائق ہے کہ میں اس کو اختیار کروں اور تمہارے ماننے کے لائق ہے۔ کرمانی کہتے ہیں اس کا معنی اس کے مطالبے پر میں نے مبالغہ کی حد تک کام لیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٤٦١) والبخاري (٨٨٨) والنسائي (٦) والدارمي (٩٦٨١) وابن حبان (١٠٦٧) والبيهقي (١/٣٥)

الفرائد : مسواک میں دُنیا و آخرت کے فوائد مضمر ہیں۔

۞ ۞ ۞

١٢٠١ :وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ قَالَ :قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا :بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَاُ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ قَالَتْ :"بِالسِّوَاكِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۰۱: شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلا کون سا کام کرتے ؟'' انہوں نے جواب دیا: ''مسواک کرتے۔'' (بخاری)

تشریح ۞ شريح بن هاني! ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن زید الحارثی المذحجی ابی المقدام۔ تقریب میں کہا یہ کوفی مخضرمی ہیں۔ یہ ابن ابی بکر کے ساتھ بجستان میں قتل ہوئے (تقریب نووی) بای شیء! وہ کون سی خصلتیں ہیں جو اختیار کرنی چاہئیں۔ بالسواك! گھر میں داخلے کے وقت مستحب ہے تا کہ کثرت کلام سے عادت جو خرابیاں پائی گئیں ان کا ازالہ ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٤٨٤٩) ومسلم (٢٥٣) وأبو داود (٥١) والنسائي (٨) وابن ماجه (٢٩٠) وابن حبان (١٠٧٤) وابن خزيمة (١٣٤) وابن أبي شيبة (١/١٦٨) والبيهقي (١/٣٤)

الفرائد : مسواک کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

۞ ۞ ۞

١٢٠٢ :وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۲۰۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اس حال میں کہ مسواک کا کنارہ آپ ﷺ کی زبان پر تھا۔ (بخاری و مسلم) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تشریح ۞ ابو موسٰى رضى الله عنه :ان کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔ صحابہ کرام میں یہ منفرد کنیت والے تھے۔ دخلت علي النبي صلى الله عليه وسلم! اس سے بڑوں کے پاس جانے کا جواز ثابت ہوا جبکہ وہ مسواک کر رہے ہوں۔ روایت مسلم میں اس طرح ہے: فكأني انظر الى سواكه تحت شفته وقد قلصت! معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی موقعہ ہے۔ مسواک طرف لسان یا تحت الشفہ دیکھا ہے۔ یا دونوں کا زمانہ مختلف ہے۔ عمدۃ الاحکام میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں۔ وهو يقول أع اع والسواك في فيه كانه يتهوع۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۵۸) والبخاری (۲٤٤) ومسلم (۲٥٤) وأبو داود (٤۹) والنسائی (۳) وابن حبان (۱۰۷۳) وابن خزيمة (۱٤۱) والبيهقى (۱/۳٥)

الفرائد : ① مسواک کوزبان پرطول میں دانتوں پرعرضاً کرنا چاہیے ② آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے ان کوتعلیم دینے کے لئے مسواک کی۔

۱۲۰۳ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :"السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ" رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ، وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِیْ صَحِيْحِهٖ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ۔

۱۲۰۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسواک منہ کو پاک کرنے والی اوررب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔'' (نسائی)

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عمدہ سند کے ساتھ نقل کیا۔

تشریح : **السواك مطهرة للفم**! مطہرۃ میم کے فتحہ وکسرہ کے ساتھ (ابن السکیت) ہروہ آلہ جومسواک کی طرح منہ کوصاف کرے۔ الطہارت نظافت کوکہتے ہیں۔ حافظ عراقی کہتے ہیں مطہرہ مرضاہ دونوں میم کے فتحہ سے ہیں۔ یہ مصدر ہیں جوکہ فاعل کے معنی میں آتے ہیں ای **مطهر و مرض**! (۲) مصدری معنی باقی ہے سبب طہارت ورضاء میں۔ (۳) مرضاہ مفعول کے معنی میں بھی درست ہے۔ ای **مرضية للرب**۔! اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہیں۔ کرمانی کہتے ہیں (۱) یہ مصدر میمی ہیں جوکہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ (۲) آلہ کے معنی میں ہے اگر کہا جائے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب کس طرح ہیں؟ جواب یہ ہے اس استحباب کوانجام دینے کی وجہ سے ثواب لازم ہوا (۲) یہ نماز کا مقدمہ ہے اورنماز رب تعالیٰ سے مناجات ہے۔ عمدہ خوشبوعمدہ مناجات کا تقاضا کرتی ہے۔

طیبی کہتے ہیں یہ اس مثال کی طرح ہے۔ **الولد مبخلة مجبنة**! یعنی مسواک طہارت ورضا کا مقام ہیں مطلب یہ ہے مسواک آدمی کوطہارت منہ اوررضا رب پرابھارتی ہے۔ مرضاۃ کا عطف ترتیب کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ طہارت رضا الٰہی کی علت ہواور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں بلندی میں برابر ہوں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲٤۲٥۸) والبخاری (۲۷) النسائی (٥) وابن ماجه (۲۸۹) وابن حبان (۱۰٦۷) وابن خزيمة (۱۳٥) والدارمی (٦۸٤) والبيهقى (۱/۳٤)

الفرائد : ① مسواک منہ کوصاف کرتی ہے ② مسواک اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔

۱۲۰٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ – اَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْاِسْتِحْدَادُ: حَلْقُ الْعَانَةِ وَهُوَ حَلْقُ الشِّعْرِ الَّذِیْ حَوْلَ الْفَرْجِ۔

۱۲۰۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "فطرت کے اعمال پانچ ہیں یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: (۱) ختنہ (۲) زیر ناف بال صاف کرنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) بغل کے بال اکھاڑنا (۵) مونچھوں کے بال کٹوانا"۔ (بخاری ومسلم)

"اَلْاِسْتِحْدَادُ: زیر ناف بال صاف کرنا اور یہ وہ بال ہیں جو شرم گاہ کے ارد گرد ہوتے ہیں۔

تشریح ❁ خمس من الفطرۃ! پہلی روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا۔ دوسری روایت جس کو امام احمد نے نقل کیا اس میں اس طرح ہے۔ "من الفطرۃ خمس"! مالک کے الفاظ متن والے ہیں۔ یہاں حصر مراد نہیں۔ اس طرح لانے میں نکتہ یہ ہے کہ دلالت کا مفہوم حجت نہیں ہے یا پہلے پانچ کے متعلق بتلایا گیا جیسا "الدین النصیحۃ! دین کا بڑا حصہ نصیحت ہے۔ اس پر ترمذی، نسائی کی روایت جو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی وہ شاہد ہے "من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا"! اسی طرح کے الفاظ حلق عانہ تقلیم اظفار! کے نہ کرنے کے متعلق وارد ہوئے ہیں دوسری روایت کو تقدیر مضاف سے شروع کیا گیا ای خصال الفطرۃ خمس ای خمس خصال! (۲) موصوف محذوف ہے خصال خمس۔ (۳) یہ جملہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی المشروع لکم خمس من الفطرۃ! پہلی روایت کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ خصال الفطرۃ خمس! مضاف کو حذف کر دیا (غایۃ الاحکام)

یہاں فطرت سے مراد طریقہ ہے جیسا کہ الماوردی نے نقل کیا ہے سنت مراد نہیں ہے کیونکہ عند الشوافع ختنہ واجب ہے اور مضمضہ اور استنشاق بعض ائمہ کے ہاں واجب ہے۔ الختان! یہ ختن کا مصدر ہے۔ اس کا معنی کاٹنا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ مصدر ختناً ہونا چاہئے اور وہ عضو مخصوص سے ایک جز کے کاٹنے کو کہتے ہیں۔

الاستحداد! زیر ناف بالوں کے لئے لوہے کا استعمال کرنا اور اس مقام کو صاف کرنا ہے جہاں مرد و عورت کے اعضائے مخصوصہ کے گرد بال ہوتے ہیں۔ تقلیم الاظفار! یہ قلم سے تفعیل کے وزن پر ہے۔ اس کا معنی کاٹنا کہتے ہیں قلمت ظفری۔ تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔ اظفار یہ ظفر کی جمع ہے۔ ظا پر ضمہ ہے۔ بعض نے کسرہ نقل کیا ہے یہ اظفور بروزن عصفور بھی نقل کیا ہے۔ یہاں مقصود ناخن کے اس حصے کو کاٹنا ہے جو گوشت سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے میل جمع ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تو غسل طہارت میں جسم تک پانی کے پہنچنے میں یہ رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس کی مشہور ترتیب اس طرح ہے۔ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ابتداء کرے پھر درمیانی پھر ختم کر کے انگوٹھے کو آخر میں پھر دوسرے ہاتھ کی چھنگلیا سے انگوٹھے کی طرف آئے اور پاؤں میں دائیں انگوٹھے سے چھنگلیا کی طرف اور بائیں میں چھنگلیا سے انگوٹھے کی طرف آئے۔

ونتف الابط! بغل میں اگنے والے بالوں کو اکھاڑنا۔ یہ بالاتفاق سنت ہے۔ اس میں دائیں طرف سے ابتداء مستحب ہے اس کو مونڈنا اور چونے سے صاف کرنا بھی جائز ہے کیونکہ مقصود حاصل ہے۔ ابن دقیق العید کہتے ہیں لفظوں کو دیکھیں تو صرف اکھاڑنے کا عمل ہے اور مقصد کو دیکھیں تو ہر مزیل سے ازالہ درست ہے مگر اصل مقصد اکھاڑنا ہے۔ مونڈنے سے بال زیادہ ہوں گے۔ اکھاڑنے سے ختم ہوتے جائیں گے اور بدبو بھی کمزور ہو جائے گی۔ ابط کا لفظ مذکر و مؤنث مستعمل ہے تابط الشئ اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو بغل میں دبائے۔ قص الشارب! اس سے وہ بال مراد ہیں اوپر والے ہونٹ کے اوپر

ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا الا طار اُس کو کہتے ہیں جو مشروب کے ساتھ مل جائے۔ اس کے کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں مجوس کی مخالفت ہے جیسا حدیث میں وارد ہے۔ (۲) کھانے کے وقت کھائی ہوئی چیز کے اس میں پھنس جانے سے بھی حفاظت رہتی ہے اور نظافت و ستھرائی بھی اسی میں ہے۔

ابن العربی کہتے ہیں ان کا کاٹنا بھی درست ہے کیونکہ ناک سے بہنے والا پانی ان سے چمٹ جاتا ہے۔ غسل کے وقت اس کا ازالہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے سونگھنے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی تخفیف میں خوبصورتی بھی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ دائیں جانب سے پہلے خود کاٹے یا دوسرے سے کٹوائے اس میں عزت کی کمی کے بغیر مقصود حاصل ہو جاتا ہے بخلاف بغل و زیر ناف کے قینچی سے کاٹنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

ابن شریح نے عانہ سے مراد حلقہ دبر کے گرد اگنے والے بالوں کو قرار دیا۔ نووی نے کہا مناسب یہ ہے کہ دبر و قبل کے گرد اگنے والے بالوں کو صاف کرے۔

ایک اہم فائدہ: یہ خصال وہ کلمات ہیں جن سے ابراہیم علیہم السلام کی آزمائش کی گئی۔ آپ ان میں پورے اترے اللہ تعالیٰ نے ان کو امام و مقتدیٰ بنایا اور ان کے طریقے اپنانے کا حکم فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ پہلے پیغمبر علیہ السلام ہیں جن کو ان کا حکم ہوا۔

خطابی کا قول: یہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرض اور ہمارے لئے سنت ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٧١٤٢) والبخاری (٥٩٩٨) ومسلم (٢٥٧) وأبو داود (٤١٩٨) والترمذی (٢٧٥٦) والنسائی (٩) وابن ماجه (٢٩٥) وابن حبان (٤٥٧٩) وأبو عوانة (١/٩٠١) والبيهقی (١/١٩٤)

الفرائد : ان خصال میں ظاہری و باطنی ہر دو نظافتیں مجتمع ہیں۔

۱۲۰۵ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ ، وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ ، وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ ، وَقَصُّ الْاَظْفَارِ ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ ، وَانْتِقَاصُ الْمَآءِ" قَالَ الرَّاوِيْ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ قَالَ وَكِيْعٌ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ - اِنْتِقَاصُ الْمَآءِ: يَعْنِى الْاِسْتِنْجَاءَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْبَرَاجِمُ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْجِيْمِ - وَهِيَ : عُقَدُ الْاَصَابِعِ "اِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ" مَعْنَاهُ: لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا۔

۱۲۰۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: (۱) مونچھوں کا کاٹنا' (۲) داڑھی کا بڑھانا' (۳) مسواک کرنا' (۴) ناک میں پانی ڈالنا' (۵) ناخن کاٹنا' (۶) جوڑوں کو دھونا' (۷) بغل کے بال اکھاڑنا' (۸) زیر ناف بال مونڈھنا' (۹) استنجا کرنا' راوی نے کہا میں

دسویں بھول گیا ہوں۔شاید کہ وہ کلی ہو۔

وکیع جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں اِنْتِقَاصُ الْمَآءِ کا معنی استنجا کرنا ہے۔(مسلم)

اَلْبَرَاجِمُ: با کی زبر اور جیم کی زیر کے ساتھ ہے انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں۔

اِعْفَاءُ اللِّحْیَۃِ: اس میں سے کچھ بھی نہیں کاٹتے تھے۔

تشریح ❁ **عشر من الفطرۃ**! یعنی دس خصلتیں۔سالین میں اختلاف ہے کہ ان کو کاٹنا چاہئے یا نہیں یعنی مونچھوں کی اطراف۔

اعفاء اللحیۃ! داڑھی سے کوئی بال نہ کاٹنا۔

نووی کہتے ہیں داڑھی کے سلسلے میں پانچ چیزیں سخت قبیح ہیں (۱) سیاہ خضاب (صرف مجاہد کے لئے درست ہے) زرد خضاب نیک لوگوں کی مشابہت میں لگائے سنت کی اتباع کے طور پر نہیں۔(۲) گندھک سے اس کو سفید کرنا تا کہ سرداری ملے یا تعظیم کروائے اور مشائخ سے ملنے کا لوگوں میں وہم پیدا ہو۔(۳) جب ظاہر ہو تو اس کا نوچنا تا کہ امردین اور حسن صورت قائم رہے۔(۴) سفید بال چنے جائیں۔(۵) بناوٹ کے لئے چڑھانا تا کہ عورتوں کے ہاں حسین معلوم ہو۔تصفیف میں اضافہ کرنا اور اس میں کمی کرنا رخساروں کے بالوں میں کنپٹیوں سے اضافہ کر کے ساتھ ملانا۔رخسار کے کچھ حصہ کو سر کے ساتھ مونڈ دینا۔ڈاڑھی بچہ کو مونڈنا۔(۶) بناوٹ اور لوگوں کو دکھانے کے لئے کنگھی کرنا۔(۷) زہد ظاہر کرنے کے لئے پراگندہ چھوڑ دینا۔(۸) بذاتِ خود اس کی پرواہ نہ کرنا۔(۹) اس کے سیاہ یا سفید ہونے کی طرف خود پسندی اور تکبر سے نگاہ ڈالنا۔(۱۰) جوانی کے غرور کے لئے اس کی سیاہی کا خیال کرنا۔(۱۱) بڑھاپے پر فخر کے لئے اس کی سفیدی کا خیال کرنا۔(۱۲) جوانی کی طوالت کو ظاہر کرنے کے لئے سیاہ بالوں کو دکھانا' گرہ باندھنا' مینڈھیاں بنانا۔(۱۳) مونڈنا البتہ عورت مونڈ دینی چاہئے۔ **استنشاق الماء**! ناک میں پانی چڑھانا۔یہ وضو و غسل میں مطلوب ہے۔**قص الاظفار**! تا کہ ان کے نیچے جمع ہونے والا میل دور ہو جائے۔**غسل البراجم**! تا کہ ان کے نیچے جو میل وغیرہ جمع ہو وہ ختم ہو جائے۔اندرون کان جو میل جمع ہو وہ بھی اس میں شامل ہے اس کا ازالہ بھی چاہئے کیونکہ اس کی کثرت سننے میں نقصان دیتی ہے۔اسی طرح ناک میں جو میل جمع ہو جائے یا اور کسی بھی مقام پر جو میل اکٹھی ہو خواہ پسینہ بدن کی وجہ سے ہو یا غبار سے ہو اس کا ازالہ کرے۔**قال الراوی**! راوی کا نام مصعب بن شیبہ ہے جیسا مسلم نے تصریح کی ہے۔**الا ان تکون**! راوی نے اپنا شک بیان کیا اور مضمضمہ بتلایا قاضی کا خیال یہ ہے کہ یہ ختان ہے اور یہ بہتر ہے پہلے روایت میں آ چکا۔**انتقاص الماء**! یعنی استنجاء مراد ہے۔پیشاب اس کی جگہ۔جمہور کہتے ہیں انتضاح تو فرج سے پانی کے جھاڑنے کا نام ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٦١) وأبو داود (٥٣) والترمذی (٢٧٦٦) والنسائی (٥٠٥٥) وابن ماجه (٢٩٣) وأحمد (٩/٢٥١١٤)

الفرائد: یہ خصال متعدد دینی اور دنیوی مصالح کو جامع ہیں ان کی نگہبانی آدمی کے اعمال و اخلاص میں نکھار پیدا کرتی ہے۔

۱۲۰۶ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ احفوا الشوارب: یہ ہونٹوں پر جو لمبے ہو جائیں ان کو کاٹو۔ اعفوا: بڑھاؤ۔ اللحی: جمع اللحیۃ۔ لِحی لُحی لام کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ دو لغات ہیں۔ بخاری و مسلم کی روایات میں یہ الفاظ وارد ہیں (۱) اعفوا' (۲) اوفوا' (۳) اوارخوا' (۴) وارجوا و فروا کے الفاظ وارد ہیں سب کا معنی ایک ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم لیا کہ اسے حال پر چھوڑا جائے بخاری نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں "خالفوا المشرکین! اور "انھکوا الشوارب واعفوا اللحی"! سیوطی کہتے ہیں ابن عدی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں اور طحاوی نے انس رضی اللہ عنہ سے آخر میں "لا تشبھوا بالیھود"! اور بیہقی نے "ولا تشبھوا"! کی جگہ وانتوفوا الشعر الذی فی الاناف! کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢/٥١٣٥) والبخاري (٥٨٩٢) وأخرجه مالك (١٧٦٤) وأبو داود (٤١٩٩) والترمذي (٢٧٧٣) وابن حبان (٥٤٧٥) وأبو عوانة (١٨٩١)

الفرائد: اکثر اہل تحقیق نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کو واجب قرار دیا ہے۔ آپ کے حکم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔

۲۱۶ : بَابُ تَاْكِيْدِ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

بَابٌ: زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تاکید اور اس کی فضیلت اور اس کے متعلقات

الزکاۃ! لغت میں نمو اور پاکیزگی کو کہا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے وہ مخصوص مال جس کو مخصوص انداز سے نکالا جائے۔ بیان فضلھا! اس کا تاکید پر عطف ہے۔ ما یتعلق بھا! سے مراد ان بعض چیزوں کا تذکرہ جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جن میں لازم نہیں۔

آیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ [البقرة:٤٣]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔'' (البقرۃ)

اقیموا! یہ اقمت العود سے لیا گیا ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب لکڑی کے ٹیڑھ کو دور کر دیا جائے۔ و آتوا! اعطاء کرنے اور دینے کے معنی میں ہے۔

فَائِدَہ: نماز کی اقامت سے اس کو چھوڑ کر اس کی تاکید مزید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ [البینۃ:۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور نہیں ان کو حکم دیا گیا' مگر اس بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اس کے لئے پکار کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ)

تشریح ۞ **لیعبدوا!** وہ اپنی انتہائی عاجزی' انتہائی تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ **مخلصین له الدین!** (۱) اس طرح کہ نہ تو وہ شرک جلی کا ارتکاب کریں جیسا مشرکین کرتے ہیں۔ (۲) اور نہ ہی شرکِ خفی یعنی دکھلاوے میں مبتلا ہوں۔ (۳) یا سمعہ وشہرت کا شکار ہو جائیں۔ اس میں پہلی چیز تو سرے سے ایمان کے خلاف ہے اور دوسری چیز اعمال کے ثواب میں رکاوٹ ہے۔ **حنفاء!** ہر باطل دین سے الگ ہو کر۔ **ویقیموا الصلوٰة ویوتوا الزکاة!** آتی یہ اعطی کے معنی میں ہے۔ **ذلك!** اس سے مخلصانہ ایمان اور اقامت الصلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ **دین القیمه!** یہی ملت کا دین ہے یا شریعت مستقیمہ ہے۔ بعض نے قیمہ کو قیم کی جمع قرار دیا۔ وہ امت جو اللہ تعالیٰ کے لئے قائم رہنے والی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ [التوبۃ:۱۰۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لو' اور ان کو پاک کرو اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کرو۔'' (التوبۃ)

اموالهم! ھم کی ضمیر کا مرجع ایمان والے ہیں۔ **تطهر هم!** تطہیر سے مراد گناہوں اور رزائل بخل سے پاک کرنا ہے۔ **تزکیهم بها!** ان کو صدقہ کے ذریعہ ان کو تصدیق کرنے والے مخلص بندوں کے درجات کی طرف بلند کرنے والے ہیں۔ حدیث میں صدقے کو برہان کہا گیا ہے۔

۱۲۰۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ ' وَحَجِّ الْبَيْتِ ' وَصَوْمِ رَمَضَانَ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز کا قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۵) رمضان المبارک کے روزے

رکھنا۔(بخاری ومسلم)

تشریح ✿ **خمس!** سے مراد پانچ خصلتیں ہیں۔ **شهادة ان لا اله**.....! شہادۃ کے لفظ پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں۔اس میں مصادر کو(۱)معروف مانیں تو مفعول کی طرف مضاف ہوں گے یعنی مکلّف کا گواہی دینا اور اس کا نماز کو قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج و روزہ ادا کرنا۔(۲)اگر مجہول مانیں شہادتین کا اقرار کیا جانا اور نماز کی ادائیگی۔ **باب الامر بالمحافظة علی الصلوٰات** میں وضاحت گزری۔

تخریج : باب الأمر بالمحافظة میں گزری۔

الفرائد : ایضاً۔

✿ ✿ ✿

۱۲۰۸ : وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ " قَالَ :هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ :"لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ" قَالَ :هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ :"لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكٰوةَ فَقَالَ :هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ :"لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ :وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۸: حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اہل نجد میں سے آیا جس کے بال پراگندہ تھے۔ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سنتے تھے مگر ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا۔پس وہ آپؐ سے اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا:"دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔اس نے کہا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی ہے۔آپؐ نے فرمایا:"نہیں مگر یہ کہ تو نفلی نماز پڑھے۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"رمضان کے مہینے کے روزے"۔ پھر اس نے کہا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی ہے؟ فرمایا نہیں۔مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے اور اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا' اس نے کہا کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں' مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔وہ آدمی یہ کہتے ہوئے واپس مڑا۔اللہ کی قسم میں اس سے نہ اضافہ کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اگر اس نے سچ کہا تو وہ کامیاب ہو گیا۔"(بخاری ومسلم)

تشریح ✿ **طلحه رضی الله عنه** کا سلسلہ نسب بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ القرشی التیمی ہے ان کی کنیت ابومحمد المکی المدنی ہے۔یہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔یہ ان پانچ آدمیوں سے ہیں جو پہلے پہل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔یہ شوریٰ کے ان چھ آدمیوں سے ہیں' وفات کے وقت جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وفات کے وقت راضی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام طلحہ الخیر اور طلحہ الجود رکھا۔ یہ مہاجرین اولین سے ہیں۔ بدر میں موجود نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کو حصہ عنایت فرمایا اور ان کا اجر حاضرین بدر کی طرح ہوگا۔ یہ احد اور اس کے مابعد تمام معرکوں میں شریک رہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب احد کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے وہ دن تمام کا تمام طلحہ کا تھا۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۸ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں دو تو بخاری و مسلم نے نقل کی ہیں۔ دو میں بخاری منفرد اور تین میں مسلم منفرد ہیں۔ یہ جنگ جمل ۲۰ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں شہید کئے گئے۔ ان کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۶۴ اور بعض نے ۵۸ سال بعض نے ۶۲' دوسروں نے ۶۰ سال بتلائی ہے۔ ان کی قبر کوفہ میں آج بھی موجود ہے۔ ان کی فضیلت میں عائشہؓ کا ارشاد ہے طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق قرآن کا ارشاد: ﴿**منهم من قضى نحبه**﴾ کہ انہوں نے اپنا حصہ پورا کیا اور ذرہ بھر نہیں بدلے۔ احد کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اپنے ہاتھ کی ڈھال سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیروں سے حفاظت کی۔ جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا: **أو جب طلحة!** طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرادی (تہذیب نووی) **جاء رجل !** قاضی عیاض کہتے ہیں یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جو بنو سعد بن بکر کے بھائی ہیں۔ ابن بطال کا بھی یہی قول ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ ضمام کا تذکرہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے مگر حدیث طلحہ میں ان کا تذکرہ نہیں پایا جاتا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ دونوں ایک قصے ہیں اس لئے کہ ان کے الفاظ میں تباین پایا جاتا ہے۔ قرطبی نے اسی طرح کہا ہے۔ (مبہمات البخاری للبقلینی) سیوطی نے اس کو تمریض کے قول سے نقل کیا (التوشیح)

اَللُّغَۃ: **ثائر الراس !** رفع کی صورت میں رجل کی صفت ہے۔ (۲) حال ہونے کی وجہ سے نصب جائز ہے۔ اس کا معنی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ **نسمع دوی صوته !** دوی یہ دال کے فتحہ سے ہے بعض نے ضمہ نقل کیا۔ تیز آواز جو سمجھ نہ آئے۔

خطابی کا قول: بلند مکرر آواز جو دوری کی وجہ سے سمجھ نہ آئے۔ **حتى دنا !** یعنی وہ چلتا رہا یہاں تک کہ قریب پہنچا۔

هو ! یہ مبتدا ہے اس کی خبر یسال **عن الاسلام !** ہے یعنی وہ احکام کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ بقول بخاری وہ فرض نمازوں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں' اسی طرح زکوٰۃ اس سے سوال و جواب میں مطابقت ظاہر ہو رہی ہے۔ (التوشیح) **خمس صلوات !** دن رات میں ہر مکلف پر پانچ نمازیں فریض ہیں۔ حائض عورت اور نفاس والی اور مجنون اس سے مستثنیٰ ہیں۔ **على غيرها !** پانچ کے علاوہ فرض نماز میرے ذمہ ہے۔ آپ ﷺ نے نفی میں جواب مرحمت فرمایا۔ **الا ان تطوع !** (۱) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی تم پر اس کے علاوہ کوئی چیز واجب نہیں لیکن نفلی نماز مستحب ہے۔ اصحاب شوافع نے اسی سے وتر کی سنیت پر استدلال کیا ہے۔ (۲) بعض علماء نے مستثنیٰ مان کر کہا کہ نفل نماز و روزہ شروع کر لینے سے اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے مگر شوافع کے ہاں واجب نہیں ہوتی۔ **و صيام شهر !** اس کا خمس پر عطف ہے دراصل شرعی لحاظ سے جو واجب ہے اس کو ذکر کرنا مقصود ہے ورنہ نذر یا کفارے کے روزے اور نماز تو واجب الادا ہوتے ہیں۔ **لا إلا ان تطوع !** زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا پھر نفلی صدقے کا ذکر فرمایا دمیاطی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل مدینہ میں حاضر ہوا اور کم از کم

۵ھ میں آیا اور اس زمانے تک قتل، زنا، حقوق والدین، ظلم، سرقہ جیسے امور کی ممانعت ہو چکی تھی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ نماز و زکوٰۃ و روزہ کے علاوہ بھی فرائض اس کے ذمہ تھے۔

ابن منیر کا قول: (۱) یہ ہے کہ موقعہ کے مطابق جس بات کی ضرورت ہوتی آپ ﷺ اسی کی تعلیم فرماتے اور اہم ترین پھر اہم اتر کی ترتیب پیش نظر رہتی کیونکہ مکمل احکامات تو ایک لمحہ میں بیان نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اس آدمی کے لئے جو نیا نیا اسلام لایا ہو۔ (۲) رواۃ نے اس کا بعض حصہ ذکر کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النحو: فادبر الرجل! یہ جملہ حالیہ یا معطوفہ ہے۔ واللّٰہ لا ازید! اس کا سب سے بہتر معنی یہ ہے یہ باتیں میں اپنی قوم کو بلا اضافہ ونقص پہنچا دوں گا کیونکہ وہ سیکھنے اور سکھانے کے لئے وفد ونمائندہ کی حیثیت سے آتا تھا۔ (ابن المنیر)

دمامینی کا قول: یہ ہے کہ بخاری نے کتاب الصوم میں والذی اکرمك بالحق لا اتطوع شیئا ولا انقص مما فرض اللّٰہ علی شیئا! یہ دونوں باہم مخالف نہیں کیونکہ حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث طلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جدا جدا ہے۔ (قرطبی)

افلح ان صدق! ابن عربی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ بات اس لئے فرمائی تا کہ اس کا دل مطمئن ہو جائے کیونکہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ اس کے علاوہ احکام وہ آئندہ ترغیب سے قبول کرے گا۔

نووی کا قول: اس کو مفلح اس لئے قرار دیا کیونکہ اس نے اپنے فرائض کے بارے انجام دہی کا قصد اور اس کے علاوہ سے احتراز کا پختہ ارادہ ظاہر کیا جب وہ فرائض کے اعتبار سے کامیاب ہوگا تو تطوعات میں یقیناً کامیاب ہوگا۔

سوال: اس حدیث میں جب تمام فرائض جمع نہیں تو پھر لا ازید! کا کلمہ کیسے درست ہوگا؟

جواب: بخاری کی دوسری روایت میں وضاحت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرائع اسلام کی اطلاع دی تو اس نے کہا: لا انقص مما فرض اللّٰہ علی شیئا! اب رہا نوافل کا سلسلہ تو اس کے متعلق یہ ممکن ہے کہ ان کی مشروعیت سے پہلے کی بات ہو اور فرائض کی پابندی کرنے والا مفلح ہے اگرچہ ترک سنن کا فعل قابل مذمت ہے اور اس کی شہادت بھی رد کی جا سکتی ہے۔ (۲) جب قصہ مختلف ہو تو اس جواب کی ضرورت نہیں۔

تخریج: أخرجه مالك (٤٢٥) وأحمد (١/١٣٩٠) والبخارى (٤٦) ومسلم ((١١) وأبو داود (٣٩١) والنسائى (٤٥٧) وابن حبان (١٧٢٤) وابن خزيمة (٣٠٦) وابن الجارود (١٤٤) والدارمى (١٥٧٨) والبيهقى (٤٦٦/٢)

الفوائد: جس شخص نے فریضہ الٰہی کو ادا کیا۔ اس مال واجر میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔ مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔

۱۲۰: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: "ادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى

فُقَرَآئِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: ''تم ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دعوت دو۔ اگر وہ تیری بات مان لیں تو پھر ان کو اس کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو ان کو اس بات کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہی کے غرباء کو لوٹا دی جائے گی۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **معاذ!** یہ معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے کچھ علاقہ پر عامل بنا کر روانہ فرمایا۔ مکمل روایت باب **الامر بالمحافظه علی الصلوات** میں گزری۔ **ادعهم!** یعنی جن کی طرف تمہیں بھیجا جا رہا ہے ان اہل کتاب کو ایمان کی دعوت دو۔ **الی شهادة!** اس کی طرف پہلے دعوت اس لئے دی کیونکہ یہ تمام طاعات کی بنیاد ہے۔ **فان هم اطاعوا!** اس پر یقین کر لیں اور اس کا اقرار کر لیں۔ **افترض!** باب افتعال کا صیغہ مجرد کی بجائے اہتمام کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ **فان هم اطاعوا!** ان کے واجب ہونے کی تصدیق کریں اور ان کو لازم پکڑیں۔ **فاعلمهم!** شہادتین کے اقرار کے بعد ہی نماز لازم ہوتی ہے۔

سوال: نماز کو شہادتین پر موقوف کرنا تو بجا مگر زکوٰۃ کو نماز پر کیوں موقوف کیا؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ اگر نماز کی فرضیت کا اعتقاد قائم کر لیں تو ان کے سامنے زکوٰۃ کا تذکرہ کرو اور اصل مقصود اس سے تدریج ہے تاکہ کثرت احکام سے تنفر پیدا نہ ہو جائے اور نماز زیادہ اہمیت کی وجہ سے مقدم ہے۔ یہ عبادت بدنیہ ہے زکوٰۃ سے زیادہ آسان ہے کیونکہ مال کا خرچ کرنا گراں گزرتا ہے۔ **تو خذ من اغنيائهم!** یہ چھوٹے کو بھی شامل ہے پس اس کے مال میں زکوٰۃ ہوگی۔ **وترد علی فقرائهم!** یہاں فقراء کا تذکرہ اصناف کی طرف اشارہ کے لئے کیا گیا۔ ﴿انما الصدقات﴾ (سورۃ التوبہ: ۶۰) نماز و زکوٰۃ کا تذکرہ زیادہ اہمیت کے پیش نظر فرمایا اسی لئے ان کا قرآن مجید میں بار بار تذکرہ فرمایا گیا ہے (من جملہ احکام میں سے اس موقعہ نصیحت پر بطور اختصار ان دو کا تذکرہ فرمایا۔ مترجم)

تخریج: باب تحریم الظلم میں گزر چکی۔

الفرائد: ایضاً۔

۱۲۱۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' مجھے حکم ہوا کہ میں لوگوں سے

لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ امرت! یہ ماضی مجہول ہے۔ حکم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ الناس! سے یہاں غیر کتابی کفار مراد ہیں۔ **حتی یشھدوا!** تارک صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو امام شافعیؒ کے ہاں اس کو قتل کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس کو قید میں توبہ تک ڈالا جائے گا اور تارکین زکوٰۃ سے امام قتال کرے گا۔ **ذلك!** اس سے شہادتین اور ان کے بعد والے احکام مراد ہیں۔ یہاں فعل کو قول پر غلبہ دیا گیا ہے۔ **عصموا منی دماء ھم!** انہوں نے اپنے خون کو مجھ سے محفوظ کرلیا پھر ان کا قتل قصاص یا احصان زانی یا ارتداد کی صورت میں صرف ہوسکتا ہے۔ **واموالھم!** البتہ کفارے اور بدل تلف کی صورت میں لیا جاسکتا ہے۔ **وحسابھم علی اللّٰہ!** اسلام کے احکام ظاہر پر چلتے ہیں باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ البتہ کتابی اور ان کے ساتھ ملحقہ کفار سے اس وقت تک قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا پھر جزیہ دیں۔

تخریج : باب اجراء أحکام الناس علی الظاھر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۲۱۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ – وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : كَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ : وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ، فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ – وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا كَانُوْا یُؤَدُّوْنَهٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهٖ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۱۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض قبیلے کافر ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیسے ان لوگوں سے لڑیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں جس نے یہ کہہ دیا اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اللہ کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ بیشک زکوٰۃ مالی حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ اونٹ کو باندھنے والی رسّی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے وہ بھی روکیں گے تو اس کے روکنے پر میں ان سے جہاد کروں گا۔'' عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا

کہ میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو قتال کے لئے کھول دیا ہے' پس میں نے جان لیا کہ وہی حق ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لما توفی**! یہ صیغہ مجہول ہے۔ فاعل معلوم العام ہے۔ **کان ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ**! خبر محذوف ہے یا مضاف کو حذف کیا گیا ہے اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لائے۔ **کفر**! یہاں ارتداد کے معنی میں ہے۔ سوائے اہل حرمین اور باقی کچھ لوگوں کے ہر جگہ ارتداد پھیل گیا۔ تارکین زکوٰۃ کو تغلیظاً کفار میں شامل کیا یا جن سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا ان میں کچھ تو مرتدین تھے جیسے مسیلمہ' اسود عنسی اور طلیحہ وغیرہ کے ساتھی اور کچھ نے زکوٰۃ کا انکار کر کے بغاوت کی۔ (انکار زکوٰۃ خود کفر ہے) اس لئے تمام پر کفر کا اطلاق کیا گیا۔ یہ عظیم فتنہ تھا اور اہل بغاوت سے قتال کی یہ ابتداء تھی۔ ان کا معاملہ دیگر منکرین سے الگ تھا۔ ایک طرف ان کا زمانہ اسلام بالکل قریب تھا اور وہ جہالت کی وجہ سے شریعت سے ناواقف تھے۔ ان کے دلوں میں اشتباہ داخل ہوا جس سے انہوں نے غداری کی اور وہ باغی کہلائے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام کے مابین مانعین زکوٰۃ کے متعلق گفتگو چلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم فرمایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: **کیف نقاتل الناس۔ امرت ان اقاتل**: یہ آپ کے مکمل ارشاد کی طرف اشارہ کیا۔ اگرچہ یہاں امرت سے شروع کیا کہ ان کا کہے اور کرنے والے کا مال و جان محفوظ ہے۔ **من قالھا**: اس میں مخلص و منافق دونوں عموم کے اندر شامل ہیں اور ''**حسابہ علی اللّٰہ**'' اس پر دلالت کر رہا ہے اگر وہ سچا ہوگا تو آخرت میں بدلہ پائے گا ورنہ مجرم ہوگا۔ **و اللہ لا قاتلن**! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مال زکوٰۃ کو روکنے والے کا اقرار اس کی جان کو معصوم نہیں بنا سکتا۔ اللہ کی قسم میں نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرنے والے کے خلاف قتال کروں گا۔ اگر ایک کو لازم حق تسلیم کرتا ہے تو دوسرے کے انکار کے سبب شہادتین اس کی جان کو معصوم بن بناتیں۔ پس الا بحقہ میں شامل ہے۔ **عقالا**! وہ رسّی جس کے ساتھ اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔ اونٹ کو اسی کے ذریعہ قابو کیا جاتا ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حقوق صدقہ و زکوٰۃ سے جو معمولی عقال کے برابر کمی کرے گا میں اس سے بھی لڑائی کروں گا۔ بعض نے کہا جب صدقہ لینے والا عامل صدقہ کے اونٹ وصول کرتا ہے تو کہتے ہیں **اخذ عقالا**! کہ اس نے اونٹ وصول کر لئے اور اگر نقدی لے تو کہتے ہیں **اخذ نقداً**! بعض نے کہا عقال سے عام صدقہ مراد ہے۔ جیسے کہتے ہیں **اخذ المصدق عقال ھذا العام**! جبکہ صدقہ وصول کر لے۔ ابوعبیدہ کا یہی قول ہے۔ خطابی کہتے ہیں اہل عرب قلیل چیز کی تمثیل کے لئے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ محاورہ عرب میں ایک سال کے صدقہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے عناق اور جدی کا لفظ آتا ہے۔ **یو دونہ**! ادا کرنا۔

علی منعہ! علیٰ لام اجلیہ کے معنی میں ہے۔ **قال عمر**! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد برحق ہے۔ بقول براوی پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی ابتداء کو دیکھا آخر کو نہیں دیکھا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو حق مالی سمجھتے ہوئے نماز پر قیاس کیا اور نماز کا امتناع تو بالاجماع قتال کا باعث تھا تو گویا مختلف فیہ کو متفق علیہ کی طرف لوٹایا اور دوسری روایت میں تو زکوٰۃ کی تصریح پائی جاتی ہے وہ ابن عمرؓ والی روایت ہے جو پہلے گزری۔ یہاں اختصار کرتے ہوئے صرف شیخین کی گفتگو نقل کی ہے۔ یا جو اصل غرض تھی اسے ذکر کیا۔ خطابی کہتے ہیں قرآن مجید میں خطاب تین طریق سے وارد ہوا ہے: (۱) خطاب عام جیسے ﴿**اذا قمتم الی الصلاۃ**﴾ (۲) خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مثلاً ﴿**فتھجد بہ نافلۃ لک**﴾ (۳) جس میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اور امت کو خطاب فرمایا گیا مثلاً ﴿خذ من اموالهم صدقة﴾ پس جو آدمی امت کا ذمہ دار ہوا سے آپ کی راہ اپنانی چاہئے۔ تطہیر وتزکیہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور دعا امام کی طرف سے ہوگی۔ ان اعمال کو کرنے والا ان تمام چیزوں کے ثواب کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی طاعت ور رسول کی طاعت سے پالیتا ہے اور ہر وہ عمل جس کا مقررہ ثواب ہے وہ اس وقت میں باقی ہے۔ پس حاکم کو چاہئے کہ وہ صدقہ کرنے والے کے لئے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب کا امیدوار رہے ناامید نہ ہو۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۳۹۹) ومسلم (۲۰) وأبو داود (۱۵۵٦) والترمذی (۲٦۰۷) والنسائی (۲٤٤۲)

الفرائد : شریعت کا حکم جس طرح نماز ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی۔ اس لحاظ سے ان میں کچھ فرق نہیں۔ لوگوں کے ظاہر کے مطابق ان سے معاملہ کیا جائے گا۔

۱۲۱۲ : وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ : اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ قَالَ : "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا ، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِی الزَّكَاةَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۱۲: حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "مجھے ایسا عمل بتلائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے"۔ آپؐ نے فرمایا: "تو اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' نماز کو قائم کر' زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔" (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ابو ایوب: ان کا نام خالد بن زید انصاری تھا بقول دمامینی آنے والا سائل بنو منتفق کا تھا اور ابن قتیبہ نے غریب الحدیث میں ابو ایوب کا اپنا نام لکھا ہے (غریب الحدیث ابن قتیبہ) یدخلنی الجنة: سبب کی طرف داخلے کی اسناد مجازی ہے۔ تعبد اللّٰه: (۱) اس سے پہلے ان محذوف ہے۔ (۲) باقی معطوفات کا بھی یہی حکم ہے۔ ولا تشرك به شیئاً: یہ پہلے فعل کے فاعل سے حال ہے۔ وتقیم الصلاة: تمام ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرو۔ وتوتی الزكاة: فقراء اور باقی مستحقین کو دو۔ مخاطب کے علم پر اکتفاء کرتے ہوئے کہ یہ بھی ارکان میں اسی طرح شامل ہیں۔ (۲) مخاطب کی ضرورت جس حد تک تھی ذکر فرما دی گئی یا راوی نے بیان میں ذکر نہ کیا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹/۲۳٦۰۹) والبخاری (۱۳۹٦) ومسلم (۱۳) والنسائی (٤٦۷) وابن حبان (۳۲٤۵) والطبرانی (۳۹۲٤)

الفرائد : اس امت کے ساتھ کس قدر نرمی کا معاملہ فرمایا گیا کہ اللہ کی عبادت ظاہری احکام کی پابندی کی اس کو جنتی قرار دیا گیا۔

۱۲۱۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ" قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا - فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلا دیں کہ جسے میں جب کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: "تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا اور تو نماز کو قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا" مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس پر اضافہ نہ کروں گا۔" جب وہ مڑ کر چل دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو پسند کرے کہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھ لے"۔

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اعرابیا: دیہات کے رہنے والے کو اعرابی کہا جاتا ہے بقول بلقینی ان کا نام عبداللہ بن الاحزم رضی اللہ عنہ ہے۔ **دلنی علی عمل**: اس انداز سے اس سے لئے تعبیر کیا کیونکہ توفیق الٰہی پر اسے اعتماد تھا کیونکہ حصولِ نتیجہ پر اس کو قطعی یقین تھا۔ **ولا تشرك به شيئاً**: ذرہ بھر بھی شرک مت کرنا۔ (۲) کسی بھی معبود کو اس کا شریک مت بنانا۔ یہ جملہ حال ہے۔ رابط ضمیر ہے۔

الزكاة المفروضه: یہ مفروضہ کی قید نفلی صدقے سے الگ کرنے کے لئے لگائی گئی ہے۔ **تصوم رمضان**: یہاں بھی حج، جہاد کا تذکرہ نہیں فرمایا کیونکہ سائل کی طلب اتنی ہی تھی۔ (۲) آپ کو معلوم تھا کہ یہ ان دونوں چیزوں کے ثواب اور اعلیٰ مرتبے سے واقف ہے۔ **نفسی بيده**: ید سے یہاں قدرت مراد ہے۔ **لا ازيد على هذا**: مسلم نے **انقص منه** کے الفاظ بھی ذکر کیے ہیں۔

طبرانی کا قول: یہ جو دیہاتی لوگ قریب الاسلام ان کو مخاطب کیا جاتا تاکہ وہ اسلام کے قائل ہوں۔ جب ان کے دل اسلام کے لئے کھل جائیں گے تو تمام احکام کو اپنا لیں گے اور مستحباب کے ثواب کو حاصل کرنے کی طرف بڑھیں گے (التوشیح) **ولی**: واپس مڑنا۔ **رجل من اهل الجنة**: برماوی کہتے ہیں جن کو جنت کی بشارت ملی وہ دس سے بھی زائد ہیں۔ جیسا ازواج النبی اور بنات سید الکائنات اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم روایات وارد ہیں۔ پس عشرہ والی روایات بشارت کا مطلب یہ ہے کہ یکبارگی ان کو بشارت دی گئی۔ (۲) ایک لفظ سے جنت کی بشارت دی گئی۔ (۳) عدد زائد کے شامل ہونے سے مانع نہیں۔

تخریج : أخرجه البخاري (١٣٩٧) ومسلم (١٤) .

الفوائد : توحید پر قائم رہنے والا اور نماز و زکوٰۃ کا پابند رمضان کے روزے ادا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اپنی ہمت کے مطابق پابندی کرنے والا نامی و کامیاب ہے۔

۱۲۱۴ :وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۴: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نماز کے قائم کرنے' زکوٰۃ کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر کی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جرير بن عبدالله: یہ بجیلہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بايعت النبي صلى الله عليه وسلم: لشکری جس طرح امیر کی بیعت کرتا ہے اسی قسم سے ہے۔ اقام الصلوة: مصدری کی اضافت کی گئی ہے۔ النصح لكل مسلم: نصح خیر خواہی کے معنی میں ہے۔ مسلم سے مراد ہر مسلمان مرد وعورت مراد ہے۔

تخریج : باب في النصيحة میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۞ ۞ ۞

۱۲۱۵ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ؟ قَالَ :"وَلَا صَاحِبِ اِبِلٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَاحِدًا تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ :"وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَّا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ؟ قَالَ :"اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ :هِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ – فَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَآءً وَّفَخْرًا وَّنِوَآءً عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ اَجْرٌ

فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدُ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٍ وَّكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا اَبْوَالِهَا حَسَنَاتٍ ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ آثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ:''مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۲۱۵: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو سونے چاندی کا مالک ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کا دن سونے اور چاندی کے آگ کے تختے بنا کر ان کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اُس کے ساتھ اس کے پہلو، پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔ جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انہیں دوبارہ لوٹا کر جہنم میں گرم کیا جائے گا ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ جنت یا جہنم کا راستہ دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اونٹوں کے بارے میں فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اونٹوں کا مالک جو ان میں سے ان کا حق ادا نہیں کرتا۔ ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ پانی کے گھاٹ پر باری کے دن ان کا دودھ دوھ کر ضرورت مندوں میں بانٹ دیا جائے۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو چٹیل میدان میں اس کو منہ کے بل لٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے اونٹوں میں سے ایک کو بھی گم نہ پائے گا اور وہ اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گے اور منہ سے اس کو کاٹیں گے۔ جب ان کا پہلا حصہ گزر جائے گا تو پچھلوں کو اس پر لوٹایا جاتا رہے گا ایک ایسے دن میں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ پھر وہ اپنا جنت یا جہنم کی طرف کا راستہ دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ گائے اور بکریوں کے بارے میں؟ فرمایا: ''جو بکریوں اور گایوں کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن ایک چٹیل میدان میں اس کو منہ کے بل گرا دیا جائے گا اور وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی گم نہ پائے گا اور ان میں کوئی بھی نہ مڑے ہوئے سینگوں والی ہو گی نہ بے سینگ اور نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں والی ہو گی (بلکہ سب سینگوں والی ہوں گی) وہ اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اپنے کھروں سے اس کو روندیں گی۔ جب ان کا پہلا گروہ گزر جائے گا تو آخر تک اس کو لوٹایا (یعنی بار بار) جاتا رہے گا ایک ایسے دن میں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر وہ جنت یا دوزخ کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا۔'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں؟ فرمایا'' گھوڑے تین قسم کے ہیں (۱) جو آدمی پر بوجھ ہیں۔ (۲) جو آدمی کیلئے پردہ ہیں (۳) جو آدمی کیلئے اجر ہیں۔ ان میں سے بوجھ وہ ہیں جن کو اس نے دکھاوے اور فخر اور اہل اسلام کو تکلیف پہنچانے کیلئے باندھا ہے۔ (۲) وہ گھوڑے اس کیلئے پردہ ہیں جن کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھا۔ پھر اللہ کا حق اُن کے متعلق نہ بھلایا وہ سواری کے طور پر اس کیلئے پردہ ہیں (۳) اور وہ

گھوڑے اجر ہیں جو اس نے مسلمانوں کیلئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھ رکھے ہیں۔ وہ اس چراگاہ یا باغ میں سے جو چیز بھی کھاتے ہے تو ان کے کھانے کی تعداد کے برابر اور اس کیلئے ان کے گوبر اور پیشاب کی گنتی کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ اپنی رسّی نہیں تڑاتے کہ جس سے کسی ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر وہ چڑھیں تو اس کے بدلے میں بھی اللہ ان کے قدموں کے نشانات اور گوبر کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس کا مالک جس نہر کے پاس سے لے کر ان کو گزرتا ہے اور وہ ان کا پانی پیتے ہیں۔ خواہ مالک ان کو نہ پلانا چاہے تو اللہ اس کے بدلے میں بھی نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ گدھے کے بارے؟ فرمایا: ''گدھے کے متعلق کوئی حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا مگر یہ کہ یہ خاص آیت جو جامع ہے کہ جو آدمی کوئی ذرّہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ مامن !من استغراق کے لئے ہے۔ **صاحب ذهب و لا فضة** !یہاں سونے اور چاندی سے وہ مراد ہے جس میں زکوٰۃ لازم ہوتی وعید کا اسی سے تعلق ہے۔ ابن حجرؒ کے قول **لا ليفقني منه احد**! کا بھی یہی مطلب ہے کہ جن پر واجب الذمہ ہے۔ **حقها** !فرض حصہ زکوٰۃ۔ ھا کی قصہ کی طرف لوٹائیں یا سونے چاندی سے دنانیر و دراہم مراد لیں تو پھر اس آیت کی طرح ہوگی۔ ﴿**والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها**﴾!(التوبہ:۳۴) الا ! عام احوال سے یہ استثناء ہے۔ یعنی **لا يحصل له حال من الاحوال الا حالة واحدة صفحت له صفائح** !یہ مرفوع ہے۔ (۲) مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ضمیر سونے چاندی کی طرف مفرد لانا مناسب ہے۔ **تصفيح** : چوڑا کرنا۔ پترے۔ خواہ لوہے یا کسی بھی دھات سے بنے ہوں۔ **فاحمى عليها**! یہ گرم کرنا ان کو آگ کی طرف بنانا ہے کہ دیکھنے میں وہ آگ معلوم ہوں گے۔ اس روایت اور آیت میں احماء کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا معنی کسی چیز کا اس طرح گرم کرنا کہ وہ جلانے لگے۔ ظرف کی طرف مبالغہ کر دیا گیا ہے کیونکہ **محماة**! کہنے سے **يحملى عليها يا احمى عليها**! کہنا زیادہ بلیغ ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ وہ پترے آگ کی طرف بار بار لوٹائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی گرمی اور لپٹ میں انتہاء کو پہنچ جائیں گے تو اس سے ان کے اجسام کو داغ لگائے جائیں گے۔ عرب احميت علی الحدید نہیں بولتے بلکہ احميت الحدید و حمیتہ کہتے ہیں (فتح الالہ) معلوم ہوا کہ یہ پترے آگ کے نہ ہوں گے بلکہ اموال کے ہوں گے خواہ اس مال سے سزا دی جائے یا اس کو آگ کی طرح بنا کر سزا دی جائے وہ سخت گرم ہونے کی وجہ سے آگ کہلانے کا حقدار ہے۔ **فيكوى بها جبينه** !ان تین اطراف کا خصوصیت سے اس لئے ذکر فرمایا کیونکہ واجب زکوٰۃ کی ادائیگی سے باز رہنے کی وجہ وجاہت اور کھانوں سے پیٹ کا پُر کرنا پشت کو لباس سے ڈھانپنا ہے۔ (۲) اس نے اپنے چہرے کو فقیر سے پھیرا اور اس سے پہلوتہی اختیار کر کے پیٹھ پھیر کر چلایا۔ (۳) ظاہری اعضاء میں یہ تینوں سب سے اعلیٰ ہیں کیونکہ یہ اعضاء رئیسہ دل، دماغ، جگر پر مشتمل ہیں۔ (۴) اس بدن کی چہار جہت مراد ہیں۔ آگے، پیچھے اور دائیں بائیں۔ **كلما بردت** ! جب وہ ٹھنڈی ہو جائے گی دوبارہ آگ کی طرف گرم کرنے کے لئے لوٹا دی جائے گی۔ **اعيدت له** ! پہلے سے گرم اور سخت ہوگی۔ قرطبی کہتے ہیں اس سے مراد ہمیشہ عذاب میں مبتلا کرنا ہے اور ان گرم چادروں میں مسلسل حرارت کی شدت برقرار رہے گی جیسا گرم لوہے کو گرم حالت میں بھٹی میں موٹا دیا جاتا ہے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد مسلسل نکالا جاتا ہے۔ **في يوم** !اس کی درازی کفار و فساق اور حقوق اللہ سے روکنے والوں کے لئے

ہوگی۔البتہ مومنین کے لئے فجر کی دو رکعت کے برابر معلوم ہوگی اور بعض پر دنیا کے نصف دن کی طرح ہوگی جیسا ارشاد الٰہی میں اشارہ ہے: ﴿احسن مقیلا﴾! (الفرقان:۲۴)اس طویل زمانے میں وہ مجرم اس عذاب میں مبتلا رہے گا۔

اَلنَّحْوُ :فیری سبیله ! کا ضمہ وفتحہ دونوں درست ہیں (طیبی)اور سبیل نائب فاعل یا مفعول بہ ہے۔سبیل کا لفظ طریق کی طرح مذکر ومؤنث استعمال ہوتا ہے۔

الی الجنة! یہ ظرف محل حال میں ہے۔اگر مومن ہوگا تو جنت میں جائے گا۔الی النار !اگر ترک زکوٰۃ کو حلال قرار دینے والا ہوگا تو کفر کی وجہ سے جہنم میں جائے گا۔فالا بل !فقعو کا تو یہ حال ہوگا اونٹ کا مسئلہ کیا ہوگا۔ حقها! جو اونٹوں کی واجب زکاۃ نہیں دیتا۔حلبها یوم وردها ! پانی پلانے کے دن گھاٹ پر آنے والوں کو نہیں پلایا اس کی نظیر پھلوں کو دن کے وقت توڑنا تاکہ غرباء ومحتاجین حاضر ہوں۔عموماً ایسے مواقع پر غربا جمع ہو جاتے ہیں۔بطح !اس کو منہ کے بل گرایا جائے گا اور بخاری کی روایت میں تخبط وجهه باخفا فها! اس سے یہ ثابت ہوا کہ بطح میں چہرے کے بل لوٹانا ضروری نہیں بلکہ لغت میں کھینچنا اور پھیلانا اس کا معنیٰ ہے اور یہ انسان کے لئے چہرے اور پشت کے بل ہوتا ہے۔اسی وجہ سے مکہ کو بطحاء کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پھیلا ہوا ہے۔لها !ضمیر جنس کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔بقاع قرقر ! یہ قاع کی صفت کاشفہ ہے۔برابر میدان (فتح الدلہ) صفت موکدہ بھی کہلا سکتی ہے۔تورپشتی کہتے ہیں مبالغہ کے لئے دو لفظوں سے تعبیر کیا معنی ایک ہی ہے اور بعض روایات میں یہ فرق بھی آیا ہے۔اوفر !زیادہ موٹا ماکانت جب زندہ ہو اس وقت جس قدر روندنے میں زیادہ بوجھل ہو سکے۔اس کا نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔ای وقت اوفر کوانها۔ لا یفقد منها ! کان تامہ کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ضمیر اہل کی طرف راجع ہے۔فصیلاً واحداً ! یا جملہ متانفہ بیانیہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے کہ وہ بھاری ہو کر کیوں کر روندے گا۔ وتعضه بافواهها مر علیها !مسلم میں کلما مر علیه اخراها رد علیه اولاها! نووی نے اس کو بہتر قرار دیا کیونکہ اس سے کلام کا بہتر ربط ظاہر ہوتا ہے۔فتح القدیر میں تورپشتی نے کہا دونوں عبارتوں کا مقصود ان کا تسلسل سے آنا اور گزرنا ہے۔ فالبقر ! یہ اسم جنس نر و مادہ دونوں کو شامل ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو ہل سے پھاڑتا ہے۔ولا غنم ! جن بکریوں میں زکوٰۃ واجب ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔عقصاء !وہ بکری جس کے سینگ مڑے ہوں۔عضباء !جس کے سینگ ٹوٹے ہوں۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے سینگ انتہائی مضبوط کر دیئے جائیں گے تاکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو خوب ایذاء پہنچائیں۔تنطحه ! طا مکسورہ ومفتوح دونوں طرح درست ہے (جوہری) نووی نے کسرہ کو ترجیح دی ہے۔بقرونها و تطؤه باظلافها !ظلف گائے' بکری ہرن کے لئے آتا ہے جس کا پاؤں پھٹا ہوا ہو۔اس کے لئے مستعمل ہے۔الخف !اونٹ کے لئے اور آدمی کے لئے قدم استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح گدھا' خچر گھوڑے کے لئے حافر۔حتی یقضی بین العباد! یہ فعل مجہول ہے۔فاعل ذات باری تعالیٰ ہی ہے۔فالخیل ! یہ مونث ہے لفظاً اس کا خود نہیں ہے اس کو خیل کہنے کی وجہ اس کا متکبرانہ چال چلنا ہے۔سائل نے ان کی زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا۔طیبی کہتے ہیں یہاں حکیمانہ انداز سے بات کہی گئی ہے۔مذہب امام شافعیؒ کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے دع السوال عن الوجوب فلیس حق واجب ولکن سل عن اقتنائها وعما یرجع الی صاحبها من النفع او المضرة۔!یعنی وجوب کا سوال چھوڑ دو اس کے جمع کرنے اور اس کے کرنے والے کے نفع ونقصان کا پوچھو۔لرجل وزر! سے یہاں سبب وزر مراد ہے۔لرجل ستر !یعنی جس فقر وتنگدستی میں ہے وہ

اس کے لئے پردہ پوشی کرے۔ لرجل اجر !! اجر کا باعث ہے۔ مسلم کے بعض نسخوں میں "ھی لہ" کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔ ریاء فخراً !! یہ حال یا علت ہے کہ اس نے ریا کاری وفخر کے لئے گھوڑا پالا ہو۔ ونواء !! دشمنی اور عداوت کے لئے۔ فھی لہ وزر !! یہ جملہ تاکید یہ ہے جو اس لئے آپ نے فرمایا تا کہ اس سے مکمل طور پر بچا جائے۔ ھی لہ ستر !! اظہار حاجت کی راہ میں پردہ ہے۔ فی سبیل اللّٰہ !! اس سے طاعت الٰہی مراد ہے عموماً اور خاص طور پر جہاد کے لئے۔ ایک روایت میں اس کے بدلے "فرجل ربطھا تغنیا و تعففاً" !! تا کہ اسے سواری کے لئے لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے۔ یہ جوانمردی اور سخاوت والوں کے اخلاق اور وقار والے لوگوں کا طرزِ عمل ہے۔ ثم لم ینس !! اللہ تعالیٰ کی طاعات کو انجام دینے اور ضروریات کے لئے گھوڑے کو سواری میں استعمال کیا۔ ولا رقابھا فھی لہ ستر !! گھوڑے کے نفع نقصان کا خیال رکھا۔ یہ گھوڑا لوگوں کے سامنے محتاجی سے اس کے لئے حجاب ہے۔ فی سبیل اللّٰہ !! جہاد اور اعانت جہاد کے لئے اس سے باندھ رکھا ہو۔ مرج !! چراگاہ۔ اس پر روضہ کا عطف عطف الخاص علی العام کی قسم سے ہے۔ من شئ !! من تاکید کے لئے آیا ہے۔ شئ نکرہ ہے جو سیاق نفی میں واقع ہے۔ ما !! یہاں الذی کے معنی میں ہے۔

کتب لہ !! عدد مفعول مطلق ہے۔ ابوال وغیرہ کا تذکرہ انتہائی مبالغہ کے لئے کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان کے بدلے میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو اس کے بدلہ میں بدرجہ اولیٰ لکھی جائیں گی اور یہ چارہ بھی گوبر بننے سے پہلے مالک کا مال ہے۔ ولا تقطع طولھا !! طول وہ لمبی رسی جو گھوڑے کے پاؤں میں باندھی جاتی ہے جس سے چراگاہ میں وہ دور تک بندھا ہوا چر سکتا ہے اور ادھر اُدھر جا سکتا ہے۔ فاستنت !! وہ اپنی چراگاہ او نچی زمین پر دوڑ لگا کر چڑھا پھر چراگاہ کی طرف دوڑا تو ان تمام قدموں کا ثواب ملے گا اور جو چرتے وقت گوبر کیا اس کا بھی پیشاب کا تذکرہ معلوم ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ نیکیاں ملیں گی۔ صاحب !! مالک مراد لینا زیادہ بہتر ہے اگرچہ نگران بھی مراد ہو سکتا ہے۔ فشربت !! پینے کا تذکرہ غالب کے لحاظ سے کر دیا۔ ولا یرید ان !! یہ صاحب سے جملہ حالیہ ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب بلا قصد پانی پینے کا بدلہ ہے تو بالقصد پانی پلانے کا بدرجہ اولیٰ صلہ ملے گا کیونکہ اس میں بھی اس کی چارہ کھلانے والی کوشش کا دخل ہے جس کی وجہ سے جانور کو پیاس لگی اور اس سے پانی پیا۔ یا رسول اللّٰہ فالحمر !! گدھوں کا کیا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی البتہ یہ منفرد جامع آیت ہے جو تمام طاعات کو شامل ہے۔ الفاذۃ !! یہ فذا الرجل عن اصحابہ سے لیا گیا ہے جبکہ وہ ساتھیوں سے الگ رہ جائے۔ مثال ذرۃ !! چھوٹی چیونٹی یا غبار کے جز کی مقدار۔ خیر یرہ !! ایک مؤمن ہے تو دارین میں اس کی جزا پالے گا اور اگر کافر ہے تو دنیا میں اس کا بدلہ پالے گا۔ ممکن ہے عذاب میں کسی قدر تخفیف کا باعث بن جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٧٥٦٦) والبخاري (٢٣٧١) ومسلم (٩٨٧) وأخرجه أبو داود (١٦٥٨) والنسائي (٢٤٤١) وابن حبان (٣٢٥٣) وابن خزيمة (٢٢٥٢) والبيهقي (٤/٨١)

الفوائد : ① اموالِ ظاہرہ اور باطنہ میں زکوٰۃ لازم ہے ② گھوڑوں میں خیر و برکت ہے جبکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے امورِ خیر میں استعمال کرے ورنہ مذموم ہیں ③ جیسا عمل ویسی جزاء خیر کی خیر شر کی شر۔

۲۱۷ :بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

باب: رمضان کے روزے کی فرضیت اور روزوں کی فضیلت اور اس کے متعلقات کا بیان

صوم رمضان : دوسری مرتبہ صیام سے تعبیر تفنن تعبیر کے لئے کی۔ اس کا اصل صوام ہے واؤ کو یا سے بدل دیا۔ **یتعلق به** : سے مراد اعتکاف کثرت اعمال پر۔ صوم اور صیام یہ دونوں مصدر ہیں۔ یہ رک جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿انی نذرت للرحمان صومًا﴾ یعنی کلام سے اپنی زبان کو روک لیا۔ شرعی لحاظ سے مخصوص زمانہ میں مطفرات مخصوصہ سے رک جانا۔ روزے کی فرضیت کتب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور دین میں معروف و مشہور ہے۔ اس کے منکر کو جبکہ وہ معذور نہ ہو مثلاً نیا مسلمان ہوا کافر کہا جائے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرة:۱۸۳] اَلْاٰيَةَ.

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے۔ جس طرح کہ ان لوگوں پر فرض ہوئے جو تم سے پہلے ہوئے ......الی قولہ تعالیٰ......رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا ہے۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے دلائل اور معجزات پس جو شخص تم میں سے رمضان پالے۔ پس چاہئے کہ وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیماری یا سفر کی حالت میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے''۔

یایها الذین امنوا : سب سے اعلیٰ وصف سے ان کا تذکرہ اور پھر خطاب کا شرف بخشا۔ **الصیام** : بعض نے کہا اس سے رمضان کے روزے مراد ہیں۔ بعض نے اس سے ہر ماہ کے تین اور عاشوراء کا روزہ مراد لیا۔ پھر منسوخ ہوئے (مگر اس کی ناسخ کوئی نص نہیں اس لئے یہ قول ضعیف ترین ہے) **کما کتب** : اس لئے فرمایا تاکہ مشکل امر کا اٹھانا آسان ہو۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اصل روزے میں تشبیہ ہے یا خاص رمضان سے متعلق ہے۔ پہلا قول درست ہے کیونکہ رمضان المبارک تو اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ **تتقون** : یعنی معاصی سے بچو۔ اس لئے کہ روزہ شیطانی راہوں کو تنگ کرتا ہے۔ **ایامًا معدودات** : تقدیر عبارت یہ ہے صوموا ایامًا! جمع قلت لائے تاکہ رمضان میں آدمی شوق سے داخل ہو۔ پھر چند دن مشق کے بعد خود آسانی ہو جائے گی۔ **ممن کان منکم** : یعنی اس کے ذمہ دوسرے دنوں کے روزے ضروری ہیں جو کہ مرض و سفر کی گنتی کے مطابق ہوں گے جبکہ اس نے افطار کیا۔ قرینہ کی وجہ سے شرط و مضاف کو حذف کر دیا۔ **علی الذین یطیقونه** : جو

صحیح مقیم ہوں۔ فدیه طعام مسکین !! اگر وہ افطار کریں ابتداء اسلام میں روزے اور اطعام میں اختیار تھا پھر منسوخ ہوا۔ (۲) آیت میں شیخ ھرم مراد ہے اسی طرح بڑھیا۔ پس معنی سبب طاقت ہوگا روزہ کی طاقت ان سے منسوب ہو اور ''یطوقونہ! کی قرأت اس کی موید ہے۔ تطوع خیراً !! ہر مسکین کے کھانے سے زیادہ دیا۔ ان تصوموا !! صاحب طاقت کو روزہ ہی رکھنا چاہئے۔ تعلمون !! اگر تمہیں فضائل صوم سے واقفیت ہو۔

النحو :شهر رمضان !! یہ مبتداء مابعد خبر ہے۔ (۲) مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

انزل فيه القرآن !! یہ شہر کی خبر یا صفت ہے۔ لوح محفوظ سے بیت العزت میں لیلۃ القدر کی رات قرآن مجید مکمل طور پر اتارا گیا وہی نزول مراد ہے۔ پھر هدی للناس ! قرآن مجید یہ ہادی وراہنما ہے۔ بینات !! واضح آیات مراد ہیں۔ من الهدیٰ !! وہ احکام جو حق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ الفرقان !! حق وباطل میں فرق کرنے والے۔ فمن شهد !! جو مسافر نہ ہو بلکہ موجود ہو۔ فلیصمه !! یعنی اس میں روزہ رکھے۔ مریضا !! ایسا مرض جس کے ساتھ روزہ گراں ہو۔ فعدہ من !! پہلی آیت میں مریض، مسافر، مقیم ہر تین کو اختیار تھا اور اس میں مسافر و مریض مراد ہیں مقیم شامل نہیں۔ اس سے پہلے حکم کا نسخ معلوم ہوا۔ یرید الله بکم !! اسی لئے اس سے مسافر و مریض کے لئے افطار کی اجازت دی۔

ولتکملوا !! اس کا عطف الیسر پر ہے۔ جیسا اس آیت میں یریدو لطیفنوا ! یا پھر تقدیر عبارت یہ ہے۔ شرع لکم ذلك! یعنی تمام احکام صوم مشروع کئے تا کہ مرض وسفر سے جو تم نے قضا کر لئے۔ ولتکبروا الله !! تا کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔ یہاں تکبروا سے تکبیرات لیلۃ الفطر مراد ہیں۔ تشکرون !! تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکر یہ ادا کرو یا رخصت افطار پر شکر ادا کرو۔ (جامع البیان)

من ایام اخر :! رفع کے ساتھ یہ مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ ای معروفة! اور نصب کی صورت میں تقدیر یہ ہے اتمها! جو ضعیف قول ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَهُ۔

احادیث کچھ سابقہ باب میں گزر چکی ہوں۔

۱۲۱٦ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهُ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ – وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ :اِنِّيْ صَآئِمٌ – وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ – لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ ، وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ :"يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ اَجْلِيْ ، اَلصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ – قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :"اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِيْ وَاَنَا اُجْزِيْ بِهٖ:يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ اَجْلِيْ – لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ

‘ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ“

۱۲۱۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ جل شانہ فرماتے ہیں آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے۔ پس وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ روزے ڈھال ہیں۔ جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اسے کہہ دے۔ بے شک میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے کہ محمد (ﷺ) کی جان جس کے قبضہ میں ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے: ایک روزہ افطار کے وقت اور جب اپنے رب سے ملے گا تو خوش ہو گا۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں اس کی دوسری روایت ہے میں یہ الفاظ ہیں کہ روزہ دار اپنا کھانا' پینا اور خواہش میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہیں اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ اور نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”مگر روزہ پس یہ میرے لئے ہیں اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار نے اپنی شہوت اور کھانا میری خاطر چھوڑا۔ روزہ دار کو دو خوشیاں میسر ہوتی ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ البتہ اس میں منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

تشریح ۞ **قال اللّٰہ تعالیٰ**! یہ احادیث قدسیہ سے ہے۔ **کل عمل**!: خطابی کہتے ہیں بندے کے ہر عمل میں لوگوں کو اطلاع ہونے کی وجہ سے مداخلت وحصہ ہے۔ بندہ لوگوں سے اس کا جلد بدلہ چاہتا ہے اور اس کے بدلے دنیا کی تعظیم وجاہ پاتا ہے۔ **الا الصیام فانہ لی**! وہ خالص میرے لئے ہے اس کی کسی کو اطلاع نہیں اور اس میں نفس کا کوئی حصہ اور مداخلت نہیں یہ نفس کو توڑتا ہے اور بدن کو کمی پر پیش کرتا ہے اور پیاس کی گرامی اور بھوک کی کڑواہٹ پر صبر کی طرف لے جاتا ہے۔

خطابی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جس پر ریاکاری اور دکھلاوا مسلط نہیں ہو سکتا لیکن یہ ایک ایسا نیک عمل ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اطلاع نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا روایت میں وارد ہے: ”**نیۃ المومن خیر من عملہ**“! کیونکہ اس کا محل دل ہے۔ غیر اللہ کو اس کی اطلاع نہیں۔ منفرد نیت اس عمل سے بہتر ہے جو نیت سے خالی ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿**لیلۃ القدر خیر من الف شھر**﴾! ایک ہزار ایسی راتوں سے بہتر ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کھانے پینے سے بے نیازی یہ خاصہ خداوندی ہے۔ وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا: روزہ دار مرا قرب ایسی صفت سے حاصل کرتا ہے جو میری صفات سے ہے اگر صفاتِ باری تعالیٰ کے مشابہہ کوئی چیز نہیں۔ بعض نے کہا یہ اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ۔ **وانا اجزی بہ**! اس سے معلوم ہوا کہ اس کا معنی بلا حد وشمار اس کا بدلہ کئی گنا زیادہ ہوگا کیونکہ سخی کا عطیہ اس کی وسعت عطا کی دلیل ہوتی ہے۔ **والصیام جنہ**! روزہ ڈھال ہے وہ آگ یا گناہوں کی راہ میں ڈھال بن جائے گا جیسا کہ ڈھال تیر سے رکاوٹ بنتی ہے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا اور قوت کو کم کرتا ہے۔

احمد و حصن کی روایت میں ”**من النار**“! اور نسائی میں ”**کجنۃ احدکم من القتال**“! اور احمد کی دوسری روایت میں **مالم یخرقھا**! کے الفاظ زائد ہیں۔ ابن العربی کہتے ہیں یہ آگ سے ڈھال بنیں گے اور آگ شہوات سے ڈھکی ہوئی ہے اور آگ سے تبھی بچے گا جب شہوات سے اپنے آپ کو روکے گا۔

فاذا كان !! كان یہاں وجد کے معنی میں ہے اور رفث فحش گفتگو کو کہا جاتا ہے۔ و لا يصخب !! شور وشغب نہ کرے۔ فان سابه !! مبالغہ کے لئے باب مفاعلہ سے لائے۔ عموماً گالی دینے والے کو گالی دی جاتی ہے الا ماشاء اللہ (حق کی وجہ سے جو گالی دی جاتی ہے وہ ایک چیز ہے) قاتله !! اگر اس سے جھگڑا کیا جائے۔ فليقل انى صائم !! دل میں کہے یا مخاطب کو کہہ دے شاید وہ اس زجر سے شرمندہ ہو کر اپنی حرکت چھوڑ دے۔ حقیقت ومجاز دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اگر اس سے خصوصی طور پر اسے مخاطب نہیں تو پھر یہ لازماً ایسا کرے۔ و الذی نفس !! مخاطب کو تاکید کے لئے قسم کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خلوف !! خا کا ضمہ ہوگا۔ فتحہ درست نہیں (سیبویہ) اضافت کے باوجود خم کی میم کو باقی رکھنا درست ہے۔ اس سے مراد روزے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہونے والی مہک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے خصائص میں ذکر فرمایا کہ جب شام کا وقت ہوگا تو روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوگی ابن صلاح اور جمہور کے نزدیک یہ دنیا میں ہے۔ ابن عبدالسلام کہتے ہیں شہید کے خون کی طرح یہ مہک آخرت میں ہوگی۔ اطيب عند الله !! (۱) زری کہتے ہیں یہ روزے کے بارگاہ الٰہی سے قریب ہونے سے مجاز ہے کیونکہ عمدہ خوشبو سے قرب ہماری عادات سے ہے۔ پس وہ روزہ کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا کیونکہ روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب کے درجات والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے جتنی کستوری کی خوشبو تمہیں پیاری ہے۔ ابن عبدالبر کا قول بھی یہی ہے۔ (۲) بعض نے کہا خلوف ومشک کا حکم تمہارے ہاں جو اس کا مفہوم ہے اس سے یہ الٹ ہے یہ قول پہلے قول کے قریب ہے۔ (۳) بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بدلہ عنایت فرمائیں گے اس کی مہک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ جیسا کہ شہداء کے زخم لائے جائیں گے ان کی خوشبو کستوری کی طرح مہک رہی ہوگی۔ (۴) مطلب یہ ہے اس کا مالک وہ ثواب پائے گا کستوری کی خوشبو سے زیادہ افضل ہوگا۔ خاص طور پر خلوف کی نسبت سے یہ عیاض کا قول ہے۔ (۵) داودی اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مجالس ذکر میں کستوری کا اتنا ثواب نہیں جتنا کہ خلوف کا ہوگا نووی کا قول یہی ہے قبول ورضا تو مراد نہیں ہوسکتی اس لئے خوشبو کا معنی لیں گے۔ قاضی حسین کہتے ہیں طاعات کی خوشبو قیامت میں مہک رہی ہوگی۔ پس روزے کی خوشبو عبادات میں کستوری جیسی ہوگی۔ بیضاوی کہتے ہیں اس میں روزہ داری کی اس چیز کی فضیلت ذکر فرمائی جس کو لوگ ناپسند کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پاکیزہ ترین جنس ہوگی جس سے لوگ لذت حاصل کرتے ہیں اور وہ کستوری ہے۔ اس سے اعلیٰ روزے کے آثار کا پھر کیا کہنا ہے (بیضاوی) بعض نے کہا حذف مجاز کی قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں فرشتوں کے ہاں منہ کی بو اس سے زیادہ خوشبودار ہے جتنی ان کے ہاں کستوری کی مہک ہوتی ہے۔ يفرحهما !! یہ اصل میں یفرح بہما ہے جیسا اس ارشاد باری میں ﴿فليصمه﴾! (آیت: ۱۸۵) ای فليصم فيه ! یا یہ مفعول مطلق ہے ای يفرح الفرحتين ! تصریح کے بدلے ضمیر لائے جیسے عبدالله بطنه منطلقًا۔ فرح بفطره ! کیونکہ اس کا روزہ مکمل ہوا اور مفسدات خالی رہا۔ (۲) کھانے کے لئے کھانا میسر ہوا۔ او القى ربه فرح بصومه !! اپنے رب کی ملاقات پر۔ (۲) روزے کا ثواب پا کر۔ ہر صورت روزے کی قبولیت سے خوش ہوگا۔

روایات کا فرق: بخاری باب فضل الصوم میں یہ الفاظ ہیں: يترك طعامه و شرابه شهوته! یعنی جماع اور مقدمات جماع "من اجلي"! یہ من اجلیہ ہے۔ الصيام لى۔ اس کے ذریعہ میرے علاوہ دوسرے کی عبادت نہیں کی جاتی اگر تمام عبادات اللہ

تعالیٰ کیلئے ہیں۔ کفار مکہ اپنے معبودوں کے لئے سجدہ صدقہ تو کرتے تھے مگر روزے کا رواج نہ تھا۔ انا اجزی به: اس روزے کی عظیم جزاء اور شرف کا ذکر کیا یعنی میں خود اس کے بدلے کا ذمہ دار ہوں۔ و الحسنة بعشر امثالها: یہ کم سے کم اضافہ ہے۔ یہ حدیث مرفوع ہے قدسی نہیں۔ یضاعفها: بڑھانے سے ثواب کا بڑھانا مراد ہے۔ الحسنة: والا جملہ مستانفہ بیانیہ ہے کہ نیکی میں دس گنا اضافہ عمومی طور پر ہوتا ہے کبھی کبھی سات سو گنا تک بھی ہوتا ہے جیسا فرمایا: ﴿مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة﴾ (البقرہ: ۲۶۱) الا الصوم: اس کو کئی گنا بڑھانے سے مستثنیٰ فرمایا۔ فانه لی: یہ جملہ مستانفہ علت کی طرز پر لایا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خود اس کے بدلے کی ذمہ داری لی ہے تو پھر اس کا بدلہ غیر محصور ہو گیا جیسا صبر کے متعلق فرمایا: ﴿انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب﴾ (الزمر: ۱۰) شهوته: وہ چیز جس کی طرف نفس کی چاہت ہو۔ طعامه: اس سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کھانے میں کام آئے پس مشروب کو شامل ہے۔ من اجلی: میرے سبب سے ہے۔ فرحتان: کیونکہ عبادت تکمیل کو پہنچی۔ فرحة عند فطره: ابتدا کو نکرہ لائے اور تفصیل کے لئے لائے یہ اسی طرح ہے جیسے فیوم لنا و یوم علینا۔ عند لقاء ربه: ملاقات کے سبب اور بڑے ثواب کو دیکھ کر۔ ولخلوف: یہ لام جواب قسم کے لئے جو اطیب! کے حکم کو بعید سمجھنے والوں کے لئے لایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ وہ لوگوں کے ہاں ناپسند ہے کیونکہ روزے کی وجہ سے منہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے زوال سے پہلے تبدیلی دوسرے انداز کی ہے پس وہ خالص روزے ہی کا اثر ہے۔ اطیب عند الله: یہ جملہ روزے کے شرف و مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۳٤۹۳) والبخاری (۱۸۹٤) ومسلم (۱۱۵۱) والنسائی (۲۲۱۵) وابن ماجه (۱٦۳۸) وابن حبان (۳٤۲۲) وابن خزیمة (۱۸۹٦) والطیالسی (۲٤۸۵) وعبدالرزاق (۷۸۹۱) ومالك (٦۹۸) والبیهقی (٤/۳۰٤)

الفرائد: ① روزے میں فحش گوئی سے پرہیز کی ضرورت ہے ② روزے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا درجہ ہے اس کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۲۱۷ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ بہتر

ہے۔پس جونماز والوں میں سے ہوگا اس کونماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل جہاد سے ہوگا اس کو جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب ریان سے بلایا جائے گا جو صدقہ والوں میں سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جس کو ان دروازوں میں سے کسی سے پکارا جائے اس کو تو کچھ نقصان نہیں۔کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! مجھے امید ہے کہ تو انہیں میں سے ہے۔''

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ زوجین: بعض روایات میں دریافت کیا گیا کہ زوجان کیا ہے؟ فرمایا: دو گھوڑے دو بچھڑے دو اونٹ۔ ابن عرفہ کا قول یہ ہے ہر وہ چیز جس کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے وہ زوج ہے۔ بعض نے کہا ممکن ہے کہ یہ روایت تمام اعمال بر کو شامل ہو خواہ دو نمازیں ہوں یا دو روزے یا ایک صدقہ دوسرے کے ساتھ ملایا اور حدیث کے یہ الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں: "**فمن کان من اهل الصلاة و من کان من اهل الصیام**"۔

زوج کا معنی صنف بھی آتا ہے جیسا اس ارشاد میں ﴿**و کنتم ازواجا ثلاثة**......﴾! **فی سبیل الله**: بھلائی کے تمام کام مراد ہیں۔ بعض نے جہاد مراد لیا ہے مگر عموم بہتر ہے نووی کا یہی قول ہے۔ **لفر دی من**: خبیر کے لفظ کو اسم کہا گیا یعنی ثواب و رشک کی چیز ہے کیونکہ اس میں نعمتیں اور ثواب بہت پس تو جس میں چاہے داخل ہو جائے۔ نووی نے تقدیر عبارت یہ لکھی: **ان کان منا یعتقد ان ذلك الباب افضل من غیره**"! ہمارے خیال میں یہ دروازہ دوسروں سے افضل ہے۔

حافظ کا قول: یہ فاضل کے معنی میں ہے نہ کہ افضل کے معنی میں اگرچہ الفاظ میں اس طرف ذہن جاتا ہے اور انداز کا فائدہ یہ ہے تاکہ سامع کو داخلہ جنت کی خوب ترغیب ہو (فتح الباری) **فمن کان**: جس کے نفلی اعمال میں جو غالب ہوگا فرائض مراد نہیں کیونکہ اس میں سب برابر ہیں (قرطبی) اور ظاہراً یہ روزے اور صدقہ سے متعلق ہے۔ **باب الریان**: یہ عطشان کے مقابلے میں ہے جو کہ روزہ دار ہے۔ اس میں اشارہ فرمایا کہ اس کو جنت میں ہمیشہ کی سیرابی میسر ہوگی اور وہ اسی دروازے سے داخل ہوگا۔ **باب الصدقه**: ارکان اسلام میں صرف حج باقی رہ گیا جس کا تذکرہ نہیں یقیناً اس کا ایک دروازہ ہے اور باقی تین دروازے ہیں ایک دروازہ **باب الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس**! کے لئے ہے امام احمد کی مرسل روایت ہے۔ **ان لله بابا فی الجنة لا یدخله الا من عفا عن مظلمة**! ایک دروازہ الباب الایمن ہے۔ یہ متوکلین کا دروازہ ہے جس میں بلاحساب و عذاب لوگ داخل ہوں گے۔ (۳) شاید یہ باب الذکر ہو۔ ترمذی کا اشارہ اسی طرف معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ باب العلم ہو اور یہ بھی احتمال ہے۔ ان دروازوں سے جنت کے دروازوں کے اندرونی دروازے مراد ہوں کیونکہ اعمال کی تعداد آٹھ سے بہت زیادہ ہے (فتح الباری) سیوطی نے قاضی سے نقل کیا کہ بقیہ ابواب کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ **باب التوبه' باب الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس' باب الراغبین' الباب الایمن یدخل منه بلاحساب**! (الدیباج لسیوطی) حافظ نے فتح الباری میں لکھا انفاق صدقہ' جہاد' علم' حج میں تو ظاہر اس کے علاوہ میں مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ نماز میں خرچ سے مراد اس کے لئے استعمال ہونے والے آلات میں جو مال خرچ ہو مثلاً پانی' لوٹا' کپڑا وغیرہ اور (۲) روزے میں خرچ سے وہ اشیاء مراد ہوں جو روزے کو مضبوط کرنے والے ہوں مثلاً سحور و فطور اور لوگوں کو معاف کرنے

میں صرف کرنا۔ یہ ہے کہ وہ ان حقوق کو چھوڑ دے جو اس پر بنتے ہیں۔ (۴) توکل میں انفاق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ایسی بیماری جس میں خرچ کرے جس اس کو طلب معاش سے روک دے اس حال میں کہ یہ معصیت سے رکا ہوا ہو یا ایسے آدمی پر ثواب کے لئے خرچ کرے جو اس مصیبت میں مبتلا ہو۔ اور ذکر میں انفاق بھی اسی طرح ہے اور احتمال یہ بھی ہے کہ نماز اور روزے میں خرچ سے مراد دونوں میں اپنے نفس کو لگانا ہے۔ اس لئے کہ اہل عرب جس چیز میں اپنے نفس کو لگاتے ہیں اس کو نفقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ جس صنعت کو سیکھیں اس کے متعلق یہی کہتے ہیں میں نے اس میں اپنی عمر خرچ کی پس روزے اور نماز میں جسم کو تھکانا یہی انفاق ہے (الدیباج لسیوطی) بابی انت و امی: یعنی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ من تلك الابواب: ان میں سے کسی ایک سے۔ من ضرورة: بغیر کمی اور نقصان کے۔ فهل یدعی احد: اس سے یہ اشارہ کیا کہ وہ بہت کم لوگ ہوں گے اور تمام دروازوں سے آواز دیا جانا اس کے لئے باعث شرف وعظمت ہے۔ البتہ وہ داخل تو ایک ہی دروازے سے ہوگا۔ شاید یہ غالب عمل والا دروازہ ہو۔ مسلم کی روایت سے اس پر اعتراض نہیں آتا "من توضا فتح له ابواب الجنة الثمانية يدخل من ايها شاء)! کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اکرام کے لئے سب دروازے کھولے جائیں گے مگر وہ اسی دروازہ سے داخل ہوگا جس عمل کا اس پر غلبہ ہوگا۔

زرکشی کا قول: ممکن ہے کہ جنت قطعہ کی مانند ہو جس کی دیواریں ایک دوسرے کی پیچھے ہوں اور ہر دیوار کا دروازہ ہو۔ چنانچہ ان میں سے بعض لوگ تو فقط پہلے دروازے سے بلائے جائیں اور بعض لوگ اندرونی دروازوں سے بھی بلائے جائیں اور اسی طرح۔ نعم دار جوا: علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاں رجاء کے صیغے استعمال ہوتے ہیں وہ یقین ہی کے لئے ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ اس روایت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ نیز جب کسی انسان کے خود پسندی میں ابتلاء کا خطرہ نہ ہو تو اس کی منہ پر تعریف بھی درست ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٠٢١) وأحمد (٣/٨٧٩٨) والبخاري (١٨٩٧) ومسلم (١٠٢٧) والترمذي (٣٦٧٤) والنسائي (٢٢٣٧) وابن حبان (٣٤٢٠) وابن أبي شيبة (٣/٥) والبيهقي (٤/٣٠٥)

الفوائد : ① ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ وشان ظاہر ہوتی ہے ② جو جتنے کثرت سے اعمالِ خیر کرے گا آخرت میں اتنا اونچا مقام پائے گا ③ تمام ابواب جنت سے بلائے جانے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔

١٢١٨ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۸: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہا جاتا ہے اس سے روزہ دار قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اس سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہو چکیں گے تو اس کو بند کر دیا جائے گا اور ان کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ان فی الجنه: یہاں فی لام کے معنی میں ہے (التوشیح) ابن منیر کہتے ہیں کہ لام کی بجائے فی کا استعمال تشویق میں اضافہ کے لئے ہے کہ دروازے جنت میں وہ راحت و نعمت ہے جو کہ جنت میں ہے۔ **الریان**: یہ الری سے فعلان کا وزن ہے یہ روزہ داروں کے مناسب بدلہ ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ یہاں سیرابی پر اکتفاء کیا گیا کیونکہ یہ پیٹ بھر جانے کی علامت ہے۔ **یوم القیامة**: جنت میں داخلہ ہی قیامت کے دن ہوگا۔ اس لئے یہ بیان واقعہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ارواح شہداء اور مؤمنین کے داخلہ سے احتراز مقصود ہو۔ پس اس صورت میں روزہ داروں کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔ **غیرهم**: اس دن روزہ داروں کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہ ہوگا۔ **فاذا داخلوا**: مسلم میں اس کی بجائے **فاذا دخل آخرهم** اور بعض نسخوں میں **فاذا دخل اولهم الی آخره** وارد ہے مگر قاضیؒ کہتے ہیں پہلا قول درست ہے دوسرا قول وہم ہے۔ **لم یدخل منه احد** دوسروں کے داخلہ کی نفی کے لئے دوبارہ لائے لم یدخل کا عطف اغلق پر ہے ای **لم یدخل منه غیر من دخل** یہ روایت مسلم کے پہلے الفاظ سے ابن ابی شیبہ، مستخرج ابونعیم، ابن خزیمہ اور نسائی نے نقل کی ہے البتہ یہ الفاظ زائد ہیں: **من دخله لم یظماء ابدًا** اور نسائی سے ابوحازم عن سہل کی سند سے موقوفاً نقل کی ہے مگر حافظ رقمطراز ہیں کہ یہ قطعاً مرفوع ہے اس میں رائے کی مجال نہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (۱۸۹٦) ومسلم (۱۱۵۲) والترمذی (۷٦۵) والنسائی (۲۲۳۵) ابن حبان (۳٤۲۰) وابن أبی شیبة (۵/۳) والبیهقی (۳۰۵/٤)

الفوائد: ① روزہ داروں کے انعام و اکرام کا تذکرہ ② ان کو باب الریان سے جنت میں داخلہ ملے گا جن کی عبادات میں روزوں کا غلبہ تھا۔

۱۲۱۹ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا مِنْ عَبْدٍ یَّصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۱۹: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کے بدلے میں اس کو آگ سے ستر خریف (سال) دور کر دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح **ما من**: من کا اضافہ نفی میں استغراق کا معنی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ عبد سے یہاں مکلّف مراد ہے نہ کہ غلام ولونڈی اور اس کا استعمال شرف کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ مسلم کی روایت میں وضاحت ہے۔ **من صام یوما فی سبیل الله باعد الله وجهه عن النار سبعین خریفا**۔ **فی سبیل الله**: کفار سے جہاد، اللہ تعالیٰ کی طاعت۔
باعد الله: یہ ابعد کے معنی میں ہے۔ مبالغہ کے لئے باب مفاعلہ سے لایا گیا ہے۔ **خریفا**: ستر خریف کی مدت۔ خریف سے تعبیر میں کنایہ ہے کہ خریف کا موسم سال میں معتدل موسم ہے۔ اسی موسم میں درختوں کی ٹہنیوں میں زندگی رواں ہوتی ہے۔

تخریج: أخرجه احمد (۱۱٤۰٦) والبخاری (۲۸٤۰) والترمذی (۱٦۲۲) والنسائی (۲۲٤۷) وابن ماجه

(۱۷۱۷) وابن حبان (۳٤۱۷) والطیالسی (۲۱۸٦) والبیهقی (٤/۲۹٦)

الفرائد : ① روزہ جہاد میں جو آدمی نباہ سکے اس کو اجازت ہے ② خریف ستر سال کا ہوتا ہے۔

۱۲۲۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان کا روزہ پختہ یقین اور اخلاص کے ساتھ رکھا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۱) ایمانا : اس کا جو ثواب وارد ہوا اس کی تصدیق کرنے والا ہو۔

النحو : علت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **احتسابا**: اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد کرنے والا ہو۔ **ما تقدم من ذنبه** : نسائی واحمد میں ما تاخر کے الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ طاعات ہیں اور اس سے وہ صغائر مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہوں۔ بخاری میں روایت میں یہ الفاظ ہیں: **من قام ليلة القدر ايمانا و احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه و من صام رمضان**۔ مصنف کو مناسب تھا کہ یہ ذکر کر دیتے کہ یہ طویل حدیث کا بعض حصہ ہے۔

تخریج: اخرجه احمد (۷۱۷۳) والبخاری (۱۹۰۱) و مسلم (۷٦۰) وابن حبان (۳٤۲۲) والنسائی (۲۲۰۲)

الفرائد : روزہ اگر ارتکاب کبائر سے پاک ہو تو یقیناً یہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۲۲۱ : وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا جَآءَ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۲۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح **فتحت** : یہ فعل ماضی مجہول ہے۔ کرنے والی ذات تو سب کو معلوم ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کے لئے جو رمضان میں فوت ہو احقیقۃً دروازے کھل جاتے ہیں یا جس نے کوئی ایسا عمل کیا ہو جو برباد نہ ہوا ہو۔ بعض نے کہا یہ مجاز ہے اس کا مطلب یہ ہے اس میں کیا جانے والا عمل اس تک پہنچا تا ہے یا کثرتِ رحمت و مغفرت مراد ہے۔ اس کی دلیل میں مسلم کی یہ روایت ہے : **فتحت ابواب الرحمة**۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ **الرحمت**: یہ جنت کا ایک نام ہے۔ **وغلقت ابواب النار** : اس کے متعلق پہلے احتمالات جو نقل کیے گئے ان کو سامنے رکھیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے روزہ داروں فواحش کی گندگی سے اپنے نفوس کو پاک رکھنے سے کنایہ ہے اور اسی طرح گناہوں پر ابھارنے والی چیزوں سے روزہ دار

کو چھٹکارا حاصل کرنے اور شہوات کے قلع قمع کرنے سے کنایہ ہے۔
طیبی کا قول :اس کھولنے اور بند کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ روزہ داروں کے فعل پر فرشتے ان کی تعریف کریں اور روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والا ہے اور مکلّف جب یہ سچی خبروں سے بات معلوم کرلے گا تو اس کے نشاط میں اضافہ ہوگا۔ **صفدت** : شیاطین کو پابند سلاسل کردیا جاتا ہے اس میں بھی ماقبل کی طرح اگر حقیقت ہو تو ظاہر ہے یا مجاز پر تو اس کا مطلب ایمان والوں کو کثرتِ ایذاء سے ان کو روک دیا جاتا ہے۔ ان کو ڈرانے سے منع کردیا جاتا ہے وہ ایذاء نہ دینے میں مسلمانوں کی طرح ہو جاتے ہیں یا مکلفین کو قابل نفرت چیزوں سے روکنے کی مخالفت سے باز رہتے ہیں۔
تخریج : اخرجه احمد (۹۲۱۵) والبخاری (۱۸۹۸) و مسلم (۱۰۷۹) والنسائی (۲۰۹۶) وابن حبان (۳۴۳۴) وابن خزیمة (۱۸۸۲) والدارمی (۱۷۷۵)
الفرائد : ① روزہ دار اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہے اور اس کے عتاب سے دُور ہے ② شیاطین کی غوایت سے ان کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۲۲۲ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ ، فَاِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ – وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ: "فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا۔

۱۲۲۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو۔ اگر تم پر مخفی ہو تو شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کرو۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے۔ پس اگر تم پر بادل چھا جائے۔ تو تیس دن کے روزے رکھو۔

تشریح ❁ **صوموا لرویته** : ہلال رمضان کے لئے ایک شاہد عدل کی گواہی بھی کافی ہے' جس نے چاند دیکھا ہو۔ **وافطروا لرویته**: اس سے ہلال عید الفطر مراد ہے۔ **لرؤیته** : میں لام عند کے معنی میں ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اقم الصلٰوة لدلوك الشمس﴾ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لام تعلیل ہے۔ **غبی** : بخاری میں **غدر علیك** ہے یعنی تمہارے اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جائے۔ جیسے کہتے ہیں: غم' اغمی' غمی اور غبی دونوں درست ہیں۔ **فاکملوا** : علماء شوافع کہتے ہیں جو آدمی تیس شعبان کا روزہ اپنے ذمہ واجب کرلے اسے اس کی مخالفت سے نکلنا لازم نہیں۔ جب رؤیت ہلال سے بادل مانع ہو کیونکہ اختلاف سے نکلنا اس وقت ضروری ہے جب اس کے معارض سنت صحیحہ موجود ہو اور اس میں زیادہ ضعف بھی نہ ہو اور اس سے نکل کر کسی اور خلاف میں نہ گر پڑے۔
روایت کا فرق :**غم علیکم فصوموا ثلاثمین یومًا** : یہ مسلم کے الفاظ ہیں کہ اگر شوال کو چاند بادل کی وجہ سے نظر نہ آئے اور گنتی تیس دن پوری کرلی تو افطارِ صوم واجب ہوگیا۔ خواہ رمضان المبارک کا چاند ایک آدمی کی رؤیت سے ثابت ہوا ہو یا زیادہ سے اور اسی طرح حکم ہے کہ گنتی کا پورا ہونا حجت شرعیہ ہے اور رہی یہ بات کہ یہ تو شوال کا ثبوت ایک کی شہادت سے لازم آ رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات چیزیں ضمناً اس طرح ثابت ہوتی ہیں کہ مستقلاً اس طرح

ثابت نہیں ہوسکتیں۔

تخریج : اخرجه احمد (۹۸٦۰) والبخاری (۱۹۰۹) و مسلم (۱۰۸۱) والنسائی (۲۱۱٦) وابن حبان (۳٤٤۲) والدارمی (۱٦۸۵) والطیالسی (۲٤۸۱) وابن الجارود (۳۷٦) والدارقطنی (۲۱۵۳) والبیهقی (٤/۲۰۵)

الفوائد : ① اگر چاند انتیس کو نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی مکمل کرنا ہوگی ② رمضان کے چاند کی پڑتال کرنی چاہئے اس سے پہلے رمضان کی نیت سے روزہ نہ رکھنا چاہئے۔

۲۱۸ : بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِكْثَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ

بَاب: رمضان المبارک میں سخاوت اور نیک اعمال کی کثرت اور آخری عشرہ میں مزید اضافہ

الجود : لغت میں سخاوت کو کہتے ہیں۔ اس کی شرعی تعریف اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی : جس چیز کا جس کو دینا مناسب ہو اسے دینا۔ یہ صدقہ سے عام ہے۔

فعل المعروف : جو شرعی طور پر جانا پہچانا ہو خواہ واجب ہو یا مستحب۔ **والاکثار من الخیر** : تاکہ شرف زمانہ سے اس کا ثواب بڑھ جائے۔ **فی شھر رمضان** : مستحب یہ ہے کہ وہ رمضان المبارک میں ہو کیونکہ وہ سال کے مہینوں میں سب سے زیادہ شرف والا مہینہ ہے۔ اس سے اس کا زندہ کرنا مستحب ہے تاکہ ثواب عمل بڑھ جائے۔ **فی العشر الاواخر** : آخری عشرہ کی ابتداء ۲۱ رمضان سے اور انتہاء مکمل و ناقص رمضان پر ہوگی (۲۹ یا ۳۰) پس اُنتیس پر تمام کا اطلاق تغلیباً ہے۔

روایات

۱۲۲۳ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَلْقَاهُ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور جب جبرئیل آپ کو آ کر ملتے تو اور بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے اور رمضان کی ہر رات میں جبرئیل

علیہ السلام کی آپ سے ملاقات ہوتی اور وہ آپ سے قرآن کا دور کرتے۔ پس رسول اللہ ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے ملتے تو تیز ہوا سے بھی زیادہ آپ بھلائی کی سخاوت کرنے والے ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اجود الناس: سخاوت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ آپ ﷺ کے متعلق سخاوت کی وہ باتیں منقول ہیں جو اور کسی کے متعلق نہیں۔ و کان اجود۔

النحو: ۱) اجود اسم اور فی رمضان خبر ہے۔ ۲) اسم کان سے بدل اشتمال ہے۔ ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے۔ ۳) اجود کان کی خبر اور اسم ضمیر ما مصدر یہ ظرفیہ یعنی وہ انتہائی سے متصف تھے جب تک رمضان میں رہتے حالانکہ آپ تو ویسے بھی سب سے زیادہ سخی تھے۔ درحقیقت رمضان اور غیر رمضان کی حالتوں میں باہمی فضیلت دینا مقصود ہے۔

دمامینی کا قول: نصب کی صورت میں ما موصوفہ نکرہ یکون صفت 'فی رمضان کان سے متعلق ہے جبکہ یہ حدیث پر دلالت کرے گا اسم ضمیر عائد الی النبی ﷺ ہے۔ یا آپ کی طرف جود کی طرف لوٹے جو ما سبق سے سمجھ آ رہی ہے۔ ای کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رمضان میں سب سے زیادہ سخی ہوتے تھے یا آپ کی سخاوت رمضان میں سب سے عمدہ ہوتی تھی۔ جود کو مجازاً اجود کہا جیسا شاعر کا قول ہے۔ حافظ کا قول: ۱) جود کان کا اسم ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ جیسے کہتے ہیں: اخطب ما یکون الامیر فی یوم الجمعۃ۔ ۲) یہ مبتداء الا فی رمضان خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اجود ما یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ بخاری کا میلان بھی یہی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں جملہ کان کی خبر ہے۔ (فتح) نووی نے رفع کو زیادہ صحیح کہا ہے۔ ابن مالک و ابن حاجب کا بھی قول یہی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ زمانہ جو اس وقت حاصل ہونے والا ہے۔ وہ بہتر زمانوں سے ہے۔ پس یہ اخطب ما یکون الامیر کی قسم سے نہ ہوا۔ (فتح الباری) مزید تفصیل دیکھ لیں۔

حین یلقاہ جبرئیل: ان کی جبرئیل سے ملاقات کے وقت۔ و کان جبرئیل: یہ جملہ فعلیہ سابقہ پر عطف ہے یا مستانفہ ہے۔ اس لئے لائے تاکہ جبرئیل سے مسلسل ملاقات کو ثابت کیا جا سکے۔ فیدارسہ القرآن: قرآن مجید کا دور کرنا غناء نفس میسر کر دیتا تھا غنا ہی جود کا سبب ہے۔ پس رمضان المبارک خیرات کا موسم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات بندوں میں اس ماہ میں دوسرے مہینوں سے زائد ہوتے ہیں۔ پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے طریقے کی پیروی کو ترجیح دیتے۔ پس یہ تمام چیزیں ''وقت'' اترنے اولاً قرآن اور جس مقصد کے لئے اتارا گیا اور مذاکرہ یہ سخاوت وجود سے ہی میسر آیا' واللہ اعلم۔ فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 'فاسبیہ لام ابتدائیہ ہے جو کہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یہ قسم مقدر کا جواب ہے۔ المرسلہ: مطلق ہوا جو ہمیشہ رحمتوں کے ساتھ چلتی ہے۔ اس سے آپ کی سخاوت کے عمومی نفع کی طرف اشارہ کیا اور آپ کی سخاوت کو اس میں بھی جلد اثر کرنے والا قرار دیا۔ امام احمد کی روایت میں مذکور ہے کہ جو چیز آپ سے مانگی جاتی آپ عنایت فرما دیتے۔

نوری فرماتے ہیں: ۱) اس حدیث میں ہر وقت سخاوت پر آمادہ کیا گیا۔ ۲) اور اچھے لوگوں کے ساتھ جمع ہونے کے وقت اضافہ کرنا چاہیے' ۳) نیک لوگوں سے ملاقات کرنی چاہئے جبکہ بزرگ ناپسند نہ کرے' ۴) رمضان المبارک میں کثرت سے قراءت کو معمول بنانا چاہیے' ۵) یہ سب سے افضل ذکر ہے۔ اگر اس سے زیادہ افضل کوئی ذکر ہوتا تو آپ ضرور کرتے' ۶) قرآن مجید کا عمدہ پڑھنا مطلوب ہے۔ جب حفظ یاد ہو تو چند مجالس سے یہ غرض حاصل ہو جاتی ہے۔

تخریج: اخرجه احمد (١/٢٦١٦) والبخاري (٦) و مسلم (٢٣٠٨) وابن حبان (٦٣٧٠) والبيهقي (١/٣٢٦)

الفرائد : ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سخی تھے' رمضان میں آپ ﷺ کی اس صفت میں اوراضافہ ہو جاتا ② نیک لوگوں سے ملاقات کے تاثر کا تقاضا خیر میں اضافہ ہے ③ قرآن مجید کا دور مستحب ہے۔

۱۲۲۴ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ ' وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ ' وَشَدَّ الْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ کے داخل ہوتے ہی رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے اور کمر کس لیتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **العشر** :الف لام عہد ذہنی کا ہے۔اس عشرہ اخیرہ مراد ہے۔ **احیاء اللیل** :اس میں قیام فرماتے۔ **وایقظ اهله** : بھلائی کے موقع کی راہنمائی فرماتے اور اس کے حاصل کرنے میں معاونت کے لئے اس کو جگاتے۔ **وشد المئزر**: یہ محنت عمل خیر میں مبالغہ کے اظہار کے لئے فرمایا گیا۔ پہلے روایت گزری ہے۔

تخریج : تخریجه فی الباب فضل قیام لیلة القدر۔

الفرائد : ایضاً۔

۲۱۹ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ اِلَّا لِمَنْ وَصَلَهٗ بِمَا قَبْلَهٗ اَوْ وَافَقَ عَادَةً لَّهٗ بِاَنْ كَانَ عَادَتُهٗ صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَهٗ

بَاب: نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے روزے کی عادت نہ رکھنے والے کو روزے کی ممانعت

تشریح ۞ یہ ممانعت بطور تحریم ہے۔ **بصوم**: ایک دن ہو یا زیادہ۔ نصف شعبان یہ ۱۶ شعبان کے بعد ۲۱ دن ہوں۔ **لمن وصله** : پندرہ کا روزہ ملائے۔ **وافق عادة له**: کہ وہ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہو اور یہ انتیس شعبان یا اس سے پہلے دن کے موافق ہو جائیں۔ تو وہ عادت کے مطابق رکھے۔ احناف کے ہاں شعبان کے آخری دن کا روزہ مکروہ ہے۔

روایات

۱۲۲۵ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهٗ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ہر گز رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ البتہ اگر ایسا آدمی ہو کہ وہ پہلے ان دنوں کا روزہ رکھتا رکھا ہو تو وہ اپنے اس دن کا روزہ رکھ لے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ نصف ثانی سے متعلق ہے۔ اس کے لئے دلیل بعد والی روایت ہے۔ ابن علان کہتے ہیں دونوں دنوں کو اس لئے لائے تا کہ ان لوگوں پر قیاس نہ کر لیا جائے جن کی کراہیت ایک اور دن ملانے سے ختم ہو جاتی ہے مثلاً جمعہ ہفتہ اور اتوار کا روزہ ایک دن اور ملانے سے کراہت ختم ہو جائے گی۔ **الا** : یہ عام احوال سے استثناء ہے۔ ای **لا تصومن فی حال من الاحوال الا حال کون الرجل صومه**: **یصوم صومه** :اس کی عادت روزہ رکھنے کی تھی۔ بخاری میں اس طرح ہے۔ **الا ان یکون رجل کان یصوم صومه فلیصم ذلك الیوم**: یعنی اگر اس کی عادت پہلے سے رکھنے کی چلی آرہی ہو کیونکہ عرف میں اس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ یہ رمضان سے پہلے روزہ رکھنے والا ہے۔ یہی حکم اس کا بھی ہے جس پر قضاء رمضان کے روزے ہوں اور اس کا ارادہ مؤخر کرنے کا نہ ہو۔ روزے اوقاتِ مکروہ میں نماز کے مؤخر کرنے پر قیاس نہ کیا جائے گا۔

تخریج : اخرجه احمد (۷۲۰٤) والبخاری (۱۹۱٤) و مسلم (۱۰۸۲) وابو داود (۲۳۳۵) والترمذی (٦٨٥) والنسائی (۲۱۷۱) وابن ماجه (۱٦٥۰) وابن حبان (۳۵۸٦) و عبدالرزاق (۷۳۱۵) والدارمی (۱٦٨٩) وابن ابی شیبة (۲۳/۳) والطیالسی ۲۳٦۱) والبیهقی (۲۰۷/٤)

الفرائد : جس آدمی کی عادت نفلی روزے کی نہ ہو اسے رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ نہ رکھنا چاہیے۔

۱۲۲٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ ، صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَفَإِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ،

"الْغَيَايَةُ" بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ :السَّحَابَةُ۔

۱۲۲٦: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رمضان سے قبل روزے نہ رکھو۔ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ اگر بادل حائل ہو جائیں تو تیس دن کی گنتی مکمل کرو۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اَلْغَيَايَةُ :غین مفتوح ہے۔ بادل

تشریح ۞ **قبل رمضان** :اس سے نصف اخیر مراد ہے۔ جیسا اگلی روایت میں وارد ہے۔ **صوموا لرؤیته** : ہلال رمضان کو دیکھ کر۔ یہاں لام عند کے معنی میں ہے۔ **افطروا لرؤیته** :شوال کا چاند مراد ہے۔ سیاق کی وجہ سے ہ کی ضمیر لوٹائی گئی ہے۔ ۲) پہلی ضمیر کا لوٹانا بھی درست ہے اس میں مضاف کو مقدر ماننا پڑے گا۔ ای **لرویة هلاله** ۔

فان حالت : اگر بادل نے چاند کی رؤیت کو روک دیا۔ فاکملوا : تو پھر شعبان کے تیس دن پورے ہونے تک روزہ مت رکھو۔ اسی طرح رمضان کی گنتی پوری ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ الغیایہ یا الغیابہ: بادل کو کہتے ہیں دونوں کا ایک معنی ہے۔

تخریج : اخرجه الترمذی (٦٨٨) وابو داود (٢٣٢٧) والنسائی (٢١٢٨) واحمد (١٩٨٥) والطیالسی (٢٦٧١) وابن ابی شیبة (٣/٢٠) وابن حبان (٣٥٩٠) وابن خزیمة (١٩١٢) والدارمی (١٠٦٨٦)

الفرائد : چاند دیکھ کر رمضان کا قطعی نیت سے روزہ رکھنا اور چاند دیکھ کر افطار کرنا چاہئے۔

١٢٢٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا بَقِیَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔

۱۲۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نصف شعبان رہ جائے تو روزے مت رکھو۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ فلا تصوموا : اس سے آخری پندرہ دن مراد ہیں جیسا اوپر روایت میں تصریح آ چکی۔ نہی میں اصل تحریم ہے۔ عبادات میں اصل یہ ہے جب عدم انعقاد کا مطالبہ نہ ہو۔

تخریج : اخرجه احمد (٩٧١٣) و ابو داود (٢٣٣٧) والترمذی (٧٣٨) واخرجه ابن ماجه (١٦٥١) وابن حبان (٣٥٨٩) و عبدالرزاق (٧٣٢٥) وابن ابی شیبة (٣/٢١) والبیهقی (٤/٢٠٩) والدارمی (١٧٤٠)

الفرائد : احتیاطی رمضان کے طور پر اواخر شعبان میں روزہ ممنوع ہے۔

١٢٢٨ : وَعَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ ابْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَنْ صَامَ الْیَوْمَ الَّذِیْ یُشَکُّ فِیْهِ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۲۲۸: حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ ابو الیقظان : یہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں ہے۔ الیوم الذی : اس سے شعبان مراد ہے یا رمضان اور اس کے علاوہ ۳۰ شعبان کا دن ہے۔ جبکہ لوگ اس کے دیکھنے کی بات کریں یا وہ آدمی گواہی دے جس کی گواہی سے چاند ثابت نہیں ہوتا مثلاً غلام' فاسق' سمجھدار بچی۔ فقد عصی ابا القاسم : اس تحریم میں نافرمانی کی جن میں شعبان کے نصف اخیر کے دن ہوں خواہ بادل والی رات ہو یا نہ۔ امام احمد نے اس کو اس رات سے خاص کیا جس میں بادل نہ ہو اور اس قسم کے دن کے روزے کو احتیاطاً رکھنے کو اختیار کیا ہے۔ صلہ بن زفر کی وجہ سے اس روایت پر تنقید کی گئی مگر امام بخاری نے صلہ کی صحت پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ بیہقی نے بھی اس کو صحیح

الاسناد کہا ہے۔ (المعرفہ للبیہقی)

تخریج : اخرجه البخاری تعلیقًا فی الصوم باب (۹۱۱ وابو داود (۲۳۳٤) والترمذی (٦٨٦) وابن حبان (۳۵۸۵) وابن خزیمة (۱۹۱٤) والدارمی (۱٦٨٢) والدارقطنی (۲/۱۵۷)

الفرائد : ① یوم شک کا روزہ مکروہ ہے ② احتیاطی رمضان کا روزہ شعبان کے آخر میں ممنوع ہے۔

۲۲۰ : بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ!

بَابٌ : چاند دیکھنے کی دُعا

تشریح ❁ **ما يقال** : یعنی اذکار و دعوات۔ **الهلال** : خاص حالت کے چاند کو کہتے ہیں۔ (المصباح) ازہری کہتے ہیں پہلی دو راتوں کے چاند کو ہلال کہیں گے۔ اسی طرح ۲۶ اور اس کے بعد کی راتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ اس کے درمیان قمر کہلائے گا۔ فارابی کہتے ہیں پہلی تین راتوں کے چاند کو ہلال اور اس کے بعد قمر کہلائے گا۔ اس کی جمع اہلہ ہے جیسے سلاح و اسلحہ۔

۱۲۲۹ : وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ ' وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ' رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ' هِلَالُ رُشْدٍ وَّخَيْرٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۲۹ : حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یوں دعا فرماتے : "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ ' وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ......" اے اللہ اس کو طلوع فرما ہم پر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ' میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ ہدایت اور خیر کا چاند ہو۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ **طلحه** رضی اللہ عنہ : یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ **رای الهلال** : تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رو ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ قبلہ اشرف الجہات ہے۔ **اللهم اهله** : اے اللہ! دینی اور دنیوی خوفناک چیزوں سے حفاظت فرما۔ **والایمان** : ایمان پر دوام و ثابت قدمی نصیب فرما اور اس چیز کو دور رکھ جو ایمان میں ٹیڑھ پیدا کرنے والی ہو۔ **والسلامة** : یہ خاص پر عام کے عطف کی قسم سے ہے کیونکہ یہ تمام امراض و اعراض بدنیہ اور احباب کی جدائی سب کو شامل ہے۔ **والاسلام** : یہ اولاً و ثانیاً جنس اشتقاق سے ہے۔ **ربی و ربك الله** : ہم دونوں مربوب ہیں اور اس کا امر ہم پر نافذ ہونے والا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ چاند کے نفع و ضرر کا وہم ختم ہو جائے اور بتلا دیا جائے کہ یہ نظام ربوبیت میں جکڑا ہوا ہے جیسا کہ دوسری کائنات کا حال ہے۔ **هلال رشد** : یہ ہدایت کا چاند ہے۔ رشد یہ غیؔ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔ **خیر** : یہ مصدر ہے اسم تفضیل نہیں۔ ہیثمی نے **ولا حول ولا قوة الا بالله' اللهم انی اسألك خیر هذا الشهر' واعوذبك من شر القدر و شر المحشر' هلال رشد و**

خیر تین مرتبہ پڑھیں پھر کہیں: الحمد لله الذی اذهب شهر كذا و جاء بشهر كذا ۔ نقل کیا اور ابن ہمام کی السلاح لا ابن الجزری کی حصن کا حوالہ دیا ہے۔(الامداد الہیثمی)

تخریج : أخرجه احمد (١/١٣٩٧) والترمذی (٣٤٦٢) والدارمی (١٦٨٨) و عبد بن حميد (١٠٣) والبخاری (٢/١٠٩) وابو يعلى (٦٦١) والحاكم (٧٧٦٧)

الفرائد : چاند دیکھنے اور کسوف وخوف آندھی وغیرہ دیکھنے کے وقت دعا مسنون طرز عمل ہے۔

٢٢١ :بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَاْخِيْرِهٖ مَا لَمْ يُخْشَ طُلُوْعُ الْفَجْرِ

بَاب: سحری کی فضیلت اور اس کی تاخیر جب تک طلوع فجر کا خطرہ نہ ہو

تشریح ۞ السحور : سین مفتوح ہے۔صبح سحری کا کھانا۔ضمہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔تاخیرہ: یعنی کھانا کھانے کو مؤخر کیا جائے۔

النحو :مضاف محذوف ہے۔مالم یخش طلوع الفجر :یہ ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔تاخیر کی یہ قید ہے۔

١٢٣٠ :عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سحری کھایا کرو پس بے شک سحور میں برکت ہے''۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ تسحروا :یہ امر استحباب کے لئے ہے۔معمولی کھانا کھانے سے بھی اصل سنت ادا ہو جائے گی خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہو۔عبداللہ بن سراقہ کی مرفوع روایت میں ہے:تسحروا ولو بجرعة من ماءٍ (ابن عساکر) یا زیادہ ہو۔ فان فی السحور :یہاں سحور ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ اجر برکت ثواب سحری کے کھانا کھانے میں ہے۔بذاتِ خود سحور میں نہیں۔باقی اکثر روایات فتحہ کے ساتھ ہیں تو اس میں مضاف مقدر ہے یا مجازاً اشیٰ کی تعریف اس کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز سے کی گئی ہے۔حافظ نے کہا کہ یہ ضمہ وفتحہ دونوں سے استعمال ہو رہے ہے کیونکہ اگر اس کا معنی اجر وثواب ہو تو سحور مناسب ہے کیونکہ وہ مصدر بمعنی تسحر ہے یا روزے کو قوت دینے والا اور اس میں نشاط پیدا کرنے والا ہے اور اس سے مشقت کم ہو جاتی ہے۔پس فتحہ مناسب ہے۔بعض نے کہا برکت کا مطلب سحر کے عبادت ودعا کے لئے چستی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ برکت ایسی چیز ہے جو متعدد جہات سے حاصل ہوتی ہے:۱) سنت کی اتباع اور یہود ونصاریٰ کی مخالفت سے۔ ۲) عبادت میں قوت وطاقت میسر آتی ہے اور ذکر کا سبب بنتی ہے۔۳) اجابت کے مواقع میں دعا میسر آتی ہے۔۴) جو سونے سے پہلے اس سے غفلت اختیار کرتا وہ نیت روزہ کو چھوڑنے والا ہے۔

تخریج : أخرجه احمد (٤/١١٩٥٠) والبخاری (١٩٢٣) و مسلم (١٠٩٥) والترمذی (٧٠٨) والنسائی

(۲۱٤۳) والدارمی (۱٦۹٦) وابن حبان (۳٤٦٦) وابن الجارود (۳۸۳) وابن خزیمة (۱۹۳۷) وابن ماجه (۱٦۹۲) ابو یعلی (٤۸٤۸) وعبد الرزاق (۷۵۹۸) وابن ابی شیبة (۸/۳) والبزار (۹۷٦) والطبرانی (٦۰) والبیهقی (٤/۲۳٦)

الفرائد : ① سحور میں برکت اور سنت کی ادائیگی ہے ② اور اس کی وجہ سے روزے میں قوت حاصل ہوتی ہے۔

۱۲۳۱ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قِيْلَ : كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰيَةً ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۱: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر ہم نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا۔ فرمایا پچاس آیات (کی تلاوت) کی مقدار۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ: ان کے حالات باب استحباب جعل النوافل فی البیت میں گزر رے۔ **تسحرنا مع** : انتہائی ادب پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں تا کہ اتباع کو ظاہر کریں۔ **الصلوٰۃ**: یہاں نمازِ صبح مراد ہے۔ **کم کان بینھما** : بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والے انس ہیں اور امام احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگرد قتادہ نے بھی سوال کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے خود زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ **خمسون اية** : درمیانی آیات نہ بہت طویل ہیں نہ بہت چھوٹی۔ نہ تیز پڑھے نہ بہت آہستہ۔

النحو : ۱) رفع کی روایت میں یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ۲) کان مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جو جواب زید میں ہے۔ انس کے سوال میں جو مذکور ہے اس کی خبر نہیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اعمالِ بدنیہ سے اوقات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور اہل عرب کے ہاں یہ بات رائج تھی مثلاً کہتے: حلب' شاۃ۔ اس سے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ یہ تلاوت سے عبادت کا وقت ہے اور اگر عمل کے علاوہ سے اس کی تعبیر ہوتی تو اس طرح کہتے: ثلاث درجات او اربع۔

ابن حجر کا قول: صحابہ کرامؓ اپنے اوقات کو عبادت میں صرف کرتے۔ حدیث میں سحور کی تاخیر کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ مقصود کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ آپ ﷺ امت کے لئے زیادہ سہولت والے کام کو پسند فرماتے کیونکہ یہ مقصود کے لئے زیادہ بلیغ ہے۔ اگر آپ سحری نہ کرتے تو ان لوگوں پر مشقت ہوتی تو جن پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور بسا اوقات ان سے سحری چھوٹ جاتی یا سحری کے نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جاتے۔

تخریج: اخرجه البخاری (۵۷۵) و مسلم (۱۰۹۷) والترمذی (۷۰۳) والنسائی (۲۱۵٤) وابن ماجه (۱٦۹٤)

الفرائد : ① علامہ قرطبی کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سحور سے فراغت طلوع فجر سے پہلے ہو جاتی تھی ② فضیلت والے صحابہ کرام کو اپنے ساتھ کھلانا موانست کے لئے تھا۔

۱۲۳۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ کَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُؤَذِّنَانِ ، بِلَالٌ ، وَابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ" قَالَ وَلَمْ یَکُنْ بَیْنَهُمَا اِلَّا اَنْ یَّنْزِلَ هٰذَا وَیَرْقٰی هٰذَا' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے۔ ایک بلال اور دوسرا اُم مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات کو اذان دیتے ہیں۔ پس تم کھاتے اور پیتے رہو یہاں تک کہ ام مکتوم اذان دیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہوتا تھا۔ بس اتنا کہ ایک اُترتا اور دوسرا چڑھتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **مؤذنان** : یہاں دو مؤذنوں کا ذکر ہے اور بیہقی کی روایت جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ اس کے مخالف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے تین مؤذن تھے: بلال، ابو محذورہ اور ابن امّ مکتوم۔ روایت بالکل درست ہے۔

حافظ عراقی کہتے ہیں کہ دراصل ''مؤذنان'' سے مراد مدینہ منورہ میں آپ کے مؤذن ہیں اور تین مؤذن سے مراد جن کو آپ کے حکم سے مکہ مکرمہ میں مؤذن مقرر کیا گیا اور آپ ﷺ کے ایک اور مؤذن سعد القرظ رضی اللہ عنہ بھی ہے۔ جو قباء میں آپ ﷺ کے فرمان پر مؤذن تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسجد نبوی کے مؤذن مقرر ہوئے اور بلالؓ کے شام تشریف لے جانے پر زیاد بن الحارث صدائی بھی مسجد نبوی کے مؤذن مقرر رہوئے اور ان کا آپ ﷺ کے سامنے اذان دینا بھی روایت ابوداؤد سے ثابت ہے جب بلالؓ وہاں نہیں تھے تو انہوں نے اذان دی۔ تکبیر کے وقت تک بلالؓ بھی پہنچ گئے۔ تکبیر کہنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انا اخا صداء اذن و من اذن فهو یقیم**۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ لیکن وہ ہر روز کے مؤذن نہ تھے اس لئے تین شمار کئے گئے۔

قول شافعی رحمہ اللہ : اگر دو مؤذنوں پر اکتفاء کیا جائے تو مجھے یہ پسند ہے کیونکہ یہ تو بالکل محفوظ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے اور اگر اس سے زیادہ ہو جائیں تو اس میں کوئی تنگی نہیں۔ ابن امّ مکتوم: یہ نابینا صحابی ہیں اس سے نابینا کا مؤذن بننا ثابت ہوا جبکہ اسے اوقات کی پہچان ہو خواہ وہ دوسرے کے بتلانے سے ہو۔

یوذن بلیل : یہ رات کے نصف اخیر کی اذان ہے۔ اس سے شوافع حضرات اذان صبح کا وقت سے پہلے دینے کا جواز ثابت کرتے ہیں (جب دیگر روایات سے اس اذان کا بہرے وغیرہ پر مقررہ حضرات کی ڈیوٹی تبدیل کرنے کے لئے ہونا ثابت ہے) اس کا فائدہ یہ ہے تاکہ نماز کے لئے جنابت والا غسل کر کے فارغ ہو جائے۔ **فکلوا او اشربوا** : کیونکہ ابھی رات باقی ہے جس میں کھانا درست ہے۔ ابن امّ مکتوم: اس سے ثابت ہوا کہ ماں کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ **ولم یکن بین هما۔ ینزل هذا و یرقی هذا** ۔ علماء فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ بلالؓ فجر کے طلوع سے پہلے اذان دیتے اور اذان کے بعد دعا کے لئے انتظار کرتے۔ پھر وہیں بیٹھ کر فجر کا انتظار کرتے رہتے جب طلوع کا وقت ہو جاتا تو منذنہ سے اتر کر ان کو اطلاع دیتے وہ اذان کی تیاری کے لئے وضو کرتے۔ پھر منذنہ پر چڑھتے اور فجر طلوع ہوتے ہی اذان شروع فرماتے۔ ابن حبان کی روایت میں وارد ہے جو کہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن ام مکتوم رات کو اذان دیتے ہیں۔ پس کھاتے پیتے رہو حتی **یؤذن بلال** ۔ اور نسائی کی روایت جو انیسہ بنت حبیب سے ہے: **اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا**

واذا اذن بلال فلا تأکلوا ولا تشربوا ۔ حافظ عراقی کہتے ہیں یہ دونوں روایتیں روایت مشہورہ کے معارض ہیں ۔ابن عبدالبر کہتے ہیں درست پہلی روایت ہی ہے۔ابن خزیمہ نے دوسری راہ اپنائی۔ممکن ہے کہ ان کی باری مقرر ہو اور ابن حبان نے دونوں روایات کو اسی طرح جمع کیا ہے۔

تخریج : اخرجه احمد (۲/۵۵۱) والبخاری (۶۱۷) و مسلم (۱۰۹۲) والترمذی (۲۰۳) والنسائی۔

الفرائد : ① طلوع فجر سے پہلے دی جانے والی اذان مختلف ناقوں پر مقررہ اصحاب کو اطلاع کے لئے تھی ② طلوع فجر کے بعد روزہ دار کو کھانا پینا درست نہیں۔

۱۲۳۳ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۳۳: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ان کے حالات باب کثرۃ طرق الخیر میں گزرے۔نووی نے تہذیب میں لکھا ہے ۷ھ کی ابتداء میں خیبر والے سال اسلام لائے۔بعض نے ان کا سن اسلام ۸ھ صفر ذکر کیا ہے جو کہ فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے کا عرصہ بنتا ہے۔بعض نے اور اقوال بھی نقل کیے ہیں۔یہ خود اور خالد بن الولید اور عثمان بن طلحہ تینوں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سریہ ذات السلاسل میں امیر بنایا۔سترھواں سریہ ہے۔ان کی ماتحتی میں مجاہدین کی تعداد تین سو تھی پھر ان کو اس لشکر کا امیر بنایا جس میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ان کے امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔پھر عمان کا حاکم بنایا۔یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔پھر ان کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف امیر بنا کر بھیجا وہ شام کی لڑائی میں شریک رہے اور فلسطین پر ان کو امیر بنایا گیا اور فلسطین کی امارت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی بات ہے۔پھر ان کو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر دیکر مصر کی طرف بھیجا انہوں نے اس کو فتح کیا اور اس کے والی بنا دیئے گئے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ نے وفات پائی۔پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو پہلے چار سال امیر برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔انہوں نے معزولی کے بعد فلسطین میں اقامت اختیار کی یہ کبھی کبھی مدینہ منورہ آتے جاتے تھے۔پھر ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کا عامل بنایا یہ وفات تک والیٔ مصر رہے اور وفات پا کر وہیں دفن ہوئے۔ان کی وفات عید الفطر کی رات ۴۳ھ میں ہوئی۔ان کی عمر اس وقت ستر سال تھی۔ان کی نماز جنازہ عبداللہ بن عمرو کے بیٹے نے پڑھائی۔یہ عرب کے بہادروں اور فہیم ترین لوگوں سے تھے۔یہ صاحب رائے اور فیصلہ کن رائے کے مالک تھے۔جب ان کی وفات کا وقت آیا تو کہنے لگا: اللھم امرتنی فلم أئتمر و نھیتنی فلم انزجر ولست قویا فانتصر ولا بریئًا فاعتزر ولا مستکبرًا بل مستغفرًا لا الہ الا انت۔وفات تک یہ کلمات دہراتے رہے۔ان کی وفات کے وقت ایک عجیب روایت کتاب الایمان صحیح مسلم میں وارد ہے۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر اور روایات نقل کی ہیں جن میں تین متفق علیہ ہیں اور دو مسلم کی اور بخاری نے ایک حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔فصل : یہ فاصل کے معنی میں ہے۔مابین صیامنا و صیام اھل الکتاب : ما موصولہ ہے اور اہل

کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ اکلة السحر :ایک مرتبہ کا کھانا جو سحری کے وقت کھایا جاتا ہے۔

النحو :فصل کو ما کی طرف مضاف کیا جیسے موصوف کو صفت کی طرف مضاف کریں۔

نووی کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ سحور اس امت کی خصوصیات سے ہے یہ امت امتیازی رخصتوں سے ہے۔ جب تک اس سے دوسری امتوں پر فضیلت نہ جتلائی جائے۔

تخریج : أخرجه احمد (٦/١٧٨١٧) و مسلم (١٠٩٦) والترمذی (٧٠٩) والنسائی (٢١٦٥) والدارمی (١٦٩٧) وابن حبان (٣٤٧٧) وابن خزیمة (١٩٤٠) وابن ابی شیبة (٨/٣) وابو داود (٢٣٤٣)

الفرائد : ① ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کا امتیاز سحری ہے ② سحری کھانا مستحب ہے خواہ چند لقمے ہوں۔

۲۲۲ :بَابُ فَضْلِ تَعْجِيْلِ الْفِطْرِ وَمَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ اِفْطَارِهٖ

بَاب: جلد افطار کی فضیلت اور افطار کے بعد کی دعا اور اشیاء افطار

تشریح ۞ **تعجیل الفطر** :جب غروب کا یقین ہو جائے یا اجتہاد صحیح سے گمان غالب ہو جائے تو افطار جائز ہے مگر یقین تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ **وما یفطر علیه وما یقوله** :یعنی ان میں سے ہر ایک بیان کیا جائے گا۔

النحو :اس کا عطف فضل پر ہے اس کے مدخول تعجیل الفطر پر نہیں۔

روایات

١٢٣٤ :عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۴: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لا یزال الناس بخیر** :ایک روایت میں **لا یزال الدین ظاهرًا** کے الفاظ ہیں اور دین کا غلبہ خیر کو لازم ہے۔ **ما عجلوا الفطر** :احمد نے اپنی ابوذر والی روایت میں اضافہ کیا ہے:"**واخروا السحور**" ما مصدریہ ظرفیہ ہے سنت کی اتباع میں جب تک وہ کرتے رہیں گے۔ اس کی حدود سے مطلع ہونے والے اور ایسی چیز نہ نکالیں گے جس سے وہ دین کے عقائد کو بدل ڈالیں۔

ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: **لان الیهود و النصاریٰ یؤخرون**۔ اسے ابوداؤد و ابن خزیمہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اہل کتاب کی تاخیر ستاروں کے ظہور تک ہوتی تھی اور انہی سہل کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: **لا تزال امتی علی سنتی مالم تنتظر بفطرها النجوم**' رواہ ابن حبان والحاکم۔ اس میں اس سلسلہ کی غایت کو ذکر کیا گیا ہے۔ مہلب کہتے ہیں: ا) اس کی حکمت یہ ہے کہ دن میں رات کا حصہ ڈال کر اضافہ نہ کرے۔ ۲) اور اس وجہ سے بھی کہ روزہ دار کے لئے

یہ ثابت زیادہ مناسب ہے اور عبادت میں زیادہ تقویت کا باعث ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے اس کا موقعہ یہ کہ جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے یا دو عادل اس کی اطلاع دیں زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ایک عدل بھی کافی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے کتاب الام میں افطار میں جلدی کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ جان بوجھ کرتا خیر کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اس کے لئے بھی مکروہ ہے جو اس کو افضل قرار دے۔ حافظ رقمطراز ہیں کہ ایک بدعت یہ ہے کہ دوسری اذان کو فجر سے تقریباً ثلث ساعة پہلے پڑھا جائے اور لوگ عبادت میں احتیاط کی خاطر ایسا کرتے ہیں حالانکہ اس کا علم اکا دکا لوگوں کو ہے اور مغرب کی اذان مؤخر کر کے دیتے ہیں تا کہ ان کے خیال میں پوری طرح وقت ہو جائے۔ پس انہوں نے سحور کو جلدی کر دیا اور افطار کو مؤخر کر دیا۔ سنت کی مخالفت کی ان میں خیر نہ ہونے کے برابر ہے اور شر کی کثرت ہے' واللہ المستعان۔

تخریج : أخرجه مالك (٦٣٨) واحمد (٨/٢٢٨٦٨) والبخارى (١٩٥٧) و مسلم (١٠٩٨) والترمذى (٦٩٩) وابن ماجه (١٦٩٧) وابن حبان (٣٥٠٢) والطبرانى (٥٩٨١) والبيهقى (٢٣٧/٤) والدارمى (١٦٩٩)

الفوائد : ① افطار میں عجلت' عافیت امت کی علامت ہے کیونکہ عبادات میں اضافہ قطعاً درست نہیں ② یہود ستاروں کے خوب ظاہر ہونے پر افطار کرتے ہیں' رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

۱۲۳۵ : وَعَنْ اَبِیْ عَطِيَّةَ قَالَ : دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ : رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ؐ كِلَاهُمَا لَا يَاْلُوْ عَنِ الْخَيْرِ : اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ ' وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ فَقَالَتْ : مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ قَالَ : عَبْدُ اللّٰهِ – يَعْنِی ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَتْ : هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "لَا يَاْلُوْ" : اَیْ لَا يُقَصِّرُ فِی الْخَيْرِ۔

۱۲۳۵: حضرت ابو عطیہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ محمد ﷺ کے اصحاب میں سے دو آدمی ہیں اور دونوں ہی بھلائی میں کمی کرنے والے نہیں۔ ایک ان میں سے مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب اور افطار دیر سے کرتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "کون مغرب میں جلدی کرتا ہے؟ مسروق نے کہا۔ عبداللہ بن مسعود۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ (مسلم)

لَا يَاْلُوْا : بھلائی میں کمی نہیں کرتا۔

تشریح ۞ ابو عطیہ : یہ وداعی ہمدانی ہیں۔ ابو موسیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان سے ابو اسحٰق الاعمش رحمہما اللہ جیسے کبار تابعین سے روایت لی ہے۔ حافظ لکھتے ہیں کہ اس کا نام نا لک بن عامر یا ابن ابی عامر یا ابن عوف یا ابن حمزہ یا ابن ابی حمزہ ہے ان کی وفات ۷۰ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ ان سے بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی نے روایت لی ہے۔ مسروق ان کے والد کا نام ابن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی ان کی کنیت ابو عائشہ الکوفی یہ پختہ فقیہ عبادت گزار

ہیں۔انہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں زمانے ائے۔ان سے اصحاب سنن نے روایت نقل کی ہے۔رجلان من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کلاھما ۔یہ دونوں مبتداء ہیں لا یالو یہ خبر ہے۔جیسا اس ارشا میں: ﴿کلتا الجنتین اتت اکلھا﴾ الایۃ تثنیہ معنی کے اعتبار سے جائز ہے۔جیسا کہ شاعر کے اس قول میں

کلا ھما حین جد السیر بینھما ☆ قد أقلعا وکلا أنفیھما رابعی

احدھما یعجل المغرب والافطار :یعنی غروب یقینی ہو جاتا ہے تو نماز مغرب اور افطار کو جلد کر لیتا ہے۔والآخر یؤخر المغرب والافطار۔یہاں اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لائے تا کہ استفسار میں اضافہ ہو۔من یعجل المغرب والافطار: جلدی والے کے متعلق دریافت کیا دوسرے سے متعلق نہیں کیونکہ یہ فعل قابل مدح تھا۔پس اس کا نام جاننا پسند کیا باقی دوسرے کے فعل کا مقصود خود اس سے حاصل ہو جاتا ہے۔جب کہ ایک کی تعریف کر دی تو دوسرے کی حیثیت خود معلوم ہوگئی کیونکہ عبداللہ نام کے بہت آدمی ہیں مگر جب حدیث کوفیین میں عبداللہ آئے تو اس سے ابن مسعود ہی مراد ہوتے ہیں اور حجازیین کی روایت میں مطلق عبداللہ کا نام ابن عمر رضی اللہ عنہما پر بولا جاتا ہے۔یصنع: یہاں تعبیر میں ابن مسعودؓ کے فعل کی تصویب کے ساتھ ساتھ صنع کا صیغہ اہتمام کے لئے لائے کیونکہ صنعت اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ تدریب و مشق کے بعد صادر ہو اور اس عمل کو خوب شاندار انداز سے ادائیگی ہو۔ابو کریب کی روایت میں ابو موسیٰ کا اضافہ موجود ہے۔لا یالوا۔کوتاہی نہ کرنا۔اس کا اصل منع کرنا اور روکنا ہے۔

تخریج : أخرجہ مسلم (۱۰۹۹) وابو داود (۲۳۵۴) والترمذی (۷۰۲) والنسائی (۲۱۵۷)

الفرائد : مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرنا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن ہدی سے ہے۔الحمد للہ اہلسنّت کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اتباع کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔

۱۲۳۶ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو افطار میں جلدی کرنے والے ہیں''۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ احب عبادی :یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ اور اس کی بارگاہ سے سب سے قریب جیسے اپنے حبیب کے قریب ہوتا ہے۔عبادی کی نسبت میں بندوں کو کیا عظمت و شرف بخش دیا۔اعجلھم فطرا کیونکہ وہ سنت کے سب سے زیادہ پیروکار ہیں۔

تخریج : أخرجہ احمد (۳/۸۳۶۸) والترمذی (۷۰۰) وابن حبان (۳۵۰۷) والبیھقی (۲۳۷/۴)

الفرائد : ① علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ تعجیل افطار میں حکمت ہے یہ ہے ② قوت کی حفاظت ③ مشقت کا ازالہ ④ غلو و

بدعت سے دوری ⑤ دونوں اوقات کا فرق کھل کر سامنے آ جائے۔

۱۲۳۷ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۷: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رات ادھر سے آ جائے اور دن اُدھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو یقیناً روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا"۔

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ من هاهنا : یعنی مشرقی افق سے۔ وادبر النهار : مغربی افق سے دونوں کو تاکید کے لئے جمع کیا ورنہ ایک کا تذکرہ دوسرے کے لئے کفایت کرتا ہے۔ و غربت الشمس : یہ بھی لازم ہے کہ مکمل ٹکیہ غائب ہو جائے افق پر روشنی کا بقاء اس کے لئے مضر نہیں۔ نووی کہتے ہیں ان کو جمع اس وجہ سے کیا کہ بعض اوقات انسان ایسی وادی میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو وہاں اندھیرا چھا جانے اور روشنی چلا جانے پر اعتماد کیا جائے گا۔ فقد افطر الصائم : وہ شرعاً افطار کرنے والا بن گیا اگرچہ اس نے کوئی چیز نہ کھائی ہو اس لئے کہ روزے کا وقت دن ہے اور وہ جا چکا پس عبادت و نیکی خیال کر کے غروب کے بعد رک جانا اسی طرح ہے جیسا عید کے دن کا روزہ رکھنا بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا مطلب افطار کا وقت آ گیا کیونکہ حدیث میں وارد ہوا کہ روزے میں مواصلت درست ہے۔

تخریج : أخرجه احمد (۱۹۲) والبخاری (۱۹۵٤) و مسلم (۱۱۰۰) وابو داود (۲۳۵۱) والترمذی (۶۹۸) والنسائی (۳۳۱۰) والدارمی (۱۷۰۰) وابن حبان (۳۵۱۳) وابن خزيمة (۲۰۵۸) وابن الجارود (۳۹۳) والحميدی (۲۰) وابن ابی شيبة (۱۱/۳) و عبدالرزاق (۷۵۹۰) والبيهقی (۲۱۶/٤)

الفوائد : ① غروبِ آفتاب سے وقت افطار شروع ہو گیا اور روزہ دار حکماً افطار والا ہو چکا ② افطار کے وقت میں شرعی روزہ ناممکن ہے۔

۱۲۳۸ : وَعَنْ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَآئِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : "يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ؟ قَالَ : "انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ : اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا ' قَالَ "انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ : فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ" وَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ "اِجْدَحْ" بِجِيْمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَآءٍ مُهْمَلَتَيْنِ : اَیْ اَخْلِطِ السَّوِيْقَ بِالْمَآءِ۔

۱۲۳۸: حضرت ابو ابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

سفر میں تھے اور آپؐ روزہ سے تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپؐ نے لوگوں میں سے کسی سے فرمایا' اے فلاں! اُترو اور ستو ہمارے لئے تیار کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام تو ہو جائے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اُترو اور ستو تیار کرو۔'' اس نے کہا ابھی تو دن ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اترو اور ستو تیار کرو''۔ چنانچہ وہ اُترے اور آپؐ کے لئے ستو تیار کئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائے اور فرمایا: ''رات کو اِدھر سے آتا ہوا دیکھو تو پس یقیناً روزہ دار کا روزہ افطار ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔

(بخاری و مسلم)

اَجْدَحْ :ستو رتیار کرو۔

تشریح ۞ ان کی کنیت ابراہیم اور نام عبداللہ ہے ان کے والد کی کنیت ابواوفی اور نام علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی ہے۔ باب الصبر میں ان کے حالات گزرے۔ یہ خود اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔ **وھو صائم**۔ شاید یہ فتح مکہ کا واقعہ ہو۔ آپ رمضان المبارک ۸ھ میں غزوۂ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ **فلما غربت الشمس** :جب اس کی ٹکیہ مکمل غائب ہوگئی۔ **یا فلان** :بعض نے کہا اس سے مراد بلال رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے: **فقال یا بلال!** اس روایت کو اسماعلی اور ابو نعیم نے بھی عبدالواحد کی سند سے نقل کیا ہے۔ ابن زیاد مسدد کے شیخ ہیں۔ دونوں روایتیں یا فلان پر جمع ہو جاتی ہیں۔ حافظ نے کہا شاید یہ تصحیف ہو کیونکہ ابن خزیمہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: **یا اذا اقبل اللیل**...... احتمال ہے کہ یا فلان! کے مخاطب عمر ہوں اس لئے کہ روایت ایک ہے۔ جب ان کو اولاً **اذا اقبل اللیل** فرمایا تو انہی کو پہلے اجدح کہا گیا ہو لیکن دوسری طرف امام احمد نے شعبہ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ اپنے پانی کے ذمہ دار کو فرمایا اور بلال اس خدمت کے لئے معروف ہیں۔ (فتح الباری) **فاجدح لنا** : اترو اور ہمارے مدہانی سے ستو ملاؤ۔ **لو امسیت** : لو کا جواب محذوف ہے۔ اگر آپ شام کر لیتے تو مناسب تھا۔ **قال ان علیکم نهاراً** : انہوں نے روشنی دیکھ کر گمان کیا سورج ابھی غروب نہیں ہوا بلکہ پہاڑ یا ٹیلے سے وہ روپوش ہو گیا ہے یا بادل وادل ہو گا جس سے اس کا غروب یقینی نہیں ہو رہا تھا۔ باقی قد غربت الشمس یہ واقعہ کی اطلاع ہے اگر ان صحابی کو یقین ہوتا تو وہ توقف نہ کرتے۔ **قال** : یہاں خود عبداللہ مراد ہیں۔ **فنزل فجدح** : آپ ﷺ نے نوش فرمائے اور ہم نے بھی نوش کئے۔ **ثم قال اذا رأیتم اللیل**۔

اَلنَّحْو : یہاں لیل مفعول اول ہے۔ قد اقبل کا جملہ مفعول ثانی کے قائم مقام ہے۔ اگر رؤیت سے رؤیت بصر مراد ہو تو پھر مفعول سے جملہ حال ہوگا۔ **فقد افطر الصائم** : آپ نے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا تا کہ مکان کی وضاحت ہو جائے۔ داودی کو غلطی لگی کہ اس نے اجدح کا معنی دودھ دوھنا کیا۔

تخریج : أخرجه احمد (۱۹٤۱۲) والبخاري (۱۹٤۱) و مسلم (۱۱۰۱) وابوداود (۲۳۵۲) وابن حبان (۳۵۱۱) وعبدالرزاق (۷۵۹٤) وابن ابي شيبة (۱۱/۳) والبيهقي (۲۱٦/٤)

الفرائد : ① امر شرعی حسی سے زیادہ بلیغ ہے عقل شرم پر حاکم نہیں ② کھجور سے افطار مستحب ہے واجب نہیں ③ غروبِ آفتاب سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

١٢٣٩ : وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَآءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

۱۲۳۹: حضرت سلمان بن عامر ضبی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے۔ اگر وہ نہ پائے تو پانی سے افطار کرے پس بے شک پانی بہت پاکیزہ ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ سلمان بن عامر بن اوس بن حجر بن عثمان بن عمرو بن حارث ضبی یہ ضبہ بن داؤد بن طالحہ بن الیاس بن مضر کی طرف نسبت ہے۔ (ابن اثیر) یہ صحابی ہیں انہوں نے بصرہ میں اقامت اختیار کی ان سے بخاری اور سنن اربعہ نے روایت لی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرہ روایات نقل کی ہیں۔ (مختصراً تلقیح) بخاری نے ان سے ایک روایت اور مسلم نے کوئی روایت نہیں لی۔ مسلم بن حجاج کہا کرتے تھے کہ ضبہ میں ان کے علاوہ کوئی صحابی نہیں۔ (اسد الغابہ) **اذا افطر الصائم فليفطر على تمر** : ترمذی میں برکۃ کا لفظ زائد ہے۔ اگر تازہ کھجور ہو ورنہ خشک۔ اس سے حصول سنت ہو جائے گا اگرچہ ایک ہی ہو مگر بعد والی روایت میں تین کی تعداد بتلائی گئی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر معدہ میں فضلہ پایا گیا تو تب بھی اس کا کھانا مناسب ہوا کہ وہ خارج ہو جائے گا اور اگر فضلہ نہ ہو تو یہ غذا بن گئی۔ ۲) آنکھ کی روشنی جو روزے کی وجہ سے متفرق ہو جاتی ہے یہ اس کو جمع کرتی ہے اس کا کثرت سے استعمال آنکھ کو کمزور کرتا ہے مگر یہ بات تجربہ کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ عرب ممالک کے لوگوں کی نگاہیں ہمارے ملک کی نسبت کمزور ہیں حالانکہ وہ کھجور کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ باقی اگر معمولی ضرر ہو تو بھی وہ اس کے فوائد کے لئے مانع نہیں جیسے سقمونیا کا زیادہ استعمال معدے کو تباہ کرتا ہے جبکہ مناسب استعمال معدے کے فاسد مواد کو خارج کرتا ہے۔ **فان لم يجز فليفطر على ماء** : اگر آسانی سے میسر نہ ہو تو پھر پانی کو رجوع کریں گے۔ معلوم ہوا کہ پانی کی طرف رجوع اس کے فقدان کی صورت میں ہے۔ جس نے پانی کو مقدم قرار دیا اس کا قول سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مکہ کے دوران روزے رکھے مگر زمزم کے موجود ہونے کے باوجود کھجور سے افطار فرمایا اگر اس عادت کی خلاف ورزی ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ **فانه طهور** : معنوی اور حسی طہارت کا فائدہ دیتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو دوسری چیزوں پر ترجیح دی جائے گی۔ یہ ترتیب کمال سنت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ یہ اصل سنت افطار جو پاکیزہ پانی سے ہو اس صورت میں ادا ہو جائے گی جبکہ کھجور ہونے کے باوجود اس سے پانی سے افطار کر لیا۔

تخریج : أخرجه احمد (١٦٢٢٥) و ابو داود (٢٣٥٥) والترمذی (٦٥٨) والنسائي (٣٣١٩) وابن ماجه (١٦٩٩) وابن حبان (٣٥١٤) والدارمی (٢/٧) وابن خزيمة (٢٠٦٧) وعبد الرزاق (٧٥٨٧) والطيالسی (١١٨١) والحميدی (٨٢٣) وابن ابی شيبة (١٠٧/٢) والطبرانی (٦١٩٣) والحاكم (١٥٧٤) والبيهقی (٤)

الفوائد : ① کھجور سے روزہ افطار کرنا سب سے افضل ہے ② اگر وہ میسر نہ ہو تو سادہ پانی کے گھونٹ سے۔

۱۲۴۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّآءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۴۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے۔ اگر تر کھجوریں مہیا نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں۔ اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے چند گھونٹ سے روزہ افطار فرماتے۔ (ابوداؤد ٗ ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ قبل ان یصلی :اس سے صلوٰۃ مغرب مراد ہے۔ فان لم تکن : تین چھوہارے اگر تر کھجور میسر نہ ہوتی تو فتمیرات یہ تصغیر اور جمع قلت ہے۔ پس کم از کم تین پر دلالت کرتی ہے۔ فان لم تکن تمیرات : جیسا ذکر کیا گیا اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو حسا حسوات یہ حسوۃ کی جمع ہے ایک مرتبہ پانی پینے کو کہتے ہیں۔ یہ حا کے فتحہ سے ہے۔ الحسوۃ: منہ میں پی جانے والی چیز کی مقدار اس کی جمع بھی حسوات اور حسی آتی ہے جس طرح مزیہ و مزی و مدیات (المصباح) من ماء : یہ حسوات سے متعلق ہے۔ یا ظرف مستقر ہو کر حسوات کی صفت ہے۔ علماء شوافع رحمہم اللہ نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ اگر تین تر کھجور میسر ہوں تو ان سے افطار کرے اور اگر وہ مشکل ہوں تو تین خشک کھجوریں اور اگر وہ بھی نہ مل سکیں تو تین چلو پانی خواہ موسم گرما ہو یا سرما۔ بعض نے کہا سردی میں کھجور کو مقدم کیا جائے گا اور گرمیوں میں پانی کو کیونکہ اس کے متعلق روایت موجود ہے اور موقعہ کی مناسبت کا تقاضا ہے۔ ترتیب و تثلیث کمالِ سنت کے لئے ہے۔ ورنہ اصل سنت تو ایک سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مؤخر کو مقدم کرنے کی نظیر گزری۔

نوٹ : باب کے مکمل عنوان کے مطابق روایات نہیں لاتے صرف افطار اور تعجیل افطار کے متعلق روایات لائے۔ ادعیہ کا تذکرہ بالکل نہیں آیا۔

تخریج : اخرجه احمد (٤/١٢٦٧٦) وابو داود (٢٣٥٦) والترمذی (٦٩٦) والحاکم (١٥٧٦) والدارقطنی (١٨٥/٢) والبيهقی (٢٣٩/٤)

الفوائد : ① نماز سے قبل آپ افطار فرماتے تھے پھر نماز ادا فرماتے ② افطار میں جلدی ٗ نماز کے لئے اپنے دل کو فارغ کر لینا اور دونوں عبادات میں مناسب فاصلہ کرنا۔ (ابن عربی)

۲۲۳ : بَابُ اَمْرِ الصَّآئِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

بَابٌ : روزہ دار کو اپنے اعضاء اور زبان گالی گلوچ اور خلافِ شرع باتوں سے روکے رکھنا

تشریح ۞ حفظ لسان :حرام چیزوں سے زبان کی حفاظت واجب ہے اور مکروہات میں مستحب ہے۔ بری باتیں نہ کہے اور نہ حرام افعال کا ارتکاب کرے۔ المشاتمة :غیبت' چغلی' جھوٹ سے گریز کرے۔ ان باتوں سے بچنے کا حکم روزہ نہ رکھنے والے کو بھی ہے مگر روزہ دار کو بدرجہ اولیٰ چاہیے۔

روایات

۱۲۴۱ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ :اِنِّیْ صَآئِمٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے اور نہ شور و شغب کرے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اسے اس طرح کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ کان وجد کے معنی میں ہے اور یوم اس کا فاعل ہے۔ روزے کی حالت میں فحش باتیں اور شور و شغب نہ کرے کیونکہ دونوں کے مطلوب میں منافات ہے۔ روزے میں سکون و سکوت سے نفس کا قلع قمع کرے۔ فاسابه احد او قاتله :او یہاں تنویع کے لئے۔ قاتل سے مار پٹائی اور طعن و تشنیع ہے۔ انی صائم :مخالف سے زبان کو روکے اور اللہ تعالیٰ کا مظلوم بندہ بن جائے' ظالم نہ بنے۔

تخریج : باب وجوب صوم رمضان میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۲۴۲ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :"مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۲۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جھوٹی بات

نہ چھوڑی اور اس پر عمل کرنا بھی ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑے''۔

(بخاری)

تشریح ۞ **لم یدع قول الزور** :جس نے جھوٹ نہ چھوڑا۔ **فلیس للہ حاجه فی ان یدع** :ابن بطال کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو کھانے پینے کی اجازت دے دی جائے گی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ اور اس کے متعلقات سے بچے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا یہ ارشاد: **من باع الخمر فلیشقص الخنازیز** جو شراب بیچتا ہے وہ خنازیر ذبح کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو خنازیر کے ذبح کا حکم دیا گیا ہے بلکہ شراب فروخت کرنے کے فعل کو حرمت میں خنزیر ذبح کرنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ **حاجه** سے مراد ارادہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہیں۔ بعض نے کہا یہ عدم قبولیت سے کنایہ ہے۔ جیسا کسی کے ہدیئے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: **لاحاجة لی فی هدیتك**۔ یعنی تیرا ہدیہ تیری طرف واپس کرتا ہوں۔ ابن عربی کہتے ہیں اس حدیث کا مقتضیٰ کہ جس نے مذکورہ حرکت کی اس کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ نووی نے بھی اسی کی موافقت کی ہے۔ اذرعی کا قول یہ ہے کہ اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ یہ دراصل امام احمد کے اس قول پر قیاس ہے جو انہوں نے مغضوب مقام پر نماز کے ابطال کے سلسلہ میں نقل فرمایا ہے۔ البتہ وہ روایت **خمس یفطرون الصائم' الغیبة والنمیمه والکذب والقبله والیمین الفاجرة**۔ یہ روایت اوّل تو درست نہیں اور اگر درست ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب اجر کا باطل ہونا ہے نہ کہ روزہ۔ دمامنی کا قول ہے کہ اگر سرے سے روزہ باطل ہوتا تو شارع قضاء کا حکم فرماتے۔ اس سے دراصل اعمال کے ضائع کرنے سے تخویف مقصود ہے۔

ابو بکر محاربی نے اسی مفہوم کو سامنے رکھ کر کہا:

اذا لم یکن فی السمع منی تصاون ☆ وفی بصری غض و فی منطقی صمت
فحظی اذن من صومی الجوع والظماء ☆ وان قلت انی صمت یوما' فما صمت

تخریج : أخرجه احمد (۳/۹۸٤٦) والبخاری (۱۹۰۳) وابو داود (۲۳٦۲) والترمذی (۷۰۷) والنسائی (۳۲٤٥) وابن ماجه (۱٦۸۹) وابن حبان (۳٤۸۰) وابن خزیمة (٤/۲۷۰)

الفرائد : ① جھوٹ سے روزے کو محفوظ کرنا چاہیے ② برے اعمال روزے کی قبولیت میں مانع ہیں۔

۲۲۴ :بَابُ فِیْ مَسَآئِلِ مِنَ الصَّوْمِ

بَابٌ: روزے کے مسائل

مَسْئَلَۃٌ :روزے سے متعلق مسائل کی احادیث ذکر کی جائیں گی۔

روایات

۱۲۴۳ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی بھول کر کھا پی لے۔ پس اس کو اپنا روزہ پورا کرنا چاہئے۔ بے شک اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **اذا نسی** :اذا لا کر اشارہ کیا کہ انسان پر نسیان کا غلبہ ہے کیونکہ یہ طبعی چیز ہے اور ایک نسخہ میں اذا نس الصائم کے الفاظ ہیں۔

النحو : پہلی صورت میں مفعول محذوف ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم و دارقطنی نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت نقل کی۔ **"من افطر فی شهر رمضان ناسیا فلا قضاء علیه و لا کفارة"** اس میں رمضان کی تصریح ہے کہ نہ قضاء ہے نہ کفارہ اور وہ روزہ مقبول ہے۔ (فتح الباری) **فلیتم صومه** ۔ترمذی میں **فلا یفطر** کے الفاظ ہیں۔ البتہ روایات کھانے پینے پر اکتفا کیا گیا کیونکہ انہی کا غلبہ ہے۔ ویسے تمام خطرات کا یہی حکم ہے۔ قلیل و کثیر کا فرق نہیں۔ البتہ نماز کی حالت یاد دلانے والی ہونے کی وجہ سے اس میں بھول کر کھا لینے سے بھی وہ قائم نہیں رہتی مگر روزہ اس طرح نہیں **فانما اطعمه الله**۔ ترمذی کی روایت میں **فانما هو رزق رزقه الله** اور دارقطنی میں **"فانما هو رزق ساقه الله تعالٰی علیه"** قاضی زکریا سے شرح اسلام میں لکھا ہے کہ حدیث کا مقتضی چاہتا ہے کہ قضاء بھی نہ ہو۔ دارقطنی کی روایت میں و قضاء علیہ کے الفاظ موجود ہیں۔ (شرح الاعلام لقاضی زکریا)

ایک لطیفہ :عمرو بن دینار نے ذکر کیا کہ ایک آدمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: **اصحبت صائمًا**۔ پھر میرے پاس ایک آدمی آیا پھر میں نے بھول کر کھا لیا۔ انہوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ وہ کہنے لگا پھر میں دوسرے آدمی کے ہاں گیا میں پھر بھول گیا اور میں نے کھا پی لیا' انہوں نے فرمایا تم پر کچھ حرج نہیں وہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کھلایا پلایا' وہ کہنے لگا پھر میں ایک اور آدمی کے ہاں گیا پھر میں بھول گیا اور میں نے کھا پی لیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تو ایسا انسان ہے کہ تو روزے کی عادت ہی نہیں رکھتا۔

تخریج : أخرجه احمد (۳/۱۰۳۵۲) والبخاری (۱۹۳۳) و مسلم (۱۱۵۵) وابو داود (۲۳۹۸) والترمذی (۷۲۱) وابن ماجه (۱۶۷۳) وابن حبان (۳۵۱۹) وابن خزیمة (۱۹۸۹) وابن الجارود (۳۹۰) والدارقطنی (۱۷۹/۲) والبیهقی (۲۲۹/٤)

الفوائد : اللہ تعالیٰ کا اس امت پر کتنا بڑا انعام ہے کہ بھول کر کھا پی لینے سے روزے کا کچھ نہ بگڑے گا۔

۱۲۴٤ : وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَبِّرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ : "اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ

صَائِمًا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۴۴: حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کے متعلق بتلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وضو کو مکمل طور پر کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ⊛ صبرۃ: تقریب میں حافظ رقمطراز ہیں کہ یہ ان کے دادا ہیں ان کے والد کا نام عامر ہے۔ یہ مشہور صحابی ہیں۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں ان کو لقیط بن صبرہ اور لقیط بن عامر اور لقیط بن المشفق بھی کہا جاتا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ محدثین نے لکھا ہے کہ لقیط بن صبرہ وہی لقیط بن عامر ہے اور مسلم نے ان دونوں کو طبقات میں دو قرار دیا ہے۔ جیسا دارمی نے بھی یہی کہا۔ اور ان سے ان کے بھتیجے وکیع بن عدس نے روایت کی اور ابن بغدسی اور عاصم بن لقیط اور عمرو بن اوس وغیرہم نے کہا کیا وہ مسائل کو ناپسند کرتا تھا جب اس سے ابورزین نے پوچھا تو اس کو اس کا سوال پسند آیا۔ (دارمی) رضی اللہ عنہ لفظاً جمع خبر یہ معنیً دعائیہ ہے۔ اخبرنی عن الوضو یعنی وضو کی تکمیل چیزیں بتلائیں اس کی دلیل اسبغ الوضو کے الفاظ ہیں۔ اسبغ الوضو: فرائض سے زائد کو دھو کر وضو کو مکمل کرو' چوٹی سے قدم تک۔ خلل بین الاصابع اور اس کا طریقہ ہاتھوں کی انگلیاں ڈال کر اور پاؤں کی انگلیوں میں جس کیفیت سے بھی ہو۔ ابن حجر فرماتے ہیں افضل یہ ہے کہ ہاتھوں میں بائیں ہاتھ کی خنصر سے ابتداء کر اور پاؤں میں دائیں پاؤں کی خنصر سے ابتداء ہو اور دونوں میں سے بائیں پاؤں کی خنصر پر ختم کرے کیونکہ ہاتھوں اور پاؤں دونوں کے خلال کا حکم ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں خنصر سے ملتے تھے اور سنن کا محل تب ہیں جبکہ پانی کا پہنچنا اس پر موقوف نہ ہو۔ ورنہ جڑی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں جبکہ ان کے اندرون پانی پہنچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو تب فرض ہے۔ مثلاً انگوٹھی ہو تو اس کو حرکت دے تا کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جائے۔ ملے ہوئے گوشت کا چیرنا حرام ہے۔ بالغ فی الاستنشاق: ناک کی جڑ میں خوب پانی پہنچائے۔ بائیں انگلی ناک میں داخل کر کے اوپر سانس کھینچے اور ناک میں جو رینٹھ ہو اس کو دور کرے اس میں انتہاء نہ کرے کیونکہ یہ سعوط ہے استنشاق نہیں۔ اس سے اصل سنت حاصل ہو جائے گی۔ اسی طرح بے روز مضمضمہ میں مبالغہ کرے۔ مستحب یہ ہے کہ پانی کوّے کے دو اطراف اور آخری مسوڑھوں تک پہنچ جائے۔ مسوڑھوں پر بائیں انگلی گھمانا اور پانی کو مُنہ میں پھیرنا چاہیے۔

الا ان تکون صائمًا: اگر روزہ سے ہو تو مبالغہ ہرگز نہ کرے کہیں پانی حلق میں نہ پہنچ جائے یا دماغ میں داخل نہ ہو جائے جس سے روزہ جاتا رہے۔ شہوت کو ابھارنے والا بوسہ حرام ہے کیونکہ اس کی اصل غیر مستحب ہے اور معمولی سا بوسہ کثیر کو دعوت دینے والا ہے اور اس شہوت سے انزال پیدا ہوتا ہے جس کے دفاع کی پھر کوئی صورت نہیں۔ البتہ پانی کا مُنہ میں پھیرنا اور کلی کرنا درست ہے۔

تخریج: أخرجه احمد (١٣٦٨٠) وابو داود (٢٣٦٦) والترمذی (٧٨٨) والنسائی (٨٧) وابن ماجه (٤٠٧) وابن ابی شيبة (١) والطيالسی (١/٥٢) وعبد الرزاق (٧٩) وابن خزيمة (١٥٠) والبيهقی (١/٧٦)

الفرائد: ① مکمل طور پر اعضاء کو دھونا چاہیے ② تخلیل اصابع اور اچھی طرح ناک جھاڑنا چاہیے البتہ روزے کی

حالت میں اس میں مبالغہ سے باز رہے۔

۱۲۴۵ : وَعَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۶: حضرت عائشہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خواب کے بغیر جنابت سے ہوتے۔ پھر روزہ رکھ لیتے (اور بعد میں غسل فرماتے)......(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **جنبا من غیر حلد** : یہ وصف تقیدی ہے یعنی صفت کاشفہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں **یقتلون النبیین بغیر الحق** ...... میں بغیر الحق کی قید ہے۔ اس لئے کہ آپ کی جنابت احتلام سے نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ شیطان کی شرارت سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں یا احتلام کی دو قسمیں ہیں: ۱) احتلام بدن یہ عوارضِ بشریہ سے ہے جو مادہ منویہ کے زیادہ ہونے وجہ سے طبعاً خارج ہوتا ہے۔ یہ آپ کے حق میں جائز اور درست ہے۔ ۲) شیطان کی شرارت سے جو احتلام ہو اس سے تمام انبیاء علیہم السلام محفوظ ہیں۔ **ثم یصوم** : اس سے روزے کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا جیسا ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نساء کم**﴾ اس آیت سے لازم آتا ہے کہ جماع رات کے اخیری جزء تک حلال و درست ہوا اور اس پر فجر کے طلوع کا وقت جنابت کی حالت میں آئے۔ پس اس کے روزہ کی درستی اشارۃ النص سے ثابت ہوئی۔

تخریج : أخرجه احمد (٦٤٣) والبخاری (١٩٢٥) و مسلم (١١٠٩) وابو داود (٢٣٨٨) والترمذی (٧٧٩) واحمد (١٠/٢٥٨٦٩)

الفرائد : جنابت روزے کی صحت پر اثر انداز نہیں۔

۲۲۵ : بَابُ بَيَانِ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَشَعْبَانَ وَالْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

بَاب: محرم وشعبان اور حرمت والے مہینوں کے روزے کی فضیلت

تشریح ۞ **المحرم** : یہ نام دیگر اشہر حرم کی بجائے اس مہینے کا بطور شرف رکھا گیا۔ بعض نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں (**فتح الکریم القادر فی متعلقات عاشوراء**) شعبان کی فضیلت کی شاید وجہ یہ ہو کہ آپ ﷺ اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ البتہ شعبان کے روزے کی فضیلت محرم سے کم ہے۔ **الاشہر الحرم** : ذیقعد، ذوالحجہ مراد ہیں، ان میں نفلی روزے سال کے دوسرے دنوں کی نسبت فضیلت رکھتے ہیں خصوصاً عشرہ ذی الحجہ۔

روایات

١٢٤٧ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ "اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ : شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۴۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور افضل تر نماز فرائض کے بعد تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم)

تشریح ❁ **افضل الصیام**: رمضان المبارک کے فرضی روزوں کے بعد مطلق نفلی روزوں میں فضیلت والے روزے۔ **شهر الله المحرم** : وہ محرم کے روزے ہیں۔ محرم کو شہر اللہ کی اضافت سے نوازا گیا یہ اضافت تشریفی ہے جیسے کہتے ہیں: **الکعبة بیت الله** اور **ناقة الله**' **افضل الصلوٰة** مطلقاً نفلی نماز۔ **صلوٰة الیل** :اس سے تہجد مراد ہے کیونکہ وہ ریا سے دور اور اخلاص سے قریب تر ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اس سے حضوری حاصل ہوتی ہے کیونکہ کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور یہ تجلیاتِ الٰہیہ کا وقت ہے اور اس وقت فیوضاتِ ربانیہ بانٹے جاتے ہیں۔ **باب فضل قیام اللیل** میں روایت گزر چکی۔

تخریج : باب فضل قیام اللیل میں تخریج گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

١٢٤٨ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ : كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ شعبان میں رکھتے۔ آپؐ تمام شعبان روزے رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ تھوڑے دنوں کے سوا پورا شعبان روزے رکھتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **یصوم من شهر** : یہاں صوم نفل مراد ہیں اور من ۱) فی کے معنی میں' ۲) بعض کے معنی میں آیا ہے۔ **اکثر من شعبان** : پہلی روایت میں محرم کے رو ازے کی فضیلت گزری' مگر اس میں آپ کا کثرت سے روزہ رکھنا ثابت ہے۔ اس کی وجہ دوسری روایت میں وارد ہے کہ اس ماہ میں اعمال بلند ہوتے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں اٹھا کر پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں اور ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ اس ماہ میں وقت مقررہ کی دستاویزات لکھی جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا میری چاہت یہ ہے کہ میری دستاویز روزے کی حالت میں لکھی جائے۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ جب رمضان کے درمیان لوگ اس میں غفلت کا شکار رہتے ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ میں اس ماہ کو زندہ کروں۔ ۲) محرم کے روزے کی فضیلت عمر کے آخری ایام میں معلوم کرائی گئی' ۳) محرم کے روزہ کو آپ رکھ نہیں سکے کیونکہ یہ پہلا پہلا سال تھا اور آپ کفار کے خلاف دن رات لڑائی اور اس کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ البتہ محرم کے روزہ اس سے افضل ہے۔ **کله** : اکثر شعبان مراد ہے اور مسلم کی روایت میں **کان یصوم شعبان الا قلیلًا** کے الفاظ ہیں اور بخاری میں **ما رأیته اکثر صیامًا**

منه في شعبان کے الفاظ وارد ہیں۔ یہ پہلے الفاظ کی تفسیر و وضاحت ہے اور کل سے مراد غالب اکثریت ہے۔ بعض نے کہا کبھی تمام شعبان کے روزے رکھ لیتے اور اگلے سال کچھ دنوں کے رکھتے گویا معمول مختلف تھا۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔

نووی کا قول: کامل شعبان کے روزے اس لئے نہ رکھتے کہ لوگ اس کو فرض نہ سمجھیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ کل سے مراد ابتداء درمیان اور آخر میں روزہ رکھتے تھے۔ کسی حصے کو خاص نہ کرتے بلکہ عمومی اعتبار سے روزے رکھتے۔

دمامینی نے مصابیح میں اس کی تین وجوہ سے تردید کی ہے: ۱) کل کا اطلاق اکثر پر جبکہ وہ تاکید کے لئے ہو عربوں میں جانا پہچانا نہیں ہے۔ حافظ عراقی نے دمامینی کا جواب دیتے ہوئے ترمذی سے ابن مبارک کا قول نقل کیا ہے کہ اہل عرب کے ہاں یہ درست ہے جبکہ کوئی آدمی مہینے کا اکثر حصہ روزہ رکھے اور اکثر راتیں قیام کرے تو وہ کہتے ہیں: صام الشهر كله و قام ليلة اجمع۔ شاید کہ اس نے عشاء کا کھانا کھایا اور اپنے کسی کام میں مشغول ہو گئے۔

۲) دمامینی کہتے ہیں شعبان کے روزے کے متعلق یہ عبارت كان يصوم شعبان عادة اس فعل کے تکرار کا متقاضی ہے جیسا کہ اس جیسی عبارت میں یہی مطلب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو مصنف نے اختیار کر کے اکثر کا قول قرار دیا یہ تو عرف کا تقاضا ہے۔

۳) دمامینی کہتے ہیں جب شہر کی اضافت کے بغیر مہینوں کے نام ذکر کئے جائیں تو ان میں مذکور عمل عام ہوگا۔ اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ سرت المحرم حالانکہ وہ اس کے کسی حصہ میں چلا اور اگر شہر کی اضافت سے مہینہ استعمال ہو تو پھر عمل کا عام ہونا لازم نہیں۔ یہ سیبویہ کا قول ہے اور اس کی مخالفت صرف زجاج نحوی نے کی ہے۔ باقی نووی کا قول فی روایۃ اور وہ روایت وما رأيته اكثر صياما منه في شعبان۔ یہ شعبان کے تمام روزوں کے مخالف نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے مہینوں کی بنسبت اس میں زیادہ روزے رکھے اور یہ یصومہ کلہ پر صادق آتا ہے کیونکہ جب آپ تمام میں روزہ رکھتے تو یہ صادق آتا ہے کہ جو روزے اس میں رکھے وہ ان روزوں سے زائد تھے جو دوسروں میں رکھتے تھے اور ضرورۃً یہ مراد لیا جائے جائے گا کیونکہ اور مہینوں میں روزے نہیں رکھے سوائے رمضان کامل کے اور روایت میں لم يستكمل الا رمضان۔ اس میں حذف ہے۔ ای وشعبان' دوسری جانب کی دلیل سے وہ کان یصوم شعبان کلہ ہے۔ پس معطوف و عاطف دونوں کو حذف کر دیا اور عرب کے کلام میں یہ بات کثرت سے پائی جاتی ہے۔ البتہ ایک اور راہ سے جمع ممکن ہے' وہ یہ ہے: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول: كان يصوم شعبان كله۔ اس میں صرف استثناء محذوف ہے۔ ای الا قليلاً منه۔ اس کی دلیل عبدالرزاق کی یہ روایت ہے: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر منه صيامًا في شعبان فانه كان يصومه كله الا قليلاً۔ (قسطلانی علی البخاری)

تخریج: اخرجه البخاری (١٩٦٩) و مسلم (٧٨٢) والترمذی (٧٦٨) والنسائی (٢١٧٥)

الفوائد ①: تمام سال نفلی روزوں کے لئے مباح ہے سوائے ایام ممنوعہ اور رمضان کے ان میں نفلی روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

١٢٤٩: وَعَنْ مُجِيْبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ اَبِيْهَا اَوْ عَمِّهَا اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ

سَنَةٍ – وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا تَعْرِفُنِي؟ قَالَ :"وَمَنْ اَنْتَ؟" قَالَ :اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ – قَالَ :"فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ" قَالَ : مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ– فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"عَذَّبْتَ نَفْسَكَ؟" ثُمَّ قَالَ : "صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ:"زِدْنِي فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً" قَالَ :"صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ : زِدْنِي قَالَ :"صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ" قَالَ :زِدْنِي – قَالَ :"صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ" وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ

"شَهْرُ الصَّبْرِ" :رَمَضَانُ۔

۱۲۴۹: حضرت مجیبہ باہلیہ اپنے والد اور چچا سے روایت کرتی ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر واپس چلے آئے۔ پھر ایک سال گزرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان کی حالت بدلی ہوئی تھی' پس کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ مجھے نہیں پہچانتے؟ آپؐ نے فرمایا: "تُو کون ہے؟" اس نے کہا۔ میں وہی باہلی ہوں جو آپؐ کی خدمت میں گزشتہ سال آیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے بدل دیا۔ تیری بہت اچھی صحت تھی۔ اس نے کہا میں جب سے آپؐ سے جدا ہوا میں نے کھانا نہیں کھایا مگر رات ہی کو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'تو نے اپنے آپ کو تکلیف دی۔ پھر فرمایا: "تو صبر کے مہینے کے روزے رکھ اور ہر مہینے میں سے ایک۔ اس نے کہا اس میں کچھ اضافہ فرمائیں کیونکہ مجھ میں ہمت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: حرمت والے مہینوں میں بعض دنوں کے روزے رکھو اور چھوڑ دو۔ پھر حرمت والے مہینوں کے بعض دنوں کے روزے رکھو اور چھوڑ دو۔ پھر حرمت والے مہینے کے بعض دنوں میں روزے رکھو اور پھر چھوڑ دو اور اپنی تین انگلیوں کو ملایا اور پھر انہیں چھوڑ دیا۔ (ابوداؤد)

"شَهْرُ الصَّبْرِ" :رمضان المبارک۔

تشریح ۞ یہ صحابیات سے ہیں (تقریب للحافظ) ان کے والد کا نام عبداللہ بن الحارث الباہلی ہے اور چچا کا نام ابو موسیٰ نے کہا معلوم نہیں۔ انتہی : یہ وفد کی صورت میں آنے کا تذکرہ ہے۔ **ثم انطلق** : پھر اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ **وقد تغیرت حالہ** : ایک سال کے بعد لوٹے کہ ان کی حالت بدل چکی تھی۔ حال کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ **وھیئتہ** ' اس کو حال پر عطف کیا۔ یہ عطف العام علی العام کی قسم سے ہے۔ حال عام حالت اور معیئت خاص حالت کو کہتے ہیں۔ **فقال** :اس کا عطف مقدر پر ہے: **ای فلم یعرفہ فقال** :یا رسول اللہ! اما یہ استفتاح کے حروف سے ہے۔ عام الاول: یہ اضافت موصوف الی الصفۃ کی قسم سے ہے یعنی پہلے سال۔ **فما غیرك وقد كنت حسن الھیئہ**۔ غیر کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ **منذ فارقتك** : یہ ما اکلت کا ظرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں یہاں سے جانے کے بعد سے متواتر ایام ممنوعہ کے علاوہ روزے رکھتا چلا آ رہا ہوں اور ممکن ہے ان ممنوعہ ایام کی تحریم کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کا بھی روزہ رکھا ہو

کیونکہ حرام وحلال کے پورے احکام ان کے سامنے واضح نہیں فرمائے تھے۔ **عذبت نفسك** :تم نے اپنے نفس کو مالوفات و معتاد چیزوں سے ممانعت کر کے تکلیف پہنچائی حالانکہ وہ میدان فضل میں پہنچنے کی سواری ہے۔ **ثم قال صم** :اس واجب و ندب دونوں کو شامل فرمایا۔ **شهر صبر** :رمضان المبارک۔ **یوما من کل شهر** :اس سے ہر ماہ کا نفلی روزہ مراد ہے۔ انہوں نے زیادہ کی اجازت مانگی تو فرمایا: **صم یومین** :ہر ماہ دو روزے رکھ لیا کرو پھر اور اضافے کا مطالبہ کیا تو فرمایا: **صم ثلاثة ایام** ۔ تین دن کے روزے صیام دہر کی طرح ہیں کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے پھر اور اضافہ کی درخواست پر فرمایا: **صم من الحرم**۔ حرمت والے مہینوں رجب' ذیقعد' ذی الحجہ محرم کے روزے رکھو پھر ان کی وضاحت فرمائی: **صم من الحرم واترك**۔ بار بار تاکید کے لئے اور ان مہینوں کے شرف کے لئے فرمایا کہ تین دن کے روزے رکھو پھر تین دن چھوڑ دو پھر اس طرح۔ تین انگلیوں کو کھولنے کے بعد ملانے میں حکمت یہ تھی تین دن چھوڑ دینا۔ پہلے دنوں کے روزے سے حاصل ہونے والی کمزوری کا ازالہ کریں گے۔ جب آدمی کسی نیکی کا عادی ہو جائے تو نفس کو اس سے الفت پیدا ہو جاتی ہے اور مشقت کم ہو جاتی ہے۔ اس طرح چھوڑنے اور رکھنے سے کلفت اور الفت دونوں کا مزہ ملے گا اور ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔

رمضان کو شہر صبر اس لئے کہا کہ اس میں نفس کو کھانے اور عورتوں کے ساتھ وطی سے دن کے وقت روک لیا جاتا ہے اور مطلقاً صبر کا معنی رکنا ہے۔ (خطابی)

تخریج : أخرجه ابو داود (٢٤٢٨)

الفوائد : اسلام عبادت میں شدت کا حامی نہیں۔ جس نے عبادت میں غلو اختیار کیا اس نے اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا کیا۔

۲۲۶ : بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهِ فِي الْعَشْرِ الْاُوَلِ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ

بَابٌ: ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزے کی فضیلت

تشریح ذی الحجہ کے عشرہ اوّل میں نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ان میں کا آخری دن یوم عرفہ ہے کیونکہ دسویں کا روزہ حرام ہے' جائز ہی نہیں۔ پس بقیہ ایام کے روزے مراد ہیں۔ حجاج کے علاوہ کے لئے عرفہ کا روزہ بہت بڑے ثواب واجر کا باعث ہے۔

روایات

۱۲۵۰ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۵۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی ایسے دن نہیں کہ عمل صالح جن میں اتنا اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہو جتنا ان دنوں میں یعنی عشرہ ذی الحجہ میں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ اور نہ جہاد فی سبیل اللہ۔ آپؐ نے فرمایا' ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی مگر وہ نمازی جو اپنی جان اور مال لے کر نکلے۔ پھر اس میں کوئی چیز واپس نہیں لایا۔ (یعنی شہید ہوا یہ یقیناً سب سے افضل ہے)

تشریح ۞ مامن: من یہ استغراق نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ **ایام العمل الصالح فیھا**۔

النحو: **فیھا** خبر جبکہ **احب الی اللہ** سے متعلق ہو۔ **اضافی مبتداء** ہے۔ یا **فیھا** محل حال میں ہے وصف ہے۔ الفاظ کے مختلف ہونے کی وجہ سے متعلقات کا متعدد ہونا خبر سے مانع نہیں۔ **ھذہ الایام**: اس سے ایام عشرہ کی طرف اشارہ مراد ہے جو کہ ذی الحجہ کے ابتدائی نو دن ہیں۔ یعنی ان دنوں میں کیا جانے والا عمل دوسرے دنوں کے اعمال صالحہ سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ **ولا الجھاد فی سبیل اللہ**: یعنی کوئی عمل صالح ان دنوں کے عمل پر فوقیت لے جانے والا نہیں۔ **الا رجل**: یہ استثناء متصل ہے یعنی مگر اس آدمی کا عمل جو اپنی جان و مال لے کر جہاد کے لئے نکلا اور دونوں کو راہِ خدا میں لٹا دیا' وہ ان اعمال سے افضل ہے۔ بعض نے مستثنیٰ منقطع بنایا ہے یعنی لکن کے معنی میں ہے۔ دمامینی کہتے ہیں بنو تمیم کے قول پر منقطع درست بنے گا ورنہ اہل حجاز کے ہاں تو منقطع واجب النصب ہے۔

یخاطر بنفسه و ماله: وہ دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے نکلا۔ اگر اس نے یہ فرض ادا کر دیا اور دونوں میں سے کسی چیز کو واپس نہیں لوٹایا یعنی اس کو شہادت مل گئی۔ ابوعوانہ کی روایت میں **الا من رجع بنفسه و لا حاله** اور دوسری روایت میں **الا ان لا یرجع** اور ایک روایت میں **الا من عقر جواده واھریق دمه** اور ابن عمرؓ والی روایت میں **فاکثروا فیھن من التھلیل والتکبیر فان صیام یوم منھا یعدل صیام سنة والعمل فیھا بسبعمائة ضعف**۔ اور ترمذی کی ابوہریرہؓ والی روایت **صیام کل یوم لیلة منھا بصیام سنة و قیام کل لیلة منھا بقیام لیلة القدر**۔

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ ان دنوں کے روزے ایک سال کے روزے کے برابر اور اس کا ثواب سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اور رات کا قیام بھی بڑی شان والا ہے۔ ان روایات کے پیش نظر **افضل الصیام بعد شھر رمضان شھر اللہ المحرم**۔ والی روایت خاص ہوگئی۔ مطلب یہ ہوا کہ ذی الحجہ کے علاوہ نفلی روزوں میں محرم کا روزہ افضل ہے۔

(ابن علان)

تخریج: أخرجه احمد (۱/۱۹۶۸) والبخاری (۹۶۹) وابو داود (۲۴۳۸) والترمذی (۷۵۷) وابن ماجه (۱۷۲۷) والدارمی (۲/۲۵) وابن حبان (۴۲۴) والطیالسی (۲۶۳۱) والبیھقی (۴/۲۸۴)

الفوائد: ① بعض زمانے اور مقامات ایک دوسرے سے کم' زیادہ فضیلت والے ہیں ② ذی الحجہ کے نو دن کے روزے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت والے ہیں۔

۲۲۷ :بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَآءَ وَتَاسُوْعَآءَ

بَابٌ: یوم عرفہ٬ عاشوراء اور نویں محرم کے روزے کی فضیلت

تشریح ۞ عاشوراء و اسوعاء: یہ دونوں فاعولا کے وزن پر ہیں۔ عاشوراء یہ محرم کا دسواں دن اور تاسوعاء۔ نویں کا دن ہے۔

روایات

۱۲۵۱ :عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ : "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۱: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ گزشتہ اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یعنی یوم عرفہ کی کیا فضیلت ہے تو فرمایا: یکفر السنة الماضية ۔گزشتہ ذی الحجہ تک کے گناہ کا کفارہ ہے۔ والباقيه: آئندہ سال کا کفارہ ہے۔ سال کا متعارف معنیٰ تو محرم سے ذی الحجہ ہے اور جن گناہوں کا کفارہ ہے وہ صغائر ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ آئندہ کے گناہوں سے مغفرت کا مطلب ان گناہوں کے ارتکاب سے حفاظت یا اگر وہ ہوجائیں تو ان کی بخشش ہوجائے گی۔ یہ روزہ حجاج کے علاوہ کے لئے ہے۔ حجاج کو افضل آپ کے طریقہ کی اتباع میں روزہ نہ رکھنا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حجاج کے لئے یہ روزہ مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے اور حدیث نہی ثابت ہے یا نہیں۔

تخریج : مسلم (۱۱۶۲) و ابو داود (۲٤۲۵) والترمذی (۷٤۹) والنسائی (۲۳۸۲) وابن ماجه (۱۷۱۳) واحمد (۸/۲۲٦۸٤) و عبدالرزاق (۷۸۲٦) وابن حبان (۳٦۳۱) وابن خزيمة (۲۰۸۷) والبيهقی (۲۸٦/٤)

الفوائد : حجاج کے علاوہ دوسرے لوگوں کا عرفہ کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

۱۲۵۲ :وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ٬ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۵۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔ ایک نسخہ میں یوم کا لفظ زائد ہے۔ یعنی ایک دن رکھا۔ امر بصیامه : اب یہ حکم فرضیت رمضان سے پہلے بر سبیل وجوب تھا یا بطور استحباب۔ جمہور کے ہاں بر سبیل استحباب مؤکد تھا اور رمضان کی فرضیت کے بعد اصل تاکد باقی رہا اور آپ روزہ رکھتے رہے اور نویں کا روزہ ساتھ ملانے کا قصد بھی ظاہر فرمایا (مگر آئندہ سال آپ کی وفات ہوگئی اور یہ موقع نہ آیا٬ مترجم)

تخریج : أخرجه احمد (١/١٦٤٤) والبخاری (٢٠٠٤) و مسلم (١١٣٠) وابو داود (٢٤٤٤) وابن ماجه (١٧٣٤) والدارمی (٢/٢٢) وابن حبان (٣٦٢٥) و عبدالرزاق (٧٨٤٣) وابن ابی شیبة (٣/٥٦) والطبرانی (١٢٣٦٢) والبیهقی (٤/٢٨٦)

الفرائد : ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عاشوراء کا روزہ رکھا اور حکم بھی فرمایا اس لئے یہ نہایت فضیلت والا روزہ ہے ② عاشوراء یہ عاشرہ سے مبالغہ معدول ہو کر بنا ہے۔ اصل میں یہ دسویں رات کو کہتے ہیں پھر دسویں دن کا نام بن گیا۔ (الاستاذ القرطبی)

۱۲۵۳ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءِ فَقَالَ : "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **عاشوراء** : یعنی دس محرم کے روزے کی فضیلت دریافت کی تو فرمایا: **یکفر السنة الماضیة** : گزشتہ سال کے گناہوں کو مٹانے والا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ گزشتہ سال کے اس دن سے لے کر آئندہ سال کے اس دن تک۔ آخر ذی الحجہ مراد نہیں تاکہ لکفر اور مکفر میں فاصلہ نہ آئے (مگر زبان عرب میں اکثر کا محاورہ اکثر استعمال ہوتا ہے چند دن کا سلسلہ اس میں شامل سمجھا جاتا ہے' فتفکر) عرفہ کے دن سے دو سال کے گناہوں کی معافی ملتی ہے کیونکہ وہ محمدی دن ہے اور عاشورہ موسوی دن ہے۔ نیز یوم عرفہ سید الایام ہے۔ پس اس میں کیا جانے والے عمل باقی پر فضیلت کا متقاضی ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (١١٦٢/١٩٧)

الفرائد : اس کا روزہ گزشتہ ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

۱۲۵۴ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نویں محرم کا روزہ رکھوں گا"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **الی قابل لا صومن التاسع** : اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم تھا۔ ان کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ سال نویں کے روزے کا قصد ظاہر فرمایا۔ اس حدیث سے نویں کے روزے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور ایک دوسری روایت ہے: **خالفوا اهل الکتاب وصوموا یومًا قبله و یومًا بعده۔**

تخریج : أخرجه مسلم (١١٣٤) وأبو داود (٢٤٤٥)

الفرائد : محرم کی دسویں کے ساتھ نوویں کا روزہ بھی رکھنا چاہئے۔

۲۲۸ : بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ

بَاب : شوال کے چھ روزوں کا استحباب

تشریح ✿ شوال: یہ شالت الابل اذنابها سے اخذ کیا گیا جبکہ وہ اپنی دموں کو بلند کریں۔ اہل عرب اس ماہ میں ہتھیاروں کو بلند کرتے کیونکہ حرمت والے مہینوں کی آمد آمد ہوتی تھی۔ (عنقریب بڑائی رک جائے گی)

روایات

۱۲۵۵ : عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۵: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھ لئے تو اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے۔ (مسلم)

تشریح ✿ ثم اتبعه ستا من شوال : یعنی شوال کے چھ دنوں کے روزے رکھے۔ ثم سے اس طرف اشارہ کیا چھ دن کے رکھے گا تو یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ كان كصيام الدهر : یعنی جیسے اس نے سارا زمانہ فرضی روزے رکھے مراد ہیں' ورنہ وجہ تخصیص ظاہر نہ ہوگی کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے یا بعض نہ رکھے پھر شوال میں قضاء کئے اسے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ جامع صغیر میں شوال کے ساتھ اربعاء خمیس کا روزہ بھی مذکور ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٣٥٩٢) ومسلم (١١٦٤) وأبو داود (٢٤٣٣) والترمذی (٧٥٩) وابن ماجه (١٧١٦) والطيالسي (٥٩٤) وابن حبان (٣٦٣٤) وابن خزيمة (٢١١٤) وعبد الزاق (٧٩١٨) وابن أبي شيبة (٧٩/٣)

الفرائد : ہر چیز کا بدلہ دس گنا ملتا ہے تو یہ چھ روزے ساٹھ کے قائم مقام ہوئے اور رمضان کے تیس روزے تین دن کے برابر ہوئے گویا اس نے یہ چھ رکھ کر پورے سال کے روزے رکھ لئے۔

۲۲۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ

بَاب : سوموار اور جمعرات کے روزے کا استحباب

تشریح ۞ **الاثنین** :اس کا نام اثنین اس لئے رکھا گیا کیونکہ ہفتے کا پہلا روز احد ہے۔

روایات

۱۲۵۶ :عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ : "ذٰلِكَ یَوْمٌ وُلِدْتُّ فِیْهِ وَیَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَیْهِ فِیْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۶: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں میری پیدائش ہوئی اور اسی دن نبوت ملی اور اس دن وحی اتری۔ (مسلم)

تشریح ۞ یعنی ہفتہ کے بقیہ دنوں میں اس کے روزہ کے لئے ترجیح دینے میں کیا حکمت ہے۔ **فقال ذلك یوم** : **ذلك** کا اسم اشارہ عظمت کے لئے لائے جیسا کہ **ذلك الكتب**..... میں اسی طرح یوم کی تنوین بھی تعظیم کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ اس کے اوصاف اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ **ولدت فیه و یوم بعث**۔ یعنی اس دن کو فضیلت بعثت ولادت کی وجہ سے ملی۔ **او** :شک راوی ہے کہ آپ ﷺ نے بعثت کے لفظ فرمائے یا انزل علی فیه: الوحی نائب فاعل مستتر ہے یا یہ ظرف ہے۔ ای **وجد الانزال علی فیه**۔ آپ کی ولادت کے دن میں وہ اعمال طلب نہیں کئے گئے جو جمعہ کے دن میں طلب کئے گئے۔ آپ کی پیدائش مبارکہ کی وجہ سے اس میں برکت آ گئی اس لئے اعمال میں تخفیف کر دی گئی۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۱۶۲/۱۹۷)

الفرائد : سوموار کے دن روزہ رکھنے پر ابھارا گیا کہ اس دن ہمارے پیغمبر ﷺ کی ولادت کا احسان اس امت پر ہوا۔

۱۲۵۷ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَآئِمٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ وررَوَاهُ مُسْلِمٌ بِغَیْرِ ذِكْرِ صَوْمٍ۔

۱۲۵۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ الٰہی میں) پیش ہوتے ہیں۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے ہوں۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم نے روایت کیا مگر روزے کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح ۞ یعنی حفظہ فرشتے پیش کرتے ہیں یا ان کے علاوہ فرشتے پیش کرتے ہیں۔ **یوم الاثنین** :ہفتہ کے مجموعی اعمال اس کے بعد بعد کہ یوم الاثنین اس سے پہلے دنوں کے پیش ہوتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خمیس کے دن پیش کیا جانا پہلی پیشی کے علاوہ دنوں سے متعلق ہو اور پہلے والے سوموار کے دن ہی پیش ہوں۔ **وانا صائم** :یہ جملہ عملی کے مضاف الیہ سے حال ہے کیونکہ وہ مضاف مضاف الیہ کا بعض حصہ ہوتا ہے جیسا ارشاد الٰہی ہے: **ان اتبع ملة ابراهیم حنیفًا (النحل)** مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ کے فرق سے روایت کیا ہے: **فیغفر لکل عبد مؤمن الا عبدًا بینه بین اخیه شحناء فیقال اترکوا هذین حتی یفیئا**۔ اور روزے کا تذکرہ مطلقاً نہیں۔ طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **تعرض**

الاعمال علی الله تعالی یوم الاثنین والخمیس فیغفر الله اتدما کان من متشاحنین او قاطع رحمہ اور حاکم کے الفاظ یہ ہیں: تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی الله و تعرض علی الانبیاء و علی الاباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیاضًا واشراقًا۔

حاصل ان روایات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوموار و جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اللہ بغض رکھنے والوں اور قطع رحمی والوں کے علاوہ سب کو بخش دیتا ہے اور بقول حاکم جمعہ کے دن یہ اعمال انبیاء اور ماں باپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں وہ ان کے حسنات پر خوش ہوتے ہیں۔ نیکیوں سے ان کے چہرے چمک اٹھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مرنے والوں کو ایذاء مت پہنچاؤ۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٧٤٧) أحمد (٨/٢١٨٠٣) النسائی (٢٣٦٥) مسلم (٢٥٦٥)

الفرائد : ① ان دو دنوں میں اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں ② روزے کی حالت والا عمل اللہ تعالیٰ کو بڑا پسند ہے۔

۱۲۵۸ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۵۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کے روزے کو بڑے اہتمام سے رکھتے تھے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ سوموار اور جمعرات کے روزہ کا انتظار فرماتے کیونکہ ان کی بڑی فضیلت ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٧٤٥) والنسائی (٢١٨٦) وابن ماجه (١٧٣٩) وابن حبان (٣٦٤٣) وأحمد (٢٤٥٦٢)

الفرائد : ہفتہ کے میں ان دونوں دنوں (سوموار و جمعرات) کے روزہ کا آپ ﷺ اہتمام فرماتے تھے۔

۲۳۰ : بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

باب : ہر مہینے میں تین دن کے روزے کا استحباب

تشریح ۞ ثلاثة ایام : خواہ وہ ایام بیض ہوں یا ایام سود ہوں۔ ایام البیض : یہ اضافت موصوف الی الصفۃ کی قسم سے ہے۔ ان کا نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دن سورج سے روشن اور رات چاند سے روشن ہوتی ہے۔ یہ وہی الثالث عشر دونوں جزو پر مبنی ہیں اور بعد والے اعداد کا حال بھی یہی ہے۔ اس سے ذوالحجہ مستثنیٰ ہے۔ پس اس کی تیرہویں کا روزہ حرام ہے۔ اب اس کی بجائے سولہویں کا روزہ رکھا جائے گا یا نہیں؟ ناشری کہتے ہیں: ابن عبدالسلام کہتے ہیں اس کے بدلے میں سولہویں کا روزہ

رکھے۔ بعض نے بارہ تیرہ چودہ کا بتلایا مگر پہلا قول درست اور مشہور ہے۔ بقول ماوردی اور بغوی وغیرہ بارہویں کا بھی احتیاطاً رکھ لے مگر یہ غریب قول ہے۔

وَالْأَفْضَلُ صَوْمُهَا فِيْ أَيَّامِ الْبِيْضِ وَهِيَ الثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ – وَقِيْلَ الثَّانِيْ عَشَرَ وَالثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْأَوَّلُ:

افضل یہ ہے کہ ایامِ بیض کے تین روزے (اور وہ تیرہ چودہ اور پندرہ ہے) رکھے جائیں۔ بعض نے کہا بارہ، تیرہ اور چودہ مگر صحیح اور مشہور پہلا قول ہے۔

روایات

۱۲۵۹ : وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلَاثٍ : صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى ، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی: ۱) ہر مہینے میں تین روزے رکھنا ۲) چاشت کی دو رکعتیں ۳) سونے سے پہلے وتر ادا کیا کروں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ خلت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلت کا تذکرہ ہے۔ پس وہ اس روایت کے خلاف نہیں۔ ثلاث: مراد تین خصلتیں ہیں۔ صیام ثلاثۃ: خواہ وہ ایام بیض ہوں یا سود ہوں تاکہ صیام الدہر کا ثواب میسر ہو۔ ور کعتی الضحی: یہ نماز چاشت کی سب سے کم تعداد ہے۔ اس کی مکمل آٹھ رکعتیں ہیں۔ ۲) ان اوتر قبل ان انام: احتیاط کا تقاضا یہی ہے تاکہ غلبہ نیند کی وجہ سے وتر فوت نہ ہو جائیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کی عادت صبح جاگنے کی نہ ہو ورنہ افضل تاخیر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجعلوا اخر صلاتکم باللیل وترًا۔ باب فصل صلاۃ الضحی میں روایت گزری صرف "انام" کی جگہ "ارقد" کا فرق ہے۔

تخریج : باب بیان فضل صلاۃ الضحی میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۲۶۰ : وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ بِثَلَاثٍ لَنْ أَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ : بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰى ، وَبِأَنْ لَّا أَنَامَ حَتّٰى أُوْتِرَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۶۰: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی جن کو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا: (۱) ہر مہینے میں تین دن کے روزے (۲) چاشت کی نماز (۳) سونے سے پہلے وتر ادا کروں۔ (مسلم)

تشریح ۞ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تعبیر بہت زیادہ لازم پکڑنے کی وجہ سے خلت سے تعبیر کی اور انہوں نے حبیب

سے تعبیر کی۔ ہر گل را رنگ بوئے دیگر است۔ لن ادعھن ما عشت : میں پوری زندگی ان تین باتوں کو ترک نہ کروں گا۔ یہ مداومت سے کنایہ ہے کیونکہ جب تک زندگی ہے انسان مکلف ہے۔ بصیام ثلاثۃ ایام: ثلاثۃ کا دوبارہ تذکرہ صرف جر کے اعادہ سے کیا گیا ہے۔ ہر مہینہ میں ایام بیض افضل ہے۔٢) نمازِ چاشت ٣) سونے سے پہلے وتر کی ادائیگی۔

تخریج : أخرجه مسلم (٧٢٢) وأبو داود (١٤٣٣)

الفرائد : ① جو صبح جلد بیدار نہ ہوسکتا ہوا سے رات کو وتر پڑھ لینے چاہئیں ② ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو روزے کی وصیت یہ ان روزوں کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہے اور چاشت کی نماز کی فضیلت بھی اس سے معلوم ہوئی۔

❁ ❁ ❁

١٢٦١ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٢٦١: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا ایسا ہے گویا اس نے سارا سال روزے رکھے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ صوم الدھر : ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہے کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ روایت ابو ہریرہ میں صوم شھر الصبر و ثلاثۃ ایام من کل شھر :صوم الدھر آیا ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (١١٣١) ومسلم (١١٥٩)

الفرائد : مثلیت میں ہر اعتبار سے برابر ضروری نہیں۔ کرنے والے کے فعل کو مجازاً صائم الدھر فرمایا گیا ہے۔

❁ ❁ ❁

١٢٦٢ : وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ۔ فَقُلْتُ :مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ :لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٢٦٢: حضرت معاذہ عدویہ کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین دن کے روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر میں نے کہا آپ کون سے مہینے کے روزے رکھتے؟ جواب میں فرمایا۔ کہ اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ کون سے مہینے کے آپ روزے رکھ رہے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ❁ معاذہ: یہ عبداللہ کی بیٹی ہیں۔ بنو عدی سے تعلق رکھتی ہیں' ان کی کنیت ام الصہباء اجریہ ہے۔ یہ اوساط تابعین میں سے ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے۔ انھا اگر ان ہو تو قال کو مضمر مانیں گے۔٢) اور اگر اَن ہو تو یہ معاذہ سے بدل اور شتمال بنے گا۔ من کل شھر ١) تبعیضیہ ہے' ٢) فی کے معنی میں ہے۔ لم یکن یبالی من اس الشھر یصوم: یہ تین دن کی عدم تخصیص سے کنایہ ہے اور اس میں اشارہ کر دیا کہ اصل مقصود تو حصول ثواب اور یہ ہر ماہ کے

جونسے دن ہوں حاصل ہو جائے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٥١٨١) ومسلم (١١٦٠) وأبو داود (٢٤٥٣) والترمذی (٧٦٣) وابن ماجه (١٧٠٩) وابن حبان (٣٦٥٤) وابن خزيمة (٢١٣٠) والطيالسی (١٥٧٢) والبيهقی (٤/٢٩٥)

الفرائد : آپ ﷺ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے مگر یہ ایام مختلف مواقع میں مختلف تھے تا کہ مخصوص دنوں سے امت مشقت میں نہ پڑے۔

❊ ❊ ❊

١٢٦٣ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

١٢٦٣: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو ہر ماہ میں تین روزے رکھنا چاہے تو تیرہ' چودہ' پندرہ کا روزہ رکھ۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ❊ **الشهر ثلاثا** : یعنی جب تم تین دن روزے کا ارادہ کرو۔ اذا سے لا کر مخاطب کی شدت سے حرص ظاہر کرنا ہے۔ **فصم ثالث عشرہ** : بعض نسخوں میں ثلاث عشر ہے۔ ہر دو روایتیں درست ہیں۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٧٦١) والنسائی (٢٤٢٣) وابن حبان (٣٦٥٥) وعبدالرزاق (٧٨٧٤) وأحمد (٨/٢١٤٠٨) والبيهقی (٤/٢٩٤)

الفرائد : ایام بیض کے روزے خاص فضیلت رکھتے ہیں۔ آپ ان کو رکھنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابھارتے تھے۔

❊ ❊ ❊

١٢٦٤ : وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنَا بِصِيَامِ اَيَّامِ الْبِيْضِ : ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

١٢٦٤: حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض کے روزوں کا حکم فرماتے اور وہ تیرہ' چودہ' پندرہ ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح ❊ قتادہ بن ملحان بن قیس بن ثعلبہ: ان کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیرا (اسد الغابہ) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو روایتیں نقل کی ہیں (سیرۃ لابن حزم) **ایام البیض ثلاث عشرۃ** : دونوں جزء لفظاً مبنی ہیں۔ ایام بیض کے متعلق لوگوں نے شاذ قول نقل کیے جو غزالی نے ذکر کیے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٢٤٤٩) والنسائی (٢٤٢٩) وابن ماجه (١٧٠٧) وابن حبان (٣٦٥١) والطيالسی (١٢٢٥) والطبرانی (١٩/٢٣) وأحمد (٨٠٣٣٨) والبيهقی (٤/٢٩٤)

الفرائد : ایام بیض کے روزوں کو صوم دھر کی طرح قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اجر کو جتنا چاہے بڑھا دے۔

❊ ❊ ❊

١٢٦٥ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ" رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۲۶۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے۔ (نسائی) صحیح سند۔

تشریح ۞ مطلب یہ ہے کہ ان کے روزے لازم کرنے والے تھے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ چاند انتہاء پر ہوتا ہے اور وہ اشیاء میں رطوبت کو بڑھاتا ہے۔ پس روزے کا حکم دیا تا کہ وہ رطوبت مضرہ ختم ہو جائے۔ بعض نے کہا روزے کی حکمت یہ ہے کہ جب ان راتوں میں نور عام ہوا تو عابدت کو عام کرنا مناسب ہوا۔ بعض نے کہا ان میں عموماً کسوف ہوتا ہے اور اس موقعہ پر ایسے اعمال کا حکم دیا گیا جن سے تقرب الی اللہ حاصل ہو۔ واللہ اعلم۔

تخریج : أخرجه النسائي (٢٣٤٤)

الفرائد : ایام بیض کے روزے سفر و حضر میں ان کا اہتمام فرماتے۔

۲۳۱ : بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا وَّفَضْلِ الصَّآئِمِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ عِنْدَهٗ وَدُعَآءِ الْاٰكِلِ لِلْمَاْكُوْلِ عِنْدَهٗ

بَاب: جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا' اور اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھایا جائے اور کھانے والے کی اس کے حق میں دُعا جس کے پاس کھایا جائے

تشریح ۞ دعاء الاکل: یہ صیغہ اسم فاعل ہے۔ اگرچہ وہ روزہ دار نہ ہو۔ للماکول عنده: کھانے کا مالک۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد کھانے والے کی دعا روزی کے لئے مراد ہو۔ پہلی باب حدیث باب کے زیادہ مناسب ہے۔

١٢٦٦ : عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّآئِمِ شَيْءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۶۶: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا' اس کو اس کے برابر اجر ملے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کا اجر کچھ بھی کم ہو۔ (ترمذی)
حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ جہنی یہ جہینہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔ ان کے حالات پہلے گزرے ملاحظہ ہو باب التعاون علی البر والتقوی۔ من فطر صائما کان له مثل اجره۔

اَلنَّحْوُ: مرفوع ہو تو کان کا اسم ہے اور ظرف خبر مقدم ہے۔۲) اور نصب کی صورت میں خبر ہے اور اسم تفطیر کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔جیسا اس آیت میں :اعدلوا هو اقرب للتقوٰی...... اور ظرفِ حال بن جائے گا۔غیر انه : یہ استدراک ہے کہ کہیں اس کا ثواب تو کم نہ ہوگا اس کا ثواب روزہ دار کے برابر ہوگا کیونکہ دونوں کے ثواب کی جہت مختلف ہے۔جس طرح ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والے کا ثواب کم نہیں ہوتا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۶/۱۷۰۳۰) والترمذی (۸۰۷) وابن ماجه (۱۷۴۶) وابن حابن (۲۴۲۹) وابن خزیمهة (۲۰۶۴) وعبد الرزاق (۷۹۰۵) والدارمی (۱۷۰۲) والطبرانی (۵۲۷۳)

الفرائد : روزہ افطار کرنے والے کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کا اجر بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔

۱۲۶۷ :وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ :"كُلِيْ" فَقَالَتْ :اِنِّيْ صَآئِمَةٌ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَآئِكَةُ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ– وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۶۷:حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔میں نے آپؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔آپؐ نے فرمایا:''تم بھی کھاؤ'' میں نے کہا میں روزے سے ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''روزہ دار کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں جب اس کے پاس کھایا جائے۔یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوں۔(ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ امّ عمارۂ انصاریہ:اس کنیت والی دو انصاری عورتیں ہیں:

① نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مندول بن عمرو بن مازن۔

② ان کا نام بقول اسد الغابہ معلوم نہیں اور مزی کہتے ہیں یہ حبیب بن زید کی دادی ہیں۔بعض نے اس کا نام نسیبہ بنت کعب بن عمرو بتلایا اور نجار تک نسب شمار کیا۔ترمذی کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی ہیں اور ابن عبدالبر نے ان کو ایک قرار دیا ہے اور ابن اثر سے نقل کیا اور کہا کہ ابن ہندہ اور ابونعیم نے ان کو دو بتلایا۔مگر حافظ نے تقریب میں ان کو ایک قرار دیا جیسا کہ ابن عبدالبر اور مزی کا قول ہے۔مصنف کا رجحان یہی معلوم ہوتا ہے بقول دمیری یہ بیعت عقبہ میں ستر افراد کے ساتھ تھیں احد میں حاضر رہیں اور لڑائی میں حصہ لیا یہ خود اور ان کا بیٹا عبداللہ بن زید خاوند زید بن عاصم بیعت رضوان اور جنگ یمامہ میں حاضر تھیں۔ان کو اس دن گیارہ زخم لگے۔ان کا ہاتھ کٹ گیا۔ان سے اصحابِ سنن نے تین روایات نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔طعامًا: اس سے مہمانی کے طور پر دیا جانے والا کھانا مراد ہے۔فقال کلی: آپ نے اسے خود پہلے کھانے کا حکم فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر صاحب منزل پہلے کھائے تو مہمان نشاط سے کھانا کھائے گا۔ان الصائم تصلی : روزہ فرض ہو یا نفل جب اس کے رکھنے والے کے سامنے کھایا جائے۔روزہ دار کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔جب تک کھانا کھانے والے فارغ نہ ہولیں۔ یفرغوا :جمع کا صیغہ تعدد کی علامت ہے۔حتی یشبعوا :ضمیر کا مرجع

اقرب نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ مشکوۃ میں انہی الفاظ سے لائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان میں الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ پہلے الفاظ اکثر اور دوسرے قلیل استعمال ہوتے ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٠/٢٧٥٤٢) والترمزی (٧٨٤) والنسائی (٢/٢٦٧) وابن حبان (٣٤٣٠) وعبد الرزاق (٧٩١١) والدارمی (١٧٣٨) وابن أبی شیبة (٧٦/٣)

الفرائد : جب روزہ دار کے پاس کوئی کھائے تو ملائکہ روزہ دار کے لئے دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ مہمان کھانا کھاتا رہے۔

١٢٦٨ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَآءَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَآءَ بِخُبْزٍ وَّزَیْتٍ فَاَکَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ ، وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَآئِکَةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۱۲۶۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں زیتون اور روٹی پیش کی۔ پس آپؐ نے اس میں سے کھایا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: ''تمہارے ہاں روزہ دار روزہ افطار کریں اور تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تم پر رحمتیں بھیجیں''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ✿ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ: یہ خزرج کے سردار ہیں۔ **فجاء بخبز و زیت** : جو اس وقت میسر تھا لے آئے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ یہ اجواد العرب سے تھے۔ **ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم**: پھر کھانے کی تکمیل کے بعد آپ نے فرمایا: **افطر عند کم الصائمون واکل طعامکم الابرار و صلت علیکم الملائکة**...... یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں روزہ افطار کرنے والوں کے برابر ثواب دے۔

اَلنَّحْوُ: یہ جملہ دعائیہ ہے **الابرار** یہ برکی جمع ہے' متقی کو کہتے ہیں۔ صلت کا معنی استغفار کرنا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٤٠٩) وأبو داود (٣٨٥٤) وعبد الرزاق (١٩٤٥٢) والبیهقی (٢٨٧/٧) وابن السنی (٤٨٢) والسنائی (٢٩٦) وأخرجه ابن السنی (٤٨٣) ابن ماجه (١٧٤٧) وابن حبان (٥٢٩٦)

الفرائد : جس کے ہاں لوگ روزہ افطار کریں ملائکہ اس آدمی کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔

کتاب الاعتکاف

اعتکاف کی فضیلت

بَابُ فِيْ فَضْلُ الْاِعْتِكَافِ

تشریح ❁ **الاعتکاف** : لغت میں شی کا لازم کرنا اگرچہ شر کے ساتھ ہو شرعی طور پر مخصوص مقام پر مخصوص طریقے سے ٹھہرنے کو کہا جاتا ہے۔ اس میں اصل کتاب وسنت و اجماع ہے۔ یہ ان احکامات میں سے ہے جو قدیم شرائع میں بھی موجود تھے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللہ سے اس کی سند پیش نہیں فرمائی شاید بھول گئے۔ مثلاً **والمسجد الحرام الذی جعلناه للناس سواء العاكف فيه والباد......** (الحج)

۱۲۶۹ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ — مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۶۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ آپ ﷺ رمضان المبارک میں اعتکاف فرماتے تھے۔

النحو : رمضان منصوب علی الظرفیہ ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (۲۰۲۵) ومسلم (۱۱۷۱) وأبو داود (۲٤٦٥) وابن ماجه (۱۷۷۳)

الفرائد : ① آپ ﷺ بھلائی کے کاموں کے لئے فرصت کے متلاشی رہتے عشرہ اخیرہ رمضان کو اعتکاف سے خالی نہ رہنے دیتے تھے۔

۱۲۷۰ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے وفات پائی۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی اعتکاف کیا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ عشرہ واخر سے مراد آخری عشرہ ہے۔ خواہ وہ نو دن کا ہو یا دس دن کا۔ حتی سے غایت ذکر کی جو دوام کو ثابت کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ پھر آپ کی ازواج نے آپ کی وفات کے بعد اسی عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۰۲۷) ومسلم (۵/۱۱۷۲) وأبو داود (۲٤٦۲)

الفرائد : ① عشرا واخر رمضان کا اعتکاف تسلسل کے ساتھ آپ سے ثابت ہے ② ازواجِ مطہرات کا اعتکاف بھی اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۲۷۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَیَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۲۷۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس روز اعتکاف فرماتے تھے۔ جب وہ سال آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

تشریح ۞ اوّلاً آپ ﷺ نے پہلے دونوں عشروں میں قیام فرمایا پھر معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے تو اس میں قیام فرمایا۔ جیسا کہ بخاری باب الاعتکاف روایت ابوسعید میں موجود ہے۔ **فلما کان عام الذی قبض فیه** : عبادت میں خوب محنت کے لئے اور اجل کے قرب کی وجہ سے بیس روز اعتکاف فرمایا۔ آپ ﷺ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع بھی دی اور جبرئیل علیہ السلام کے قرآن مجید کے دو مرتبہ دَور کرنے سے بھی آپ ﷺ نے یہ معلوم کر لیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں خوب محنت کرنی چاہئے اور عمر کے اختتام پر دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ روزہ اعتکاف کے ساتھ ہونا ضروری ہے اور وقت بھی طویل ہونا مناسب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں جس کو لبث کہا جا سکے اتنی دیر بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔ روزہ ضروری نہیں۔ احناف کے ہاں سنت علی الکفایہ اعتکاف کے لئے روزہ اور مسجد دونوں شرط ہیں۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۰٤٤)

الفرائد : ① عمر جتنی زیادہ ہو اعمالِ خیر میں اتنا اضافہ ہونا چاہئے ② رمضان میں آپ ﷺ کی عبادت میں اور اضافہ ہو جاتا۔

کتاب الحج

تشریح ۞ **الحج**: حا کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ قصد یا کثرت سے جانا اس چیز کی طرف جس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ شرعی طور پر مخصوص اعمال کے ساتھ بیت اللہ کا قصد کرنا۔ اس میں اصل کتاب وسنت اور اجماع ہے۔ یہ قدیم شرائع میں بھی پایا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ آدم علیہ السلام نے چالیس سال ہند سے پیدل چل کر بیت اللہ کا حج کیا اور جبرئیل علیہ السلام نے ان کو بتلایا کہ اس گھر کا طواف تم سے پہلے ملائکہ سات ہزار سال سے کر رہے ہیں ابن اسحٰق نے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھیجا اس نے حج کیا اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ ہر پیغمبر نے حج کیا۔ بعض نے ہود وصالح علیہما السلام کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ ہم پر ہی واجب ہوا اور اس نے یہ انوکھی بات کہی۔ صحیح یہ ہے کہ افضل ترین عبادات سے ہے۔ قاضی حسین کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ عبادات میں اس لئے افضل ہے کیونکہ مال وبدن دونوں کے اعمال پر مشتمل ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [آل عمران: ۹۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اللہ کا حق لوگوں کے ذمہ اس کے گھر کا حج ہے جو ان میں سے اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہیں''۔ (آل عمران)

تشریح ۞ **الناس**: یہ نوس سے بنا ہے جس کا معنی حرکت کرنا ہے۔ حج کے اس حکم میں جنات بھی داخل ہیں اور مادہ نوس کی وجہ سے وہ بھی اس میں داخل ہو گئے۔ (عباب اللغۃ)

علامہ سبکی نے صراحت سے لکھا ہے کہ صاحب استطاعت پر حج فرض ہے۔ **البیت**: کعبہ کو بطور علم تغلیباً البیت کہا جاتا ہے۔ **من استطاع الیه سبیلاً**: یعنی زاد وراحلہ سے اس کی تفسیر مستدرک میں مرفوعاً منقول ہے۔

اَلْحَجُّ: من اس میں مصدر مضاف للمفعول کا فاعل ہے۔ یعنی **و الله علی الناس ان یحج البیت المستطیع منهم**۔ اگر استطاعت والے حج نہ کریں تو تمام لوگ گنہگار رہوں گے۔ ۲) ان میں سے بدل البعض ہے اور ضمیر رابط مقدر ہے۔ ای **منهم**۔ بیضاوی کا یہی قول ہے۔ ۳) مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ من موصولہ یعنی شرط متضمن ہے یا من شرطیہ خبر اور جواب محذوف ہے اور مبتداء والے قول کی تائید اس قول سے ہوتی ہے: **و من کفر فان الله**۔

و من کفر فان الله غنی عنی العالمین: بیضاوی کہتے ہیں **من لم یحج** کی بجائے **من کفر** فرما کر وجوب حج کی تاکید اور تاکید پر شدید وعید کر دی۔ اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **من مات ولم یحج فلیمت ان شاء الله یهودیاً او نصرانیاً**۔ حج نہ کرنے والا یہودی یا نصرانی ہو کر مرے یعنی اس سے تعلق نہیں۔ حج کے وجوب پر کئی وجوہ سے روشنی ڈالی: ۱) صورت خبر میں لائے اور جملہ اسمیہ صورت میں ظاہر کیا' ۲) اس انداز سے اس کو ذکر کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کی گردن

میں یہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے‘ ۳) پہلے حکم کو عام پھر تخصیص کے انداز میں ذکر کیا یہ اسی طرح ہے جیسا ابہام کے بعد وضاحت کی ہو اور مراد پر تنبیہ اور مراد کو دوبارہ بیان کیا جائے اور حج کے چھوڑنے کو کفر سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کفار کا فعل ہے اور استغناء کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور بندے کی رسوائی کو ظاہر کرتا ہے۔ عن العالمین : یہ اس سے بدل ہے کیونکہ اس سے تعمیم میں مبالغہ اور استغناء پر بطور برہان کے ذکر کیا اور اس پر مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ شدید ہے کیونکہ حج نفس کو ذلیل کرنے‘ بدن کو تھکانے‘ مال خرچ کرنے اور شہوات سے الگ ہو جانے اور مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا نام روایات میں وارد ہے کہ جب آیت کا پہلا حصہ اترا تو رسول اللہ ﷺ نے ارباب حل کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا پس تم حج کرو ایک مذہب والوں نے آپ ﷺ کی بات مان لی بقیہ پانچ مذاہب والوں نے انکار کر دیا‘ تو یہ آیت اتری: ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔

۱۲۷۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ، وَحَجِّ الْبَيْتِ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں‘ (۲) نماز قائم کرنا‘ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا‘ (۴) بیت اللہ کا حج کرنا‘ (۵) رمضان کے روزے رکھنا"۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ ایک نسخہ میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں: بنی الاسلام علی خمس: الصلوٰۃ والزکوٰۃ میں الف لام عہد کا ہے۔ حج البیت : جو اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتا ہو جیسا دوسری روایات میں وارد ہے مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا (مگر ہر جگہ نہیں)۔

تخریج : باب الأمر بالمحافظة علی الصلوة میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۞ ۞ ۞

۱۲۷۳ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا" فَقَالَ رَجُلٌ : "اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ : "ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ ، فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَآئِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا۔ پس تم حج کرو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کیا ہر سال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔اس نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اگر میں نَعَمْ کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا:'' جو بات میں چھوڑ دوں تم بھی مجھے چھوڑ دو(سوال نہ کرو) بلاشبہ تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حتی الامکان انجام دو اور جب کسی بات سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔'' (مسلم)

تشریح ۞ **خطبنا** : یہ علیٰ سے متعدی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی (المصباح) فقال فاتفسیر یہ ہے۔ **فحجوا** : تم اس واجب کو ادا کرو۔ **رجل** : ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں اس سے اقرع بن حابس مراد ہیں۔ جیسا روایت احمد' نسائی' دارمی میں متعین طور پر وارد ہے۔ **أكل عامه**۔ یہ نصب کے ساتھ فرض مقدر کا ظرف ہے۔ **فسكت** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سے خاموشی اختیار فرمائی۔ **حتي قالها ثلاثا** : اس نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی مگر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ یہ خاموشی اس لئے تھی تا کہ اس کے غیر واقعی سوال پر ڈانٹ پلائیں۔ اس کی چند وجوہ تھیں :۱) امر کی دلالت خود مدت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس سے زائد کے لئے خارجی دلیل کی ضرورت ہے۔ پس اس کے سوال کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ۲) سوال میں تعنت کا اشتباہ ہوتا تھا کیونکہ غیر ضروری بات کا سوال تھا۔ ۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام کی وضاحت و بیان سے تبلیغ کا امر تھا۔ اگر تکرار لازم ہوتا تو آپ صراحۃً بتلاتے اگرچہ سوال نہ بھی ہوتا پس اس صورت میں سوال بیکار تھا۔ ۴) اگر بات کو دھرانے سے آپ دیکھتے کہ مخاطب خبردار نہیں ہوا تو پھر جواب پر قناعت نہ کرتے بلکہ توبیخ فرماتے۔ **وقلت نعم لو جبت** : اگر نعم کہہ دیتا تو ہر سال حج لازم ہو جاتا۔ **ولما استطعتم** : کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے۔ اسی وجہ سے کلام کو آیا جو انتقفائے ثانی کے لئے آتا ہے۔ پہلے کے انتفاء کی وجہ سے۔ گویا وہ اصل کے اعتبار سے ہر سال لازم نہیں۔ پس قضاء و نذر سے وجوب کے منافی نہ ہوا' ۲) امر وجوب کے لئے ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور احکام تو سہولت کے لئے ہیں' صعوبت کے لئے نہیں۔ عاقل کو مناسب ہے کہ وہ تکلیف مالایطاق کا سامنا نہ کرے اور ایسی بات نہ پوچھے کہ اگر اس کو ظاہر کر دیا جائے تو اسے برا معلوم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لا تسالوا عن اشياء ان تبدلكم تسوكم** (المائدۃ)

ذروني ما تركتكم : یہ سائل کو بطور زجر فرمایا کہ میں شریعت کی وہی بات بتلاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائی جاتی ہے۔ میں جس چیز کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے بقدرِ ضرور بیان کر دیتا ہوں۔ اس میں کوئی کمی نہیں رہنے دیتا جس بات کو میں وضاحت کے بغیر چھوڑ دوں اسے اسی طرح چھوڑ دو۔ **بكثرة سؤالهم** : پہلی امتیں اپنے انبیاء سے تعنت و تکذیب کے طور پر بے جا سوال کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا شکار بنی۔ **واختلافهم عمل انبيائهم**۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق وہ باتیں کہہ دیتے جو انہوں نے نہ کہی ہوتیں اور جو کہی ہوتیں ان میں اپنی خواہشات کی خاطر تحریف کر دیتے۔ اتباعِ رسل سے کمزوری دکھاتے۔ **فاذا امرتكم بشي** : جیسے جو آدمی طہارت کے بعض اعمال سے عاجز ہو جائے یا نماز کے کسی رکن یا شرط کو ادا نہ کر سکتا ہو اپنی ہمت میں جو کچھ ہے اس کو ادا کرے۔ وہ نہیں جس سے عاجز ہوا ہے۔ **واذا نهيتكم**: اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اوامر میں استطاعت کی قید ہے۔ نواہی میں نہیں کیونکہ سب سے بہتر تو جلب منافع ہے اور نواہی تو مفاسد کا دفاع ہے اور مفاسد کی روک تھام جلب منافع سے مقدم ہے۔ ان میں درگزر کی جائے گی جب تک ان میں تسامح نہ برتا جائے۔ یہ روایت

اسلام کے عظیم الشان قواعد پر مشتمل ہے۔اس میں بے شمار احکامات ہیں یہ جوامع الکلم سے ہے۔ باب محافظۃ السنۃ میں پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱۰۶۱۲) ومسلم (۱۳۳۷) والنسائی (۲۶۱۸) وابن حبان (۳۷۰٤) والدارقطنی (۲۸۱/۲) والبخاری (۷۲۸۸) وابن حبان (۱۸-۲۱)

الفرائد : ① حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے ② فضول سوالات سے گریز کرنا چاہئے ③ حسب استطاعت دین کے کاموں پر مواظبت اختیار کرنی چاہئے۔

۱۲۷٤ : وَعَنْهُ قَالَ :سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ :"اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" قِیْلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :"الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" قِیْلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :"حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْمَبْرُوْرُ" ھُوَ الَّذِیْ لَا یَرْتَکِبُ صَاحِبُہٗ فِیْہِ مَعْصِیَۃً۔

۱۲۷٤: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔'' پھر کہا گیا۔اس کے بعد کون سا؟ فرمایا:''اللہ کی راہ میں جہاد۔'' سوال کیا گیا پھر کون سا؟ فرمایا:''مقبول حج۔'' (بخاری و مسلم)

"اَلْمَبْرُوْرُ" : وہ حج جس میں حج کرنے والا کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

تشریح ۞ یہ سائل ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (التوشیح) **ای العمل افضل** :اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب کا باعث ہیں۔ایمان باللہ: یہ دل کا عمل ہے کیونکہ اس کا مطلب جو کچھ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس سب کی تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار بھی لازم ہے اس سے تمام احکامات اس پر لاگو ہوں گے۔ **الجھاد فی سبیل اللہ** توشیح میں سیوطی لکھتے ہیں: جہاد کو افضل فرمایا شاید یہ مخاطب کے لحاظ سے فرمایا کیونکہ اس وقت کفار کی شوکت کو توڑنے کی ضرورت تھی۔پس اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جہاد ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اس لحاظ سے وہ نماز سے بھی افضل ہے۔پس یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں۔اسلام کی بنیاد کا مضبوط کرنا نماز سے بہتر ہے۔پس **خیر اعمالکم الصلوٰۃ** کے خلاف نہیں اور نہ اس روایت کے مخالف ہے کہ **افضل عمل الصلوٰۃ علی میقاتھا**۔ پھر میں نے عرض کیا پھر کونسا آپ نے فرمایا والدین سے احسان کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا (بخاری و مسلم) یہاں ایمان کے بعد حج اور جہاد کا ذکر فرمایا ہے اور حدیث ابوذر میں حج کے بدلے غلام آزاد کرنا اور حدیث ابوموسیٰ میں زبان و ہاتھ سے سلامی اور حدیث ابن مسعود میں **الصلوٰۃ ثم البر ثم الجھاد** کا تذکرہ ہے۔نووی کہتے ہیں اصل جوابات کا اختلاف سائلین کے حالات کے اختلاف اور مخاطبین کی ضروریات کے لحاظ سے ہے اور اس بات کا تذکرہ فرمایا گیا جس کو سائل نہ جانتا تھا اور جس کو جانتا تھا اس کو ترک کر دیا گیا۔ **قیل ثم ماذا؟ قال حج مبرور**: مبرور یہ اسم مفعول ہے۔طاعت کو کہتے ہیں۔ایسے حج کو کہا جاتا ہے جس میں کسی چھوٹے گناہ سے بھی بچا جائے۔احرام سے حلال ہونے تک بعض نے کہا حج مقبول جس کی علامت یہ ہے کہ جن

باتوں سے پہلے غافل تھا اب اس کا عامل بن جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷۶۹۳) والبخاری (۲۶) ومسلم (۸۳) والترمذی (۱۶۵۸) والنسائی (۵۰۰۰) والدارقطنی (۲/۲۰۱) وابن حبان (۱۵۳) وأبو عوانة (۱/۶۱/۶۲) والبیهقی (۹/۱۵۷)

الفرائد : ① ایمان اعمالِ بدنیہ سے ہے کیونکہ اعمالِ بدنیہ ایمان کو مکمل کرنے والے ہیں' اسی طرح جہاد اور حج مبرور کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔

۱۲۷۵ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۵: حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں: ''جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش گوئی اور فسق و فجور نہ کیا تو وہ اس طرح لوٹا جیسے کہ آج ہی اسکی ماں نے اسکو جنم دیا۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جس نے حج ادا کیا۔ **لم یرفث** :اس میں لغویات کا ارتکاب نہ کیا۔ **ولم یفس** :نہ صغیرہ پر اصرار کیا اور نہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ **رجع** :وہ اپنے حج سے ایسے حال میں لوٹے گا۔ **کیوم ولدته امه**۔اللہ تعالیٰ حج سے اس کے وہ تمام صغائر معاف کر دیئے جاتے ہیں۔جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ پہلے ہم لکھ آئے۔ترمذی میں بعض الفاظ کا فرق ہے : **غفر له ما تقدم من ذنبه**۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷۱۳۹) والبخاری (۱۵۲۱) ومسلم (۱۳۵۰) والترمذی (۸۱۱) والدارمی (۱۷۹۶) والحمیدی (۱۰۰۴) والطیالسی (۲۵۱۹) وابن حبان (۳۷۹۴) وابن خزیمة (۲۵۱۴) والدارقطنی (۲/۲۸۴) والبیهقی (۵/۲۶۲)

الفرائد : اگر حج خالص رضاء الٰہی کے لئے کیا جائے تو وہ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

۱۲۷۶ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "الْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان والے گناہوں کو مٹانے والا ہے اور حج مبرور کا بدلہ تو سوائے جنت کے اور کوئی چیز نہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **کفارہ** :یعنی گناہوں کا کفارہ بننے والے ہیں مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے صغائر بطو حقوق اللہ سے متعلق ہیں وہ مراد ہیں۔ذنوب اور خطایا سے یہی مراد ہے۔ **والحج المبرور ولیس له جزاء الا الجنة** :اس میں احتمال ہے کہ اس آدمی کو ہر گناہ سے توبہ کی توفیق ہو جائے اور باقی عمر وہ گناہوں سے بچ جاتے تو جنت کے فائزین سے بن جائے گا۔

تخریج : أخرجه مالك (۷۷۶) وأحمد (۹۹۵۵) والبخاری (۱۷۷۳) ومسلم (۱۳۴۹) والترمذی (۹۳۳)

والنسائي (٢٦٢٨) وابن ماجه (٢٨٨٨) وابن حبان (٣٦٩٦) وابن خزيمة (٢٥١٣) وعبد الزاق (٨٧٩٩) والبيهقي (٤/٣٤٣) .

الفرائد : کثرت سے عمرے اور حج مبرور تکفیر ذنوب اور دخولِ جنت کا سبب ہے۔

۱۲۷۷ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ : "لٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ : حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۷۷: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جہاد کو افضل ترین خیال کرتی ہیں۔ کیا ہم جہاد نہ کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افضل جہاد حج مبرور ہے"۔ (بخاری)

تشریح ۞ نرٰی : اعتقاد رکھنے کے معنی میں ہے۔ افلا نجاهد : تاکہ جہاد کا ثواب حاصل کریں۔ لکن افضل الجهاد و حج مبرور : لکن حال ہے اور افضل مبتداء اور حج اس کی خبر ہے۔ دمامینی کا قول درست ترکیب یہ ہے لیکن یہ خبر ہے اور حج اس کا بدل یا محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت ھو حج مبرور ہے۔ ضمیر افضل الجهاد مبتداء کی طرف راجع ہے۔ (۲) اگر یہ لکن ھھو افضل اس کا اسم اور حج خبر لیکن متدرک مقدر ہونا چاہئے اور استدراک کے بعد ظرف کی ضرورت ہے۔ افضل یہ لکن حج مبرور یہ اس آیت کی طرح ہے: وقرن فی بیوتکن ...... (۳۳) گھروں کو لازم پکڑنے کی وجہ سے یہ فرض کے لئے نہیں۔ ایک اور روایت میں استأذنت النبی صلی الله علیه وسلم فی الجهاد فقال جهاد کن الحج۔ نسائی، ابن ماجہ اور نسائی میں یہ الفاظ زائد بھی ہیں: قلت یا رسول الله افلا نخرج فنجاهد معك۔ اس میں حج کو جہاد سے تعبیر کرنے میں بڑی منقبت ہے۔ عورتوں کو خصوصاً اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٤٤٧٦) والبخاري (١٥٢٠) والنسائي (٢٦٢٧) وابن ماجه (٢٩٠١) وابن حبان (٣٧٠٢) وعبد الرزاق (٨٨١١) والبيهقي (٤/٣٢١)

الفرائد : عورتوں کے لئے حج کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔

۱۲۷۸ : وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا مِنْ يَّوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۷۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی ایسا دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اتنے بندوں کو آگ سے آزاد فرماتے ہیں۔ جتنے اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن فرماتا ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ ما پر من کا اضافہ استغراق نفی کے لئے۔ اکثر منصوب ہو یا یہ ما کی خبر ہے۔ من النار یہ یعتق سے متعلق ہے۔ من یوم عرفة۔ یہ اکثر سے متعلق ہے۔ اس عرفہ کے دن کی حاضری کی فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے کہ وہ آزادی نار کا دن

ہے۔اس حدیث کا آخری حصہ اس طرح ہے: **وانه لیدنو ثم ویباهی الملائکة فیقول ما اراد هؤلا۔**

تخریج : أخرجه مسلم (١٣٤٨) والنسائی (٣٠٠٣) وابن ماجه (٣٠١٤) وابن خزیمة (٢٨٢٧) والحاکم (١/١٧٠٥) والدارقطنی (٢٧٦٦)

الفوائد : یوم عرفہ کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔فرشتوں پر مباہات گویا **انی اعلم مالا تعلمون** کا اظہار ہے۔

۱۲۷۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً - اَوْ حَجَّةً مَعِيَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۹:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے"۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ خواہ اس کا احرام رمضان میں باندھا گیا ہو اور اعمال شوال میں ادا کرے۔تعدل: برابری کرنا۔او : راوی کو شک ہے حجۃ صرف کہا یا حجۃ معی فرمایا۔طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے **عمرة فی رمضان کحجة معی**۔(جامع صغیر) اس میں کوئی فرق نہیں کہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا گیا ہو یا تنعیم سے اور اس میں یہ بھی تخصیص نہیں کہ یہ تو ایک عورت کے بارے میں ارشاد ہوا جو آپ ﷺ کے ساتھ حج نہ کر سکی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اعتمری ان عمرة فی رمضان تعدل حجة معی**...... کیونکہ خصوصی سبب کا اعتبار نہیں عموم لفظ کا اعتبار ہے اور تعدل کا وہی معنی ہے جو اس ارشاد میں ہے: **ان قرأة الاخلاص تعدل ثلث القران** کہ قلیل میں کثیر میں اضافے کے بغیر برابر ثواب مل جائے تاکہ قلیل و کثیر میں برابری لازم نہ آئے تاکہ لوگوں کے کثیر سے اعراض کا باعث بنے۔طیبی نے اسے مبالغے پر محمول کیا اور کہا ناقص کو کامل کے ساتھ بطور ترغیب ملایا گیا ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزوری عاجز بندوں پر احسان فرمایا جو کثیر سے عاجز ہیں تاکہ وہ اقویا مراتب کو پاسکیں۔جن کو کثیر کی قدرت ہے۔اس سے نہ تو کثیر سے اعراض لازم آتا ہے کیونکہ ان کا فرق بتلا دیا گیا۔حدیث میں فرمایا گیا ہے:"**ان ثواب العمل القلیل یزید بزیادہ شرف الوقت**" جیسا کہ کثیر کا ثواب مزید حضور اور دوام شہود دونوں چیزیں جن کے ذریعے آدمی ایسے بڑے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو ان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رمضان والی یہ فضیلت ذی القعدہ میں بھی مل جاتی ہے اور ذوالقعدہ کے عمرہ کے اس سے کم درجہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ وہ مصلحت کی خاطر تھا۔مصلحت یہ تھی کہ جاہلیت میں اشہر حج میں عمرے کو بڑا گناہ خیال کیا جاتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل سے اس رسم کو باطل کیا اور آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ بھی اسی ماہ میں کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی بات کو نکال باہر کیا جائے اور رمضان میں مکہ میں حاضری کے باوجود آپ کا عمرہ نہ کرنا۔اہل مکہ کے مصالح میں مصروفیت کی وجہ سے اور پھر فوراً ہی حنین و طائف کے غزوات کی تیاری کی وجہ سے آپ ﷺ عمرہ نہ کر سکے۔اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے بعد فرمایا اور اس کے بعد اگلا رمضان آیا ہی نہیں کہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

تخریج: أخرجه أحمد (١/٢٠٢٥) والبخاری (١٧٨٢) وابن حبان (٣٧٠٠) وابن خزیمة (٣٠٧٧) والطبرانی (١٢٩١١)

الفرائد: رمضان کے عمرہ کی عظیم فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے برابر ہے۔

١٢٨٠ : وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِى الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ :"نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۸۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرائض میں سے فریضۂ حج نے میرے باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ہے۔ وہ سواری پر سوار ہونے کے قابل نہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **امراۃ**: یہ قبیلہ خثعم کی عورت ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں موجود ہے۔ **ادرکت ابی**۔ مجاز عقلی ہے سبب کی طرف نسبت ہے۔ **لا یثبت علی الراحلہ**: یہ جملہ محل صفت یا حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ **افا حج عنه**: کیا اس پر حج واجب ہے کیا میں اس کی نیابت میں اس کی طرف سے کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس سے معلوم ہوا معذور لنجے کی طرف سے حج کیا جائے۔

نسائی کے الفاظ اس طرح ہیں: **ان امراۃ سالت سیدنا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن امها ماتت ولم تحج قال' حجی عن أمك**۔ مگر یہ روایت مرسل صحابی ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (٨٠٦) وأحمد (٣٢٣٨) والبخاری (١٥١٣) ومسلم (١٣٣٤) وأبو داود (١٨٠٩) والترمذی (٩٢٨) والنسائی (٢٦٣٣) والدارمی (١٨٣١) وابن حبان (٣٩٨٩) وابن خزیمة (٣٠٣١) وابن ماجه (٢٩٠٩) والطبرانی (٧٢٣١/١٨)

الفرائد : ① دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا درست ہے ② والدین کے سلسلے میں خوب توجہ و اہتمام کرنا چاہئے اور ان کے مصالح جو امور دین و دُنیا سے متعلق ہوں ان کا پورا لحاظ کرنا چاہئے۔

١٢٨١ : وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَ : اِنَّ اَبِىْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ ، وَلَا الْعُمْرَةَ ، وَلَا الظَّعْنَ قَالَ : "حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

۱۲۸۱: حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں۔ وہ حج کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ عمرہ کر سکتے ہیں نہ ہی سواری پر سفر کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے بن صبرہ بن عبداللہ بن المنتفق بن عامر بن عقیل بن کعب بن عامر بن صعصعہ ابورزین العقیلی۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ صحابی ہیں وفد کی صورت میں آتے تھے۔ ابوعمرو کہتے ہیں لقیط بن عامر العقیلی ہیں ان کی کنیت ابورزین ہے۔ ان کی کنیت غالب آ گئی۔ ان کو لقیط بن صبرہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو لقیط بن المنتفق بھی کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے ابن صبرہ کہا انہوں نے دادا کی طرف نسبت کی۔ صبرہ بن عبداللہ بن المنتفق یہ بنوالمنتفق کی طرف سے آنے والے وفد میں تھے۔ بعض نے کہا کہ لقیط بن عامر لقیط بن صبرہ کے علاوہ ہیں' مگر یہ غلط ہے۔ ان سے ان کے بیٹے عاصم بن لقیط سے اور ان کے بھتیجے وکیع بن عدس اور عمرو بن اوس وغیرہم نے روایت کی ہے۔ ترمذی نے العلل میں ذکر کیا کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری کو کہتے سنا کہ ابورزین العقیلی ہی لقیط بن عامر ہیں اور وہی میرے نزدیک لقیط بن صبرہ ہیں۔ میں نے سوال کیا کیا ابورزین وہی لقیط بن صبرہ ہیں تو انہوں نے نعم میں جواب دیا۔ ترمذی کہتے ہیں اکثر محدثین ابن صبرہ کو ابن عامر مانتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی سے سوال کیا تو انہوں نے ابن صبرہ کو ابن عامر ماننے سے انکار کر دیا۔ امام مسلم نے بھی ان دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے۔ (العلل الترمذی' اسد الغابہ) مزی نے اطراف بھی ان کو الگ الگ قرار دیا ہے اور ہر ایک کے حالات لکھے ہیں: باب مسائل من الصوم میں لقیط بن صبری کے حالات گزارے۔ **لا یستیطع** یعنی بذاتِ خود حج کی قدرت نہیں رکھتا۔ نہ پیدل اور نہ کجاوے پر۔ **قال حج**: اس میں دلیل ہے کہ اپاہج کی طرف سے حج کیا جائے۔ صرف فرائض حج میں نائبت ہوگی۔

تخریج : اخرجه احمد (١٦١٨٤) و ابو داود (١٨١٠) والترمزی (٩٣١) النسائی (٢٦٣٦) وابن ماجه (٢٩٠٦) وابن حبان (٣٩٩١) وابن خزیمة (٢٠٤٠) والحاكم (١/١٧٦٨) والطبرانی (١٩/٤٥٧) وابن لاجارود (٥٠٠) والبیهقی (٤/٣٢٩)

الفرائد : ① اگر والدین بعض اعلیٰ اعمال سے عاجز ہوں تو ان کی نیابت کی جا سکتی ہے۔

١٢٨٢ : وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "حُجَّ بِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۸۲: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا جبکہ میری عمر سات سال تھی۔ (بخاری)

تشریح ۞ سائب بن یزید: یہ سمرکندی کے بھانجے ہیں' ان کے حالات باب **استحباب جعل النوافل فی البیت** میں گزرے۔ **حج**: یہ مبنی للفاعل ہے۔ **الوداع**: یہ مصدر ہے کیونکہ اس میں لوگوں سے آپ جدا ہوئے۔ واؤ کے فتحہ سے یہ اسم مصدر ہے۔ **انا ابن سبع سنین**: اس میں چھوٹے بچے کے حج کا ثبوت ہے۔ جب سمجھدار ہو نسک بھی انجام دے گا۔ پھر بلوغ کے بعد دوبارہ حج کرے گا۔ بخاری میں الفاظ کا اختلاف ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (١٨٥٨) والترمذی (٩٢٦)

الفرائد : ① چھوٹے بچے کا حج درست ہے مگر جب بالغ ہوگا تو اسے فرض حج کرنا ہوگا ② بچوں کی دینی تربیت کے لئے

ان کو چھوٹی عمر میں نیک کاموں پر لگانا چاہیے۔

۱۲۸۳ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ : "مَنِ الْقَوْمِ؟" قَالُوْا : اَلْمُسْلِمُوْنَ قَالُوْا : مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَتِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ : "نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۸۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مقام روحاء میں ایک قافلے کو ملے۔ آپ نے فرمایا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا مسلمان ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: " میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس وقت ایک عورت نے ان میں سے ایک بچے کو بلند کر کے پوچھا کیا اس کا حج ہے۔؟ فرمایا جی ہاں اور اجر تمہیں ملے گا۔ (مسلم)

تشریح ۞ رکبا : جمع راکب یا اسم جمع ہے جیسا صحب' صاحب راکب کی جمع رکبانا بھی آتی ہے۔ الروحاء : یہ مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر الفرع کا ایک قصبہ ہے۔ مسلم نے باب الاذان میں لکھا ہے۔ صاحب مطالع نے چالیس میل کا فاصلہ بتلایا۔ ابن ابی شیبہ نے تیس میل۔ (تہذیب النووی) المسلمون ای نحن المسلمون : ہم مسلمان ہیں۔ من انت : ابوداؤد میں انتم کا لفظ ہے۔ فرفعت امرأة صبیاً۔ ابوداؤد میں ففزعت امرأة فاخذت بعضد صبی واخرجته من محفتها۔ بچے کو بازو سے پکڑا اور پالکی سے باہر نکالا۔ الھذا حج : کیا اس کی طرف سے احرام باندھنے میں ثواب ملے گا۔ اگر اس کو ناسمجھ خیال کیا جائے۔ جیسا کہ الفاظ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ نعم ولك أجر : اس کو اٹھانے اور احرام کے خلاف چیزوں سے بچنے پر اجر ملے گا یا اس کی طرف سے احرام باندھنے پر اجر ملے گا اگر والد کی طرف سے وصیت ہوگی تو پھر اس کا اذن واجازت وصی کے لئے ضروری ہوگی کیونکہ احرام مال کے ولی کے لئے درس ہے خواہ وہ باپ ہو یا دادا یا ان کا ماذون۔ علماء شوافع کہتے ہیں بچے کی نیکیوں کا ثواب لکھا جائے گا اور بالا جماع اس کا گناہ نہ لکھا جائے گا۔ اسی طرح اصل کے لئے فرع کے عمل کا ثواب تو لکھا جاتا ہے۔ مگر اس کی سیئات کا گناہ اس کے ذمہ نہیں پڑتا۔

تخریج : أخرجه مالك (٩٦١) وأحمد (١٨٩٨) ومسلم (١٣٣٦) وأبو داود (١٧٣٦) والترمذی (٩٢٥) والنسائی (٢٦٤٦) وابن حبان (١٤٤) وابن خزيمة (٣٠٤٩) وابن الجارود (٤١١) والطيالسی (٢٧٠٧) والحميدی (٥٠٤) وأبو يعلى (٢٤٠٠) والبيهقی (١٥٥/٥)

الفرائد : ① بچے کو اس کے حج کا اور اس کے والدین کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔

۱۲۸۴ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَّكَانَتْ زَامِلَتَهٗ – رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۸۴: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور یہی

آپ ﷺ کی سواری تھی۔ (بخاری)

تشریح ۞ اس حج سے حجۃ الوداع ہی مراد ہے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے یہی حج کیا۔ رحل : کجاوہ یہ آپ نے محمل و پالکی کے بغیر کجاوے پر حج فرمایا۔ زاملتہ۔ زاصل وہ اونٹ جس پر سامان' کھانا لادا جاتا ہے۔ زمل : بوجھ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے آپ کے ساتھ کوئی سامان اٹھانے والا الگ اونٹ نہ تھا بلکہ جو کچھ سامان تھا وہ اسی اونٹنی پر ساتھ لدا ہوا تھا۔ وہی آپ کی راحلہ وزاملہ تھی۔ عدوہ کہتے ہیں کہ لوگ جب حج کرتے تو ان کے ساتھ زادِراہ کے اونٹ ہوتے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے زادِراہ کے اونٹوں کے بغیر حج کیا۔ روایت ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: **حج النبی صلی اللہ علیه وسلم علی رحل رث و قطیفة خلقة تسوی اربعة دراهم ولا تسوی' ثم قال اللهم اجعله حجًا لاریاءً فیه ولا سمعةً۔**

تخریج : أخرجه البخاری (۱۵۱۷)

الفرائد : آپ ﷺ کی انتہائی تواضع اور مظاہر ریا و دکھلاوے سے کوسوں دُور رہنا ثابت ہو رہا ہے۔

۞ ۞

۱۲۸۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَتْ عُكَاظُ ' وَمَجَنَّةُ ' وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۸۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ' مجنۃ' ذوالمجاز یہ جاہلیت کے زمانہ میں بازار لگتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حج کے ایام میں تجارت کو گناہ خیال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاح اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ......﴾ کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی مواسم حج۔ (بخاری)

تشریح ۞ **عکاظ** : یہ غراب کے وزن پر ہے۔ جاہلیت کے مشہور بازاروں سے ہے جو کہ قرن منازل سے بالائی جانب طائف کے علاقہ یمن کی راہ پر لگا کرتا تھا۔ ابوعبید کہتے یہ برابر صحراء ہے جہاں پہاڑ و ٹیلہ نہیں۔ یہ نجد و طائف کے درمیان واقع ہے۔ ذی القعدہ میں یہاں پندرہ دن تک ایک بازار لگتا تھا۔ پھر وہاں سے مکہ کی طرف ایک نچلی جگہ میں وہ بازار آ جاتا۔ اس مقام کو سوق مجنہ کہتے تھے۔ وہاں ذوالقعدہ کے بقیہ دنوں میں بازار لگتا۔ پھر وہاں کے قریبی علاقہ میں وہ بازار منتقل ہو جاتا۔ اسے ذوالمجاز کہا جاتا تھا۔ وہاں آٹھویں ذی الحجہ تک بازار لگتا۔ پھر وہاں سے وہ منیٰ میں آ جاتے۔

وہب کو اہل حجاز مؤنث اور بنوتمیم مذکر مانتے ہیں۔

اسوا قا فی الجاھلیة : یہ جن کا اوپر تذکرہ ہوا زمانہ جاہلیت کے منعقدہ بازار تھے۔ جاہلیت کا زمانہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے بہت سی جہالتیں' رسمیں صادر ہوئیں۔ **فتاثموا من یتجروا فی المواسم**: حج کے موقعہ پر تجارت کو انہوں نے

گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی: **لیس علیکم جناح**: یعنی گناہ **ان تبتغوا ای فی ان تبتغوا**۔ اس میں کہ تم تلاش کرو، کماؤ۔ **فضلاً**: اس سے مراد تجارت ہے۔ **فی موسم الحج**: یہ تفسیر راوی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تجارت صحت حج کے منافی نہیں۔ اگرچہ کامل توجہ الی اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ حجاج اس سے فارغ ہوں۔ اگر دینی مقصد ہو تو ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے عموم سے لیا جائے گا: **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ**۔ یہ ہر اس عمل کا حکم ہے جس میں دینی و دنیوی قصد شامل ہو۔

تخریج : اخرجه البخاری (۱۷۷۰)

الفرائِد : حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں مگر افضل یہ ہے کہ دِل تمام شہواتِ دُنیا سے بالکل پاک ہو۔

کتاب الجہاد

۲۴۳ :بَابُ فَضْلِ الْجِهَاد

بَابٌ: جہاد کی فضیلت

تشریح ۞ **الجہاد**: دین کی سربلندی کے لئے کفار سے لڑنے کو جہاد کہتے ہیں۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [التوبة:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰى :﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ، وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ، وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة:٢١٦] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [التوبة:١١١] وَقَالَ تَعَالٰى :﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ ، وَالْقُرْآنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ، وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة:١٢] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً ، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ، وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:٩٥] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ؟ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ، وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الصف:١٠-١٣]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جس طرح وہ تم سے پورے (اکٹھے) لڑتے ہیں اور یقین کرلو بے شک اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم پر لڑائی فرض ہے۔ حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ (البقرہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ کی راہ میں نکلو خواہ تم ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں سے اس کی راہ میں جہاد کرو۔ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے' اس طرح کہ اس کے بدلے میں ان کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ سچا کیا گیا ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ کون ہے جو اپنے وعدے کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پورا کرنے والا ہو۔ پس تم اپنے اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا۔ خوش ہو جاؤ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ مؤمن جو بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ رہنے والے ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں۔ دونوں برابر نہیں۔ ان کو بیٹھے رہنے والوں پر درجہ حاصل ہے۔ سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر بڑے اجر کے لحاظ سے فضیلت دی اور اپنی طرف سے درجات' بخشش' رحمت بھی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ (النساء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دینے والی ہو؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں اور ہمیشہ کی جنتوں میں پاکیزہ مکانات' یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور دوسری چیز جس کو تم پسند کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور قریبی فتح ہے اور ایمان والوں کو آپ خوشخبری دے دیں۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ.

آیات اس سلسلے میں بہت معروف ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فِيْ فَضْلِ الْجِهَادِ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ فَمِنْ ذٰلِكَ.

جہاد کی فضیلت میں احادیث بھی شمار سے باہر ہیں۔

تشریح ۞ ۱) **کافه**: اکٹھے۔ **کما یقاتلونکم کافه**۔ یہ اہل کتاب میں سے ذمیوں کے علاوہ کفار سے متعلق ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: **قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ** (الی) **ید ھم صاغرون** [التوبہ:۲۹] اس آیت میں اشارہ فرمایا کفار سے قتل کے وداعی کو دواعی طبع پر مقدم رکھا جائے گا۔ جیسے قرب' دوستی اور کفار کی مصاحبت کے خیال سے قتال ترک کرنا۔ جب کفار تمہارے معاملے میں اس بات کا لحاظ نہیں کرتے اور وہ کفر کی راہ میں نبرد آزماء ہیں تو تم اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ تم ان کی رعایت نہ کرو۔ **واعلموا ان اللہ مع المتقین**۔ جو لوگ شرک سے بچنے والے ہیں ان کی نصرت واعانت فرماتا ہے۔ اس سے کفار پر اقدام کرنے کے لئے ابھارا گیا ہے۔ خواہ ان کے عساکر کی تعداد کتنی زیادہ ہو' جس کے اللہ تعالیٰ مددگار

ہوں اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۲) **كتب عليكم القتال**: تم پر کفار سے لڑنا فرض کر دیا گیا۔ **وهو كره لكم**: یہ جملہ فاعلك سے محل حال میں ہے۔ یعنی وہ طبعی لحاظ سے تمہیں ناپسند ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کرنا پڑتا ہے۔ **و عسى ان تكرهوا** ' **عسى**: ترجی کے لئے ہے اس کو یا اور کسی چیز اور وہ ناپسندیدہ چیز حقیقت میں تمہارے لئے بہتر ہے۔ **عسى ان تحبوا شيئًا**۔ یہ **عسٰى** شفقت کے لئے ہے۔ ہو سکتا ہے طبعی لحاظ سے تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور حقیقت میں وہ چیز تمہارے لئے بری ہو۔ راتیہ **يعلم وانتم لا تعلمون**۔ نفع بخش اور نقصان دہ کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ جملہ اسمیہ ہے یا حالیہ ہے۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور نقد وقدر پر راضی ہو۔ خواہ وہ طبع کے مناسب اور نفس کی چاہت کے مطابق نہ ہو۔ پس خیر اس میں ہے جو واقع ہونے والی ہے۔

۳) **انفروا و اخفافًا و ثقالا**: تم جہاد کے لئے نکلو خواہ جوان ہو یا بوڑھے نشاط کی حالت ہو یا غیر نشاط کی یا سوار ہو یا پیدل۔ فقیر ہو یا غنی تھوڑے سے مال ہوں یا زیادہ۔ کم اسلحہ ہو یا زیادہ اسلحہ ہو صحت مند ہو یا بیمار یا استعداد کے بعد تیزی کرنے والے ہو۔ تم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آلاتِ حرب وضرب خرید کر اور نفوس کو دین کی عزت کے لئے خرچ کرنے والے ہو۔

۴) **انفسهم**: جن کو اسی ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ **و اموالهم**: جو اسی ہی نے عنایت فرمائے ہیں۔ **بان لهم الجنة**: بعض نے کہا یہ تمثیل ہے کہ بذل نفس و مال کا جو بدلہ ملے گا تو گویا وہ جنت ہی کا بدل میں خرچ ہے۔ **يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون**: وہ دشمنوں کو قتل کرتے ہیں۔ **و يقتلون** اور میدانِ حرب میں قتل ہوتے ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو اس چیز کے بیان کیے لئے لایا گیا جس کی خاطر یہ خرید وفرخت ہے۔ **و عدًا عليه حقًا**۔ یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں۔ جنت کے بدلے میں فروخت اس کو لازم کرنے والی ہے۔

فى التوراة والانجيل والقرآن: یہ وعدہ گزشتہ کتب میں بھی ثابت شدہ ہے جیسا کہ وہ قرآن مجید میں ثابت ہے۔ بعض نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم جہاد تمام شرائع میں موجود تھا۔ بعض نے کہا اس بات کا بیان پہلی شرائع میں بطور یادداشت کے موجود تھا کہ امت محمدیہ کے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے بیچنے والے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں بھی ثابت ہے۔ **ومن اوفى بعهده من الله**: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔ **فاستبشروا ببيعكم الذى باليعتم به**: خوب خوش ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ ہمیش کی خوشی کا باعث ہے۔ **و ذلك هو الفوز العظيم**۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب عبداللہ بن رواحہ اور ان کے اصحاب نے بیعۃ عقبہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ آپ اپنی ذات اور ربّ تعالیٰ کی طرف سے جو شرط چاہیں لگالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے ربّ کے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے اور اپنی ذات کے لئے یہ شرط لگاتا ہوں۔ ان چیزوں سے میرا دفاع کرو گا جن سے اپنے نفوس واموال کا دفاع کرتے ہو۔ انہوں نے سوال کیا' پھر ہمیں اس پر کیا ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: الجنہ! انہوں نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ ہم نہ اقالہ کریں گے اور نہ اقالہ کا مطالبہ کریں گے۔

۱۵: **لا يستوى القاعدون**: یعنی جو جہاد سے بیٹھ رہنے والے ہیں وہ اور مجاہد برابر نہیں۔ **غير اولى الضرر**: ۱) رفع ہو تو یہ

قاعدوں کی صفت ہے اس سے کوئی مخصوص لوگ مراد نہیں یہ نکرہ کی طرح ہے یا بدل ہے ۲) نصب کی صورت میں حال یا استثناء ہے ۳) جر کی صورالمؤمنین کی صفت یا بدل ہے۔ جب آیت کا شروع حصہ نازل ہوا تو عبداللہ بن ام مکتوم نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے حال کیا ہوگا جب ہم جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ پر اسی وقت وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر اس سے افاقہ ہوا تو آپ نے آیت تلاوت فرمائی: **لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر۔ والمجاهدون فی سبیل الله:** یعنی ان کے درمیان لڑائی سے بیٹھ رہنے والوں میں درجات کے لحاظ سے برابری نہیں سوائے معذورین کے۔ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے درجات میں فضیلت عنایت فرمائی ہے۔

النحو: **فضل الله** کا جملہ استواء کی نفی کو واضح کررہا ہے۔ **درجة** ۱) نصب نزع جافض کی وجہ سے ای **بدرجة عظيمة تندرج تحتها الدرجات** ۲) مصدر ہے اور تفضیل کے معنی کو متضمن ہے تو مفعول مطلق بن گیا۔ **وكلا وعد الله الحسنىٰ:** غیر معذور قاعدین اور مجاہدین میں سب سے جنت اور جزائے کثیر کا وعدہ کررکھا ہے۔ **درجات منه و مغفرة و رحمة:** ان میں سے ہر ایک اجر سے بدل ہے یا مجاہدین کی فضیلت کی وجہ سے دوبارہ لے آئے اور جہاد کی عظمت کے لئے اجمال و تفصیل سے مبالغہ مقصود ہے تاکہ ترغیب وشوق دلایا جائے۔

بعض نے کہا درجہ سے مراد دُنیا میں ان کا بدلہ غنیمت' کامیابی اور اچھا تذکرہ اور آخرت میں ان کے لئے بنایا جو بنایا وہ مراد ہے۔ بعض نے کہا درجہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ کی بلندی اور درجات سے مراد منازل جنت۔ بعض مفسرین اس طرف گئے۔ القاعدون ۱) وہ ہیں جو معذور ہیں مجاہدین ان سے بھی ایک درجہ زیادہ افضل ہیں کیونکہ معذورین کی قدرتی مجبوری کی وجہ سے صرف نیت جہاد تو ہے اور مجاہدین نیت وعمل دونوں رکھتے ہیں اور القاعدون ۲) جو کہ غیر معذور ہیں ان کے اور مجاہدین کے درمیان بے شمار درجات کا فاصل ہے۔ یہ اختلاف پہلے مذکور ہوا۔

۲) **عذاب اليم:** سے مطلق عذاب الٰہی مراد ہے۔ **تو مؤمنون بالله:** یہ جملہ مستانفہ اس تجارت کی وضاحت کے لئے لایا گیا ہے گویا انہوں نے تجارت کا تذکرہ سن کر کہا وہ تجارت بتلائیں۔ اے ہمارے ربّ! اس کی وضاحت فرمائیں تو فرمایا **تؤمنون بالله......۔ ذلكم:** یہ ایمان اور جہاد **ان كنتم لا تعلمون** اگر تم ناواقف نہیں ہو۔ **يغفر لكم:** یہ شرط مقدر کا جواب ہے کیونکہ یہ امر مذکور کا خبر کی صورت میں جواب ہے جو مبالغۃً اس طرح لایا گیا۔ مطلب یہ ہوگا تم ایمان لاؤ اور جہاد کرو پس اگر تم ایمان لاؤ گے اور جہاد کرو گے تو وہ تمہیں بخش دیں گے۔ جنت کا نام عدن اس لئے رکھا کیونکہ مؤمن اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ عرب کہتے ہیں **عدن بالمكان اى اقام فيه۔**

واخرى تحبونها یعنی **ولكم نعمة اخرى**۔ تمہیں دوسری نعمت میسر آئے گی کیونکہ جلد ملنے والی چیز نفس کو محبوب ہے۔ اسی لئے فرمایا اس نعمت کو پسند بھی کرتے ہو۔ **نصر من الله و فتح قريب۔ نصر** یہ بدل یا عطف بیان ہے۔ قریب کا معنی جلد ملنے والی ہے۔ **و بشر المؤمنين:** اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان والوں کو ثوابِ دارین کی خوشخبری سنادو۔

النحو: اس کا عطف تؤمنون پر ہے اور وہ امنوا کے معنی میں ہے اور سوال مقدر کا جواب بن جائے گا۔ گویا انہوں نے اس طرح عرض کیا اے ہمارے ربّ! ہمیں بتلائیں تو جواب ملا۔ **امنوا يكن لكم كذا و بشرهم يا محمد بثبوته۔** ۲) اور قل کا عطف محذوف پر ہے۔ **اى قل يايها الذين امنوا او بشر۔**

سلسلہ جہاد کی آیات مشہور اور کثرت سے ہیں۔

اور احادیث بھی کثیر تعداد میں وارد ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند یہاں مذکور ہیں۔

۱۲۸۶ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ "اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِیْلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" قِیْلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۸۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا"۔ پوچھا گیا' پھر کیا؟ فرمایا: "حج مبرور"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یعنی ثواب میں بڑھ کر یا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ نفیس ہے کہ جس کو اپنایا جائے تو فرمایا: **قال ایمان باللہ۔** تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اس سے مراد سچا ایمان ہے۔ **قیل ثم ماذا۔** پھر اس کے بعد کونسی چیز افضل ہے۔

اَلنَّحْوُ : گویا یہ خبر محذوف ہے۔ **الجهاد فی سبیل الله:** جہاد فی سبیل اللہ' عرض کیا گیا پھر فرمایا مقبول حج۔ کتاب الحج میں روایت گزری۔

تخریج : باب بر الوالدین وصلة الأرحام میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۞ ۞ ۞

۱۲۸۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : "بِرُّ الْوَالِدَیْنِ" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۸۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "وقت پر نماز ادا کرنا"' میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: "ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا"' میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"'

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ کونسی نیکی۔ **احب الی الله۔** یہ رضائے الٰہی سے کنایہ ہے اور کرنے والے کی ثناء یا کثرتِ ثواب مراد ہے۔ **علی وقتها:** یہاں علیٰ فی کے معنی میں ہے۔ **ثم ای۔** یہ مبتداء محذوف الجر ہے۔۲) ای محذوف کی خبر ہے۔ ای افضل؟ اور ثم ای الافضل۔ **بر الوالدین۔** والدین کے ساتھ ہر اصل بھی ان کے بعد ان کی مثل ہے۔ اگرچہ ان کے علاوہ موجود ہوں۔ **الجهاد فی سبیل الله:** قرطبی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان تین کو خصوصاً ذکر فرمایا کیونکہ یہ دیگر طاعات کے لئے عنوان کی حیثیت رکھتے ہیں جو شخص نماز کو ضائع کرنے والا ہو حالانکہ نماز کی مشقت بھی کم ہے اور درجہ بھی بہت ہے تو وہ

دیگر چیزوں کا زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ اسی طرح جو اپنے والدین سے بھلائی نہیں کرتے کہ جن کا بہت بڑا حق ہے تو دوسرے اس کا نیک سلوک نایاب ہوگا۔ اسی طرح جہاد کو چھوڑنے والا حالانکہ وہ دین کے بڑے دشمن ہیں تو اور فساق سے سے کیا جہاد کرے گا۔ (المفہم للقرطبی)

تخریج : باب بر الوالدین وصلة الأرحام میں گزر چکے۔

الفرائد : ایضاً۔

١٢٨٨ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۸۸: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" (بخاری ومسلم)

تشریح : الف لام جنس کا ہے جو جمع کا معنیٰ باطل کر دیتا ہے اور واحد کی طرح بنا دیتا ہے اور اس پر الایمان باللہ دلالت کر رہا ہے۔ ایمان باللہ: اللہ اور رسول پھر ایمان میں سے ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ سے مستغنی کر دیتا ہے کیونکہ دونوں میں تلازم ہے۔

والجهاد في سبيله : ان اعمال کے تذکرہ سے یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ اعمال باہمی درجہ میں برابر ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں افضل علماء البلد زید وعمر۔ اگرچہ ان کے درجہ میں کتنا تفاوت ہو۔ جوابات میں فرق دراصل سائلین کے احوال کے لحاظ سے ہے یا موقعہ کے اعتبار سے ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٨/٢١٣٨٩) والبخاری (٢٥١٨) ومسلم (٨٤) والدارمی (٢/٣٠٧) وابن حبان (١٥٢) وعبد الرزاق (٢٠٢٩٩) وابن الجارود (٩٦٩) والنسائی (٣١٢٩) والبیهقی (٦/٨١)

الفرائد : ایمان باللہ کے بعد سب سے افضل عمل جہاد ہے اور وہ اسلام کی چوٹی ہے۔

١٢٨٩ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۸۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صبح سویرے تھوڑی دیر اللہ کی راہ میں جانا یا شام کے وقت تھوڑی دیر اللہ کی راہ میں جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح : لغدوة: ایک مرتبہ صبح کو جانا۔ لام تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ عینی کہتے ہیں یہ لام تاکید ہے نہ کہ لام قسم۔ في سبيل الله۔ یہ ظرف لغو ہے جو غدوۃ سے متعلق ہے یا مستقر ہو تو اس کی صفت ہے اور یہ تنویع کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ہے۔ روحه: یہ روح سے ایک بار کے لئے آتا ہے۔ (عینی) خیر من الدنیا: یہ اس ملنے والے ثواب کی وجہ سے

ہے۔ یہ روایات میں وارد ہے کہ کم درجہ کے جنتی کو دنیا سے دس گنا بڑھ کر دیا جائے گا۔ درمیانے درجے کے جنتی کا کیا کہنا اور جو اعلیٰ ہیں وہ تو اعلیٰ ہیں۔ باقی دنیا حقیر اور آخرت کے ثواب کی تو کوئی مناسبت ہی نہیں۔ وہ باقی یہ فانی۔ ہمیں مانوس کرنے کے لئے یہ خطاب فرمایا۔۲) ممکن ہے کہ ثواب کی مقدار اس ثواب سے بہتر ہو جس کو دنیا ملی ہو اور اس نے اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں لگا دیا۔ سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۴/۱۲۳۵۲) والبخاری (۲۷۹۲) ومسلم (۱۸۸۰) وابن ماجه (۲۷۵۷) وابن حبان (۴۶۰۲)

الفرائد : اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے صبح یا شام کا تھوڑا سا وقت تمام دُنیا اور اس کے اسباب سے بہتر ہے۔

۱۲۹۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ : اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : مُؤْمِنٌ یُّجَاھِدُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۲۹۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ''وہ مؤمن جو اپنے نفس اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا پھر کون؟ فرمایا: ''وہ مؤمن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنے والا ہو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ حافظ کہتے ہیں مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ پہلے گزرا یہ سائل ابوذر غفاری تھے۔ **ای الناس افضل:** یعنی کن لوگوں کو سب سے بڑھ کر ثواب ملے گا۔ **قال تومن یجاھد بنفسہ۔** وہ مؤمن جو کفار سے جہاد کرتا ہے یعنی اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضا مندی کی خاطر خرچ کرتا ہے۔ بقول عینی لوگوں میں افضل مؤمن مجاہد ہے۔ علماء نے فرمایا یہ عام مخصوص ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: **من افضل الناس** ۔لوگوں میں افضل کون ہے؟ ورنہ علماءِ صدیقین افضل ہیں جیسا روایات اس پر دلالت کرتی ہیں اور نسائی کی بعض روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں: **"ان من خیر الناس رجلاً عمل فی سبیل اللہ علی ظھر فرسہ"** (عینی)

مؤمن فی شعب : مبتداء نکرہ ہے کیونکہ وہ تنویع کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں: **فیوم لنا و یوم علینا' شعب سنین** کے کسرہ سے ہے۔ بعض نے مطلق راستہ بعض نے پہاڑوں میں راستہ معنی کیا ہے۔ جمع شعاب ہے۔ یہ عام عادت کے لئے خلوت میں مثال کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جو بھی الگ تھلگ ہو مراد ہے۔ **لیعبد اللہ۔** پہلے مفرد سے خبر لائی گئی یہ جملہ کے ساتھ خبر ہے۔۲) ظرف میں مستقر ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔۳) جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: **ماذا یعمل فیہ' باب العزلہ** میں ان الفاظ سے گزر چکی ہے: **رجل یعتزل فی شب من الشعاب یعبد ربہ** اور ایک روایت اس طرح ہے: **یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ۔**

تخریج : باب استحباب العزلة عند فسا الناس والزمان میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۲۹۱ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا' وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۹۱: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا' دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہے اور شام کو تھوڑی دیر اللہ کی راہ میں چلنا یا صبح کے وقت تھوڑی دیر چلنا' دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اُس سب سے بہتر ہے''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ راء مکسور ہو تو یہ مرابطہ کی طرح مصدر ہے اور یوم کی طرف اس کی اضافت اسی طرح ہے جیسی اس آیت میں تربص اربعة اشهر۔ في سبيل الله۔ یہ رباط کے لئے صفت کے مقام پر ہے۔ سبیل کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے وارد ہے۔ ہر خالص عمل کے لئے بولا جاتا تھا مگر اب جہاد کا معنی غالب آیا اور اس کے متعلق حقیقت شرعیہ کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ خیر من الدنیا : پہلی روایت مافیھا اور یہاں ما علیھا سے تعبیر کیا گیا۔ یہ فنن فی التعبیر ہے اور ممکن ہے کہ فی علی اور علی فی کے معنی میں آنے کی قسم سے ہو۔ عینی کہتے ہیں یہاں علی اس لئے لائے کیونکہ استعلاء کا معنی عرفیت زیادہ قوی ہے۔ پس زیادہ مبالغہ کے لئے اس کو لے آئے۔ موضع سوط۔ معمولی مقدار کو بیان کرنے کے لئے لائے۔ وما فیھا: جو اس میں خواہشات اور رونقیں اور لذات ہیں کیونکہ ان میں بقاء کا نشان نہیں۔ فی سبیل اللہ: اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جنت کے بدلے بیچ کر اس کی راہ میں سفر کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو مقصود ہے۔ والغدوة : صفت واقع ہونے والے جملہ کو حذف کر دیا اور اسی طرح اکتفاء کیا کہ اس کی مثل جملہ گزرا۔۲) حال واقع ہے۔ خیر من الدنیا: یہ دونوں کی خبر ہے مفرد اس لئے لائے کہ اسم تفضیل الف لام سے خالی ہے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ دنیا کا طویل زمانہ اور بڑی جگہ آخرت کی چھوٹی سی جگہ اور تھوڑے سے وقت کے مقابلے میں حقیر ہے۔ اس سے دنیا میں زُہد کی طرف ترغیب دلانا اور دنیا کی حقارت بیان کرنا مقصود ہے اور جہاد کی طرف ابھارنا مقصود ہے کہ اس تھوڑی سی محنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں دنیا سے بھی زیادہ افضل عنایت فرمائیں گے۔ تو جس شخص نے اپنے اپ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر خوب تھکایا ہوگا اور اپنا مال اس کی راہ میں لگایا ہوگا اس کا تو کیا کہنا۔

قرطبی کہتے ہیں: ایک مرتبہ جہاد میں جانے پر ملنے والا ثواب دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بڑھ کر ہوگا۔ اگرچہ دنیا کو اس کے تمام سامانوں سمیت جمع کر لیا جائے۔ اس سے مراد اپنے شہر سے آنا جانا مراد نہیں اس سے مراد غزوہ کی راہ میں ہر صبح وشام کو کیا جانے والا سفر مراد ہے۔ خواہ وہ معمولی ہو۔ نووی کہتے ہیں' اسی طرح میدانِ قتال میں صبح وشام کے چند قدم مراد ہیں۔

کیونکہ تمام پر غزوہ و روحہ کے اطلاق ہوتا ہے۔

فائدہ: رباط سرحد کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ یہ روایت اسی سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ عینی فرماتے ہیں رباط و مرابطہ ایک چیز ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں رباط اصل میں گھوڑے باندھنے کو کہا جاتا ہے جو کہ سرحد پر ہوں اور ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق درست ہے۔ مگر ابن التین نے غیر وطن کی قید لگائی ہے اور حبیب بن مالک سے یہ بات نقل کی ہے۔ عینی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا یہ کبھی تو اپنے وطن میں دشمن کے دفاع میں پیش آتی ہے (جیسے احد' خندق تو مدینہ میں ہوئے) عرب کہتے ہیں: الرباط المرابطه في نحوار العدو و حفظ لغور الاسلام۔ یعنی دشمنانِ اسلام سے سرحد اسلام کی حفاظت تاکہ وہ مسلمانوں کی پناہ گاہ میں دخیل نہ ہوں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۹۳۵) والبخاری (۲۷۹٤) ومسلم (۱۸۸۱) والترمذی (۱٦٥٤)

الفرائد : ① جہاد میں سرحد اسلام کی نگرانی ایک عظیم الشان عمل ہے ② اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھوڑا سا وقت دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۱۲۹۲ : وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ ، وَاِنْ مَّاتَ فِيْهِ اُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۹۲: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''ایک دن رات اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دینا ایک مہینے کے روزے اور ان کے قیام سے بہتر ہے اور اگر اس کو اسی راستہ میں موت آ گئی تو اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا جو وہ کرتا تھا اور اس کا (جنت کا) رزق جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنہ (قبر) سے محفوظ کر دیا جائے گا۔'' (مسلم)

تشریح ❁ یہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ یہ رباط کی اضافت یوم کی طرف فی معنی میں ہے۔ (ابن مالک) یا ادنیٰ ملابست کی وجہ سے رضافت کر دی۔ خیر من: کیونکہ رباط کا نفع متعدی ہے اور دوسرا اس کا صرف ذات کو پہنچنے والا ہے۔ وان مات: اگر اس کی وفات ہوگئی تو رباط کی حالت میں جو کام کرتا تھا وہ جاری رہے گا اور اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ (قرطبی) رزقه: یہاں جنت کا رزق مراد ہے۔ جیسے شہداء کو ملتا ہے۔ (نووی)

اومن الفتان: یہ فعل مجہول ہے۔ علقمی سیوطی سے اس کو معروف بھی نقل کیا ہے۔ فتان سے قبر کی آزمائش ابوداؤد میں ''من فی فتانی القبر'' کے الفاظ ہیں کیونکہ الف لام جنس واحد پر صادق آتا ہے۔ یہ فتن کی جمع ہے۔ قرطبی کہتے ہیں الف لام جنس کا ہے ہر فتنہ میں مبتلا مراد ہے۔ علقمی کہتے ہیں فتنہ قبر مراد ہے۔ جمع کا اطلاق دو پر کیا گیا ہے یا قبر کا فتنہ ایک دوسرے سے زائد ہے۔ بعض نے تین' چار نقل کئے ہیں۔ بہت سے علماء نے استدلال کیا کہ رباط والے کو شہید کی طرف سوال سے بچا لیا جاتا ہے۔ علامہ عراقی کہتے ہیں اس منکر نکیر کا سوال مراد ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کے ہاں نہیں آتے نہ اس کا امتحان لیتے

ہیں۔اس کا رباط میں مرجانا کفایت کر جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے مانوس کرتے ہیں۔اس کو نہ ڈرائیں گے نہ ان کی آمد سے آزمائش ہوگی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲۳۷۸۸) ومسلم (۱۹۱۳) والترمذی (۱٦۷۱) والنسائی (۳۱٦۷) وابن حبان (٤٦۲۳) والحاکم (۲٤۲۲) والطبرانی (٦۰۷۷) والبیهقی (۹/۳۸)

الفرائد : سرحد کی حفاظت کرنے والے کا عمل موت کے بعد جاری رہنے والا ہے۔

۱۲۹۳ :وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ إِلَّا الْمُرَابِطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ يُنَمّٰى لَهٗ عَمَلُهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَيُؤَمَّنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۹۳:حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر میت کے عمل کو مُہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دینے والا۔اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور قبر کی آزمائش سے اس کو محفوظ کر دیا جائے گا''۔(ابوداؤد،ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ عبید یہ عبد کی تصغیر ہے۔سلسلہ نسب یہ ہے: بن نافذ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ۔یہ پہلا غزوہ جس میں شامل ہوئے اُحد ہے۔بعد والے تمام غزوات میں شرکت کی۔جن میں بیعت رضوان فتح مصر میں موجود تھے۔پھر دمشق میں اقامت اختیار کی۔حضرت امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے۔۵۸ھ میں وفات پائی۔بعض نے اس سے پہلے لکھا ہے(تقریب حافظ) بخاری نے تاریخ اور مسلم نے روایات نقل کی ہیں۔سنن اربعہ نے پچاس روایات نقل کیں۔مسلم نے ان میں سے دو روایات ذکر کی ہیں۔۵۳ھ دمشق کے باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔بعض نے ٦۹ کہا مگر درست پہلا ہے۔امیر معاویہ جب ان کی چارپائی کو اٹھا رہے تھے تو ان کے بیٹے سے فرما رہے تھے:اے بیٹے!میری اٹھانے میں معاونت کرو تم ان کے بعد اس جیسی نعش نہ اٹھاؤ گے۔امیر معاویہ کی وفات ٦۰ھ میں ہوئی۔(تہذیب نووی)

يختم على عمله :اس کے ذاتی ثواب وعتاب میں اضافہ نہیں ہوتا۔ **الا المرابط**: سوائے اس کے جو مرابط ہو۔ **فانه ينمى له عمله** :روایت ابوداؤد میں ینمو ہے مگر فصیح وہی ہے جو اوپر نقل ہوا۔اس کا معنی بڑھنا ہے(سیوطی فی قوت المغتذی) اس کا ثواب بڑھے گا اور اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ **ويومن من فتنة القبر**: فتنہ قبر سے بچا رہے گا اس کے ایمان کی علامت رباط بن جائے گا۔طبرانی وحلیہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں **كل عمل منقطع من صاحب اذا مات الا المرابط فى سبيل الله فانه يمنى له عمله و يجرى عليه رزقه الى يوم القيامة**۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲٤۰۰٦) وأبو داود (۲۵۰۰) والترمزی (۱۷۲۷) وابن حبان (٤٦۲٤) والحاکم (۲/۲٦۳۷) والطبرانی (۱۸/۸۰۱) وابن المبارك (۱۷٤) أحمد (۱۷۳٦۳)

الفرائد : سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والا فتنہ قبر سے مامون ومحفوظ رہے گا یہ فضیلت صرف شہید اور محافظ کو میسر ہوگی۔

۱۲۹۴ : وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۹۴: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا اس کے علاوہ دوسری جگہ میں ایک ہزار دن پہرہ دینے سے بہتر ہے۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ حافظ کہتے ہیں کہ اس روایت اور اس حدیث میں "خیر من صیام شھر" کوئی منافات نہیں کیونکہ اس میں پہلے پر ثواب کے اضافے کا اعلان کیا گیا ہے یا عمل کرنے والے لوگوں کے لحاظ سے فرق ہے۔ علقمی کہتے ہیں عمل کے قلیل وکثیر کے لحاظ سے فرق ہے۔ بیہقی کہتے ہیں اس قسم کی روایات سے دوسروں سے مرابط کے عمل کا دوگنا ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگوں کی حالت نیت واخلاص کے اعتبار سے مختلف ہونے کے لحاظ سے مختلف ہے اور اقامت کے لحاظ سے مختلف ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/٤٤۲) والترمذی (۱٦۷۳) والنسائی (۳۱٦۹) والدارمی (۲/۲۱۱) وابن حبان (٤٦۰۹) والحاكم (۲۳۸۱)

الفرائد : حفاظت سرحد اسلام جہاد کی اعلیٰ اقسام سے ہے کیونکہ اس میں مجاہدہ نفس وعدو دونوں پائے جاتے ہیں۔

۱۲۹۵ : وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ وَإِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ فَهُوَ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، أَوْ أَرْجِعَهُ إِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ ، أَوْ غَنِيْمَةٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كُلِمَ : لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ ، وَرِيْحُهُ رِيْحُ مِسْكٍ - وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ لَا أَنْ يَّشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُّ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَبَدًا وَلٰكِنْ لَّا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً وَّيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ - وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُّ أَنْ أَغْزُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلَ ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ - وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ۔

"الْكَلْمُ" الْجُرْحُ۔

۱۲۹۵: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لے لیتا ہے جو فقط اس کی راہ میں جہاد کے نکلا اور رسولوں پر ایمان اور ان کی تصدیق ہی۔ وہ میری ضمان میں ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں یا اس کے

اس مکان پر واپس لوٹاؤں جہاں سے وہ نکلا اس اجر یا غنیمت کے ساتھ جو اس نے پایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو زخم اٹھایا وہ قیامت کے دن اسی حالت میں آئے گا۔ جس حالت میں زخم ہوا۔ اس کا ظاہری رنگ تو خون جیسا ہوگا' مگر اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ اگر مسلمانوں پر گراں نہ ہوتا تو میں کسی ایک سریہ سے بھی کبھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے لیکن میں ان کے لئے سواری کی گنجائش نہیں رکھتا اور ان کے پاس اتنی گنجائش ہے اور لوگوں پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں یہاں تک کہ قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں' پس قتل کیا جاؤں' پھر جہاد کروں یہاں تک کہ قتل کیا جاؤں۔ مسلم' بخاری سے کچھ حصہ روایت کیا۔ اَلْکَلِمُ : زخم۔

تشریح ۞ **تضمن الله** : اس پر لازماً فضل و احسان فرماتے ہیں۔ **ایمان بی**: یعنی میرے وعدوں پر ایمان۔ **تصدیق برسل**: یعنی ان کی اطلاعات اور ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق۔

اَلنَّحْوُ :**لا یخرجه** کا جملہ خرج کے فاعل سے حال ہے۔ **فهو ضامن**: اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے فضل و کرم کو لازم کرنے والے ہیں جو ان صفات والا ہو۔ **ان ادخله الجنة** : سابقہ عذاب کے بغیر شروع میں جنت میں داخلہ مل جائے گا۔ اگر وہ جنگ میں شہید ہوا یا **ارجعه الی منزله** : یہ **فان رجعك الله**...... کے معنی میں متعدی ہے' لوٹائے یا **خوج منه** : جہاں سے وہ جہاد کے لئے نکلا۔ **بما نال** : اجر اخری اور مال غنیمت' دونوں ساتھ لایا۔ ۱) **ضامن**: کا لفظ مضمون کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے جیسا دافق بمعنی درفوق۔ ۲) یا دوضمان جیسے لابن اور تامر۔ ان دونوں صورتوں میں ضمیر غاز کی طرف راجع ہے۔ او' تقسیم کے لئے ہے۔ فقط اجر کے ساتھ لوٹا اور کبھی فقط غنیمت کے ساتھ۔ عینی کہتے ہیں۔ بات اس طرح نہیں اس کو ہر صورت اجر ملے گا خواہ غنیمت ملے یا نہ ملے۔ ابن بطال کا قول بھی یہی ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت اس کے اجر پر مطلقاً دلالت کرتی ہے۔ روایت یہ ہے: "**مامن غازیة تغزو فی سبیل الله فیصیبون الغنیمة الا تعجعلوا ثلثی اجرهم من الآخرة وبقی لهم الثلث فان لم یصیبوا غنیمة ثم لهم اجرهم**"۔ یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ وہ بلا اجر نہیں لوٹتا' لیکن ان کا اجر کم ہو جاتا ہے جو غنیمت پاتے ہیں۔ حمید بن ہانی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا۔ مگر نسائی نے اس کی توثیق کی ہے' واللہ اعلم۔ بخاری کی روایت جو ابوہریرہؓ سے منقول ہے وہ اس طرح ہے: **وتوکل الله للمجاهد فی سبیله بان یتوفاه ان یدخله الجنة او یرجعه سالما مع اجره او غنیمة** : عینی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی موت کے ساتھ اس کو جنت میں داخلے کے ضامن بن جاتے ہیں اور عدم توفی کی صورت میں اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹنے کے ضامن ہو جاتے ہیں۔ کرمانی وہ شہادت یا سلامتی میں سے ایک چیز پاتا ہے۔ پہلی صورت میں اسی وقت جنت میں اور دوسری صورت میں اجر یا غنیمت سے خالی نہیں رہتا۔ دونوں جمع بھی ہوسکتی ہیں مگر یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی نہ ملیں۔ باقی الضمان' التکفل' التوکیل اور انتداب کے الفاظ جو حدیث میں وارد ہوئے یہ وعدے کے بطور فضل ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو مذکورہ الفاظ میں ذکر فرمایا جو لوگوں کی عادات کے مطابق معروف ہیں تاکہ نفوس انسانی مطمئن ہو کر دل اس کی طرف مائل ہوں۔ **والذی نفس محمد بیده** :فخامت شان کے لئے ضمیر کی بجائے اسم گرامی ذکر کیا۔ جیسے خلیفہ کہے:

الخلیفة فع کذا دون فعلت' پر سے قدرت مراد ہے۔ سامع کی یقین دہانی کے لئے قسم مستحب ہے۔ مامن کلم یکلم فی سبیل الله : کلمٍ' زخم چھوٹے بڑے کو شامل ہے۔ یکلم: یہ فعل مجہول ہے۔ فی سبیل اللہ یہ ظرف مستقر محل حال میں واقع ہے اور اس سے مراد جہاد ہے۔ اسی پر وہ زخم جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر ہو اور اپنے حق کے دفاع کے لئے ہو وہ اس میں شامل ہے۔ الدجاء یوم القیامة : وہ اسی حال میں آئے گا جو دنیا کی حالت کے مماثل ہوگا۔ لونه لون دهر : بخاری کی روایت میں یہ جملہ اس طرح روایت ابو ہریرہ میں مذکور ہے: "ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده یکلم احد فی سبیل الله والله اعلم بمن یکلم فی سبیله الا جاء یوم القیامة واللون لون دم والریح ریح المسلك۔ یہ جملہ حالیہ ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ شہید جس حالت میں قبض کیا گیا اسی پر اٹھایا جائے گا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طاعت میں جو نفس کی قربانی دی تھی اس کی منزلت کا مشاہدہ کرے اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے کا انجام دیکھے اور خوشبو کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی فضیلت اہل موقف پر ظاہر ہو۔ والذی نفس محمد بیده : جملہ قسمیہ کو دوبارہ کیونکہ دوسری مرتبہ مقسم علیہ مختلف ہے۔ لالو ان أشق علی المسلمین: وہ لوگ جو جہاد میں نکلنے سے عاجز ہیں۔ ما قعدت خلاف سریه : مسلم کی روایت میں خلاف کی بجائے خلف کا لفظ ہے۔ تو میں کسی سریے سے پیچھے نہ رہتا۔ سریہ: لشکر کی ایک گروہ جس کی تعداد چار سو تک ہوتی ہے۔ اس کی جمع سرایا ہے۔ نام کی وجہ یہ ہے کہ وہ لشکر کا خلاصہ اور عمدہ حصہ ہوتا ہے۔ السری : نفس و سردار کو کہتے ہیں۔ تغزو : یہ سریہ کی صفت ہے۔ ابتداً : کسی زمانہ میں۔ ولکن لا احد سعة : ایسی وسعت نہیں جس سے تمام مسلمانوں کا انتظام ہو سکے اور وہ بذاتِ خود نکلیں۔ ویشق علیهم : اور مجھ سے پیچھے رہنا بھی ان پر گراں گزرے گا کہ میری صحبت سے محروم اور غزوہ سے بھی محروم فاقتل: اگر ان اغزو پر عطف ڈالیں تو منصوب ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول والذی نفسی بیده لولا ان رجالاً من المؤمنین لا تطیب انفسهم ان یتخلفوا عنی ولا اجد ما احملهم علیه' ما تخلفت عن سریة تغزو فی سبیل الله والذی نفسی بیده لو ددت انی اقتل فی سبیل الله ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل۔ عینی کہتے ہیں بعض لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی اس قسم کے متعلق اشکال ہوا۔ اس جاننے کے باوجود کہ وہ قتل نہ ہوگا۔ ابن المنیر نے کہا شاید اس آیت کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ والله یعصمك من الناس: اور اس جواب پر اعتراض یہ ہے کہ یہ تو مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد اتری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے آپ ﷺ سے سننے کی تصریح کی ہے اور ان کی مدینہ آمد ۷ھ کے اوائل میں تھی۔ ۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ خیر و فضیلت کی تمنا اس کے وقوع کو لازم نہیں کرتی۔ عینی نے کہا: جہاد کی فضیلت کو بطور مبالغہ بیان کرنے کے لئے اس طرح فرمایا۔ انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں شہید کے متعلق موجود ہے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا تاکہ وہ دس مرتبہ قتل ہو جب وہ اپنا اعزاز دیکھے گا (مسلم) حاکم نے جابر کی سند سے بیان کیا: کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا ذکر اصحابه الذین استشهدوا فی احد قال والله لوددت انی عوددت مع اصحابی بفحص الجبل و فحص الجبل ما بسط منه و کشف من نواحیه۔ (حاکم)

تخریج : أخرجه مالك (۹۷۳) وأحمد (۳/۷۱۶۰) والبخاری (۳٦) ومسلم (۱۸۷٦) والنسائی (۵۰۴۵)

وابن ماجه (٢٧٥٣) وابن حبان (٤٦١٠) والبيهقي (٩/٣٩) وأبي داود (٢٤٩٤)

الفرائد : اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے والا قتل ہو یا واپس لوٹے اجر و غنیمت کا حقدار ہے۔ جہاد و مجاہد اور شہید کی عظیم فضیلت مذکور ہے۔

١٢٩٦ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا مِنْ مَّكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَكَلْمُهٗ يَدْمِيْ : اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۹۶: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو آدمی اللہ کی راہ میں زخم کھانے والا ہوگا وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون ٹپک رہا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **مکلوم** : زخمی۔ **یکلم** : یہ مجہول لایا گیا تا کہ کفار کی طرف سے ہر قسم کا زخم شامل ہو خواہ تلوار، نیزے، پتھر، لکڑی سے ہو۔ **یدمی** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ اصل **وهو** ہے۔ **اللون** : یہ **یدمی** کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ سوال مقدر کا جواب ہے کہ اس کی رنگت کیسی ہوگی۔

تخریج: أخرجه مالك (١٠٠١) وأحمد (٣/٧٣٠٦) والبخاري (٢٣٧) ومسلم (١٨٧٦) وابن حبان (٤٦٥٢) والترمذي (١٦٦٣) والنسائي (٣١٤٧) والبيهقي (٩/١٦٤)

الفرائد : شہید کا زخم قیامت کے دن اس کی شہادت کا گواہ ہوگا۔

١٢٩٧ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ : لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۹۷: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنا اونٹنی کو دوبارہ دوہنے کا وقفہ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا یا اس کو خراش آئی تو وہ قیامت کے دن زیادہ گہری ہو کر آئے گی۔ اس کا رنگ زعفرانی اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ من بیانیہ ہے جو من کے ابہام کو دور کرنے کے لئے لائے ہیں۔ **فواق ناقه**۔ یہ تھوڑے جہاد سے کنایہ ہے۔ **وجبت له الجنة** : اس میں اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جو رضائے الٰہی کے لئے جہاد کرنے والا ہے جبکہ اسلام پر موت ہو۔ **من جرح** : یہ فعل مجہول ہوگا۔ **جرحًا** ۱) جرح کا ظرف لغو ہے۔۲) ظرف مستقر ہو تو مصدر کی صفت ہے۔ یہ

اسی آیت کی طرح ہے: اذا دعاکم دعوة من الارض : یہاں ظرف فعل سے متعلق ہے۔لطیفہ ہے:اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل ۔ او نکب ' نکبه۔نون مضموم ہے۔اس کا معنی حادثہ ہے(ابن اثیر)نکه جمع نکبات (جوہری) جرح پراس کوعطف کیا یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ھاضمیر قرب کی وجہ سے اسی ظرف لوٹتی ہے۔

اغزر ما كانت: ای اغزر ما کابنانی غیر ذلك الوقت :وقت مقدر ہے۔غزر یغزر۔بہت کثیر ہوگا۔ریحها کاعسك۔رنگت کا سرخ اور خوشبو کا کستوری کی طرح ہونا متضاد نہیں۔نیز سرخی زردی جمع ہوسکتی ہے۔۲)دونوں کا تذکرہ تقریب کے لئے کیا گیا ہے۔جامع کبیر میں یہ روایت اس طرح ہے: من قاتل فی سبيل الله فواق ناقة وجبت له الجنة ومن سال الله القتل من نفسه صادقًا ثم مات او قتل فانه له اجر شهيد اوراس کے آخر میں ریحها ريح المسك اوران الفاظ کا بھی اضافہ ہے۔ ومن خرج به خراج فی سبيل الله كان عليه طابع الشهداء ابن حبان' ابوداود' ترمذی' نسائی' زنجويه عن عمرو بن عنبسه ۔یہ لفظ نقل کیے۔ من قاتل فی سبيل الله فواق ناقة حرم الله على وجهه النار۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۰۷۵) وأبو داود (۹۲۵٤۱ والترمذی (۱٦٦۲) والنسائی (۳۱٤۱) وابن ماجه (۲۷۹۲) وابن حبان (٤٦۱۸) والدارمی (۲/۲۰۱) وعبد الرزاق (۹٥٤۳) والطبرانی (۲۰۳.۲۰) والبیهقی (۹/۷۰۱)

الفوائد : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل' مجروح' زخمی ہونے کی عظیم فضیلت ہے ② اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور امت کی حفاظت کے لئے مشقتوں کا اٹھانا بڑے اجر کا باعث ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۲۹۸ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَّآءٍ عَذْبَةٌ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ' فَذَكَرَ ذٰلِكَ ' لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مُقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا' اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ' وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"وَالْفُوَاقُ" :مَا بَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ۔

۱۲۹۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک کا گزر ایک گھاٹی کے پاس سے ہوا جہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔وہ ان کو پسند آیا تو کہنے لگے اگر میں لوگوں سے الگ ہوکر یہاں قیام کرلوں تو مناسب ہے مگر جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں اس وقت تک ایسا نہ کروں گا۔چنانچہ اس نے

رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ؐ نے فرمایا: ''تم ایسا مت کرو۔ تمہارا اللہ کی راہ میں اقامت اختیار کرنا' تمہارے اپنے گھر میں ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں جنت میں داخل فرمادے؟ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اتنا جہاد کیا جتنی دیر میں اونٹنی کو دوبارہ دوھا جاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

الْفُوَاقُ: دومرتبہ دوہنے کے درمیان وقفہ

تشریح ۞ رجل: نام معلوم نہیں ہوا۔ بشعب: پہاڑی راستہ سے۔ عیینة من ماء عذبه: میٹھے پانی کا چشمہ۔ فاعجبته: اس کو چشمہ پسند آیا۔ لو اعتزلت الناس: اس لئے اس کا جواب لائے۔۲) شرطیہ بھی ہوسکتا ہے پھر جواب محذوف ہوگا۔ اعتزال: میل جول ترک کر دینا۔ فاقمت: اکیلا یہاں عبادت کروں۔ یہ جملہ اعتزلت پر عطف ہے۔ ولن افعل: اقامت وعلیحدگی میں سے کوئی کام ہرگز نہ کروں گا جب تک اجازت نہ لے لوں۔ یہ جملہ لو کے مدخول پر عطف کیا گیا ہے۔ اس سے صحابہ کرامؓ کے دل میں آپ کا اکرام واحترام ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات آپ کے سامنے میں ضرور پیش کروں گا۔ آپ نے منع فرمادیا۔ لا تفعل: یہ نہی تنزیہی ہے۔ اس کے برعکس کرنے کا حکم فرمایا۔ فان مقام احدکم: مقام مصدر میمی ہے۔ افضل من صلاته فی بیته: جب جہاد ابتداء امر میں لازم تھا اب بھی جب کفار کے ملک پر استیلاء اور ہجوم کا خطرہ ہو اس وقت مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا افضل سے افضل ہے کیونکہ جہاد کا نفع متعدی اور نفل کا نفع اس کے ساتھ لازم ہے اور جب معاملہ اس انتہاء تک نہ ہو تو پھر بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہے۔ کذا قالہ الجمہور۔ الا تحبون: الا یہ حروف عرض سے ہے۔ تعمیم کی طرف اشارہ کے لئے مفعول کو حذف کر دیا۔ و یدخلکم الجنه: وہ دوستوں کا گھر اکرامت کی جگہ ہے۔ اغزوا فی سبیل الله: ثواب کا تذکرہ کر کے آمادہ کیا پھر حکم فرمایا اور علت بیان کر دی۔ و جبت له الجنه: داخلہ جنت کے لئے اسلام پر موت ضروری ہے۔ خواہ ناجین کے ساتھ ہو یا کچھ وقت بعد۔ محبوب کا وعدہ بھی محبوب ہے۔ جیسا شاعر کا قول

عدینی بوصل واصطلی بنجاره ☆ فعندی اذا صح الهوی حسن المطل

فواق ناقه: دومرتبہ دودھ نکالنے کا درمیانی فاصلہ دودھ دوہنے کے بعد دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا۔

(المصباح' ابن الفارس)

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۱۰۷۹۰) والترمذی (۱۶۵۶)

الفوائد: ① عزلت والی عبادت سے امور جہاد میں مداومت اور ثابت قدمی بڑے اجر کا باعث ہے ② گناہوں کی بخشش اور استحقاق جنت جہاد کے بعد ملتے ہیں۔

۱۲۹۹ : وَعَنْهُ قَالَ قِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ : "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهٗ" فَاَعَادُوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ : "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهٗ" ثُمَّ قَالَ: مَثَلُ

الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ الْقَانِتِ بِاٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَفْتُرُ : مِنْ صَلٰوۃٍ ، وَّلَا صِیَامٍ ، حَتّٰی یَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ، وَھٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ یَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ : "لَا اَجِدُہٗ ثُمَّ قَالَ : هَلْ تَسْتَطِیْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ؟" فَقَالَ : وَمَنْ یَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ؟

۱۲۹۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ؐ سے عرض کیا گیا کہ جہاد کے برابر کون سی چیز ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا: "تم اس کی طاقت نہیں رکھتے"۔ انہوں نے سوال کو دو تین مرتبہ لوٹایا تو آپ ؐ نے ہر مرتبہ فرمایا: "تم اس کی طاقت نہیں رکھتے"۔ پھر فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزے دار' شب خیز' اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے والے کی ہے جو نماز' روزے سے تھکتا نہیں۔ یہاں تک کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس گھر لوٹے"۔ (بخاری و مسلم) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتلائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ؐ نے فرمایا: "میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا: "کیا تم طاقت رکھتے ہو کہ مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو کر قیام کرے اور اس سے نہ تھکے اور روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ اس نے کہا کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟

تشریح ۞ **قیل** : یہ فعل مجہول ہے' سوال کرنے والے کئی افراد تھے۔ **ما یعدل**: اس کے برابر کونسی چیز ہے۔ **لکا تستطیعونه**: حذف نون کا نسخہ بھی ہے اور اثبات والا بھی۔ **فاعادوا علیه**: یہ سوال دو تین مرتبہ دہرایا گیا۔ مرتین وثلاثا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ مبتداء ہے کہ آپ نے پھر فرمایا تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔ **مثل المجاهد فی سبیل الله**: اس کی وہ عظیم الشان حالت جو ایک مثال بننے کے لائق ہے۔ **القائم** : خوب محنت کرنے والا۔ **القانت**: مطیع۔ **بایات الله**: باء سببیہ ہے۔ اخیر کی علت کے طور پر لائے۔ یہ قائم و قانت ہر ایک سے متعلق بن سکتا ہے۔ جب اس روایت میں افضل الصلوٰۃ' طول القنوت' قنوت سے قراءت مراد ہے یہاں بھی ان صفات سے قاری مراد ہے یا قیام کو طویل کرنے والا بقول عاقولی۔ قنوت طویل قیام اور مطلق قیام دونوں پر بولا جاتا ہے۔ **لا یفتر** : غافل نہیں ہوتا۔ **المجاهد** : اس کے بعد طرف کو اطناب کے لئے لائے۔

فرق روایت: مسلم میں ہے **دلنی علی عملٍ** : عمل کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ **لا اجد** : ثواب کے لحاظ سے کوئی عمل اس کے برابر نہیں پاتا۔ یہ سوال کا جواب پھر آپ نے سائل کو فرمایا کیا تم طاقت رکھتے ہو۔ **خروج** : اس سے مراد جہاد کے لئے نکلنا ہے۔ **ولا تفتر**: تیزی سے تھک جاتے۔ **ومن یستطیع ذلك** : یہ استفہام انکاری ہے۔ یہ مانوس عادت بشریہ کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ ارباب مجاہدات کے ہاں امکان کے تحت داخل ہے۔

سیوطی کا قول کہ ایام عشرہ کے اعمال کو سب سے اعلیٰ قرار دیا گیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے وہ خاص ہے یا جو حدیث کے اختتام ہے وہ مراد ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٩٩٢٧) والبخاری (٢٧٨٥) ومسلم (١٨٧٨) والنسائي (٣١٢٨) وابن حبان (٤٦٣٧) والبیهقی (٩/١٥٨)

الفرائد : جہاد تمام اعمال میں اس لحاظ سے افضل ترین عمل ہے کیونکہ یہ دین کے اعلان' نشر اور کفر کے مٹانے اور بجھانے کا ذریعہ ہے۔اس کی فضیلت اصل کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے ہے۔(ابن دقیق العید)

١٣٠٠ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلٰى مَتْنِهٖ يَبْتَغِي الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ اَوْ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذَا الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنْ هٰذَا الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ' وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٣٠٠: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:"لوگوں میں سب سے بہتر زندگی والا وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامنے والا ہو۔جب بھی کوئی جنگی آواز یا گھبراہٹ آمیز آواز سنتا ہے تو اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑنے لگتا ہے اور موت یا قتل کے مقامات کو تلاش کرتا ہے یا پھر وہ آدمی جو کچھ بکریاں لے کر یا ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں جائے۔اقامت اختیار کرتا ہے' نماز قائم کرتا ہے' زکوٰۃ ادا کرتا ہے' اپنے رب کی عبادت میں موت آنے تک مصروف و مشغول رہتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اس کا صرف خیر و بھلائی کا ہی تعلق ہے۔(مسلم)

تشریح ۞ **معاش الناس** : جس پر لوگوں کی زندگی گزارنے کا دارومدار ہے۔ **لهم** : پہلا ظرف من خیر۔ رجل ممسك کے لئے محل خبر میں واقع ہے۔ رجل کا مضاف مقدر ہے اور **لهم** : یہ محل حال میں واقع ہے اور فی سبیل اللہ ممسک کی ضمیر سے حال ہے۔

يطير على متنه: یہ سرعت سے کنایہ ہے۔ **هيعه** : لڑائی کی آواز۔او: یہ شک راوی کے لئے ہے۔ **فزعة** : خوفناک و گھبراہٹ کی چیز۔ **يبتغي القتل او الموت**: او سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو دونوں الفاظ میں شک ہے کہ کونسا استعمال کیا۔اس سے یہ اشارہ کر دیا کہ لڑائی میں موت بڑی عظمت رکھتی ہے۔خواہ بلاقتل ہو۔ **مظانةً** : یہ منصوب علی الظرفیت ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ موت کو ان مقامات میں تلاش کرتا ہے جہاں موت کا گمان ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وہ اپنی جان پیش کر دے۔ **ورجل** : یہ مبتداء ہے پر تقدیر اضاف سے معطوف ہے۔ **في غنيمة** : یہ ماقبل کی صفت ہے۔٢)اگر مصدر مانیں تو معاش مقدر کے متعلق ہے۔یہ غنم کی تصغیر ہے۔یہ مؤنث معنوی ہے۔اسی وجہ سے تصغیر میں یا پائی جاتی ہے۔ **في رأس شعفةٍ** : **في هذه الشعف** یہ شعفہ کی صفت ہے۔مطلب یہ ہے کہ ان پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کی چوٹی پر۔ **او في بطن واد**: یہ او تنویع کے لئے ہے۔یہ وادی میں اس لئے چلا گیا تاکہ خلوت میسر ہو جائے۔ **يؤتي الزكوة**

یعبد ربه : یہ عام کے خاص پر عطف کی قسم ہے۔ حتی یاتیه الیقین' یقین : موت کے معنی میں ہے۔

النَّجْوَ :اور یہ ظرف وصفی میں ضمیر سے یہ جملے محل حال میں ہیں۔ لیس من الناس الا فی خیر : وہ لوگوں کی بھلائی والی حالت کے علاوہ اور کسی میں شریک نہیں۔

فی خیر ای حال خیر: مضاف مقدر کے ساتھ یہ مستثنیٰ متصل ہے۔ باب استحباب العزله میں گزر چکی۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۸۸۹)

الفرائد : ① موت تک امورِ دین پر قائم رہنا چاہئے ② فساد کے وقت فتنوں سے الگ تھلگ رہنا افضل ہے ③ جہاد' رباط اور حرص شہادت افضل اعمال ہیں۔

۱۳۰۱ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۰۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد میں سو درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ ہر دو درجات میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے''۔ (بخاری)

تشریح ۞ جملہ فعلیہ ظرفی خبر کے بعد دوسری خبر ہو۔خبر میں ضمیر سے حال ہو تو قد مقدر ہوگا اور جملہ متانفہ بھی بن سکتا ہے۔اس میں مجاہد پر اللہ تعالیٰ کی عظیم عنایات اور مجاہد کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔ جہاد کی عظمت ثابت کرنے کے لئے اللہ کا لفظ ظاہر لایا گیا حالانکہ ضمیر بھی کافی تھی کیونکہ اسم ذات کی طرف اضافت شان کو بڑھانے والی ہے۔

ما بین الدرجتین : دونوں میں ما موصولہ ہے اور صلے دونوں ظرف ہیں اور اس سے ان کے مقامات و منازل کی جنت میں بلندی مراد ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۷۹۰) وأحمد (۳/۸٤۲۷) وابن حبان (٤٦١١)

الفرائد : جہاد کے لئے نفیس ترین چیز کو صرف کر دینا چاہئے اس کے لئے مقابلہ کرنے والوں کو حصولِ خیر میں مقابلہ کرنا چاہئے۔

۱۳۰۲ :وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا ' وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا ' وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا ' وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْسَعِيْدٍ فَقَالَ :اَعِدْهَا عَلَیَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ ' ثُمَّ قَالَ :"وَاُخْرٰی يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ ' مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" قَالَ :وَمَا هِیَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۲: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔'' اس پر ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کا اعادہ فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعادہ فرما دیا۔ پھر فرمایا: ''دوسری چیز جس سے اللہ تعالیٰ بندے کے درجات سوگنا جنت میں بڑھا دیتے ہیں حالانکہ دو درجات میں آسمان و زمین کے برابر فاصلہ ہے۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد' اللہ کی راہ میں جہاد۔'' (مسلم)

تشریح ۞ **وجبت له الجنة** : خواہ ابتداءً نجات پانے والوں میں اسے داخلہ مل جائے یا آگ میں کچھ وقت ٹھہرنے کے بعد۔ اس میں اشارہ کیا کہ موت اسلام پر آنی ضروری ہے۔ **فعجب لها** : یہ لازم تعلیلیہ ہے۔ یا رسول اللہ ان محبوب چیزوں کو دوبارہ تذکرہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اعادہ فرمانے کے بعد فرمایا: **اخری یرفع الله** : **ای خصلة اخری۔ فی الجنة** یہ یرفع کے متعلق ہے۔ **درجتین** : یعنی ان سو میں سے ہر دو درجوں کے درمیان۔ **کما بین السماء والارض** : یہ جملہ اسمیہ مجاہد کی عظمت اور اس کے اعلیٰ مرتبہ کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا۔

سیوطی کا قول: قاضی کہتے ہیں شاید یہ اپنے ظاہر پر ہو اور درجات سے وہ مکانات مراد ہوں جو ایک دوسرے سے بلند ہیں اور یہ منازل جنت کی تعریف ہو جیسا کہ ان کے بالا خانوں کے متعلق وارد ہے کہ وہ چمکدار ستاروں کی طرح نظر پڑیں گے۔۲) یا معنوی بلندی مراد ہو کہ ان میں بے شمار نعمتیں ہوں اور وہ احسانات ہوں جن کا خیال بھی کسی انسان کے دل میں نہیں آیا اور جو مخلوق کے بیان سے باہر ہیں اور ان پر اکرام و احسان بہت ہی بڑھ کر ہوگا اور فضیلت میں باہمی فاصلہ آسمان و زمین کے برابر ہوگا۔ مگر اول معنی زیادہ ظاہر ہے۔ نووی کہتے ہیں اسی طرح درست معلوم ہوتا ہے' واللہ اعلم۔

قرطبی کا قول: **درجه** : بلند مقام کو کہتے ہیں۔ اس سے جنت کے بالا خانے ہیں۔ جن میں سب سے اعلیٰ جنت الفردوس ہے اور اس سے یہ گمان کرنا غلط ہے کہ جنت کے درجات اس عدد میں محصور ہیں بلکہ ان کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کو معلوم نہیں۔ کیا دوسری روایت میں صاحب قرآن کے متعلق یہ موجود نہیں کہ پڑھتے جاؤ اور تیرا آخری ٹھکانہ آخری آیت پر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں درجات آیات قرآن مجید کے مطابق چھ ہزار سے زائد ہیں جب کسی کو قرآن مجید کے ساتھ جہاد بھی میسر آ گیا تو اسے وہ تمام درجات مل جائیں گے۔ اسی طرح وہ آدمی جس کے اعمال زائد ہوں۔ پھر ابو سعید رضی اللہ عنہ میں خصلت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ جہاد ہے۔

الجهاد فی سبیل الله : ابھارنے اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے دوبارہ لائے۔

النحو : یہ مرفوع ہو تو مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ **ای هو الجهاد**۔ سوال کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١١١٠٢) ومسلم (٤٦١٢) والنسائي (٣١٣١) وابن حبان (٤٦١٢) والبيهقي (١٥٨/٩)

الفرائد : ① ایمان پر موت جنت کا باعث ہے ② مجاہدین کے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف درجات ہوں گے۔

۱۳۰۳ : وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ بِحَضْرَۃِ الْعَدُوِّ یَقُوْلُ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْھَیْئَۃِ فَقَالَ :یَا اَبَا مُوْسٰی آاَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ ھٰذَا؟ قَالَ :نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ :اِقْرَاُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ" ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِہٖ فَاَلْقَاہُ، ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِہٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِہٖ حَتّٰی قُتِلَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۳: حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ جب کہ وہ دشمن کے سامنے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں" اس پر ایک آدمی کھڑا ہوا' جس کی ظاہری حالت پراگندہ تھی' اس نے کہا اے ابوموسیٰ کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس وہ اپنے دوستوں کے پاس لوٹ کر گیا اور کہا میں تمہیں آخری سلام کہتا ہوں اور پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چل دیا اور دشمن پر اس سے حملہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ خود شہید ہو گیا۔ (مسلم)

تشریح ❁ قرطبی کہتے ہیں یہ انتہائی بدیع کلام ہے۔ اس سے جہاں جہاد پر ابھارا گیا وہاں اس پر ملنے والے ثواب کی بھی خبر دی گئی ہے اور دشمن سے قریب ہو کر لڑنے پر ابھارا گیا۔ تلواروں کے استعمال اور ان پر اعتماد کی طرف اشارہ کیا گیا اور اس میں بتلایا گیا کہ لڑنے والے مڈبھیڑ کے وقت' ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں تاکہ ان کی تلوار دشمن پر بلند ہوں اور اس طرح بلند ہوں گویا تلواروں نے ضاربین پر سایہ ڈال دیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تلوار سے لڑنے والے مجاہد کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ باب الصبر میں بھی پہلے یہ روایت گزری۔ **رث الھیئۃ** : پھٹے کپڑوں والا۔ **أ انت سمعت**: اس استفہام سے خبر کی تحقیق مقصود ہے کیونکہ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان اور واسطہ نہ تھا۔ یہ وسائط جتنے بڑھتے ہیں خبر میں غلطی اور سہو کا گمان پیدا ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ صحابی کی مرسل تو حجت ہے۔ اس کو تابعین کی مرسل کے ساتھ ملانا درست نہیں۔ **فرجع الی اصحابہ** : اس آدمی نے نعم میں جواب سن کر اپنے ساتھیوں کو الوداعی وصیت کی اور کہنے لگا: **السلام علیکم**۔ **ثم کسر جفن سیفہ** : **جفن**: تلوار کا غلاف۔ پھر تلوار کا غلاف توڑ ڈالا۔ جفن کی جمع جفون اور جفان بھی ہے۔ پلک کو بھی کہتے ہیں۔ **فالقاہٗ** : اس کو پھینک دیا کیونکہ دنیا کی زندگی سے اس نے امید ختم کر دی اور واپسی کا خیال ترک کر دیا۔ **الی العدو** : کفار جنگجوؤں کی طرف بڑھا اور لڑ کر جام شہادت نوش کر دیا۔ **حتی** : اسم مقدر کے لئے غایت ہے۔

تخریج : اخرجه أحمد (٧/١٩٥٥٥) ومسلم (١٩٠٢) والترمذی (١٦٦٥) وابن حبان (٤٦١٧) والحاکم (٢/٢٣٨٨) وأبو نعیم (٢/٣١٧) والبیهقی (٩/٤٤)

الفرائد : ① **الجنہ تحت** ...... یہ جوامع الکلم سے ہے۔ گویا دشمن کے مجمع میں گھس کر اپنی جان لڑا دے ② اخلاص سے شہادت کی نیت کرنے والا کیونکہ علائق دُنیا سے الگ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیت پر اس کو ثواب دے دیتے ہیں۔

١٣٠٤ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْسٍ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ جُبَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۰۴: حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کی راہ میں ایک بندے کے قدم غبار آلود ہوں اور اس کو جہنم کی آگ چھولے"۔ (بخاری)

تشریح ۞ ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر بن زید بن جشم انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے ان کا نام عبداللہ اور بعض نے معد بتلایا۔ (تقریب لحافظ) یہ صحابی ہیں اور بدر اور مابعد کے معارک میں شریک رہے۔ ان کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ ان کی روایات بخاری ترمذی نسائی نے ذکر کی ہیں۔ یہ روایت انہی نے نقل کی ہے۔ **ما اغبرت قدما۔ فتمسه** : یہ ان کی وجہ سے منصوب ہے چونکہ جواب نفی میں آیا ہے۔ اس میں مجاہد کے لئے عظیم الشان شہادت ہے کہ اسے آگ سے نجات ملے گی اور اگر سبیل اللہ کو عموم پر محمول کریں تو پھر بشارت ہر طاعت کے متعلق عام ہو جائے گی۔ نسائی اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: **ولا اغبرت قدم فی عمل یتبغی به درجات الآخرة بعد الصلوٰة المفروضة کجهاد فی سبیل الله۔** (احمد بزار ترغیب منذری)

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٥٩٣٥) والبخاری (٩٠٧) والترمذی (١٦٣٨) والنسائی (٣١١٦) وابن حبان (٤٦٠٥) والبیقی (٩/١٦٢)

الفرائد : جس آدمی نے اپنی انتہائی کوشش راہِ الٰہی میں صرف کی اور اس کے قدم غبار آلود ہوئے تو اُن پر آگ حرام ہو جاتی ہے۔

١٣٠٥ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ ، وَلَا یَجْتَمِعُ عَلٰی عَبْدٍ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۳۰۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ آدمی آگ میں داخل نہیں ہوسکتا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ ایک بندے پر دو باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ ۱) ممکن ہے کہ اصل داخلے کی نفی پر ہو پھر اس سے نجات کی بشارت ہو اس کی تائید سے یہ عرش والی روایت سے ہوتی ہے۔ اس میں مذکور ہے: **ورجل ذکر الله ففاضت عیناه** (ابن عساکر) اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: **وعین بکت من خشیة الله** (بیہقی) اور ممکن ہے کہ ہمیشہ ہمیش کے داخلہ کی نفی ہو۔ **حتی یعود اللبن**: یہ تعلیق بالمحال کر کے اس کے لئے آگ کے داخلے کا محال ہونا ثابت کیا۔ **ولا یجتمع علی عبد** : یہ عبدالرحمٰن بن جبیر والی روایت کی طرح ہے اور پہلے احتمال کی مؤید ہے۔

تخریج : باب فضل البکاء من خشیة اللہ میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۳۰۶ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ : عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ' وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۰۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری''۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ یعنی دو شخص مراد ہیں۔ جزء بول کر کل مراد لیا گیا۔ ایک بعید احتمال یہ ہے کہ اگر وہ آگ میں داخل ہوا تو آنکھ کو آگ کا اثر نہ پہنچے گا۔ **من خشیة اللہ**: ۱) من تعلیہ۔ لام کے معنی میں ہے' ۲) ابتدائیہ بھی درست ہے۔ خشیت: وہ خوف جو تعظیم و معرفت سے پیدا ہو۔ اس وجہ سے اس کو علماء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے: ﴿ **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**﴾ **وعین باتت تحرس فی سبیل اللہ**۔ یہ ان لوگوں کو شامل ہے جو دشمن سے لشکر کی حفاظت کرنے والے ہوں اور اسی طرح جو سرحد پر حفاظت کرتے ہوں طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **عینان تریان النار ابدًا عین بکت فی جوف اللیل من خشیة اللہ و عین باتت تکلأ فی سبیل اللہ**۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۱٦٤٥) والنسائی (٦/١٥) والدارمی (٢/٢٠٣) والحاکم (٢/٨٣)

الفرائد : اس روایت میں پہرہ اور خشیت سے رونے کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۰۷ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا ' وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۰۷: حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے سامان دیا گویا اس نے خود غزوہ کیا اور جو آدمی کسی غازی کے اہل و عیال پر بھلائی کے ساتھ نگران رہا اس نے بھی یقیناً جہاد کیا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جہز کا مطلب آلاتِ حرب اور زادِ سفر اور خرچہ رکاب وغیرہ میں اس کی معاونت کی۔ **فقد غزا**: اس کی وضاحت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من جهز غازیا حتی یستقل کان له مثل اجرہ حتی یموت او یرجع**۔ ظاہر الفاظ مکمل سامانِ دنیا معلوم ہوتا ہے مگر اسی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں۔ کثیر و قلیل سب کو شامل ہے اور ابن ماجہ والی روایات ضعیف ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی

روایت میں اسی طرح ہے۔من جهز غايا او خلفه في اهله بخير فانه معنا۔اورطبرانی کی زید بن ثابت والی روایت اس طرح ہے: من جهز غايا فله مثل اجره ومن خلف غازيا في اهله بخير او انفق على اهله فله مثل اجره۔

من خلف : یہ لام کی تخفیف سے ہے۔ بخير: اس کا مطلب ان کی تمام یا بعض ضروریات کو پورا کیا۔خلف نائب بننے کے معنی میں آتا ہے۔ فقد غزا: وہ اجر میں اس کے مماثل ہے اگر چہ اس نے حقیقۃ میں غزوہ میں شمولیت اختیار نہیں کی۔(ابن حبان) طبرانی کہتے ہیں یہ روایت بتلا رہی ہے کہ جو شخص کسی مؤمن کی کسی عمل خیر میں معاونت کرے گا تو اس معاونت کرنے والے کو غافل جیسا اجر ملے گا۔اسی طرح جو گناہ میں کسی کا معاون ہوگا تو مددگار پر عامل کی طرح بوجھ ہوگا۔قرطبی کہتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں یہ بدلہ بلاتضعیف ہے کیونکہ یہ دوسرے افعال واعمال پر بھی جمع ہو جاتے ہیں اور دلالت کرنے والے کے پاس تو فقط نیت ہی ہے اور یہ کہا گیا کہ جس آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو اپنے اہل وعیال اور مال کا نگران بنایا اور اس نے خیر سے نائبیت کے فرائض انجام دیئے تو اس کو جانے والے کا نصف اجر ملے گا۔یہ بھی کہا گیا کہ ہر دو میں سے ایک جائے اجر ان کے مابین تقسیم ہوگا۔اس روایت کو مسلم نے ذکر کیا مگر اس حدیث میں اس سلسلہ کی کوئی دلیل نہیں۔وجہ اوّل: یہ روایت محل نزاع کو شامل نہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر اس سے خیر کی نیت کی تو کیا اسے کرنے والے کے برابر بلا اضافہ اجر ملے گا یا تضعیف کے ساتھ ملے گا۔ یہ روایت محل مضاعف میں مشارکت کو چاہتی ہے۔پس دونوں کا حکم الگ ہوا۔وجہ دوم: غازی کے مال اور اہل کا نگران عمل میں اس کا نائب ہے اگر چہ یہ وہی عمل نہیں۔گویا وہ بذاتِ خود غزوہ میں شریک ہے۔وہ فقط نیت پر اکتفاء کرنے والا نہیں بلکہ وہ غزوہ کے لئے کام کرنے والا ہے۔جب وہ ایسا ہے تو اس کو غازی کی طرح کامل ثواب ملے گا اور کئی گنا وافر بھی ملے گا اور اسی حیثیت سے کہ جب اس کو غازی کے اجر کی طرف منسوب کیا جائے تو نصف ہوگا۔اس طرح سے یہ روایت اس روایت من خلف غازيا بخير فقد غزا اور دوسری روایت: فله مثل نصف اجر الغازي و يبقى للغازي النصف میں موافقت پیدا ہوگئی۔غازی نے اس پر وہ چیز نہیں ڈالی جو اس کے ثواب کی کمی کو لازم کرنے والی ہو۔یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا: من فطر صائمًا كان له مثل اجر الصائم لا ينقص من اجر شئ۔ اب اس کے مطابق نصف کا کلمہ مثل اور اجر کے درمیان گھسنے والا ہے۔گویا لفظ لانے والے تھے روایت بالمعنی میں یہ لفظ لاتے ہوئے تسامح ہوگیا۔اس کی دلیل دوسری روایت میں والاجر بينهما ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس کا عجز ثابت ہوگیا اور نیت درست رہی۔پس مناسب نہیں کہ اس بارے میں اختلاف کیا جائے کہ اس کا اجر خود عامل کی طرح کئی گنا بڑھایا جائے گا(عینی) ابن ماجہ نے ان الفاظ سے من جهز غازيا في سبيل الله كان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجر الغازي شيئًا۔اور دوسری روایت میں من جهز غازيًا حتى يستقل كان له مثل اجره حتى يموت او يرجع کے الفاظ سے نقل کی ہے۔احمد٬ طبرانی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا: من جهز غازيا او خلفه في اهله بخير فانه معنا۔

تخریج : باب في التعاون على البر والتقوى میں گزر چکی۔

الفوائد : ایضاً۔

۱۳۰۸ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنِیْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۳۰۸: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقات میں سب سے افضل صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ کے لئے خیمہ دینا اور اللہ کی راہ میں کوئی خادم عنایت کرتا ہے یا پھر جوان اونٹنی کو اللہ کی راہ میں دیناہے''۔(ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ **فی سبیل**: ظرف محل صفت میں واقع ہے۔فسطاط لبروزن فعلال۔فا کا ضمہ وکسرہ دونوں درست ہیں۔اس وزن پر آنے والے الفاظ خلاف قیاس ہیں۔مثلاً القسطاس' القرطاس **او ضحه خادم** ۔ غازی کو خادم دیا۔ **او طروقة فحل** : اس کا مضاف محذوف ہے **ای منحة طروقة** : اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جس کی طرف نر کا میلان ہو۔اگر چہ بالفعل ایسا نہ ہوا ہو۔

تخریج : أخرجه الترمذی (١٦٣٢)

الفرائد : صدقات کی اعلیٰ قسم کا تذکرہ کر کے حاصل کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۳۰۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فَتًی مِّنْ اَسْلَمَ قَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغَزْوَ وَلَیْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ قَالَ :"اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ کَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ" فَاَتَاهُ فَقَالَ :اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ :اَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ قَالَ :یَا فُلَانَةُ اَعْطِیْهِ الَّذِیْ کُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهٖ ، وَلَا تَحْبِسِیْ مِنْهُ شَیْئًا فَوَ اللّٰهِ لَا تَحْبِسِیْنَ مِنْهُ شَیْئًا فَیُبَارَکَ لَکِ فِیْهِ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۹: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس سامانِ جہاد نہیں۔فرمایا تو فلاں کے پاس جا اس نے جہاد کا سامان تیار کیا پھر بیمار ہو گیا۔چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور کہا بے شک اللہ کے رسول تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں وہ سامان مجھے دے دو جو تم نے جہاد کے لئے تیار کیا اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اے فلانی اس کو وہ سارا سامان دے دو جو میں نے جہاد کے لئے تیار کیا تھا اور اس میں سے کچھ بھی روک نہ رکھنا۔اللہ کی قسم تو اس میں سے کوئی چیز بھی روک کر نہ رکھنا پس تمہیں اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔(مسلم)

تشریح ۞ یہ قبیلہ ہے جن کا سلسلہ نسب یہ ہے: اسلم بن افصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ بن مازل بن ازد (لب اللباب الاصبہانی) **ما اتجهر به** : ارید کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ **قد تجهز**: یعنی اس نے غزوہ کے لئے سامان تیار کیا پھر بیمار ہو گیا۔ **فاتاه**: وہ اسلمی مریض کے پاس آیا۔ **اعطنی الذی کنت تجهزت به**:

یہ روایت بالمعنی ہے ممکن ہے آپ نے یہ لفظ بھی فرمائے ہوں۔ اصل مقصود اس چیز کا حاصل کرنا تھا جو جواب میں پائی جاتی ہے **یا فلانة** : خادمہ یا گھر والی کو کہا کوئی چیز بھی اس میں سے روک کر مت رکھو۔ **فیبارك لك فيه**: دونوں ظرف فعل کے معمول پر پہلا اس کا نائب اور دوسرا مفعول ہے۔

تخریج : باب فی الدلالة علی خیر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۳۱۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ فَقَالَ : "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ : "لِیَخْرُجْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ رَجُلٌ" ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: "اَیُّکُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ بِخَیْرٍ کَانَ لَهٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ"۔

۱۳۱۰: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی طرف ایک دستہ بھیجا اور فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور اجر دونوں میں مشترک ہوگا۔ (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک نکلے۔ پھر بیٹھنے والے کو کہا جو تم میں سے نکلنے والے کے اہل و عیال کی بھلائی سے نگرانی کرے گا تو اس کو نکلنے والے کے اجر کے برابر آدھا ملے گا۔

تشریح ۞ یہ ہذیل قبیلہ کی شاخ ہے۔ اس وقت بنو لحیان کافر تھے۔ ان سے لڑائی کے لئے ایک جماعت کو روانہ فرمایا۔ **ینبعث من کل**: آدھے یہاں رہیں اور آدھے جہاں کے لئے جائیں **والاجر بینهما** : یہ اس وقت ہوگا جب یہ غازی کا خیر سے قائم مقام بنے۔ جیسا دیگر احادیث میں وارد ہے اور زید بن خالد جہنی کی روایت میں بتایا جا چکا کہ نصف کا لفظ مثل اور اجر میں داخل کیا ہوا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۴/۱۱۳۰۱) ومسلم (۱۸۹۶) وأبو داود (۲۵۰۱) وابن حبان (۴۷۲۹) والطیالسی (۲۲۰۴) والبیهقی (۹/۴۰)

الفرائد : جہاد فی سبیل اللہ افضل ترین عمل ہے اور جہاد میں جانے والے کے مال و اولاد کی نگہبانی بھی اتنے ہی اجر کا مستحق بنتی ہے۔

۱۳۱۱ : وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ فَقَالَ : "اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "عَمِلَ قَلِیْلًا وَّاُجِرَ کَثِیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ– وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ۔

۱۳۱۱: حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی جنگی ہتھیاروں سے ڈھکا ہوا آیا اور عرض کی

یارسول اللہ کیا میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''اسلام لاؤ پھر لڑو''۔ پس وہ اسلام لے آیا اور پھر اس نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہوگیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے عمل تھوڑا سا کیا اور اجر بہت زیادہ پالیا''۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

تشریح ۞ **مقنع بالحدید:** اسلحہ سے ڈھنپا ہوا۔ بعض نے کہا جس کے سر پر خود ہو کیونکہ اوڑھنی کی جگہ سر ہی ہے۔ عینی کا قول یہ ہے کہ یہ اصرم بن عبد عبدالاشہل ہیں۔ (کرمانی) آپ ﷺ نے ان کا نام بدل دیا اور زرعہ نام رکھا دیا۔ (فتح الباری) **اسلم ثم قاتل:** کیونکہ اعمالِ صالحہ ایمان کے بعد قابل قبول ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وما منعهم ان تقبل منهم نفقاتهم الا انهم كفروا بالله و برسوله**﴾ [التوبہ] **فاسلمه ثم قاتل** فا سے اشرہ کیا وہ اسی وقت ایمان لے آیا پھر اسے آپ ﷺ نے لڑنے کا حکم دیا اور توقف ورخصت کا حکم نہ فرمایا۔ ثم سے اشارہ ملتا ہے کہ لڑائی سے تھوڑا توقف کیا۔ یا ثم' فا کی جگہ آیا ہے۔ **عمل تليدوا اجرًا لغيرًا** : یعنی ایمان وقتال۔ ایمان اور اس کے بعد قتل کیا۔ اگرچہ قتل تاخیر سے تھا۔ **اجراً کثیرا**۔ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔

مسلم کی روایت کا فرق: یہ ہے کہ بنی نبیت کا ایک شخص آیا جو کہ انصار کا ایک خاندان ہے اور کہنے لگا: **اشهد ان لا اله الا الله و انك عبده و رسوله ثم تقدم و قاتل حتّٰی قتل' فقال النبی صلی الله علیه وسلم عمل هذا یسیرًا و اجرًا کثیرًا۔**

تخریج : أخرجه البخاری (۲۸۰۸) ومسلم (۱۹۰۰) وابن حبان (٤٦٠١)

الفرائد : بعض اوقات بظاہر معمولی عمل سے اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے عظیم بدلہ مل جاتا ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۳۱۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"مَا اَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ ' لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ "لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۱۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے خواہ اس کو ساری زمین پر جو کچھ ہے وہ دے دیا جائے مگر شہید تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے پھر دس مرتبہ قتل ہو۔ اس اعزاز کی وجہ سے جو شہادت پر اس نے دیکھا اور ایک روایت میں ہے اس لئے کہ وہ شہادت کی بزرگی دیکھے گا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ جملہ احد کی صفت ہے۔ **ان یرجع الی الدنیا:** کیونکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں حقیر ہے۔ **وان له ما علی الارض من شئ:** پہلا ظرف خبر ما ہے اور ظرف ثانی ما کا بیان ہے اور محل حال میں ہے اور جملہ اسمیہ یحب کے فاعل سے حال ہے۔ **الا الشهيد** : یہ مرفوع حالت میں احد کا بدل ہے۔ **يتمنٰی** : جنت میں داخل ہونے کے بعد تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ کر جائے کیونکہ وہ شہید کا عظیم اکرام دیکھ چکا۔ اس خواہش در جوع کو تمنا سے تعبیر اس لئے کیا

کیونکہ یہ محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے۔

اَلنَّحْوُ : یتمنی : ۱) کا جملہ مستانفہ ہے جو کہ استثناء کی حکمت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔۲) اور شہید مبتداء ہو تو یہ اس کی خبر ہے اور پھر یہ جملہ مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہوگا یا ما کے اسم کا بدل ہوگا تو مرفوع ہوگا۔ لما یری من فضل الشهادة : وہ اس بات کو اس لئے چاہے گا کہ اگر وہ دنیا کی طرف دوبارہ لوٹ کر پھر شہید ہوا تو اس کا اکرام اور بڑھ جائے گا۔

روایت کا فرق : بخاری کی دوسری روایت میں "ما من عبد یکون له عند الله خیر سیره ان یرجع الی الدنیا وان له الدنیا وما فیها الا الشهید لما یری من فضل الشهادة فانه یسره ان یرجع الی الدنیا وان له الدنیا وما فیها الا الشهید لما یری من فضل الشهادة فانه یسره ان یرجع الی الدنیا فیقتل مرة اخری" اور مسلم کی ایک روایت میں "غیر الشهید فانه یتمنی" اور دوسری روایت میں اس طرح ہے: ما من نفس تموت لها عند الله خیر لسیدها انها ترجع الی الدنیا ولان لها الدنیا وما فیها۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٢٧٥) والبخاری (٢٧٩٥) ومسلم (١٨٧٧) والترمذی (١٦٤٦) والنسائی (٣١٥١) وابن حبان (٤٦٦٢)

الفرائد : مجاہد ہی ایسا دنیا سے جانے والا انسان ہے جو مر کر بھی دنیا میں لوٹ کر پھر مرنے کی تمنا کرتا ہے۔

۱۳۱۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ"۔

۱۳۱۳: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ شہید کو ہر چیز معاف فرما دیں گے مگر قرضہ (معاف نہیں فرمائیں گے)"۔ (مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے "اللہ کی راہ میں شہادت قرضے کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتی ہے۔

تشریح ✿ الا الدین : ایک روایت میں ہے اور امام احمد نے اس روایت کو ہی لیا ہے اور دوسری روایت میں الا القتل کا لفظ ہے اس کو طبرانی نے معجم کبیر اور حلیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابونعیم کی ابن مسعود والی روایت میں اس طرح ہے: "القتل فی سبیل الله یکفر الذنوب کلها الا الامانة' والامانة فی الصلوٰة والامانة فی الصوم والامانة فی الحدیث و اشد ذلك الودائع" (جامع صغیر)

تخریج : أخرجه مسلم (١٨٨٦)

الفرائد : شہادت سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں مگر انسانی حقوق باقی رہنے سے انسانی حقوق کی ادائیگی کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۳۱٤ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِیْهِمْ فَذَكَرَ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَیْفَ قُلْتَ؟ قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ ، مُتَحَسِبٌ ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ ، اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۱۴: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ کا تذکرہ فرمایا کہ یہ اعمال میں سب سے افضل ہیں۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ کیا حکم ہے اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا :''جی ہاں اگر تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائے اس حالت میں کہ تو جم کر لڑنے والا' ثواب کی امید رکھنے والا' آگے بڑھنے والا نہ کہ پیچھے ہٹنے والا ہو۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا تو نے کیا سوال کیا؟ اس نے عرض کیا: کیا حکم ہے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے؟ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا:''جی ہاں جب کہ تو صبر کرنے والا' ثواب کا امیدوار' اقدام (خالص نیت سے لڑنا) کرنے والا ہو نہ کہ پیٹھ پھیرنے والا مگر قرضہ (معاف نہیں ہوگا) پس جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ بتلایا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فیهم** سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ **الجهاد في سبيل الله** : اس کو افضل ترین سے پہلے لا کر اس کی اہمیت و اہتمام کی طرف اشارہ فرما دیا۔ **والايمان بالله** : ۱) مجموعہ افضل ہے جیسا عطف کا تقاضا ہے۔ ۲) ہر ایک ان میں سے افضل الاعمال ہے اور یہ جہاد کی ضرورت کے پیش نظر ہے۔

اَلنَّحْو :اسم تفصیل جب معرفہ کی طرف مضاف ہو تو یہ اس کی مطابقت اور عدم مطابقت دونوں درست ہیں۔ **الرأيت** : یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ **تكفر** : مٹا دیئے جائیں گے۔ **خطاياى** : یہ خطیۃ کی جمع ہے۔ اس کی تعلیل معروف ہے خطیہ بروزن فعیلہ گناہ کو کہتے ہیں (شرح العمدۃ قلقشندی) آپ ﷺ نے اس کو ہاں میں جواب دیا اور فرمایا **وانت صابر محتسب**: جبکہ تو اللہ کی راہ میں ہو اور تو اس کے ثواب کا طالب ہو۔ **مقبل غير مدبر**: جبکہ میدان سے فرار اختیار کرنے والا نہ ہو۔ اگر دشمن پر مڑ کر حملہ کے لئے پیچھے ہٹے یا لڑنے والوں کی تعداد معمولی رہ گئی اور یہ وہاں ٹھہرے تو جان کو تلف کرنے کے سواء فائدہ نہیں تو ایسا لوٹنا اس حکم میں شامل نہ ہوگا اور اجر کی کمی میں بھی یہ چیز مؤثر نہ ہوگی۔ ۲) ممکن ہے کہ عدم تکفیر میں مؤثر ہو جائے۔ اگرچہ یہ ایسے لوٹنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہو۔ نووی کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ اس شرط کا جواب محذوف ہے۔ **اى تكفر عنك خطاياك** اور لدلالة **ما قبله عليه** اور **قتلت** کی ضمیر مرفوع سے جملہ اسمیہ حالیہ بنے گا۔

زملکانی کا قول: ۱) احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ وہ آگے بڑھنے والا ہو کسی وقت بھی پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔ بسا اوقات

آدمی آگے بڑھتا ہے پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔۲) یہ تاکید بھی بن سکتی ہے۔۳) یہ بھی ممکن ہے کہ تحسینہ کے مراد لینے سے بچانے کے لئے معنی کو پختہ کرنے کے لئے لایا گیا ہو جیسا اس ارشاد میں ﴿اموات غیر احیا......﴾ [النحل] ۴) ممکن ہے ایک کو جوارح پر محمول کریں اور دوسرے کو قلوب پر اور اس کا برعکس بھی ہوسکتا ہے (قوت المغتذی للسیوطی)

کیف قلت : آپ ﷺ نے اسے سوال دہرانے کا فرمایا تاکہ جواب کا اعادہ کرنے سے قرض کے معاملے کی عظمت میں خوب مبالغہ ہو جائے کیونکہ جب اسے معلوم ہوا کہ شہید کا اجر قرضے کی شرط سے خالی ہے تو وہ بہت خوش ہوا لیکن قرضے والا حکم اس پر وارد کیا گیا کہ قرضہ اس سے مستثنیٰ ہے تو یہ اس طرح ہو گیا جیسا کہ نیند سے کسی کو جگا دیا جائے اور غفلت سے اس کو بیدار کر دیا جائے۔ یہ اعلان کے لحاظ سے زیادہ مؤثر ہے جو اس حالت میں ہو کہ نیند و غفلت نہ پائی جائے۔ (عاقولی)

انت صابر محتسب مقبل غیر مدبر: یہ خبر کے بعد خبر ہے۔ **الا الدین** : یہ استثناء منقطع ہے یا متصل یعنی وہ قرضہ جس کی ادائیگی کا ارادہ نہ ہو اور اس سے مراد انسانوں کے وہ حقوق ہیں جو اس کے ذمہ ہوں۔

فان جبرئیل قال لی ذٰلک : جبریل علیہ السلام وحی الٰہی سے یہ بات مجھے بتلائی ہے۔

نووی کا قول: اس میں مجاہد کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس کے تمام گناہ مٹادیئے جاتے ہیں سوائے حقوق العباد کے۔ ان کا کفارہ مذکورہ شرائط سے ہوگا اور وہ یہ ہیں: ۱) وہ صبر ثواب سے آگے بڑھنے والا ہو۔ پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔۲) بلا اخلاص اعمال کا فائدہ نہیں۔

قرطبی کا قول : حقوقِ انسانی کا معاف نہ ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ ادائیگی سے باز رہا اس کا ارادہ بھی نہیں حالانکہ اس کو قدرت ہے۔ جب مجبور ہو تو کرم الٰہی سے امید ہو۔ اس کے سچے ارادے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے حقوق والوں کو راضی کر دیں گے جیسا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے۔

تخریج : أخرجه مالك ۱۰۰۳) وأحمد (۸/۲۲٦٤۸) ومسلم (۱۸۸۵) والترمذی (۱۷۱۲) والنسائی (۳۱۵٦) والدارمی (۲/۲۰۷) وابن حبان (٤٦٥٤) وسعید بن منصور (۲۵۵۳)

الفوائد : ① اعمال بلا نیت و اخلاص غیر مفید ہیں ② شہادت جیسا عمل بھی انسانی حقوق کو نہیں بخشوا سکتا۔

۱۳۱۵ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ : اَيْنَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ : "فِي الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۱۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: "جنت میں" چنانچہ اس نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں۔ پھر کفار سے لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **قلت** : یہ اُحد کے میدان کا واقعہ ہے۔ اس آدمی کے نام کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ (مسلم) شرط کا جواب حذف کر دیا گیا کیونکہ ما قابل میں دلالت پائی جاتی ہے۔ **فی الجنة**: جہاد میں اس کا اخلاص جانتے ہوئے آپ نے فیصلہ کن جواب دیا کہ تو بلاشبہ جنت میں جائے گا۔ **تمرات**: یہ تمرة کی جمع ہے۔ **فی یدہ**: اس نے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں

اور ان کو کھانے تک کا وقفہ جنت میں داخل ہونے کے لئے طویل معلوم ہوا۔ (سبحان اللہ)

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱۴۳۱۸) والبخاری (۴۰۴۶) ومسلم (۱۸۹۹) والنسائی (۳۱۵۴) وابن حبان (۴۶۵۳) والبیهقی (۹/۴۳)

الفوائد : ① اعمالِ خیر میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے ② صحابہ کرام نصرتِ اسلام و رغبت شہادت میں بہت آگے تھے۔

۱۳۱۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ وَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُقَدِّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهٗ" فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" قَالَ يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ : بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَآءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ : "فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ : لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْقَرَنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّآءِ : هُوَ جَعْبَةُ النُّشَّابِ۔

۱۳۱۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چلے۔ یہاں تک کہ بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے اور مشرکین آئے۔ (بعد میں) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں کوئی شخص کسی چیز میں کوئی قدم نہ اٹھائے جب تک کہ میں نہ کروں یا کہوں۔" چنانچہ مشرکین قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ عمیر بن ہمام کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا: "جی ہاں۔" انہوں نے کہا خوب خوب! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں اس خوب خوب کی بات پر کس نے آمادہ کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اِس میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ میں جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک تو جنت والوں میں سے ہے پھر انہوں نے چند کھجوریں اپنے ترکش سے نکالی اور انہیں کھانے لگے پھر کہا اگر میں زندہ رہوں تو ان کھجوروں کے کھانے تک بے شک یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے! پس انہوں نے اپنے پاس جو کھجوریں تھیں انہیں پھینک دیا پھر کفار سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم) اَلْقَرَنُ : تیر رکھنے کا فیصلہ۔

تشریح ۞ **الی بدر** : یہ کفارِ قریش کے ساتھ پہلی مڈ بھیڑ کا واقعہ ہے جو بدرِ کبریٰ کے نام سے موسوم ہے۔ **لا یقد من احد .... حتی اکون انا دونه**: کسی بھی اقدام کی ممانعت فرمادی۔

النحو : انا: یہ اکون کی مستتر ضمیر کی تاکید ہے۔ دون یہ ظرف ہونے کی وجہ عمل کے متعلق ہے۔ ای **حتی اکون انا اقرب منه الیه**: مراد کسی بھی عمل کا ارتکاب ہے۔

فدنا المشرکون : یعنی لڑائی کے لئے صغیر بنا کر مشرکین مسلمانوں کے سامنے آئے۔

السموٰت والارض : آسمان کی جمع لائے کیونکہ علویات اصل وذات کے لحاظ سے مختلف ہیں اور الارض کو مفرد لائے کیونکہ سفلیات اصل کے اعتبار سے ایک ہیں (بیضاوی وقاضی)

النحو : جملہ اسمیہ جنت کی صفت ہے۔ **قولوا** : میں مسارعت کا معنی پائے جانے کی وجہ سے الی سے اس کو متعدی کیا گیا ہے۔

جنت کا عرض بیان کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کی طوالت تو طوالت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: ﴿**ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة**﴾ عمیر بن الحمام بن جموح بن عمرو الانصاری۔ آپ ﷺ نے ان کے اور ابوعبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے درمیان مواخاۃ کرادی تھی۔ یہ دونوں بدر میں شہید ہوئے۔ بقول عاقولی عمیر کو خالد بن اعلم نے قتل کیا۔ **یا رسول اللہ جنة عرضها**: یہ استفہام تقریری ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! تو انہوں نے کہا: بخ بخ۔ یہ خا کے کسرہ وفتحہ دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ معاملے کی تفخیم و تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ (نووی) بقول عاقولی یہ مبنی علی السکون ہے۔ وصل کی صورت میں مکسور آئے گا۔ مؤنث ہے۔ **یا یحملك**: تم نے یہ خوف سے کہا یا اُمید جنت میں تاکہ تم بھی اہل جنت سے ہو جاؤ۔ **لا واللہ**: نفی لا محذوف مقدر کی وجہ سے ہے اور مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی میں نے یہ کسی علت کی وجہ سے نہیں کہا۔ فقط اہل جنت میں سے بن جانے کی امید میں کہا۔ **فانك من اهلها**: یہ معجزۂ نبوت ہے کہ ایک امر غیبی کی بذریعہ وحی اطلاع دی اور اسی طرح ہوا۔ **فجعل یاکل منهن**: بھوک میں حصولِ طاقت کے لئے۔ ۲) اس خوش کن خبر سے اپنے آپ کو راحت پہنچانے کے لئے جیسا خوش کن خبر کے وقت لذیذ اشیاء کھائی جاتی ہیں۔ **لئن انا حییت**: لام تمہید قسم کے لئے ہے۔ ان شرطیہ ہے۔ انا ضمر ضمیر مستقر کی تاکید ہے جو کہ فاعل ہے اور مابعد اس کی تفسیر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: **لئن حیث انا** : یہ فعل شرط مضمر ہے۔ یعنی اگر میں زندہ رہا زندہ۔ **هذه** : زندگی غایت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ یہ کھجوریں کھانے کا واقعہ۔ **انها لحیاة طویله**۔

النحو : جواب قسم کا جملہ ہے اور اس کو لا کر جواب قسم کو ذکر نہیں کیا اسی پر اکتفاء کر لیا۔ عاقولی: تخصیص کے لئے ضمیر منفصل کو اہل معانی کے ہاں مقدم کرنا درست ہے جیسا **قل لو انتم تملکون**: یہاں بھی اس نے گویا اپنے نفس کو اس حالت میں پایا کہ وہ اس زندگی کو شہادت پر ترجیح دے رہا ہے۔ اس نے نفس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور جس کی طرف نبی اکرم ﷺ آمادہ کر رہے تھے۔ **قوموا الی جنة......** : اس میں نفس کی سلامتی پر چند کھجوریں جو دس سے کم تھیں ان کے کھانے تک کی زندگی بڑی لمبی ہے جنت کی راہ میں حائل ہو رہی ہے۔ تمرات: جمع قلت۔ چند کی طرف ہے۔ قرن: قری۔ کھجور کا تھیلا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۲٤۰۱/٤) ومسلم (۱۹۰۱) وأبو داود (۲٦۱۸)

الفوائد : ① صحابہ کرام کو کلام نبوت پر کس قدر یقین تھا ② نصرتِ دین اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں صحابہ ہر وقت سرشار تھے۔

۱۳۱۷ : وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ نَاسٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا یُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ ، فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فِیْهِمْ خَالِیْ حَرَامٌ، یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ، وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بِاللَّیْلِ : یَتَعَلَّمُوْنَ وَکَانُوْا بِالنَّهَارِ یَجِیْئُوْنَ بِالْمَآءِ فَیَضَعُوْنَهٗ فِی الْمَسْجِدِ، وَیَحْتَطِبُوْنَ فَیَبِیْعُوْنَهٗ وَیَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الصُّفَّةِ وَلِلْفُقَرَآءِ ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ یَّبْلُغُوا الْمَکَانَ فَقَالُوْا : اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاكَ فَرَضِیْنَا عَنْكَ وَرَضِیْتَ عَنَّا وَاَتٰی رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِنْ خَلْفِهٖ فَطَعَنَهٗ بِرُمْحٍ حَتّٰی اَنْفَذَهٗ فَقَالَ حَرَامٌ : فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اِخْوَانَکُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوْا : اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاكَ فَرَضِیْنَا عَنْكَ وَرَضِیْتَ عَنَّا'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۳۱۷: حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ آپؐ نے ان کی طرف ستر انصاری بھیجے جن کا لقب قراء تھا۔ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے یہ سب لوگ دن کو قرآن مجید پڑھتے' رات کو اس کا ورد کرتے اور سیکھتے سکھاتے' دن کے وقت میں پانی لا کر مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں کاٹ کر ان کو فروخت کر کے اس کے بدلے میں اہل صفہ کے لئے اور فقراء کے لئے کھانا خریدتے۔ پس رسول اللہؐ نے ان کو بھیج دیا پھر لے جانے والے ان کے دشمن ہو گئے اور ان کو اصل مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا۔ (انہوں نے قتل سے پہلے) دعا کی اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے پیغمبر کو یہ بات پہنچا دے کہ ہماری ملاقات ہو گئی اور ہم اس سے راضی ہو گئے اور وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ ایک آدمی حضرت انس کے ماموں حرام پر پیچھے سے حملہ آور ہوا اور ان کو اس طرح نیزہ مارا کہ ان کے آر پار ہو گیا اس پر حضرت حرام نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمہارے بھائیوں کو قتل کر دیا گیا اور انہوں نے یہ کہا اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے پیغمبر کو یہ بات پہنچا دے کہ ہم اپنے رب کو مل گئے ہیں وہ ہم پر راضی ہو گیا اور ہم اس پر راضی ہو گئے۔ (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

تشریح ❁ **ناس** : یہ اہل نجد کے لوگ تھے جن کے سردار کا نام ابو براء بن ملاعب الاسنہ تھا۔ **یعلمونا**: دوسری نون محذوف ہے اور یہ نا ضمیر ہے۔ **بعث سبعین رجلاً من الانصار** : **بعث**: بھیجنے کے معنی میں ہے۔ انصار میں سے جو اہل صفہ تھے وہ مراد ہیں۔ انصار۔ یہ اسلامی نام اولاد اوس وخزرج کے لئے استعمال ہوا کیونکہ انہوں نے اسلام کی نصرت کا حق ادا کیا۔ **القراء** : جمع قاری کی ہے۔ **فیھم خالی حرام**: یہ انس کے ماموں ابن ملحان بن خالد بن زید بن حرام انصاری

رضی اللہ عنہ ہیں۔

اَللُّغَاتُ : یہ جملہ القراء کی صفت یا حال ہے۔ ظرف کو اہتمام کے لئے مقدم کیا گیا ہے۔ **یتدار سونہ باللیل یتعلمون**: یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کی مدح کے لئے لایا گیا ہے اور ظرف کا تعلق دوسرے فعل سے ہے۔ پہلے سے دلالت پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا ۔ **یجیئون بالماء**: تاکہ مسلمان اس پانی سے فائدہ حاصل کریں اور وضوء اور دیگر ضروریات میں استعمال کر سکیں۔ دن کو وہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرے اور رات کو قیام تلاوت اور قرآن مجید پڑھنے پڑھانے میں صرف کرتے۔ **یحتطبون**: جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور اسے بیچ کر کھانے پینے کی اشیاء حاصل کرتے۔ باب افتعال کو استعمال کیا تاکہ لکڑیوں والے عمل میں مزاولت کی ضرورت ہے اس پر دلالت کرے۔ **الطعام** : میں الف لام عہد ذہنی کا ہو تو بازار میں میسر آنے والا کھانا اور جنس کا ہو تو جس پر کھانے کا اطلاق کیا جا سکے وہ مراد ہو گا جیسا اس ارشاد میں لئن اکله الذئب بھیڑیے کی جنس میں سے کوئی۔ **لاھل الصفه** : یہ فقراء غرباء تھے جن کا کوئی گھر نہ تھا۔ مسجد کے پچھلے حصہ بنائے جانے والے چبوترے میں اس کا قیام تھا۔ باب فضل الزہد میں ان کے حالات گزرے۔ **وللفقراء** : یہ خاص پر عام کے عطف کی قسم سے ہے تاکہ تعمیم ہو۔ **فبعثھم** : آپ ﷺ نے ان کو ان کفار کی طرف ایمان کی دعوت اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ **فعرضوا لھم** : دشمن خدا عامر بن طفیل ان کے آڑے آیا اور خط لے جانے والے صحابی حرام بن ملحان کے سر پر نیزے سے وار کیا۔ جب خون ان کے ہاتھ پر بہنے لگا تو اس کو چہرے پر چھڑکا اور کہنے لگے **فزت و رب الکعبة** : بنی عامر کو ان پر حملہ کی دعوت دی انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم ابو براء کے عہد کو نہیں توڑتے۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف عصیہ' سلیم' رعل کو ابھارا تو انہوں نے اس کی بات پر لبیک کہی اور مسلمانوں کو دیکھ کر تلواروں سے ان پر پل پڑے۔ **فقتلوھم** : اور اسی میدان میں ان کو شہید کر ڈالا ابھی وہ ابوالبراء کے مکان تک نہ پہنچنے پائے تھے۔ **فقالوا** : جب دشمن نے ان کا گھیراؤ کر لیا تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ **اللھم انا لا نجد من یبلغ رسولك منا السلام غیر فاقرئه منا السلام**۔ چنانچہ آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے یہ اطلاع دی۔ **فرضینا عنك** : لقاء سے مراد شہادت کی موت پا کر تیرے عظیم فضل کی وجہ سے تجھ پر راضی ہو گئے۔ **ورضیت عنا** کہ تو نے ثواب والا وعدہ پورا کر دیا۔ ممکن ہے کہ موت کے بعد بارگاہِ الٰہی میں یہ کہا ہو۔ پہلی صورت میں معنی رضا یہ ہے کہ قضاء وقدر کے فیصلے پر ہم راضی ہیں اور تیری رضاء کی علامت یہ ہے کہ اپنی قضاء وقدر کے فیصلے پر ہمارے دِل خوش کر دیئے۔ **من خلفه** : پچھلی جانب سے سر پر نیزہ مارا۔ **انفذہ** : نیزہ سر سے پار کر دیا۔ **فقال حرام**: جبکہ خون سر اور چہرے پر نچوڑنے لگا۔ **فزت**: میں شہادت سے کامیاب ہوا جو سعادت کا سبب ہے۔ **ان اخوانکم قد قتلوا**: تمہارے دوستوں کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہمارے متعلق ہمارے پیغمبر کو اطلاع پہنچا دے کہ **قد لقیناك**: تیری راہ میں قتل ہو کر تجھے مل گئے۔ **فرضینا عنك** : اس لئے کہ ہم نے وہ دیکھ لیا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دِل پر اس کا خیال گزرا۔ **ورضیت عنا** : ہماری اس طاعت پر بے حساب ثواب عنایت فرمایا ہے۔

نووی کا قول: علماء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا خیر' احسان اور رحمت پہنچانا پس اس صورت میں یہ صفات افعال سے ہوں گے اور ارادہ کے معنی میں ہو تو صفات ذات سے ہو گا۔

تخریج : أخرجه البخاری (١٠٠١) ومسلم (٣/١٥١١)

الفوائد : ① صحابہ کرام کی دین حق کے بلند کرنے کے لئے عظیم الشان قربانی کا تذکرہ ہے ② شہداء کا بارگاہ الٰہی میں اکرام یہ ہے کہ وہ یقیناً کامیاب ہونے والے ہیں ③ پیغمبر ﷺ کے معجزے کا ذکر ہے۔

١٣١٨ : وَعَنْهُ قَالَ : غَابَ عَمِّي اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ ، لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ – ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ : يَا سَعْدُ ابْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ! قَالَ اَنَسٌ : فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ ، اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ : كُنَّا نَرٰى –اَوْ نَظُنُّ – اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ اِلٰى اٰخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ۔

۱۳۱۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ تھے ۔اس لئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس پہلی لڑائی سے جو آپؐ نے مشرکین کے خلاف لڑی غائب رہا۔ اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے ساتھ لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو ضرور اللہ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں ۔ جب اُحد کا دن آیا اور مسلمان بکھر گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ میں تیری بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں جو انہوں نے کیا یعنی ان کے ساتھیوں نے اور تیری بارگاہ میں بے زاری کا اظہار کرتا ہوں اس سے جو انہوں نے کیا یعنی مشرکین نے ۔ پھر آگے بڑھے تو ان کا سامنا سعد بن معاذ سے ہو گیا تو کہنے لگے اے سعد بن معاذ! ربِّ نضر کی قسم جنت یہ ہے۔ بے شک میں اس کی خوشبو اُحد سے ادھر پا رہا ہوں ۔ پس سعد فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں وہ نہ کر سکا جو انہوں نے کیا ۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر اسّی سے کچھ زائد تلوار کے وار یا نیزے کے زخم یا تیر کے نشان پائے اور ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ شہید ہو چکے اور مشرکین نے ان کا مثلہ کیا پس ان کو سوائے ان کی ہمشیرہ کے اور کسی نے نہ پہچانا ۔ انہوں نے بھی انگلیوں کے پوروں سے ان کی پہچان کی ۔ انس کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یا گمان یہ تھا کہ یہ آیت ان کے اور ان ہی جیسے لوگوں کے بارے میں اُتری: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ ...... مُؤْمِنُوْنَ﴾ سے کچھ ایسے مرد ہیں جنھوں نے اس وعدے کو پورا دیا جو اللہ تعالیٰ سے کیا۔ (بخاری و مسلم) باب مجاہدہ میں یہ روایت گزری۔

تشریح ۞ یہ انصاری خزرجی صحابی ہیں۔ قتالِ بدر میں موجود نہ تھے جو کہ ۱۷رمضان ۲ھ میں پیش آیا۔ **فقال** : تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ ہونے پر افسوس کیا۔ **قاتلت المشرکین** : اس کے بعد فیہ محذوف ہے تاکہ جملے کا موصوف سے رابطہ ہو جائے اور یہ تذکرہ حسرت کے لئے ہے جیسے اس ارشاد میں ﴿رب انی وضعتھا انثی واللہ اعلم بما وضعت ولیس الذکر کالانثی﴾ [آل عمران: ۳۶]:

لیرین اللہ ما اصنع: لام اس قسم کو بتلانے کے لئے ہے جو مقدر ہے جس کا جواب یہ جملہ ہے۔ جواب شرط پر اکتفاء کیا۔ اسم ذاتِ کریم فعل شرط محذوف کا فاعل ہے۔ مفسر کے موجود ہونے کی وجہ سے اس پر اکتفاء کیا گیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کرنا تھا اس کو متعین نہیں کیا تاکہ اس بتلائے ہوئے عاجز آنے کی صورت میں وعدہ خلافی میں ابتلاء کا شائبہ نہ ہو۔ اس لئے مجمل طور پر بچی بات کہی جو ان کے جہاد میں محنت سے معلوم ہو رہی تھی۔ **فلما کان یوم احد**: ۳ھ میں جب معرکہ احد پیش آیا اور آخر میں تیر اندازوں کے مورچہ چھوڑ دینے کی وجہ سے جبکہ ان کو حکم آنے تک اپنی جگہ پر جمے رہنے کا تھا تو آخر کے لحاظ سے جو پیش آنا تھا وہ پیش آیا۔ اس وقت انس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے: **اللھم انی اعتذر** : اس سے ان اور اس کا فعل یعنی اپنی جگہ سے ہٹنا مراد تھا۔ **وابرأ الیك** : مشرکین کا فعل اللہ اور اس کے رسول کا انکار اور اس کے پیغمبر سے لڑائی والا فعل' اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر دشمن کی طرف بڑھے۔ سعد بن معاذ یہ منصوب ہے **الجنة و رب النضر** : جملہ قسمیہ ہے جو مبتداء اور خبر انی اجد کے درمیان حائل ہے۔ **انی اجد ریحھا من دون احد**: کلام کو حقیقت پر محمول کرنا بھی درست ہے کہ انہوں نے اس کی خوشبو سونگھ لی تاکہ ان کو جہاد پر آمادہ کیا جائے اور وہ اس خوشبو کو پالیں۔ ۲) ان کے سامنے وہ جنت کر دی گئی جو شہید کے لئے تیار کی جاتی ہے اور انہوں نے اس کو اس جگہ میں تصور کیا جہاں وہ لڑ رہے تھے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ جنت یہاں کمائی جاتی ہے اور میں اس کا شوق مند ہوں۔ **ان اصنع ما صنع** : یارسول اللہؐ! میں جہاد میں ان جیسا اقدام نہیں کر سکا کہ اپنے آپ کو دشمنوں میں پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے نکل گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکابر و اشراف کے حسن عمل کی گواہی دینی چاہئے۔ **بعضًا** : یہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے اور مؤنث و مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور صاحب مصباح کہتے ہیں یہ تیرہ سے انیس تک بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس میں مذکر کے ساتھ ۃ قائم رہتی ہے اور مؤنث کے ساتھ حذف کی جاتی ہے۔ بیس سے زائد میں اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ ابوزید وغیرہ نے اوپر کے اعداد میں بھی اجازت دی ہے۔ اس کا معنی مبہم غیر محدود ٹکڑا۔ حدیث باب میں بھی بیس سے اوپر اس کا استعمال ثابت ہو رہا ہے۔ (المصباح) **بالسیف** : تلوار کو معرفہ لائے **بقع** کو نکرہ لائے تاکہ تعبیر میں خوبصورتی ہو جائے۔ **قد قتل و قد مثل به** : اول مجہول ہے۔ مثل ناک' کان' ہونٹ کاٹنا تاکہ عبرت بن جائے **الا اختہ**: اس کا نام ربیع رضی اللہ عنہ ہے یہی ہے جن کے ہاتھ سے کسی عورت کا دانت ٹوٹا اور انہوں نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ **ببنانه**: انگلیاں۔ بعض نے کہا اس کا واحد بنانة اور پورے۔ بعض کہتے ہیں اس کا بنانہ کہنے کی وجہ اس سے ان احوال کی درستگی ہوتی ہے جن سے انسان درست ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: **فلان ابن بالمکان**: جبکہ اس مقام میں قرار اختیار کرے۔ (المصباح) او: شک راوی کے لئے کہ کونسا لفظ فرمایا یا نطق کا۔ **اشباھه** : یہ شبہ کی جمع ہے۔ جیسے حمل و احمال یا شبیہ کی جمع جیسے شریف و اشراف یا شبہ جیسے جمل و اجمال۔ اس کا معنی مشابہت ہے۔ **من المؤمنین**: الی آخر الایۃ میں یہ جملہ آیت پر عطف بیان ہے۔ باب المجاہدہ میں روایت

گزری۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی طلب شہادت میں دشمن سے قتال کا مطالبہ کرے خواہ اسے معلوم ہو کہ وہ قتل ہو جائے گا بہت سے صحابہ کرام وصالحین سے یہ ثابت ہے کیونکہ اگر وہ ہلاک ہوا تو اس کا کمانڈر کے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس کی ہلاکت سے پورے دستے کی ہلاکت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی کراہت بھی منقول ہے۔ **لان اموت علی فراشی احب الی من ان اقتل بین یدی صف یعنی یستقتل** ۔ بعض نے اس کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف قرار دیا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ ہلاکت میں ڈالنا نہیں۔ ہلاکت تو اعراض من القتال نہیں ہے۔

تخریج : باب فی المجاھدۃ میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۳۱۹ :وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا :اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ" – رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَهُوَ بَعْضٌ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْهِ اَنْوَاعٌ مِّنَ الْعِلْمِ سَيَاتِيْ فِيْ بَابِ تَحْرِيْمِ الْكَذِبِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

۱۳۱۹: حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ وہ مجھے لے کر درخت پر چڑھے پھر مجھے انہوں نے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو بہت خوبصورت اور اعلیٰ تھا کہ میں نے اس سے زیادہ شاندار گھر کبھی نہیں دیکھا۔ دونوں نے کہا یہ گھر شہداء کا ہے۔ (بخاری) یہ طویل روایت کا حصہ ہے جس میں علم کی کئی قسمیں ہیں۔ وہ "بَابِ تَحْرِيْمِ الْكَذِبِ" میں ان شاء اللہ آئے گا۔

تشریح ۞ **رأیت اللیلۃ** : میں نے خواب دیکھا۔ لیلہ میں یہ ظرف زمان مفعول ہے۔ **رجلین** : بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام ہیں۔ **فصعدا بی الشجرۃ** : گھر کی عظمت وتفخیم شان کے لئے۔ جس سے وہ زیادہ افضل تھا اس کو حذف کیا گیا۔ **لم ار بالبناء** : میں نے آج تک ایسی خوبصورت عمارت نہ دیکھی تھی۔ **قط** 'ظرف زمان ہے۔ ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ **فدار الشھداء** : یہ حدیث کا بعض حصہ ہے۔ مصنف نے سابقہ عادت کے مطابق روایت کا کچھ حصہ ذکر کر دیا۔ اس کی وضاحت باب تحریم الکذب میں آئے گی' ان شاء اللہ۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۳۸٦) وأخرجه أحمد (۷/۲۰۱۱۵) وابن حبان (٦۵۵) والطبرانی (٦۹۸٦) والترمذی (۲۲۹۵) والبیهقی (۱۸۷/۲)

الفرائد : ① شہید کے لئے تیار کئے جانے والے بعض انعامات کو ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے زمرے میں شامل فرمائے۔

۱۳۲۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اُمَّ الرَّبِیْعِ بِنْتَ الْبَرَآءِ وَھِیَ اُمُّ حَارِثَۃَ بْنِ سُرَاقَۃَ ' اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَۃَ ' وَکَانَ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ ' فَاِنْ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ صَبَرْتُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ اجْتَھَدْتُ عَلَیْہِ فِی الْبُکَآءِ؟ فَقَالَ :"یَا اُمَّ حَارِثَۃَ اِنَّھَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ ابْنَکِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۲۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُم ربیع بنت براَ ء یہ حارثہ بن سراقہ کی والدہ ہیں' خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حارثہ کے بارے نہیں بتلاتے ۔ یہ حارثہ بدر میں شہید ہوئے تھے کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو پھر میں اس پر خوب روؤں ۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حارثہ کی والدہ! بے شک جنت میں بہت سے باغات ہیں اور یقیناً تیرا بیٹا تو فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ چکا''۔ (بخاری)

تشریح ۞ تصغیر ہے یا مشدد ہے۔ حارثہ بن سراقہ کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن حارث بن عدی یہ بنی عدی بن النجار سے ہیں۔ (ابن اسحٰق) ان کی کنیت ام حارثہ اور ام تتبع ہے۔ اس کو براء کی بیٹی قرار دینا بخاری کا وہم ہے کذا قال دمیاطی یہ ربیع بنت النضر ہیں جو کہ انس بن مالک کی پھوپھی ہیں اور اس کے بھائی کی بھتیجی براء ہیں۔ ترمذی اور ابن خزیمہ کی روایت میں اسی طرح ہے۔ گویا حدیث میں عمۃ البراء تھا۔ رواۃ نے اس کو بدل کر ام کر دیا۔ الا یہ حرف ہے جو عرض کے لئے آتا ہے۔ **کان قتل یوم بدر** : ان کو کسی نامعلوم آدمی نے تیر مارا۔ اس کو سہم غرب کہتے تھے اور اگر تیر مارنے والا معلوم ہو تو وہ سہم غرب وعرض نہیں بعض کہتے ہیں ان کو حبان بن عرقہ نے قتل کیا۔ اس نے تیر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پس اس تیر کو غرب وعرض کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ (عینی)

ابن قتیبہ کا قول: زیادہ فصیح لفظ غرب ہے۔ ابو زید کہتے ہیں اگر تیر مارنے والے معلوم نہ ہو تو غرب اور اگر معلوم ہو لیکن نشانے کے علاوہ دوسرے کو لگا ہو تو غرب ہے۔ از ہری فتحہ کو ترجیح دی حارثہ منظر دیکھنے نکلے قتال کے لئے نکلے تھے۔ جیسا احمد' نسائی نے روایت کیا ہے۔ **فان کان فی الجنۃ صبرت**: پھر اس کا اعلیٰ مقام کو پا لینا مجھے تسلی بخش دے گا۔ **وان کان غیر ذلک** : اگر وہ آگ میں ہے تو میں اس پر خوب روؤں۔ اس لئے کہ وہاں ان دو کے علاوہ تیسرا مقام نہیں۔ بعض نے اس سے نوحہ کا جواز لینے کی کوشش کی مگر ا) روایت میں اس پر کوئی دلالت نہیں۔ احد کے بعد نوحہ کو حرام کیا گیا اور یہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ بخاری کتاب الزکوۃ کے الفاظ یہ ہیں: **فان کان فی الجنہ لم ربلك علیہ۔ جنان فی الجنۃ** : اے ام حارثہ وہ جنت کے باغات میں ہے۔ **الفردوس الاعلی** : ہر چیز کو جامع باغ' بعض نے کہا۔ جس میں انگور ہوں یہ جنت کا مخصوص مقام ہے۔ اسے بعض نے قبطی' بعض نے سریانی' بعض نے رومی لفظ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **اذا سالتم اللہ فاسآلوہ الفردوس انھا اوسط الجنۃ واعلی الجنۃ واراہ فوقہ عرش الرحمٰن و منہ تفجر انھار الجنۃ** (بخاری) : اوسط سے مراد بہترین' افضل وادسع پس اعلیٰ ہونے میں اشکال نہ رہا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢١٢٢٥٤) والبخاری (٢٨٠٩) والحاكم (٣/٤٩٣٠) وابن حبان (٩٥٨) وابن سعد

(۵۱۰/۳)

الفرائد : ① تمام شہداء میں اہل بدر کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے ② جتنے مشکل ترین حالات میں جو قربانی دے گا اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔

۱۳۲۱ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جِيْءَ بِاَبِيْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ اَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهٖ فَنَهَانِيْ قَوْمٌ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "مَا زَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۲۱: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد (عبداللہ) کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت پیش کیا گیا' اس حال میں کہ ان کا مثلہ کیا گیا تھا' ان کو آپ کے سامنے رکھ دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو بعض لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا فرشتے عبداللہ کو اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ یہ احد کے دن کی بات ہے۔

اَلنَّحْوُ : یہ جملہ ابی سے حال ہے۔ فوضع کا عطف جئی پر ہے۔ **اکشف عن وجهه** : کفار کے مثلہ کی وجہ سے ان پر غم کو ظاہر کرتے ہوئے ان کے چہرے سے کپڑا اتارنے لگا۔ کچھ لوگوں نے اس سے روکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **تازالت الملائكة** : ان کے شرف ومرتبہ کی وجہ سے فرشتے پروں سے ان پر سایہ کرنے والے ہیں۔ بخاری میں "**حتى رفع**" کا لفظ بھی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱٤۱۹۰) والبخاری (۱۲٤٤) ومسلم (۲٤۷۱) والنسائی (۱۸٤۱) وعبد الرزاق (٦٦۹۳) وابن سعد (۵٦۱/۳) وابن حبان (۷۰۲۱) والطیالسی (۱۷۱۱) والبیهقی (٤۰۷/۳)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے ② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل ہے۔

۱۳۲۲ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَّاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۲۲: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے سچی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مقامات میں پہنچا دیں گے۔ خواہ وہ بستر پر فوت ہو''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس کے لئے کوشش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہید بنا دیں بشرطیکہ صدقِ نیت سے ہو تو اللہ تعالیٰ صدق نیت کی وجہ سے شہداء کا درجہ عنایت فرمادے گا۔

تخریج : باب الصدق میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۳۲۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا اُعْطِیَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۲۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سچائی سے شہادت طلب کی وہ اس کو دے دی جاتی ہے خواہ وہ شہادت نہ پائے''۔(مسلم)

تشریح ۞ اس کو نیت کا ثواب مل جاتا ہے۔ **ولو لم تصبه** : اگرچہ شہادت کی موت نہ آئے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۹۰۸)

الفرائد : ① اخلاصِ نیت سے طالبِ شہادت کو ثوابِ شہادت مل جاتا ہے اگرچہ ظاہر میں شہادت نہ بھی پائے۔

۱۳۲٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا یَجِدُ الشَّهِیْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا کَمَا یَجِدُ اَحَدُکُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۳۲۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہید قتل سے اتنی (معمولی) تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی چیونٹی کے کاٹنے سے محسوس کرتا ہے''۔(ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **من مس** : یعنی تکلیف۔ **القتل** : قتل اور اس کی تکالیف۔ **القرصة** : ہر تکلیف دہ چیز میں سے ہلکی تکلیف جو جلد ختم ہو جائے اور کسی مرض و بیماری کا باعث نہ ہو۔ **قرص** : انگلیوں کے اطراف سے پکڑنا اس پر حرفِ حصر لا کر اس کے الم کا اسم سے معمولی ہونا ظاہر کیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷۹۵۸) والترمذی (۱٦۷٤) والنسائی (۳۱٦۱) وابن ماجه (۲۸۰۲) والدارمی (۲٤۰۸) وابن حبان (٤٦۵۵) وأبو نعیم (۸/۲٦٤)

الفرائد :شہید سے شدت و سکراتِ موت ہٹا دیئے جاتے ہیں اور اسے موت کے وقت اس طرح محسوس ہوتا ہے جیسے چیونٹی نے کاٹا ہے۔

۱۳۲۵ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ

لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ :"اَیُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" ثُمَّ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۲۵: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی معرکہ میں جو دشمن کے ساتھ پیش آیا' سورج کے ڈھلنے کا انتظار فرمایا۔ پھر خطبہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو اور یقین سے جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: '' اے اللہ تو کتاب کا اتارنے والا' بادلوں کا چلانے والا' گروہوں کو شکست دینے والا ہے۔ دشمن کو ہزیمت دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : **العدو** : مقاتل کفار مراد ہیں۔ **انتظر** : یہ بطور تفاول کے فرمایا۔ دکھ سے کشادگی اسی طرح میسر آئے۔ **لا تتمنوا القاء العدو** : اس سے اس لئے منع فرمایا کیونکہ اس میں اپنی قوت نفس پر بھروسہ اور اس کی طرف جھکاؤ ہے اور یہ بزدلی کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿**یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً**﴾ [توبہ : ۲۵] **واسألوا الله العافیة** : دنیا و آخرت میں دُکھ دینے والی تمام چیزوں سے سلامتی مانگو کیونکہ سلامتی میں راحت اور مشقتوں سے بچت اور پریشانیوں سے نجات ہے۔ **فاذا لقیتموهم** : جب بلا طلب ان سے سامنا ہو جائے تو **فاصبروا** : تم مت بھاگو بلکہ لڑائی میں ثابت قدمی دکھاؤ۔ **واعلموا ان الجنة تحت ظلال السیوف** : یہ جملہ تعلیلہ جوامر بالصبر کی علت کو ظاہر کر رہا ہے۔ **باب الصبر** میں اس کی تشریح گزری۔ پھر آپ نے ان کے صبر میں اضافہ کیلئے دعا فرمائی۔ **اللهم منزل الکتٰب** : یہ انزال سے اسم فاعل اور الکتاب الف لام جنس کا ہے تمام کتب مراد ہیں۔ اگر عہد خارجی کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ **مجری السحاب** : ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف لے جانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں ہے۔ ﴿**والسحاب المسخر بین السماء والارض**﴾ [البقرۃ : ۱٦٤] **وهازم الاحزاب** : اگر الف لام عہد کا ہو تو ۵ھ خندق کے موقعہ پر بھاگنے والے کفار مراد ہوں گے جس کی تعداد دس ہزار بتلائی جاتی ہے اور اگر جنس کا مراد ہو تو تمام کفار کے لشکر مراد ہیں جو شکست خوردہ تھے اور ہو رہے ہیں اور اللہ کا لشکر وہ غلبہ پانے والا ہے۔ اوّل ظاہر ہے کیونکہ یہ ایک احسان تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا۔ آپ اپنی دعاؤں میں فرماتے: **هزم الاحزاب وحده**۔ **اهزمهم** : اے اللہ اس وقت ہمارا سامنا کرنے والے دشمنوں کو شکست عنایت فرمایا۔ باب الصبر میں روایت گزری۔

تخریج : باب الصبر میں گزر چکی۔

الفرائد : ① ایضاً۔

۱۳۲۶ :وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ : اَلدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِيْنَ يَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۲۶: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دُعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں: (۱) اذان کے وقت کی دعا۔ (۲) لڑائی کے وقت کی دعا جب کہ آپس میں رن پڑ (یعنی دونوں فریقوں کے درمیان لڑائی شروع ہو چکی ہو) چکا ہو''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ **دعوتان** : یہ دعوۃ کی تثنیہ ہے ایک مرتبہ کی دعا۔ **لا تردان** : او شک راوی کو ظاہر کرتا ہے کہ لاتردون فرمایا یا قلما تردان فرمایا۔ قلما میں ما کافہ ہے اور اگر قلت سے کنایہ ہو تو پھر دونوں روایتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اپنے موضوع پر ان کے باقی رہنے کا احتمال ہے۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ ان دو موقعوں پر دعا مسترد نہیں کی جاتی مگر کبھی کبھی۔ **الدعاء عند النداء** : اذان واقامت کے وقت کی دعا۔ **وعند البأس** : لڑائی کے وقت کی دعا۔ **یلحم** : یہ جیم کے ساتھ بھی ہے۔ قریب ہونا مراد ہے کہ ایک کا گوشت دوسرے سے مل رہا ہے اور جیم سے گویا ہر ایک دوسرے کو ہتھیاروں سے لگام دے رہا ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٥٥) وأبو داود (٢٥٤٠) والدارمي (١٢٠٠) وابن حبان (١٧٢٠) والحاكم (١/٧١٢) والطبراني (٥٧٥٦) وابن الجارود (١٠٦٥) وابن أبي شيبة (١٠/٢٢٤) والبيهقي (١/٤١٠)

الفوائد : ① اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے' اسی طرح میدانِ جہاد میں مجاہد کی صف قتال میں دعا بھی مقبول ہے۔

۱۳۲۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا غَزَا قَالَ : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ ' بِكَ اَحُوْلُ ' وَبِكَ اَصُوْلُ ' وَبِكَ اُقَاتِلُ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۲۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو یوں دعا کرتے: ''اے اللہ تو ہی میرا بازو اور مددگار ہے' تیری مدد سے میں پھرتا اور تیری معاونت سے حملہ آور ہوتا ہوں اور تیری مدد کے ساتھ دشمن سے لڑتا ہوں''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ یعنی جب غزوہ کا ارادہ فرماتے تو مالک الملک کی سپرداری میں اپنے کو دیتے۔ **عضدی** : آپ میرے کامل و مکمل مددگار ہیں۔ **ونصیری** : یہ عطف تفسیری ہے آپ اکیلئے ہی مددگار ہیں۔ **بك احول** : آپ کی مدد سے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک حالت سے دوسری میں منتقل ہوتا ہوں۔ **وبك احول** : اور دین کے دشمنوں پر آپ کی مدد سے حملہ آور ہوتا ہوں۔ **صال القرن** یعنی اس سے مقابل پر حملہ کیا۔ **وبك اقاتل** : اس میں مدد حاصل ہونے کے طریقہ کی طرف تعریض ہے۔ یہ اپنے نفس سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے اعتماد میں داخل ہونا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٢٩٠٨) وأبو داود (٢٦٣٢) والترمذي (٣٥٨٤) والنسائي (٢٠٤) وابن حبان

(٤٧٦١)

الفرائد: ① جب آپ ﷺ غزوہ کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد طلب کرتے کیونکہ **وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم۔**

۱۳۲۸ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ :"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۲۸: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس فرماتے تو یہ دعا فرماتے: اے اللہ ہم آپ کو ان کا مدمقابل قرار دیتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ یعنی آپ کے حکم اور امر کو مقرر کرتے ہیں۔ **في نحورهم** : کہ وہ ان کے ارادوں کو دور کرنے والا بن جائے۔ **ونعوذ بك** : اور ان کے شرور سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس میں اسماء باری تعالیٰ سے ان چیزوں میں پناہ مانگی جو انسان پر گراں گزرتی ہیں اور یہ چیز توکل کے خلاف تو کیا عین مطابق ہے۔

تخریج : باب ما يدعو اذا خالف ناساً أو غيرهم میں گزر چکی۔

الفرائد: ① ایضاً۔

۱۳۲۹ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِيْهَا وَالْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۲۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک کے لئے باندھ دی گئی ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ خیل کا لفظ مؤنث ہے۔ اس کا واحد لفظاً موجود نہیں۔ اس کی جمع خیول ہے کیونکہ یہ مٹک کر چلتے ہیں، عرب کہتے ہیں: **اختال الوجل، اختال به خيلاء ۔ خيل** : غازی کا گھوڑا۔ اس کی دلیل سابقہ روایت ہے جس میں گھوڑے کی تین قسمیں بتلائیں اور ابن منذر کہتے ہیں ہر اعتبار سے وہ مراد نہیں اور حافظ کہتے ہیں جنس خیل بھی مراد لے سکتے ہیں یعنی وہ اس مقام پر ہیں کہ ان میں خیر ہو لیکن جس نے گھوڑے کو ناپسند عمل کے لئے باندھا اس عارضی معاملے کی وجہ سے اس کو گناہ ہوگا۔ **معقود في نواصيها الخير** : نواص یہ ناصیۃ کی جمع ہے۔ پیشانی کے بالوں کا گچھا، پیشانی پر لٹکے ہوئے بال۔ ان کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں: **فلان مبارك الناصية** : ان کو بول کر انسان سے کنایہ کیا جاتا ہے (عینی) اس میں اشارہ ہے کہ تمام گھوڑوں سے یہ کنایہ کیا گیا ہے۔ مگر حافظ نے اس کو بعید قرار دیا اور اس کو ظاہر پر باقی رکھنا پسند کیا اور ممکن ہے کہ ناصیہ کو خاص اس لئے کیا ہو کہ یہ اس کا اگلا حصہ ہے۔ پس اس سے دشمن پر اقدام کرنے والے کی فضیلت

کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔پچھلے حصے کا ذکر نہیں کیونکہ اس سے پیٹھ پھیرنا مراد ہوتا ہے۔ **الخير** : خواہ جلد ملنے والی ہو یا بدیر۔ **الی یوم القیامۃ** : جب تک دین باقی ہے اور یہ دنیا کے آخر تک کا وقت ہے جبکہ تمام زمین پر کفر عام ہو جائے گا۔

تخريج : أخرجه مالك (١٠١٦) وأحمد (٢/٤٦١٦) والبخارى (٢٨٤٩) ومسلم (١٨٧١) والنسائى (٣٥٧٥) وابن ماجه (٢٧٨٧) وابن حبان (٤٦٦٨) والطيالسى (١٨٤٤) وأبو يعلى (٢٦٤٢) والقضاعى (٢٢١) والبيهقى (٦/٣٩٢)

الفرائد : ① جہاد قیامت تک باقی ہے۔اس کے لئے گھوڑے پالنے اور اس کی تیاری کا ہر زمانہ کے مطابق سامان مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں اعزاز کا باعث ہے۔

١٣٣٠ : وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ :الْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۳۰: حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت تک کے لئے بھلائی گھوڑوں کی پیشانیوں میں باندھ دی گئیں ہیں یعنی اجر (ثواب) اور (مال) غنیمت''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ عروہ بارقی رضی اللہ عنہ ہیں ان کو جعد بھی کہا جاتا ہے۔بعض نے ابن ابی الجعد کہا۔بعض نے کہا ان کے والد کا نام عیاض ہے۔البارقی : یہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے۔بارق بن عدی بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان البتہ ان کو بارقی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بارق نامی پہاڑ کے پاس اترے اسی کی طرف منسوب ہو گئے۔بعض نے اور بھی کہا ہے بعض نے کہا یمن کی ایک بستی مدار کے ایک پانی کا نام ہے۔وہاں ازد کا قبیلہ عدی بن حارثہ بن عمرو مقیم ہوا اور اسی سے ان کا نام پڑ گیا۔ان میں سعد بن عدی بھی ہیں جن کو بارق کہا جاتا تھا۔دمیاطی کا خیال یہ ہے کہ یہ ذی بارق کی طرف نسبت ہے جو کہ ذی رعین کا ایک قبیلہ ہے۔حافظ کہتے ہیں انہوں نے تیرہ روایات نقل کی ہیں۔ایک حدیث متفق علیہ ہے۔یہ سرحد پر مقیم تھے ان کے پاس کئی گھوڑے تھے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے تیار کئے جاتے تھے۔ان میں ایک گھوڑے کو انہوں نے دس ہزار درہم میں خریدا تھا۔شبیب بن غرقد کہتے ہیں میں نے ان کے گھر میں ۷۰ گھوڑے دیکھے جو سب جہاد کے لئے تھے۔انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ وہاں پہلے قاضی ہیں ان کی احادیث کو تمام نے نکالا ہے۔(تقریب' تہذیب نووی)

الخیل ...... **الاجر** : ان کے رکھنے کا ثواب وہ عنقریب حاصل ہونے والی خیر ہے۔ **المغنم** : کفار سے حاصل کیا ہوا مال۔ یہ جلد ملنے والا بدلہ ہے۔

النحو :الاجر اور المغنم یہ دونوں الخیر سے بدل یا عطف بیان ہیں۔

طیبی کا قول :ممکن ہے کہ خیر کی تفسیر اجر سے کریں اور غنیمت ظہور و ملازمت سے استعارہ ہے۔ناصیہ کا تذکرہ اس کے مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے کیا۔گویا اس کو ایک محسوس چیز سے تشبیہ دی جس کو ایک بلند جگہ پر رکھا گیا ہو۔پس خیر کی نسبت مشبہ بہ کے لازم کی طرف کی گئی۔ناصیہ کا تذکرہ استعارہ کو خالص کرنے کے لئے کیا۔(فتح الباری) طبرانی نے اوسط میں جابر بن عبد اللہ سے

اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ الخیل معقود فی بنواصیھا الخیر والنیل الی یوم القیامة واھلھا معانون علیھا قلد وھاولا تقلدوھا الاوتار۔ احمد کی روایت معانون کے بعد فامسحوا بنواصیھا وادعوالھا بالبرکه وقلدوھا ولا تقلدوھا الاوتار اور طبرانی نے کبیر میں الخیر کے بعد یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ والنیل الی یوم القیامة واھلھا معانون علیھا والمنفق علیھا کالباسط یدہ فی الصدقة وابوالھا وارواثھا لاھلھا عند اللہ یوم القیامة من مسك الجنة۔ (جامع صغیر)

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۳۷۲) البخاری (۲۸۵۰) ومسلم (۱۸۷۳) والترمذی (۱۶۹۴) والنسائی (۳۵۷۶) وابن ماجه (۲۳۰۵) والدارمی (۲۴۲۶)

الفوائد : ① مسلمانوں کے قیامت تک باقی رہنے کی بشارت ہے ② بہترین مال وہ ہے جو جہاد کے گھوڑوں کے ذریعہ حاصل ہو۔ (خطابی) ③ گھوڑا پالتو جانوروں میں فضیلت والا ہے۔

۱۳۳۱ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، اِیْمَانًا بِاللّٰهِ ، وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ ، وَرِیَّهٗ ، وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۳۱ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ کی ذات پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا۔ پس اس کا سیراب ہونا اور اس کی گھاس اور گوبر اور پیشاب قیامت کے دن اس کے میزان عمل میں ہوگی"۔ (بخاری)

تشریح ۞ یہ حبس کے معنی میں ہے۔ عینی رقمطراز ہیں: احتبس علی الشیء واحتسبه : متعدی ولازم دونوں طرح مستعمل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کو اس لئے روکا ہوا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سرحد میں کوئی نقص و بگاڑ پیدا ہو۔ ایمانا باللہ : ایمان باللہ پر اخلاص اور اس کے حکم کی مکمل اتباع کرتے ہوئے۔ وتصدیقا بوعدہ : اس پر مرتب ہونے والے ثواب کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے روکنے اور پالنے پر وعدہ فرمایا پس جس نے گھوڑا باندھ کر رکھا گویا اس نے عمل سے یہ کہا اے میرے اللہ آپ نے میرے ساتھ سچا وعدہ فرمایا ہے۔ شبعه : چارہ وغیرہ جس سے وہ سیر ہوتا ہے۔ وریه : اس کی سیرابی۔ یہ روایت الماء سے لیا گیا ہے۔ فی میزانه : اس کے لئے میزان میں نیکیاں بنیں گی۔ عینی کہتے ہیں روث سے ثواب مراد ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ گوبر کا وزن کیا جائے گا۔ اسماء بنت یزید کی روایت میں وارد ہے کہ من ربطھا ریاء سمعته۔ ان میں یہ مذکور ہے۔ فان شبعھا وریھا الی آخرہ خسران فی موازینه (احمد) جامع کبیر میں ہے کہ نیت پر اجر مرتب ہوگا اور اس میں یہ ہے کہ یہ نیکیاں گھوڑے والے کی طرف سے قبول کی جائیں گی کیونکہ شارع نے فرمایا کہ یہ اس کے میزان میں ہوگی۔ بخلاف اور نیکیوں کے وہ نہ مقبول ہوں گی اور نہ میزان میں داخل کی جائیں گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۸۷۵) والبخاری (۲۸۵۳) والنسائی (۳۵۸۴) وابن حبان (۴۶۷۳) والحاکم

(۲/۲۴۵۶) والبیهقی (۱۰/۱۶)

الفوائد : اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جو لوازمات بھی جمع کئے جائیں وہ عظیم الشان نیکیاں ہیں۔

۱۳۳۲ :وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَکَ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ کُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۲: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مہار والی اونٹنی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تیرے لئے اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ہوں گی جو تمام مہار والی ہوں گی (یعنی سواری کے لئے تیار)۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس کی جمع خطم جیسے کتاب اور کتب مہر جانو کی ناک اور مُنہ کا اگلا حصہ اور پرندے کی چونچ کا ناک والا حصہ اور اور اونٹ کو نکیل اسی جگہ ڈالی جاتی ہے اس لئے اس کو خطام کہتے ہیں۔ **هذه فی سبیل الله** یہ نکیل سمیت اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتا ہوں **لك بها** : بابدلیت کے لئے ہے۔ تجھے اس کے بدلے ہے **سبع مائة ناقة** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروانے کی حالت ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿**مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة**﴾ [البقرة] **کلها مخطومة** کیونکہ اس کی نکیل پکڑ کر اس کا مالک جو چاہے اس سے کام لے سکتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٠٩٣) ومسلم (١٨٩٢) والنسائی (٣١٨٧) وابن حبان (٤٦٤٩) والحاکم (٦/٢٤٤٩) وأبو نعیم (٨/١١٦) والدارمی (٢٤٠٢)

الفوائد : ① صحابہ کرامؓ جانی قربانیوں کے علاوہ مالی قربانیوں میں کس قدر دلیر تھے ② صدقہ کرنے والے کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

۱۳۳۳ :وَعَنْ اَبِیْ حَمَّادٍ وَیُقَالُ اَبُوْ سُعَادَ وَیُقَالُ اَبُوْ اُسَیْدٍ وَیُقَالُ اَبُوْ عَامِرٍ وَیُقَالُ اَبُوْ عَمْرٍو وَیُقَالُ اَبُو الْاَسْوَدِ وَیُقَالُ اَبُوْ عَبْسٍ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ :"وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ' اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ ' اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ ' اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۳: حضرت ابی حماد بعض نے کہا ابو سعاد یا کہا جاتا ہے ابو اسد اور یہ بھی کہا جاتا ہے ابو عامر اور کہا جاتا ہے ابو عمرو اور کہا جاتا ہے ابو الاسود اور کہا جاتا ہے ابو عبس عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بر سر منبر یہ فرماتے سنا: "تم ان دشمنوں کے لئے تیاری کرو جس حد تک طاقت ہے خبردار! سن لو طاقت

تیراندازی ہے' سن لو طاقت تیری اندازی ہے' سن لو طاقت تیراندازی ہے''۔ (مسلم)

تشریح عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی کئی کنیتیں ہیں حافظ نے تقریب ابوحماد کو ترجیح دی اور نووی نے ابوسعاد' ابوسید' ابوعامر' ابوعمرو' ابوالسود' ابوعبس' ابوسید تہذیب میں ذکر کی ہیں۔ ان کے حالات پہلے کتاب الفضائل میں گزرے۔ واعدوا لھم ما استطعتم طاقت کے مطابق کفار کے مقابلہ میں تیاری کرو۔ من قوۃ قول کا بیان ہے۔ ان القوۃ الرمی۔ لڑائی انتہاء کی فائدہ مند تیراندازی ہے یہ حصہ اسی طرح ہے جیسے: الحج عرفۃ والبر حسن الخلق جب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو کمان کی فضیلت معلوم ہوئی تو ستر کمانیں جہاد کے لئے تیار کیں۔

تخریج : ۱۳۴٤ أخرجه أحمد (٦/١٧٤٣٧) ومسلم (١٩١٧) وأبو داود ((٢٥١٤) وابن ماجه (٢٨١٣) والدارمي (٢٤٠٤) وابن حبان (٤٧٠٩) والطبراني (١١٢٧٢٢٥) والحاكم (٢/٣٢٦٧) والبيهقي (١٠/١٣)

الفرائد : ① ہر زمانے کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف آلاتِ حرب وضرب مہیا کرنے چاہئیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت باقی رہے۔

۱۳۳٤ : وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ اَرَضُوْنَ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۴: عقبہ بن عامر جہنیؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''عنقریب تم پر زمینوں کے فتح کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اللہ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔ پس تم میں کوئی شخص بھی تیروں کے بارے میں کوتاہی کا شکار نہ ہو''۔ (مسلم)

تشریح راء کے فتحہ سے ارض کی جمع تکسیر ہے۔ جس کو جمع مذکر سالم والا اعراب دیا گیا ہے۔ ویکفیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دشمنوں کے خلاف لڑائی کے لئے کافی ہو جائیں گے۔ ان یلھو باسھمہ یہ سہام کی جمع علت ہے اور اس کی جمع کثرت سہام کے وزن پر آتی ہے نووی کہتے ہیں اس سے تیراندازی کی مشق پر آمادہ کرنا مقصود ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٧٤٣٨) ومسلم (١٩١٨) والترمذي (٣٠٩٤) وابن حبان (٤٦٩٧) والطبراني (١٧/٩١٢) والبيهقي (١٠/١٣)

الفرائد : ① اگر مسلمان اپنی مسلمانی پر قائم رہیں تو ان کے لئے غلبہ کی بشارت ہے۔ اے اللہ! مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنا' آمین۔

۱۳۳٥ : وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ عُلِّمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ فَقَدْ عَصٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۵: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تیراندازی سیکھ کر اس کو

چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی"۔ (مسلم)

تشریح ۞ وہ ہمارے طریقہ کو اپنانے والوں سے نہیں۔ او یہ شک راوی کے لئے ہے **فقد عصی** نووی کہتے ہیں تیر اندازی سیکھنے کے بعد بھولنے والے کے لئے بڑی وعید ہے جو بلا عذر اس کو چھوڑے کراہت شدیدہ میں مبتلا ہونے والا ہے ان دونوں روایات کو خطیب نے اس طرح ذکر کیا: "**من علم الرمی ونسیه فهی نعمة جحدها**"

تخریج : أخرجه مسلم (۱۹۱۹) أخرجه أحمد (۶/۱۷۳۳۹)

الفرائد : ① فنونِ حرب کو حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تا کہ کفر کے خلاف اس کو موقعہ بموقعہ استعمال کیا جا سکے۔

۞ ۞ ۞

۱۳۳۶ : وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرِ الْجَنَّةَ : صَانِعَهُ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَیْرَ، وَالرَّامِیَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ- وَارْمُوْا وَارْکَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْکَبُوْا – وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْیَ بَعْدَ مَا عُلِّمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَکَهَا اَوْ قَالَ – کَفَرَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

۱۳۳۶: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "اللہ تعالیٰ ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ اس کا بنانے والا جو اس کے بنانے میں بھلائی کی نیت کرنے والا ہو۔ تیر چلانے والے اور اس کو تیر نکال کر دینے والا۔ تم تیر اندازی کرو' گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سواری سیکھنے سے زیادہ محبوب ہے جس نے تیر اندازی کو سیکھنے کے بعد بے رغبتی سے چھوڑ دیا۔ اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا اُس نے نعمت کی ناشکری کی"۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ یعنی ایک تیر تین آدمیوں کے جنت میں داخلے کا سبب بنتا ہے **صانعه** (۱) ثلاثہ کا تابع ہونے کی وجہ سے منصوب یا اعنی کا مفعول بننے کی وجہ سے منصوب ہے (۲) ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے: **یحتسب فی صنعه** جو بنانے میں قرب الٰہی طالب ہو۔ **الرامی به ومنبله** منبل اسم فاعل ہے وہ شخص جو تیر اٹھا اٹھا کر تیر انداز کو دے عرب کہتے ہیں: **نبلته اذا ناولته اسهم سیر فی به العدو** (النهایه) اس کی دو صورتیں ہیں (۱) تیر انداز پہلو میں یا پیچھے کھڑا ہو کر اس کو ایک ایک تیر دے۔ (۲) اس کی طرف پھینکے جانے والے تیر اکٹھے کر کے اسے دے۔ تا کہ وہ تیر اندازی کرے۔ بقول منذری جو صحابہ کے لئے اپنے مال سے تیر تیار کر کے مہیا کرے اور اسکو تقویت پہنچائے۔ بیہقی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ان الله عزوجل یدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة صانعه الذی یحتسب فی صنعته الخیر والذی یجهز به فی سبیل الله والذی یرمی به فی سبیل الله** (منذری) ابن رسلان کہتا ہے کہ **یحتسب** سے پہلے جملہ کو مقید کیا گیا ہے اس قید کا لحاظ اس کے قرین میں بھی ہوگا۔ **ارموا الدواب** لڑائی کے جانوروں پر سواری کی تدریب و عادت ڈالو اور تیر اندازی کی بھی۔ **احب الی** کیونکہ شہسواری سے اس کا فائدہ بڑھ کر ہے **من ترك الرمی** جس سے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے اعراض کر کے نہ کسی عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ سابقہ روایت میں بھی اس قید کا لحاظ ہے۔ **فانها**

نعمۃ۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو وہ طاق نسیان میں نہ رکھے۔ ترکھا کفر۔ اس کا چھوڑنا ناشکری ہے۔ حاکم نے نعمۃ کفرھا کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ شارح کا قول جس نے تیراندازی سیکھی اس کو دفاع دین کا ایک طریقہ ہاتھ آ گیا اور دشمن پر ضرب لگانے کی راہ معلوم ہوگئی اور جہاد کا وہ اہل بن گیا اس کو ترک کر کے اس نے جہاد میں کوتاہی کی ہے۔ ماوردی کا قول ہے کہ اگر اس کو حاصل کرنے کا مقصد غلط نہ ہو تو مباح ہے اگر اس نے ڈاکہ زنی کے لئے سیکھا تو یہ حرام ہے (ماوردی) لیس من اللھو۔ یہ تین چیزیں سہو میں شمار نہ ہوں گی (۱) گھوڑے کو سکھانا (۲) اپنے اہل سے کھیل کی باتیں کرنا (۳) کمان سے بطور مشق تیراندازی۔ یہ روایت کا حصہ اکتفاء کی وجہ سے چھوٹ گیا غرض باب سے تو اس کو بھی پہلے حصے کی طرح تعلق ہے (مترجم)

تخریج : أخرجه أحمد (١٧٣٣٧) وأبو داود (٢٥١٣) والحاكم (٢/٢٤٦٧) والنسائي (٣١٤٦) وابن ماجه (٢٨١١) والدارمي (٢٤٠٥)

الفرائد : ① نشانہ بازی کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے۔ اسی سے دوسرے تمام اسلحہ کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

❁ ❁ ❁

١٣٣٧ :وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ : "ارْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۳۳۷: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک جماعت کے پاس سے ہوا جو تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اے اسمٰعیل کی اولاد! تم تیراندازی کرو۔ بے شک تمہارا باپ تیرانداز تھا۔" (بخاری)

تشریح ❁ یہ دادا کی طرف نسبت ہے۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے سلمہ بن عمرو بن الاکوع ؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ نفر: یہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے یہ لوگ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے جیسی احادیث میں موجود ہے ینتضلون: جو تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ انتضل وتناضل: یعنی تیراندازی میں مقابلہ کیا۔ ناضله اذا راماه' عن فلان اذا رمیٰ عنه [النہایہ] فان اباکم کان رامیاً۔ عینی نے لکھا کہ "کل العرب من ولد اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام "(ابن سعد) مکحول سے نقل کیا گیا: "العرب کلھا بنو اسماعیل الا اربع قبائل السلف' الاوزاع' و حضر موت و ثقیف" (کتاب الزبیر) ابن صاعد نے کتاب النصوص میں یہی بات لکھی ہے جس سے اہل نسب نے کہا کہ اہل یمن بھی اولادِ اسماعیل سے ہیں۔ حافظ نے اس استدلال کو کمزور قرار دیا اسلم قبیلہ قحطانی ہے اس روایت سے ثبوت ملتا ہے کہ دادا کو "اب" کہا جا سکتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٦٥٢٨) والبخاري (٢٨٩٩) وابن ماجه (٢٨١٥) والطبراني (٦٩٩١) والحاكم (٢٤٦٥) وابن حبان (٤٦٩٣) والبزار (١٧٠٢) والبيهقي (١٠/١٧)

الفرائد : ① جد اعلیٰ بھی جد ہی کہلاتا ہے ② صاحب فن کا تذکرہ اس کی عظمت اور بعد والوں کی ترغیب کے لئے درست ہے ③ بڑوں کو اچھی خصلتیں اپنانی چاہئیں۔

۱۳۳۸ :وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهُ عَدْلُ مُحَرَّرَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۳۸: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکا اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے''۔ (ابوداؤد' ترمذی) دونوں نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ ان کے حالات باب الرجاء میں ملاحظہ کریں من رمیٰ بسهمٍ فی سبیل الله۔ عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ وہ تیر دشمن کو لگے یا نہ لگے اس کو ثواب ملے گا صراحۃً اس حدیث میں ہے: ''من رمی بسهم فی سبیل الله فبلغ سهمه العدو اصاب او اخطاء فعدل رقبة'' (طبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر) عدل غیر جنس سے بدل عدل جنس بدل۔ بعض نے برعکس کہا۔ النہایہ۔ محررۃ: آزاد کردہ گردن۔ اس کے موصوف کو حذف کر دیا۔ طبرانی نے عمر انصاریؓ سے اسی طرح روایت کی من رمی بسهم فی سبیل الله فقصر او بلغ کان ذلك له نوراً یوم القیامة'' اور حاکم نے ابی نجیح کی روایت اسی طرح نقل کیا ہے:۔ ''من رمیٰ بسهم فی سبیل الله کان کمن اعتق رقبة'' جامع کبیر ملاحظہ ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧) والترمذی (١٦٤٤) وأبو داود (٣٩٦٥) والنسائی (٣١٤٢) وابن ماجه (٢٨١٢) والحاكم (٢٤٦٩) وابن حبان (٤٦١٥) والبیهقی (٢٧٢/١٠)

الفوائد : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکنے سے اتنا بڑا درجہ ملتا تھا کہ دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

۱۳۳۹ :وَعَنْ اَبِيْ يَحْيٰى خُرَيْمِ ابْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۳۹: حضرت ابو یحییٰ خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں کچھ بھی خرچ کیا اس کے لئے سات سو گنا لکھا جاتا ہے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ خریم صیغہ تصغیر ہے اس کا سلسلہ نسب یہ ہے خریم بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتک۔ یہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں ان کی نسبت دادا کی طرف ہے ان کے دادا حدیبیہ میں موجود تھا۔ ان کے متعلق بدر میں حاضر ہونا معلوم نہیں۔ انہوں نے خلافت معاویہؓ کے دوران مقام رقہ میں وفات پائی۔ اصحاب سنن اربعہ سے ان سے روایت لی ہے اور بدر میں حاضری درست قرار دیا بخاری اور اکثر علماء نے ان کو شامیین میں شمار کیا اور بعض نے کوفیین میں (تہذیب نووی) انہوں نے دس روایات نبی اکرم سے نقل کی ہیں۔ (مختصرا تلقیح) من انفق :خرچ کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ صحیفہ اعمال یا عالم ملکوت میں

سات سوگنا اجر لکھتے ہیں آیات اسکی شہادت دیتی ہیں مستدرک میں خریم بن فاتک سے اس طرح نقل کیا: ''**من انفق نفقة فاضلة في سبيل الله فبسبع مائة ضعف، ومن انفق على نفسه او على اهله او عاد مريضا او اماط اذى عن الطريق فهي حسنة بعشر امثالها، والصوم جنة مالم يخرقها ومن ابتلاه الله في جسده فهو له حطة۔**

(طبرانی، احمد، ابن منیع، دارمی، ابویعلی، شاشی، ابن خزیمہ، حاکم فی المستدرک، بیہقی فی الشعب والدارقطنی وابویعلی الموصلی عن ابی عبیدہ بن الجراح)
(جامع کبیر)

تخریج : أخرجه أحمد (١٩٠٥٨) والترمذي (١٦٣١) والنسائي (٣١٨٦) الكبرى (٣/٤٣٩٥) وابن حبان (٤٦٤٧) والحاكم (٢/٢٤٤١) والطبراني (٤١٥٥)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو سات سوگنا زیادہ بدلہ ملے گا۔

١٣٤٠ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۴۰: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کے بدلے میں اس کے چہرے کو آگ سے ستر خریف (سال) دور کر دیتے ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞عبد سے مذکر ومؤنث جو مکلف ہو وہ مراد ہے مرد کے لئے طاعت پر قائم رہنے کی وجہ سے ذکر کیا۔ ورنہ خصوصیت نہیں۔ **یصوم یوما**۔ اللہ تعالیٰ اس کے روزے کی وجہ سے اسکے چہرے یعنی ذات کو جیسا اس آیت میں فرمایا: **ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام** ﴾ سو فرمایا: **كل شيء هالك الا وجهه**۔ حدیث میں مجاز مرسل مانیں یا ظاہر عمل کریں چہرے کے پھیرنے سے تمام جسم کا پھیرنا مراد ہے احمد وترمذی میں اسی طرح کی روایت موجود ہے جس میں زحزح کی بجائے باعد کے لفظ ہیں اور نسائی نے ابوسعید کے **خریف** کی بجائے **عاما** کا لفظ نقل کیا ہے۔

تخریج : باب وجوب صوم رمضان میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

١٣٤١ : وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۴۱: حضرت ابوامامہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جس نے اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق ڈال دیتے ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ✿ یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ شہر کی دیواروں کی حفاظت کے لئے کھودی جانے والی کھائی (القاموس) یہ بعد سے کنایہ ہے کما بین السماء والارض سیوطی نے ابن راہویہ اور بزاز کے حوالے سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما بین السماء والارض مسیرة خمسمائة عام" اسی طرح ابن ماجہ ابن ابی عاصم فی السنۃ وابویعلی وابن خزیمہ و طبرانی وحاکم عن عباس بن عبدالمطلب قال کنا عند النبی ﷺ فقال اتدرون کم بین السماء والارض؟ قلنا اللہ اعلم ورسولہ قال بینھما مسیرة خمس مائة سنة" پس ابوامامہ کی روایت نے ثواب اضافے کا اسی طرح فائدہ دیا جو روایت ابی سعید میں وارد ہوا۔ اسی طرح عقبہ بن عامر والی روایت "من صام یومًا فی سبیل اللہ باعد اللہ منه جھنم مسیرة مائة عام" اس روایت کو نسائی' ابویعلی' طبرانی نے نقل کیا۔ البتہ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کم ثواب کی اطلاع ملی پھر ثواب میں اضافہ کر دیا گیا جس کی خبر حدیث عقبہ بن عامرؓ میں دی گئی ہے۔ پھر اور اضافے کی اطلاع دی گئی جس کو حدیث ابوسعیدؓ میں ذکر کیا گیا (۲) عدد کا مفہوم کوئی نہیں اضافہ مطلقہ مراد ہے اور مافوق کی نفی نہیں۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۱۶۳۰)

الفرائد : ① کبھی اللہ تعالیٰ بندے کو جنس عمل سے بدلہ بھی عنایت فرماتے ہیں یہ اسی قسم سے ہے۔

✿ ✿ ✿

۱۳۴۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُوَ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۴۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اس حالت میں مرا کہ اس نے (کبھی) غزوہ نہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کی بات آئی اس کی موت منافقت کی ایک خصلت پر ہوئی"۔ (مسلم)

تشریح ✿ شعبه من نفاق: یعنی خصلت نفاق پر اس کی موت آئی۔ قرطبی کا قول اگر کسی نیک کام کی قدرت نہ ہو تو کم از کم اس کے کرنے کا ارادہ ہونا چاہئے کہ اگر موقعہ ملا تو ضرور کرے گا تا کہ سنت اس کے فعل کا بدل بن جاتے اور اگر نیت و فعل دونوں سے خالی ہو تو یہ منافق کی علامت ہے جو کہ نہ بھلائی کے کام کرتا ہے اور نہ اس کی نیت کرتا ہے خصوصاً جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے یہاں تک کہ تمام دونوں پر غالب ہوا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۸۷٤) ومسلم (۱۹۱۰) وأبو داود (۲۵۰۲) والنسائی (۳۰۹۷)

الفرائد : ① ترکِ جہاد اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا ہے تو نفرت جہاد کو غضب الٰہی کا شکار بنانے والا ہے۔ اعاذ اللہ منہ۔

✿ ✿ ✿

۱۳۴۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ فَقَالَ : "اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا ، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ : حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ :اِلاَّ شَرَکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ مِنْ رِوَایَةِ اَنَسٍ ' وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِّوَایَةِ جَابِرٍ وَّاللَّفْظُ لَهٗ۔

۱۳۴۳: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا: ''بے شک مدینہ میں کچھ آدمی ایسے (رہ گئے) ہیں کہ تم نے جو سفر طے کیا یا کسی وادی کو عبور کیا مگر وہ تمہارے ساتھ (ثواب میں شریک) ہیں ان کو بیماری نے روک دیا ایک اور روایت میں ہے کہ ان کو ایک عذر نے روک لیا ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں''۔ بخاری نے حضرت انسؓ اور مسلم نے جابرؓ سے روایت کیا اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تشریح ۞ اس سے مراد غزوہ تبوک ہے جیسا کہ باب اخلاص میں گذرا۔ بالمدینہ :یعنی مدینہ طیبہ میں۔ مسیرًا: جو سفر کرتے ہو یا سفر میں وادیًا یہ اس آیت طرف اشارہ ہے وہ ﴿یقطعون وادیًا﴾ [التوبہ ۱۲۱] الا کانوا معکم ثواب میں عزم جہاد کی وجہ سے تمہارے ساتھ شریک ہیں اگر وہ معذور نہ ہوتے تو وہ ضرور شمولیت اختیار کرتے حبسھم المرض۔ یہ جملہ متانفہ ہے کو بیان سبب کے لئے لایا گیا ہے۔ العذر وہ معاملہ جو مکلّف کو پیش آ جائے تو اسے تخفیف درست ہو ماقبل کے لحاظ سے یہ عام ہونا چاہئے۔ اور مراد اس سے خاص ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد عام ہو فقر یا سفر کی سہولیات کا میسر نہ ہونا۔ شرکوکم فی الاجر۔ شرک از باب علم ہے تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہیں کیونکہ اس کا قصد درست تھا۔ عینی کا قول جس آدمی کو اچھے اعمال سانع بن جاتے اگر اس کی نیت ہو تو وہ عمل کرنے والی کے ساتھ اجر میں شریک ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ آدمی جو غلبہ نیند کی وجہ سے نماز کے لئے نہ آ سکا' فرمایا: "ان له اجر صلاته و کان نومه علیه صدقة"۔

تخریج : باب الاخلاص و حضار النیة میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۞ ۞ ۞

۱۳۴۴ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ ' وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُذْکَرَ ' وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُهٗ؟ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُقَاتِلُ شُجَاعَةً ' وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً وَفِیْ رِوَایَةٍ یُقَاتِلُ غَضَبًا ' فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۴۴: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک آدمی غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی شہرت کے لئے اور ایک آدمی اس لئے لڑتا ہے تا کہ اس کا مقام معلوم ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ بہادری اور غیرت کے لئے لڑتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ غصہ کی خاطر لڑتا ہے۔ ان میں کون سا اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے؟ پس اس پر رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: ''جس نے اس لئے لڑائی کہ تا کہ اللہ کی بات ہی بلند ہو۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے''۔

تشریح : دیہاتی خواہ عربی ہو یا غیر عربی۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں: **جاء الی النبی ﷺ**۔ بعض نے کہا کہ اس اعرابی کی تفسیر ضمیرہ باہلی سے کی گئی ہے۔ عفیر بن سعدان کہتے ہیں: ''**وفدت علی النبی ﷺ فسالته عن الرجل یلتمس الاجر والذکر فقال لا شیء له**'' بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ **الرجل یقاتل للمغنم والرجل لقاتل لذکر والرجل یقامل لیری مکانه**۔ مغنم میں لام اجلیہ ہے یعنی وہ غنیمت کی خاطر قتال کرتا ہے۔ یذکر تا کہ لوگوں میں اسکا تذکرہ اور مشہوری ہو اور تیری بہادری میں اس کا مرتبہ معلوم ہو۔ ایک روایت میں شجاعۃ کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بہادری مقابل کے ساتھ مقابلہ پر آمادہ کرتی ہے۔ **ویقاتل حمیة**۔ غیرت اور قبیلے کی طرف سے دفاع یا مشہوری۔ **لقاتل غضبا**۔ تا کہ سابقہ ناراضگی کا بدلہ لے۔ **فمن فی سبیل الله**۔ موعود ثواب ان شمار کردہ اقسام میں کسی کو ملے گا تو فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا۔ وہ نہیں ہو کسی دینوی غرض یعنی حصول غنیمت یا شہرت یا حمیت یا دکھلاوے کی خاطر قتال کیا۔ حاصل یہ ہے کہ ثواب اِس کو ملے گا جس نے کفار سے ایمان کی خاطر کی لڑائی کی۔ کسی بھی دینوی غرض کی خاطر لڑنے والے کو ثواب نہ ملے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۰) والبخاری (۱۲۳) ومسلم (۱۹۰٤) وأبو داود (۲۵۱۷) والترمذی (۱٦۵۲) والنسائی (۳۱۳٦) وابن ماجه (۲۷۸۳) وابن حبان (٤٦۳٦) والطیالسی (٤۸۷) والبیهقی (۹/۱٦۷)

الفوائد : ① اعمال پر ثواب نیت کے لحاظ سے مرتب ہوتا ہے ② تمام اجور کا حقدار فقط مجاہد فی سبیل اللہ ہی ہے۔

۱۳٤۵ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْ غَازِيَةٍ، اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمَ وَتَسْلَمَ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ لَهُمْ اُجُوْرُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۴۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جولڑنے والا گروہ یا دستہ جہاد کرے پھر غنیمت پائے اور صحیح سالم واپس آ جائے۔ تو انہوں نے اپنے اجر کا دو تہائی دنیا میں جلد پالیا اور جولڑنے والا گروہ یا دستہ شہید ہو جائے یا زخمی کیا جائے تو ان کا اجر پورا رہتا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس کی موصوف محذوف ہے ای طائفہ نمازیہ۔ او یہ شک روای کے لئے یا تنویع کے لئے ہو۔ سریہ لشکر ایک حصہ اس کو سریہ رات کو مخفی چلنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جمع سرایا و سریات جیسے عطیہ و عطایا و عطیات۔ یہ السری سے بھی ہو سکتا جس کا معنی زبردست ہے۔ **تغزو فتغنم** یہ جواب نفی میں ہے۔ **تعجلوا ثلثی اجورهم**۔ ایک روایت میں ہے: **من الاخرة و تبقی لم الثلث** کا اضافہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ جامع کبیرہ صغیر میں موجود ہے۔ نووی کا قول اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اجر ان سے کم ہوتا ہے جو نہیں بچتے یا بچ جاتے ہیں مگر غنیمت نہیں پاتے۔ لڑائی میں شرکت سے ملنے والے اجر کے ایک جزو کے بدلے میں غنیمت ہے جب غنیمت پالی تو اجر کے دو حصے اس نے پالیے۔ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف نہیں

کہ اس میں اجر وغنیمت دونوں کا ذکر ہے۔ اس نقص اجر کا کچھ تذکرہ نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ اس کا اجر اس کی طرح ہے جس نے غنیمت نہ پائی بلکہ وہ روایت ومطلب ہے اور یہ مقید ہے پس مطلق کو مقید پر محمول کریں گے (اور اگر دونوں کو آدمیوں کے احوال کے اعتبار سے رکھا جائے کہ مطلق کو اطلاق پر اور مقید کو تقیید پر تب بھی جمع ممکن ہے۔ واللہ اعلم) **تخفق**۔ غزوہ تو کریں گے مگر غنیمت نہ پائیں اسی طرح اخفاق پر طالب حاجت جب اپنا مقصد نہ پائے تو اس کو اخفاق کہا جاتا ہے مثلاً: **اخفق الصعائد** کہتے ہیں جب اس کو شکار نہ ملے۔ **وتصاب الا تم لهم اجورهم**۔ موت یا زخم پہنچا تو ان کو پورا اجر ملے گا۔ نووی کہتے ہیں حدیث کا مفہوم یہی درست ہے کہ نمازی جب سلامت رہیں اور غنیمت پائیں تو ان کا اجر ان سے کم ہوگا جو نہ بچے یا بچے مگر غنیمت نہ پائی۔ یہ مشہور روایات کے موافق بات ہے۔ جیسے کہتے ہیں: **ومنا من اينعت له ثمرته فهو يهديها۔ يجتنيها**: یعنی وہ اپنا پھل چنتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے اسی مطلب کو ترجیح دی ہے اس میں احتمال یہ بھی ہے کہ یہ لوگ جو مال غنیمت سے محروم رہیں اس کا اجر دوسروں سے ابتلاء کے زائد ہونے کی وجہ سے زائد ہونا چاہئے اور غنیمت و فتح دونوں ہی اس کے ہاتھ سے گئیں (صدیقی) مگر یہ تاویل بعید ہے کیونکہ کامل وہ ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قتال کیا وہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کرنے والا ہے وہ نہ کسی سامان کا خواہاں اور نہ کوئی اور غرض اسکے پیش نظر ہے۔

تخریج : أخرجه احمد (٢/٦٥٥٨٨) ومسلم (١٩٠٦) وأبو داود (٢٤٩٧) والنسائی (٣١٢٥) وابن ماجه (٢٧٨٥)

الفرائد : ① جس آدمی نے غزوہ میں غنیمت کو پالیا اس نے اپنے اجر کے دو ثلث پالئے ایک ثلث آخرت میں ملے گا اور شہید ہونے والے کو کامل اجر وہیں ملے گا۔

❁ ❁ ❁

١٣٤٦ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِیْ فِی السِّيَاحَةِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ سِيَاحَةَ اُمَّتِی الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

۱۳۴۶: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سیاحت کی اجازت دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی سیر وسیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔ (ابوداؤد) سند جید کے ساتھ۔

تشریح ❂ **السیاحته** سے مراد وطن سے دور جانا اور کسی ناواقف سرزمین میں جا بسنا۔ **السیح** : سطح زمین پر پھیل کر چلنے والا پانی' گویا اس نے اپنے وطن کو اس لئے چھوڑنے کی اجازت مانگی تا کہ لذات اور مباحات کو ترک کر کے اپنے نفس پر زبردستی قابو پائے۔ آپ ﷺ نے اس کے مطالبہ کو مسترد فرما دیا۔ تبتل :عورتوں سے علیحدگی عبادت الٰہی کے لئے نکاح کو چھوڑ دینا۔ **قال سياحة امتی**۔ شاید سائلکی غرض سے جہاد کے زمانے کی تعیین تھی اور سائل بہادر انسان تھا۔ البتہ جنگلوں کی سیر بلند ہمت لوگوں کی صفات کو دیکھنے کے لئے تا کہ نفس اپنی رعونتوں سے الگ ہو جائے اور اوطان کی فرقت اور قرابت داروں اور رشتہ داروں سے جدائی پر صبر کرتا تا کہ اللہ تعالیٰ سے مشغول کر دینے والی چیز میں ختم ہو جائیں بشرطیکہ اولاد ازواج کے حقوق کا ضیاع نہ ہونے پائے ایسا سفر تو مامورات سے ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (۲٤۸٦) والحاكم (۱/۲۳۹۸)

الفرائد : ① مسلمان کی سیاحت اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سفر ہے ② ترویح نفس کے لئے گھومنا کسی ثواب کا حقدار نہیں بنتا۔

۱۳٤۷ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : قَالَ "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

"اَلْقَفْلَةُ" : الرُّجُوْعُ – وَالْمُرَادُ : الرُّجُوْعُ مِنَ الْغَزْوِ بَعْدَ فَرَاغِهٖ – وَمَعْنَاهُ اَنَّهٗ يُثَابُ فِيْ رُجُوْعِهٖ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْغَزْوِ۔

۱۳۴۷: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جہاد سے لوٹنا جہاد کرنے کی طرح ہے"۔(ابوداؤد) سند جید کے ساتھ۔

اَلْقَفْلَةُ : لوٹنا مراد فراغت کے بعد واپس لوٹنا ہے۔مقصد یہ ہے کہ فراغت کے بعد واپس لوٹنے میں بھی برابر ثواب ملتا ہے۔

تشریح ۞ غزوہ سے لوٹنا۔ **کغزوۃ**: مطلب یہ ہے کہ غزوہ کے بعد مجاہد کا اپنے وطن کی طرف لوٹنے کا اجر اتنا ہی ہے جتنا جہاد کی طرف جانے کا کیونکہ واپسی میں جہاد کے لیے قوت اور اہل وعیال کے حق کی ادائیگی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد دشمن کا سامنا کرنے کے بعد دوسری مرتبہ لوٹنا ہے اور بعض اوقات اس طرح معاملہ پیش آتا ہے جبکہ ان میں دوسری مرتبہ لوٹنا ہے اور بعض اوقات اس طرح معاملہ پیش آتا ہے جبکہ ان دو میں سے ایک بات ہو (۱) دشمن ان کے لوٹنے کی وجہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں اس پر حملہ آور ہوں اور اس سے فرصت پالیں۔(۲) جب وہ غلبہ پا کر لوٹیں گے تو اس کا خطرہ موجود ہے کہ دشمن اس کا پیچھا کریں اور ان کے لوٹ ڈالنے کی حالت میں ان کو ہلاک کر دیں بعض اوقات لشکر یا اس کا بعض حصہ واپس لوٹنے پر معاون بن جاتا ہے اگر دشمن ان کی تلاش میں ہوگا تو یہ ان سے مقابلہ کے لئے پہلے تیار ہوں گے ورنہ وہ محفوظ ہوتے اور غنیمت کو بچا لیا۔بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی قوم سے ہوں جو دشمن کے زیادہ ہونے کی وجہ سے مکمل طور پر ہلاکت کا خطرہ رکھتے ہوں اور وہ لوٹے تا کہ اپنے مجاہدوں کی اور تعداد بڑھا سکیں۔پھر انہوں نے دشمن پر مڑ کر حملہ نہ کیا تو یہ بھی غزوہ سے لوٹنے والے پر پہلا مغنیٰ اصل میں مذکور ہے۔نووی کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہی ہے کہ غزوہ سے واپس لوٹنے میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے جیسا کہ جانے میں ملتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٦٦۳٦) وأبو داود (۲٤۸۷) والحاكم (۲/۲۳۹۹)

الفرائد : ① غزوۂ کے لئے جانے کا جو اجر ہے وہی لوٹنے پر ملتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مؤمن بندوں پر خصوصی فضل و احسان ہے۔

۱۳۴۸ : وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَلَقِيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ۔

۱۳۴۸: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس لوٹے تو لوگ ان کو ملے۔ پس میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ سے ملاقات کی۔ ابوداؤد نے ان الفاظ کو صحیح سند سے روایت کیا۔ بخاری کی روایت میں ہے ہم بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

تشریح ۞ یہ غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ تلقاہ الناس۔ جو مدینہ منورہ پیچھے رہ گئے تھے خواہ منافقین تھے یا دیگر۔ الصبیان۔ جمع صبی میں بلوغت سے پہلے بچے پر بولا جاتا ہے۔ ثنیة الوداع۔ مسافر کی مشایعت کیلئے اس مقام پر لوگ آتے تھے (القاموس) الوداع : یہ ودع کا مصدر ہے دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

روایت کا فرق: بخاری کے الفاظ یہ ہیں ''ذھبنا نتلقی رسول اللہ ﷺ مع الصبیان الی ثنیة الوداع'' عینی کہتے ہیں یہاں اس سے مراد تبوک والی جانب کی گھاٹی ہے اور ممکن ہے کہ یہ گھاٹی مدینہ منورہ کے تمام اطراف سے ملتی ہو گھاٹی کے راستہ کو ثنیہ کہتے ہیں صاحب محکم کہتے ہیں سوراخ کی طرح پہاڑ میں راستہ ثنیہ کہلاتا ہے بعض نے کہا پہاڑ تک راستہ بعض نے کہا گھاٹی بعض نے کہا بذات خو پہاڑ مراد ہے۔ رواوی کا قول ثنیۃ الوداع مکہ کو تبوک کی جہت میں اسی طرح ہے جیسے مشرق مغرب کے مقابل ہوتا ہے ورنہ تو اس جانب کی دوسری گھاٹی مراد ثنیہ پہاڑی راستہ ہے۔ صاحب توضیح نے پہاڑی راستہ کو ثنیہ ماننے سے انکار کیا بلکہ کہا زمین سے بلند ٹیلہ کو کہتے ہیں گویا ان کو صاحب محکم کی بات کا علم نہیں ہوا اس لئے تردید کر دی۔

تخریج : أخرجه البخاري (۳۰۸۳) وأبو داود (۲۷۷۹) والترمذي (۱۷۲٤)

الفرائد : ① استقبال مجاہد سنت نبوی ہے ② مجاہد کی مشایعت میں بھی اسی طرح کا اجر کا باعث ہے اس سے محبت و اخوت کے جذبات ابھرتے ہیں۔

۱۳۴۹ : وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "مَنْ لَمْ يَغْزُ، اَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۴۹: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جہاد نہ کیا یا کسی غازی کو سامان نہ تیار کر کے دیا یا بھلائی کے ساتھ کسی غازی کے اہل کی نگہبانی نہ کی تو قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر بڑی مصیبت ڈالیں گے''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ لم یغز۔ یعنی غزوہ کے لئے نہیں نکلا۔ یجھز غازیا۔ یا اس کے لئے اسباب سفر مہیا نہ کیے۔

اویخلف۔ گھر والوں کے معاملات کا ذمہ دار نہ بنا۔قارعۃ۔ ہلا دینے والی مصیبت جو اسے اکھاڑ پھینکے گی۔قبل یوم القیامہ۔ جلد پہنچنے کی طرف اشارہ کیا۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٢٥٠٣) وابن ماجه (٢٧٦٢) والدارمي (٢٤١٨)

الفرائد : ① جہاد میں تعاون سے پیچھے نہ ہٹنا چاہئے' اس سے منہ موڑنے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا منتظر ہے۔

١٣٥٠ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۵۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں' جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو''۔ابوداؤد صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ❁ یعنی اموال کی لڑائی کی تیاری' اس کے آمدات و اسلحہ کے لئے خرچ کرو وانفسکم۔بذات خود لڑو۔والسنتکم۔انکے شرک وکفر پر خبردار کرے یا ان کی گمراہی پر دلائل قائم کرو اور ان کے اعمال کے برباد ہونے کے متعلق وضاحت کرو۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٣٦٣٩) وأبو داود (٢٥٠٤) والنسائي (٣٠٩٦) وابن حبان (٤٧٠٨) والدارمي (٢٤٣١) والحاكم (٢/٢٤٢٧) والبيهقي (٩/٢٠)

الفرائد : ① مذاہب باطلہ سے مال ونفس اور جان تینوں طرح سے موقعہ کے مطابق جہاد لازم ہے کیونکہ مسلمان تو اپنا مال و جان اللہ تعالیٰ کو فروخت کر چکا ہے۔

١٣٥١ : وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو – وَيُقَالُ اَبُوْحَكِيْمٍ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ' وَيَنْزِلَ النَّصْرُ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۵۱: حضرت ابوعمرو بعض نے کہا ابوحکیم نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (لڑائیوں میں) حاضر رہا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے اوّل حصہ میں لڑائی کا آغاز نہ فرماتے تو پھر زوال تک لڑائی کو مؤخر فرماتے۔ ہواؤں کے چلنے تک اور مدد کے اترنے تک تاخیر فرماتے۔(ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ نعمان بن مقرنؓ بن عائذ المزنیؓ یہ ان سات بھائیوں سے ہیں جنہوں نے اکھٹے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ واقعہ نہاوند میں ۲۱ھ میں شہید ہوئے جنہوں نے ان کے سلسلہ نسب میں نعمان بن عمرو بن مقرن کہا انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور تابعی ہیں اور یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ اصحاب ستہ نے ان سے روای کی ہے (تقریب

حافظ) انہوں نے چھ روایات نقل کی ہیں بخاری و مسلم ایک ایک روایت میں منفرد ہیں۔ لم یقاتل من اول النھار۔ جبکہ صبح ٹھنڈی ہوتی اس کے جھونکے چل رہے ہوتے۔ حتی تزول الشمس۔ جب سورج ڈھل جاتا۔ وتھب الریاح وینزل النصر۔ تاکہ ٹھنڈا وقت آ جائے اور ہتھیاروں کا پہننا آسان ہو جائے اور گھوڑوں کے لئے بھاگنا اور لڑنا حملہ کرنا آسان ہو جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آ جائے۔ ابن رسلان کہتے ہیں ''نصرت بالصبا و أھلکت عاد بالدبور'' اور دوسری روایت میں ''یحضر الصلوات اوقاتھا فاوقاتھا افضل الاوقات ویستجاب فیھا الدعاء''۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۲۳۸۰۵) وأبو داود (۲٦۵۵) والترمذی (۱٦۱۹) وابن حبان (٤۷۵۷) وابن أبی شیبة (۱۲/۳٦۸) والبیھقی (۹/۱۵۳) أخرجه البخاری (۳۱٦۰)

الفرائد : ① دشمن کے قتال کا بہترین وقت صبح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اترتی ہے۔ اسی طرح زوال کے بعد رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مدد اترتی ہے۔

۱۳۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِیْتُمْ فَاصْبِرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۵۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دشمن سے لڑنے کی تمنا مت کرو مگر جب ان سے آمنا سامنا ہو جائے تو صبر (ثابت قدمی) کرو'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ العدو : تاکہ ان کی لڑائی کے وقت کہیں تو آزمائش میں نہ ڈال دیے جاؤ۔ فاصبروا اس وقت تمہاری امداد کی جائے گی کیونکہ تم ابتلاء میں ہوا سکے قریب ہی اس روایت کا معنی ہے: ''لا تطلب الامارۃ فانك ان طبتھا او کلت الیھا وان طلبت لھا اعنت علیھا'' حدیث عبداللہ بن ابی اوفی میں اس کا مطلب گذر چکا۔

تخریج : باب الصبر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۲۳۵: بَابُ بَیَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَآءِ فِیْ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَیُغَسَّلُوْنَ وَیُصَلّٰی عَلَیْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِیْلِ فِیْ حَرْبِ الْکُفَّارِ

باب : آخرت کے ثواب میں شہداء کی ایک جماعت جن کو غسل دیا جائے گا اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی بخلاف ان لوگوں کے جو کفار کے ساتھ میدان میں قتل ہوں

تشریح ۞ الشھداء : جمع شہید جیسے شریف و شرفاء۔ اس کو شہید کہنے کی وجوہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

نے اس کے متعلق جنت کی گواہی دی (۲) اس کو اٹھایا جائے گا اور اس کے قتل کا شاہد ہوگا' (۳) رحمت کے فرشتے اس کی موت کے وقت حاضر ہو کر اس کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ (اسنی المطالب) ثواب الآخرة۔ وہ ثواب جو خصوصاً شہید کے لئے تیار کیا گیا۔ بصلی علیهم۔ عام مسلمان مرنے والوں کی طرح۔ بخلاف القتیل۔ خواہ کفار کے اسلحہ سے یا اپنے اسلحہ سے یا گھوڑے سے گر کر یا دیگر ذرائع سے' اسکو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی پھر اگر اس کے جہاد کے رضاالٰہی مراد ہو اور دین کی مدد اسکی غرض تھی تو وہ آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہوگا ورنہ وہ شہید دنیا ہے' آخرت میں حصہ نہیں۔

۱۳۵۳ : وَعَنْهُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۳۵۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لڑائی (جنگ) ایک چال ہے''۔

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ الحرب خدعة۔ یہ خا کے ضمہ فتحہ و کسرہ تینوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ لڑائی میں ہر ممکن حیلہ اختیار کرنا چاہئے۔ ابن المنیر کا قول: مکمل لڑائی مخادعۃ ہے مواجہت نہیں کیونکہ آمنے سامنے میں خطرات ہیں اور مخادعت میں بے خطر کامیابی ہے عینی کا قول: فتحہ کے ساتھ سب سے زیادہ فصیح ہے۔ خدعه۔ ایک مرتبہ کا دھوکا۔ مطلب یہ ہے: جس نے اس میں ایک مرتبہ دھوکا کیا وہ ہلاک ہوا پھر واپس نہ ہوگا۔ ابن سیدہ کا قول: جس نے خدعه کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب کو وہ دھوکا میں ڈالے۔ خدعه کامیابی و غلبہ کی تمنا کرنا پھر اسکو پورا نہ نباہنا خدعه جیسے کہتے ہیں اہل لغت جو بہت لعنت کرنے کا عادی ہو جب ایک فریق دوسرے کو دھوکا دے تو وہ گویا (خدعۃ) ایک دھوکا ہے۔ ابن عبدالواحد خدعة مطرز کہتے ہیں تا نصف قیرش فتحہ سے ہے وہ افضل ہے۔ ابن درستویہ: یہ کسی قوم کی لغت نہیں فتحہ سے ایک مرتبہ کا دھوکا۔ ابو بکر بن طلحہ کہتے ہیں یہ مختصر الفاظ کثیر المعانی لفظ ہے مطلب یہ ہے کہ لڑائی میں ممکن حد تک حیلہ کرو۔ جب حیلہ نہ رہے تو لڑو اسی لئے آپ ﷺ اس کو اختیار فرماتے مثلاً توریہ کمین گاہیں' وعدے کا الٹ بعض اوقات انسانی جان کی حفاظت کے لئے کذب کا استعمال بالاجماع درست ہے۔ مہلب کا قول: لڑائی میں خداع ہر ممکن صورت میں جائز ہے البتہ قسم' عہد' صراحۃً امن کی صورت میں کسی طور پر ملال نہیں۔ بعض اہل سیر نے کہا کہ یہ ارشاد نبی اکرم ﷺ نے خاص نعیم بن مسعود اشجعی کے لئے فرمایا۔

تخریج : ١٣٦٣ أخرجه أحمد (٥/١٤١٨١) والبخاري (٣٠٣٠) ومسلم (١٧٣٩) وأبو داود (٢٦٣٦) أبو داود (٢٦٣٦) والترمذي (١٦٨١) وابن حبان (٤٧٦٣) والطيالسي (١٦٩٨) وابن أبي شيبة (١٢/٥٣٠) والحميدي (١٦٨١) وأبو يعلى (١٨٢٦) والبيهقي (٧/٤٠)

الفرائد : ① جنگ میں پوری احتیاط کرنی ضروری ہے اور دشمن کے خلاف مختلف خفیہ تدابیر بھی اختیار کرنی چاہئے کا ثبوت مل رہا ہے۔

۱۳۵٤ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ ' وَالْغَرِيْقُ ' وَصَاحِبُ الْهَدْمِ ' وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۵۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہید پانچ ہیں' (۱) طاعون سے مرنے والا' (۲) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا' (۳) ڈوب کر مرنے والا' (۴) نیچے دب کر مرنے والا' (۵) اللہ کی راہ میں شہادت پانے والا''۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: أخرجه مالك (٢٩٥) وأحمد (٣/١٠٨٩٨) والبخاری (٦٥٢) ومسلم ١٩١٤) والترمذی (١٩٦٥) وابن ماجه (٣٦٨٢) والحمیدی (١١٣٤) وابن حبان (٥٣٦)

الفوائد: ① یہ اس امت کی سعادت مندی ہے کہ ان تمام اقسام اموات کو فہرست شہداء میں شمار فرمایا یہ اقسام اموات اُن کے گناہوں کے ازالہ کا ذریعہ ہیں۔

۱۳۵۵ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا تَعُدُّوْنَ الشُّهَدَآءَ فِيْكُمْ؟" قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ– قَالَ ؟ "اِنَّ شُهَدَآءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ" قَالُوْا :فَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ :"مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَمَنْ مَّاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَمَنْ مَّاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَمَنْ مَّاتَ فِي الْبُطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۵۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے میں کن لوگوں کو شہید کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے۔ فرمایا پھر تو میری امت میں شہید بہت کم ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا پھر یا رسول اللہ شہید کون ہے؟ فرمایا: ''جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے شہید ہے' جو اللہ کی راہ میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے' جو طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے' جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے' جو ڈوب جائے وہ بھی شہید ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **تعدون الشهداء فيكم** : جو شخص ایمان و احتساب کی خاطر معرکہ میں کام آیا۔ زرکشی کہتے ہیں اذا کی دو قسمیں ہیں (۱) یہ جملہ جواب کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اس کا ماقبل سے تعلق ہے یا ایسے مسبب کے سبب پر خبردار کرنے کے لئے لایا گیا جو فی الحال حاصل ہوا اور وہ فی الحال غیر حاصل ہے کیونکہ مؤکدات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور عامل انہی پر اعتماد کرتا ہے اور یہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کا درمیان اور آخر میں لانا درست ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرة : ١٤٥] (۲) پس جواب کی تاکید کیلئے لائے' ماقبل سے ربط دینے والا ہے بعض متاخرین سے تیسرا معنی بھی بتلایا ہے یہ اِذًا ظرف زمان ہے ماضی کے معنی کے لئے ہے اور اس کے بعد جملہ تحقیقی یا تقدیری طور پر آتا ہے لیکن جملے کی تخفیفی طور پر حذف کر دیا اور اس کے بدلے میں تنوین لایا جیسا کہ حینئذ میں اور یہ ناصبہ مضارع کو ناصبہ کے ساتھ خاص کرنے کے لئے ہے اور تنوین پر داخل ہوتا ہے جیسے ﴿اِذًا

لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ﴾ [الأسراء: ١٠٠] اور اسم پر بھی جیسے: ﴿وَاِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ﴾ [الشعراء: ٤٢] اوران کنت ظالماً اذا حکملك فی تافه اوراس معنی کونحاۃ نے ذکرنہیں کیا لیکن نحاۃ کا یہ کہنا:انه یحذف المضاف الیها اذ ویعوض عنها التنوین کیومئذٍ اگرچہ اذا سے حذف جملہ کا ذکرنہیں اوراسکے عوض تنوین مذکورنہیں لیکن زرکشی نے قاضی عیاض سے نقل کیا کہ اذا کومضارع کے نواصب سے قراردینا اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کواذن اصلیہ پرمحمول کیا جائے گا۔اذن پرنہیں اور یہ اس جملہ کی طرف مضاف ہوگا جس سے تنوین کوحذف کیا گیا ہے اوراس کے بعد مضارع کورفع آئے گا ۔حاصل کلام یہ ہے جس سلسلہ میں اذا استعمال ہوا ہے یہ یا تو شہید کی قلت پرخبردار کرنے کے لئے لایا گیا وہ شہادت ان مذکورہ صفات میں بند ہے یا یہ اس اذا کی تنوین کی قسم سے ہے جو جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تنوین کی بجائے اوراصل اس طرح ہے اذا کانٰ شهداء امتی من ذکرتم فقط۔اصل اس طرح ہے کہ میری امت کے شہداء فقط وہ ہیں جن کاتم نے ذکرکیا۔قالوا فمن یا رسول الله یعنی اس کے سبب' جیسا حدیث میں گزرا یہ سببیت میں اسی طرح ہے جیسا اس حدیث میں ''دخلت النار امراة فی هرة حبستها'' الحدیث۔فهو شهید۔فی دونوں میں علت کے لئے ہے۔البطن۔پیٹ کی تمام بیماریاں اس میں شامل ہیں۔الغریق شهیداورغریق بھی شہید ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/١٠٧٦٦) ومسلم (١٩١٥) وعبد الرزاق (٩٥٧٤) وابن ماجه (٢٨٠٤) وابن أبي شيبة (٥/ ٣٣٢) وابن حبان (٣١٨٦)

الفرائد : ① ان تمام اقسام امراض کے مرضاء کوشہداء کاسا اجر ملتا ہے۔

١٣٥٦ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۵۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' جواپنے مال کے دفاع میں قتل ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔''(بخاری ومسلم)

تشریح : من قتل دون ماله فهو شهید:دون کالفظ اپنی اصل کے لحاظ سے تحت کے معنی میں ظرف مکان ہے اورمجازاً خبردار کرنے کے لئے آتا ہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ جواپنے مال سے دفاع کرتا ہے وہ اس کواپنے پیچھے رکھتا ہے یا اپنے نیچے رکھتا ہے اور پھر اس کی خاطر بھڑتا ہے۔(کذا قال القرطبی) فهوشهید۔ابن منذر کہتے ہیں ہرآدمی کو مال سے دفاع ضروری ہے یا کوئی چیز اس سے ظلماً بلاترجیح کے لی جائے۔البتہ بادشاہ اس سے مستثنیٰ ہے۔اس کے ظلم سے متعلق صبر کی روایات وارد ہیں اوراس کے خلاف بغاوت نہ کرے۔(فتح الباری)

فرق روایت : بخاری نے مقبری سے فهو شهید اور دحیم ابن ابی عمرو اور ابن سلام کی مقبری سے روایت میں ''فله الجنة'' کالفظ نقل کیا اور بخاری نے ذکرنہیں کیا معلوم ہوتا ہے یہ اس نے اپنے حافظہ میں محفوظ روایت سے نقل کیا ہے اورابو نعیم کی روایت میں :من قتل دون ماله مظلوماً۔(عینی)

بخاری میں مختصر ہے مگر مسلم نے ان الفاظ سے اس کی تخریج کی ہے مگر سند مختلف ہے نسائی کے الفاظ بخاری سے یہ ہیں' **من قتل دون ماله مظلوماً فله الجنة**" دوسری روایت میں **فهو شهيد** اور ایک روایت میں بخاری جیسے الفاظ ہیں مگر نسائی نے کہا کہ یہ درست نہیں درست وہی ہے جو ترمذی کے الفاظ سے نقل کیا ہے اور اس باب میں علی' ابوہریرہ' ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات سے روایات ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٦٥٣٣) والبخاري (٢٤٨٠) ومسلم (١٤١) وأبو داود (٤٧٧١) والترمذي (١٤٢٤) والنسائي (٤٠٩٥)

الفرائد : ① مال قلیل ہو یا کثیر اس کی حفاظت میں مقتول ہونے والا بھی شہداء کا اجر پائے گا۔ (جمہور علماء کا قول)

١٣٥٧ : وَعَنْ اَبِى الْاَعْوَرِ سَعِيْدِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ ' اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ' قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ' وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ' وَمَنْ قُتِلَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ' وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِىُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۵۷: حضرت ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو عشرۂ مبشرہ (وہ دس صحابہ جن کو دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دی گئی) میں سے ہیں' روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہو وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے خون کو بچانے کے لئے قتل ہو وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کی خاطر قتل ہو وہ بھی شہید ہے''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : حضرت سعید بن زید کا سلسلۂ نسب یہ ہے: زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیز بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن کرز بن عدی بن کعب بن لوئ بن غالب القرشی العدوی' لمدنی یہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ آپ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اللہ ان سے راضی تھا۔ یہ عمرؓ سے پہلے اسلام لائے۔ اور یہ چیز عمر کے اسلام کا باعث بنی سعید شروع میں اسلام لائے یہ مہاجرین اولین سے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابی بن کعب کے درمیان مواخات کرادی' یہ بدر کے بعد تمام معارکہ میں شریک ہوئے بدر میں ان کی حاضری کے متعلق اختلاف ہے اکثریت نے کہا کہ یہ عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے یہ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حصہ مال غنیمت میں لگایا اور عنایت فرمایا۔ ایک جماعت نے کہا کہ یہ خود شریک ہوئے۔ بخاری نے بدر میں شریک لوگوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے یہ جنگ یرموک اور محاصرہ دمشق میں موجود تھے یہ مستجاب الدعوات تھے اروی کے ساتھ اس کا واقعہ باب الکرامات میں آئے گا۔ انہوں نے ۴۸ روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں جن میں دو روایات پر بخاری و مسلم متفق ہیں' اور ایک حدیث میں بخاری منفرد ہیں۔ مقام عقیق میں ان کی وفات ہوئی بعض نے کہا کہ مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سے زائد تھی ابن عمرؓ نے ان کو غسل دیا۔ بعض نے سعد بن ابی

وقاص کا نام لیا ہے۔ ابن عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سعد اور ابن عمرؓ ان کی قبر میں اترے (تہذیب نووی) من قتل دون ماله اس پر کسی حملہ آور نے حملہ کیا اس نے دفاع کیا اور قتل ہو گیا تو شہید ہے۔ ومن قتل دون دينه۔ انہوں نے اس سے ارتداد بدعت کا مطالبہ کیا اس نے انکار کیا اور قتل کر دیا گیا۔ فرق روایت: نسائی نے دین کے تذکرہ کے بغیر روایت ذکر کی۔ عینی نے کہا کہ اس باب میں علیؓ ابن عمرؓ ابو ہریرہؓ جابرؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبداللہ بن مسعودؓ بریدہ بن حصیبؓ سوید بن میمونؓ انس بن مالکؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن عامر بن کریزؓ فہد بن مطرفؓ مخارف بن سلیم رضی اللہ عنہم سے روایات پائی جاتی ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (١/١٦٥٢) وأبو داود (٤٧٧٢) والترمذي (١٤٢٦) والنسائي (٤١٠٢) وابن ماجه (٢٥٨٠) والطيالسي (٢٣٣) وابن حبان (٣١٩٤) وأبو يعلى (٩٤٩) والقضاعي (٣٤١) والبيهقي (٣/٢٦٦)

الفرائد: ① مال' اہل' نفس' دین کے دفاع میں مارا جانے والا شہداء میں شمار ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و اکرام ہے۔

١٣٥٨ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِيْ؟ قَالَ: "فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ؟ قَالَ: "قَاتِلْهُ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِيْ؟ قَالَ: "فَاَنْتَ شَهِيْدٌ" قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ؟ قَالَ: "هُوَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۵۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا حکم ہے اس بات کا کہ اگر کوئی آدمی میرا مال لینے کے ارادے سے آئے؟ فرمایا: اس کو اپنا مال مت لینے دو۔ عرض کیا اگر وہ مجھ سے لڑے تو پھر کیا حکم ہے؟ فرمایا اس سے لڑو۔ اس نے پھر سوال کیا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ جواب میں فرمایا: تو شہید ہے۔ اس نے پھر سوال کیا؟ اگر میں اس کو قتل کر دوں۔ فرمایا: ''وہ جہنمی ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ أرأيت اس کا معنی مجھے بتلائیں۔ يريد اخذ مالي: ناحق میرا مال لینا چاہتا ہے تو میں کیا کروں۔ فلا تعطه مالك۔ یہ جواب شرط ہے أرأيت إن قاتلني اگر مال وصول کرنے کے لئے وہ مجھ سے قتال کرے۔ قاتله اس سے لڑ جاؤ۔ (امر اباحت کے لئے) ان قتلني: اگر لڑائی میں اس نے مجھے قتل کر دیا۔ فانت شهيد: تم آخرت کے شہداء سے ہو' غسل اور نماز پڑھی جائے گی۔ فهو في النار: اگر اس نے قتل حلال سمجھ کر کیا تو ہمیشہ ورنہ سزا کے طور پر داخل ہوگا۔

آخرت کے شہدا

(۱) ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے والا (۲) علوم دین میں مشغول فوت ہوا (۳) نیند کے لئے وضو کر کے سویا

اور موت آ گئی (۴) اچانک آگ میں جل گیا (۵) ڈوب مرا (۶) سانپ نے ڈس لیا (۷) جادو سے مر گیا (۸) زہر دیا گیا (۹) پیاسا' بھوکا' دکھوں میں پھنسا مر گیا (۱۰) درندے نے کھالیا (۱۱) عاشق مجنون (۱۲) نفاس والی عورت (۱۳) انتہائی بڈھا (۱۴) پیٹ کی بیماری میں مبتلا (۱۵) فالج زدہ (۱۶) ظلماً قتل کر دیا گیا (۱۷) دفاع مال میں مارا گیا (۱۸) دفاع جان میں مارا گیا (۱۹) دین کی وجہ سے قتل کیا گیا (۲۰) میدانِ جنگ میں مارا گیا (۲۱) لڑائی کے زخموں سے مر گیا (۲۲) اللہ تعالیٰ کی خاطر اذان دینے والا (۲۳) ہر روز کے بھاؤ سے سودا بیچنے والا (۲۴) طاعون سے وطن میں مرا (۲۵) سفر کی حالت میں مر گیا (۲۶) اواخر حشر کی آیات تلاوت کرنے والا (۲۷) ہمیشہ قصر پڑھنے والا (۲۸) ہمیشہ چاشت کی نماز پڑھنے اور اپنا یومیہ ورد پڑھنے والا (۲۹) ہمیشہ روزہ رکھنے والا (۳۰) تیسرے ہفتہ میں زوال کے وقت دسواں رکوع پڑھنے والا (۳۱) فاتحہ کے بعد آیت الکرسی وسورہ اخلاص ہمیشہ پڑھنے والا (۳۲) جس نے موت کی آمد پر مبارک کہا۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اخلاص سے شہادۃ کا طالب ہو وہ اسے پالے گا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱٤۰۰)

الفرائد : ① ناحق مال لینے والے کو قتل کرنا جائز ہے ② دوسروں پر ظلم کرتے ہوئے قتل ہونے والا جہنمی ہے کیونکہ وہ حقوق اللہ میں زیادتی کرنے والا ہے۔

۲۳۶ :بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

بَاب: آزادی کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ، وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ؟ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [البلد: ۱۱تا۱۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس نہ وہ داخل ہوا گھاٹی میں اور تمہیں کیا معلوم وہ گھاٹی کیا ہے وہ گردن کا آزاد کرنا ہے''۔ (البلد)

تشریح العتق۔ سابقہ عقت کی وجہ سے کسی آدمی سے عتق کا زائل کرنا یا کسی نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اقالہ طلب کیا یہ آدمی پرندہ یا جانور کو لے کر نکلا تو اس کا عتق درست نہ ہوگا۔ ابن صلاح کہتے ہیں اختلاف تو اس کے متعلق ہے جو شکار کے ذریعہ مالک بنے۔ بہائم کو آزاد کرنا یہ اسی طرح ہے جیسے اہل جاہلیت بحیرہ وسائبہ چھوڑتے تھے جو کہ قطعی طور پر باطل ہے ابونعیم کی وہ روایت جو ابوالدرداءؓ کی رائے ہے: قال اللہ تعالیٰ اقتحم العقبہ۔ اقتحام سختی وزبردستی داخل ہو جاتا اس میں اعمال صالحہ کو گھاٹی قرار دیا اور اس پر عمل کو گھاٹی سے گزرنے سے تعبیر کیا اس میں نفس کا مجاہدہ ہے مطلب یہ ہوا کہ اس نے اس احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا ہے۔ وما ادراك ما العقبه۔ اس کی تکلیف وثواب کو نہیں جانا فلك رقبه۔ گردن کو آزاد کرانا ہے او اطعام۔ پس عقبہ گردن کو آزاد کرنا اور کھانا کھلانا اور صبر کی تلقین اور رحمت کی تاکید کرنا ہے بعض نے کہا کہ ثم اس لئے لائے کہ ایمان کا مرتبہ عتق واطعام سے بہت اونچا ہے پس عقبہ کی عتق واطعام سے تفسیر کی اور دونوں کی اس لئے خاص کیا کیونکہ اس کا نفع متعدی ہے۔

۱۳۵۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۳۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ایک مسلمان کی گردن آزاد کی اللہ اس کے بدلے میں اس کے ہر عضو کو آگ سے آزاد فرما دیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو شرمگاہ کے بدلے میں''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح من اعتق رقبه مسلمة۔ جس مسلمان نے کسی مذکر و مؤنث نفیس و خسیس گردن کو آزاد کیا۔ بکل عضو منه۔ اس آزاد کردہ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو آگ سے آزاد کیا جائے گا۔ یہ آزادی کا بدلہ ہے حتی فرجه۔ حتیٰ عطف کے لئے ہے کہ آزاد کرنے والے کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے آزاد کرنے کی وجہ سے آگ سے آزادی ملے گی۔ یہ رقبہ مذکر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ غلامی اس میں شہوت کی طرح ہے۔ یہ ابن المنیر کا قول ہے۔ ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آزادی کامل ہونی چاہئے تاکہ اس وجہ سے استیعاب حاصل ہو۔

خطابی کا قول: وہ نقص جو فائدہ سے متعلق ہو مثلاً خصی کرنا غیر خصی سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو معتبر مانا جائے گا حافظ کا قول۔ جو ممانعت کے موقعہ پر کہا گیا ہے اس کا نووی نے انکار کیا ہے اس میں شبہ نہیں کہ خصی کو آزاد کرنے میں ثواب ہے لیکن کامل اولیٰ ہے اور روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام ولونڈی کی آزادی میں ثواب کا فرق نہیں لیکن صحیح روایت میں وارد ہے کہ "ایما امری مسلم اعتق امرا مسلما کان فکاکه من النار و ایما امرئ مسلم اعتق امراتین مسلمتین کانتا فداء له من النار" پس اسکے مطابق فیصلہ یہ ہے کہ مرد کو آزاد کرنا عورت کے آزاد کرنے سے افضل ہے اور کثرت سے غلاموں کو آزاد کرنا چاہئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے تین ہزار غلام آزاد کئے اور ان کے متعلق دوسری روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن میں آٹھ ہزار غلام آزاد فرمائے۔ (شرح المنہاج ابن حجر)

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۷۸۰) والبخاري (۲۵۱۷) ومسلم (۱۵۰۹) والترمذي (۱۵٤٦) والنسائي (٤٨٧٤) وابن حبان (٤٣٠٨) وابن الجارود (٩٦٨) والبيهقي (١٠/٢٧١)

الفرائد : ① غلام کی آزادی سے نارِ جہنم سے آزادی ملتی ہے بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لئے ہو۔

۱۳۶۰ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ ، وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " قَالَ قُلْتُ : اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا ، وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۶۰ : حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد"۔ میں نے عرض کیا کون سی گردن افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو گردن کہ مالکوں کے ہاں نفیس اور قیمت میں زیادہ ہو۔" (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ الایمان بالله والجهاد فی سبیله دونوں ملا کر ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں یہ رتبہ میں ایمان کے برابر ہے بلکہ عطف تو صرف افضیلت میں دونوں شریک ہیں اگرچہ دونوں میں باہمی فرق ہے۔ ای الرقاب افضل یعنی آزاد کرنے کے لحاظ سے کونسا غلام افضل ہے۔ انفسها ۔ جو مالک کے ہاں عمدہ ہو نووی کہتے ہیں روایت سے مراد یہ ہے کہ جب اس کے پاس ایک غلام ہو پھر زیادہ قیمت والا اور اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہو آزاد کرنا افضل ہے اور اگر اس کے پاس ایک ہزار درہم ہوں تو اس سے دو غلام خرید کر آزاد کرنا ایک نفیس غلام کی بنسبت افضل ہے۔ البتہ قربانی میں موٹی بکری دو کم موٹی بکریوں سے افضل ہے۔ امام شافعیؒ قربانی میں زیادہ قیمت، زیادہ تعداد سے افضل اور غلاموں میں زیادہ تعداد نفیس غلام سے میرے ہاں افضل ہے۔ کیونکہ قربانی سے مقصود غرباء تک گوشت کا پہنچانا ہے اور موٹے میں گوشت زیادہ اور عمدہ ہوتا ہے۔ غلام میں اسکی گردن کو آزادی دلوانا ہے (تہذیب نووی) حافظ کہتے ہیں اس میں ضابطہ یہ ہے جس کا فائدہ زیادہ ہو وہ افضل ہے قلیل و کثیر

کی بات نہیں اور انہوں اس کی دلیل میں امام مالک کی روایت کو دلیل بنایا' کہ کافرہ گردن اگر اعلیٰ ہو تو مسلمہ گردن کے آزاد کرنے سے افضل ہے۔ مگر اصبغ وغیرہ نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان گردن کے اعلیٰ ہونے کی قید حدیث میں موجود ہے۔

تخریج : باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۲۳۷ :بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَی الْمَمْلُوْكِ

بَابٌ: غلاموں سے حسن سلوک

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ، وَّبِذِی الْقُرْبٰی ، وَالْيَتٰمٰی ، وَالْمَسَاكِيْنِ ، وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی ، وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ، وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء:۳٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ' والدین کے ساتھ احسان کرو' قرابت والوں' یتیموں' مساکین' قرابت والے پڑوسی' اجنبی پڑوسی' پاس بیٹھنے والے' مسافر کے ساتھ اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں' اچھا سلوک کرو''۔ (النساء)

تشریح: یہ احسنوا کا مفعول ہے اور اس کا عطف اعبدوا پر ہے و بذی القربی۔ اس میں ذوی الارحام بھی شامل ہیں۔ والیتامٰی۔ جمع یتیم جس کا باپ فوت ہو جائے۔ والمساکین۔ جمع مسکین جو محتاج ہو۔ والجار ذی القربٰی۔ جو پڑوسی اور قرابتدار ہوں یا قریبی پڑوسی یا پڑوسی جو ایمان میں شریک ہو۔ والجار الجنب۔ اجنبی پڑوسی یا وہ پڑوسی جو گھر کے اعتبار سے دور ہو یا اہل کتاب میں سے جو پڑوسی ہو۔ والصاحب بالجنب۔ عورت یا رفیق سفر یا فی الوقت موجود۔ وابن السبیل۔ مسافر یا مہمان۔ وما ملکت ایمانکم۔ غلام' لونڈیاں وغیرہ باب حق الجار میں تفسیر گذری۔

۱۳٦۱ : وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ : رَاَيْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰی غُلَامِهٖ مِثْلُهَا ، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ ، فَذَكَرَ اَنَّهٗ سَابَّ رَجُلًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَيَّرَهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ" هُمْ اِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳٦۱: حضرت معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان پر ایک عمدہ جوڑا تھا اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسا ہی تھا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں کی نسبت سے عار دلائی۔ اس پر نبی اکرم نے فرمایا: ''تو ایسا آدمی ہے کہ تجھ پر جاہلیت کا اثر ہے۔ وہ تمہارے بھائی اور خدمت گزار ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا۔ پس جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے''۔ مزید یہ بھی فرمایا: ''تم ان کو ایسی تکلیف نہ دو کہ جس کی ان میں طاقت نہ ہو اگر تم ان کو ایسا کام سپرد کر دو تو پھر ان کی مدد کرو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **المعرور** یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں ابو امیہ ان کی کنیت ہے کوفہ میں مقیم لوگوں سے ہیں ثقہ کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں اس کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ صحاح ستہ کے رواۃ نے ان سے روایت لی ہے۔ **حلہ**۔ اس کی جمع حلل ہے جیسے غرفہ و غرف۔ یہ موٹا کپڑا ہے جس کا اوپر والا اور اندرون کپڑا ایک جنس کا ہوتا ہے۔ **مثلھا**۔ سے مراد ایسا حلہ جوان کے اپنے حلہ کی طرح تھا۔ **عن ذلك**۔ سے مراد یہ ہے کہ غلام کو اپنے جیسا لباس کیوں پہنایا حالانکہ عام عادات میں تو فرق رکھا جاتا ہے۔ **رجلاً علی عھد**۔ اس سے مراد بلال ؓ ہیں ان کو میں نے زمانہ نبوت میں یا ابن اسودء کہہ کر عار دلائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **انك امرؤ**۔ تاکید کے لئے خالی الذہن منکر کے قائم رکھ کر انّ لایا گیا ہے جیسا شاعر نے کہا۔

جاء فلان عارضا رمحه ☆ ان بنی عمك فيهم رماح

مخاطب جب وہ نیزہ اٹھا کر آیا تو منکر کی طرح ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اے ابوذر تم میں جاہلیت کے اخلاق میں ایک چیز پائی جاتی ہے۔ **ھم اخوانکم**۔ وہ غلام اولاد آدم و نوح علیہما السلام ہونے کی وجہ تمہارے جنس شریک بھائی ہیں یا اسلامی بھائی ہیں۔ کافر غلام تابع ہونے کی حیثیت مراد ہوگا یا صرف مؤمن غلام مراد ہوگا نوکر و چاکر ہیں ان کو خول کہنے کی وجہ سے یہ ہے کیونکہ یہ معاملات اسی وجہ سے باغبان کو "خولی" کہتے ہیں (فتح الباری) جعل کے ساتھ ضمیر مفعول کو تاکیداً مقدم کیا۔ **تحت ایدیکم**۔ یہ قدرت و مسلک سے مجاز ہے۔ **اخواہ**۔ یہاں شفقت و احسان پر ابھارنے کے لئے اخوہ سے تعبیر فرمایا۔ **فلیطعمه**۔ جمہور کے ہاں دونوں امر استحباب پر محمول ہیں اور مقصود ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے خواہ وہ کھانے سے متعلق ہوں یا پہننے سے۔ خصوصی آقا کے مطعومات وابستہ مراد نہیں موطا امام مالک اور مسلم میں ابو ہریرہؓ کی روایت موجود ہے: "**للمملوك طعامه و كسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل مالا يطيق**" اس سے معلوم ہوا کہ مراد مناسب ہے۔ البتہ جو اس سے بڑھائے وہ متطوع شمار ہوگا۔ جیسا ابوذرؓ نے کہا: **لا تکلفوھم ما یغلبھم**۔ ان کو ایسے عمل کی تکلیف نہ دو جس سے وہ عاجز ہوں اور اس کی قوت نہ رکھتے ہوں۔ **فان کلفتموھم**۔ اگر کوئی سخت کام ان کے ذمہ لگاؤ ان کی مشقت کم کرنے کے لئے ان کی اعانت کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: **اخوانکم جعلھم الله تحت ایدیکم**۔ حافظ کہتے ہیں اجیر کا حکم بھی غلام جیسا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٨/٢١٤٨٨) والبخاری (٣٠) ومسلم (١٦٦١) وأبو داود (٥١٧٥) والترمذی (١٩٥٢) وابن ماجه (٣٦٩٠)

الفرائد: ① عاداتِ جاہلیت ترک کر دینے کے قابل ہیں ② عار دلانا اور ماں باپ کا طعنہ دینا ناجائز ہے ③ غلام اور ماتحت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش ہونا چاہئے۔

۱۳۶۲: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اِذَا اَتٰی اَحَدَكُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْهُ مَعَهٗ فَلْیُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَیْنِ اَوْ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَیْنِ فَاِنَّهٗ وَلِیَ عِلَاجَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"الْاُكْلَةُ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَهِيَ اللُّقْمَةُ۔

۱۳۶۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کر لائے تو اگر اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو چاہئے کہ اس کو ایک یا دو لقمے ضرور دے کیونکہ اس نے اس کے (پکانے) کی تکلیف برداشت کی''۔ (بخاری)

الْاُكْلَةُ: ہمزہ کی پیش کے ساتھ لقمہ کو کہتے ہیں۔

تشریح ۞ اذا اتی احد کم۔ مفعول کو مقدم کیا تا کہ ضمیر لوٹانے کی ضرورت نہ رہے۔ یہ غلام، مزدور، کا دم عقد اجارہ ہو یا بر سبیل تبرع ہو تمام اس حکم میں شامل ہیں۔ فان لم یجلسه معه۔ تواضع و افضیلت کا تقاضا تو ساتھ بٹھانا ہے۔ فلیناوله۔ ایک دو لقمے اسے کھلائے۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ فانه ولی علاجه۔ یہ علت امر مندوب ہے۔ صاحب نہایہ نے اس کا معنی عمل لکھا ہے اور دیگر نے کھانے کے اسباب و آلات کو مہیا کرنا اور اس کا پکانا ہے جیسا کتاب الاطعمہ میں بخاری نے لکھا: "فقد كفاه دخانه و علاجه فليجلسه معه' فان لم يجلسه معه فليناوله اكله او اكلتين"۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷۸۱۰) والبخاری (۲۵۵۷) ومسلم (۱۶۶۲) وأبو داود (۳۸۴۶)

الفوائد: ① مکارم اخلاق میں سے مواسات بھی ہے ② کھانا تیار کرنے والے کو اس میں کھلانا حسن اخلاق سے ہے۔

۲۳۸ : باب فَضْلِ الْمَمْلُوْكِ الَّذِیْ یُؤَدِّی حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِیْهِ!

بَابٌ: اس غلام کی فضیلت جو اللہ کا حق اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرے

۱۳۶۳ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِهٖ، وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ ، فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۶۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غلام جب اپنے آقا سے اخلاص برتتا ہے اور اللہ کی عبادت اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ تو اس کو دو مرتبہ اجر ملے گا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ العبد۔ اس سے مراد لونڈی وغلام ہر ایک ہے۔ اذا نصح لسیدہ۔ نصح کا صلہ لام استعمال ہوتا ہے جیسا اس روایت میں: ان اردت ان انصح لکم [ھود] اس کے بغیر بھی متعدی ہوتا ہے نصحتہ۔ اس کا معنی اخلاص اور عمل ومشورہ میں خیر خواہی کی بات کرنا ہے (المصباح) یعنی اس نے بقدرِ استطاعت خدمت انجام دی۔ احسن عبادۃ اللہ۔ تمام ارکان وشروط وآداب کے ساتھ انجام دینا۔ فلہ اجرہ مرتین۔ کیونکہ اس نے اپنے رب کی عبادت کی اور اپنے آقا کی خدمت کی۔ (ابن عبدالبر) حافظ کہتے ہیں اس کو دوگنا اجر ملنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ غلام ہے اور اس پر مشقت بھی آن پڑی ورنہ جہت عمل کے لحاظ سے دوگن اجر میں تو دوسرے بھی شریک ہیں (فتح) حافظ سیوطی نے دو مرتبہ اجر والوں کی تعداد تمیں لکھی ہے۔ (مطلع البدرین)

تخریج : أخرجه البخاري (٢٥٤٦) ومسلم (١٦٦٤) وأبو داود (٥١٦٩)

الفرائد : ① غلام اچھا وہ ہے جو آقا کا خیر خواہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اس کو قیامت کے دن تاج ملے گا کیونکہ اس نے دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں کسر نہ اٹھا رکھی۔

۱۳٦٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الْمُصْلِحِ اَجْرَانِ" وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِیَدِهٖ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّیْ ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۶۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس غلام کے لئے جو اپنے آقا کا خیر خواہ ہو دو اجر ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور اپنی والدہ سے حسن سلوک کا معاملہ نہ ہوتا تو میں پسند کرتا کہ میری موت غلامی کی حالت میں آئے''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ المصلح ۔بقول حافظ صلاح سے مراد عبادۃ' خدمت مولیٰ کو شامل ہے۔ بیدہ ۔اس سے قدرت مراد ہے۔اشعری کہتے ہیں یہ اور وجہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ ہیں' ذہن میں ہر ایک کے متعلق جو متبادر چیز آتی ہے اس کی ذات اس سے وراء الوراء ہے۔ وبر امی ۔بعض نے ان کی والدہ کا نام امیمہ اور بعض نے میمونہ بتلایا ہے یہ صحابیہ ہیں اس کا مہمان ہونا مسلم میں مذکور ہے۔ بخاری نے" والذی نفسی بیدہ " کے الفاظ لکھے ہیں۔ خطابی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء واصفیاء کا بعض اوقات مملوکیت سے امتحان لیتے ہیں۔ جیسا یوسف علیہ السلام کا امتحان فرمایا (خطابی) داؤدی کہتے ہیں یہ قول ابو ہریرہؓ ہے جو مدرج فی الحدیث ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اس وقت کوئی والدہ نہ تھی جس سے حسن سلوک فرماتے۔ (کرمانی) حافظ کہتے ہیں مورخ ہونے کی دلیل نمبر ا اسماعیل نے نقل کیا"والذی نفس ابی ھریرہ بیدہ" مسلم' مروزی' ادب المفرد میں بخاری نے اور ابوعوانہ نے ذکر کیا اور مسلم کے بعض طرق میں یہ بات مذکور ہے"بلغنا ان ابا ھریرہ لم یکن یحج حتٰی ماتت امہ لصحبتھا" اسی طرح احمد نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا:لولا امران لا جبت ان اکون عبداً" کیونکہ میں نے رسول ﷺ سے خود سنا:ما خلق اللہ عبداً یودی حق اللہ علیہ و حق سیدہ الا وفاہ اللہ اجرہ مرتین"اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ ابو ہریرہؓ کا استنباط ہے جو روایت مرفوعہ سے استثناء جہاد کے لئے اختیار کیا۔بعض اوقات یہ اجازت کا محتاج ہے اسی طرح بعض اوقات احسان بقیہ عبادات بدنیہ وہ محتاج اجازت نہیں اور مالی عبادات کا تذکرہ نہیں خواہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس اتنا مال نہ تھا جو ضرورت سے زائد ہو اور اس کو دیگر قربات میں خرچ کریں یا ان کی رائے یہ تھی کہ اجازت کے بغیر غلام کو آقا کے مال میں تصرف درست ہے۔ (فتح الباری)

تخریج : أخرجه البخاری (۵۲٤۸) ومسلم (۱٦٦۵)

الفرائد : ① ابو ہریرہ کی والدہ کا نام امیمہ یا میمونہ ہے ② نیک صالح غلام کی فضیلت ذکر کی گئی اس سے غلام کے کثرت اجر کی طرف اشارہ ہے' مملوکیت کی پسندیدگی نہیں۔

۞ ۞ ۞

۱۳٦۵ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اَلْمَمْلُوْکُ الَّذِیْ یُحْسِنُ عِبَادَۃَ رَبِّہٖ ' وَیُؤَدِّیْ اِلٰی سَیِّدِہِ الَّذِیْ عَلَیْہِ :مِنَ الْحَقِّ ' وَالنَّصِیْحَۃِ' وَالطَّاعَۃِ ' لَہٗ اَجْرَانِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳٦۵: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' جو غلام اچھے طریقے سے اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ خیر خواہی اور اطاعت سے پیش آتا ہے تو اس کے لئے دو اجر ہیں''۔ (بخاری)

تشریح ۞ المملوك الذی ۔یؤدی دینے کے معنی میں آتا ہے الذی علیہ۔ جو آقا کا حق اس پر لازم ہے۔ من الحق ولہ اجران۔ یہ الذی کے ابہام کی وضاحت ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۵۵۱)

الفرائد : ① غلام کو خبر پر آمادہ کیا گیا ہے۔ وہ اگر آقا اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو دوہرے اجر کے حقدار ہیں۔

۱۳۶۶ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ : رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۳۶۶: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین ایسے آدمی ہیں جن کو دو اجر ملیں گے: (۱) اہل کتاب کا وہ آدمی جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور حضرت محمد ﷺ پر (بھی) ایمان لایا (۲) وہ مملوک غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرے (۳) وہ آدمی کہ جس کی لونڈی ہو وہ اس کو عمدہ ادب سکھائے اور اچھی اور اعلیٰ ترین تعلیم دلائے پھر آزاد کر کے اُس کے ساتھ شادی کرے اُس کے لئے دو اجر ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : ثلاثه ۔ یہاں تین پر اکتفا کیا کیونکہ موقعہ کا تقاضا یہی ہے اور اس کے خلاف نہیں کہ دو مرتبہ اجر ملنے والوں کی تعداد بہت ہو۔ سیوطی نے ان کو جمع کیا:

(۱) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن (۲) جو اپنی بیوی یا خاوند یا قریبی رشتہ دار کو صدقہ دے (۳) جس نے اجتہاد کیا اور درست اجتہاد نکلا (۴) دوسری مرتبہ وضو کیا (۵) کتابی جو مسلمان ہو (۶) غلام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اپنے آقا کا حق ادا کرے (۷) رات کو چلنے اور سفر کرنے والا غازی (۸) غنی جو متقی ہو (۹) لونڈی کو خرید کرنے کی کی تعلیم دی پھر اس سے آزاد کر کے نکاح کر لیا (۱۰) کسی نیک طریقہ کی بنیاد رکھے (۱۱) اپنی نماز کو لوٹائے (۱۲) بزدل آدمی جب دشمن سے جہاد کر لے (۱۳) سمندر میں ڈوب کر مر جائے (۱۴) جس کو یہود و نصاریٰ قتل کریں (۱۵) سمجھدار دینی طالب علم (۱۶) سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے والا (۱۷) خطبہ کی طرف کان لگانے والا جب کہ وہ قریب ہو (۱۸) صف اول کو مکمل کرنے والا (۱۹) امام و مؤذن کے ساتھ عصر کی نماز کی پابندی کی (۲۰) فساد کے وقت رک جانے والا (۲۱) خفیہ طور پر خوش ہونے والا ہو (۲۳) جمعہ کے دن غسل جنابت کرنے والا (۲۴) کسی خیر کی خوشخبری ملی تو چہرے پر خوشی کے آثار میں اضافہ ہوا (۲۷) جس کی موت اپنا ہتھیار لگنے سے آ گئی (۲۸) جنازہ کے ساتھ چلے (۲۹) کھانے کے بعد جو ہاتھ دھوئے (۳۰) مجاہد جو مضطرب ہو (۳۱) اہل میت سے حیاء کر کے میت کے پیچھے جانے والا (۳۲) تقویٰ کی روایات کو غور سے سننے والا (۳۳) جو قرآن کو دیکھ کر پڑھے (۳۴) معنی سمجھ کر ظاہر کر کے قرأت کرے۔

مہلب کا قول: نص میں ان تین کا تذکرہ ہے تاکہ اس سے تمام اعمال میں بھلائی کا عمل کرنے والوں کے متعلق خبردار کیا جائے۔ اجل من اهل الكتاب ۔ خواہ یہودی ہو یا نصرانی جیسا سیوطی نے طیبی سے نقل کیا اور حافظ نے اس کی اتباع کی ہے اور کہا کہ مرد و عورت کا ایک حکم ہے۔ آپ ﷺ پر وہ ایمان لے آیا مشرک کا فر اس ثواب کا حقدار نہ ہوگا جبکہ وہ مسلمان ہو۔

البتہ داؤدی کا اس میں اختلاف ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو بھی اجر و متعدد ملیں کیونکہ اس نے عناد اختیار نہیں کیا جیسا کہ دیگر گمراہ لوگ کرتے ہیں پس اس کو اپنے نفس کے خلاف اس مجاہدہ پر کہ اس نے اپنے نفس کو اپنے ہم مثل لوگوں کے برخلاف حق پر آمادہ کیا۔ اذا أدى حق الله کہ جس کو کرنا لازم تھا اس کو اختیار کیا اور جس سے بچنا ضروری تھا اس سے بچ گیا۔ وحق مواليه۔ اگر اس پر یہ کہا جائے کہ مالک کا اجر دو گنا ہوگا۔ کرمانی کہتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے اعتبارات سے آقا کو دو گنا اجر ملے یا اس سے سے مراد غلام کے ان کاموں پر اجر کا ملنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے کرتا ہے اور اپنے آقا کی تابعداری میں کرتا ہے تو گویا ایک عمل پر وہ دو اعتبار سے حقدار بنا۔ ورجل كانت له امة فادبها۔ اس نے لونڈی کو دینی تعلیم دی اور معاش و معاد کی ضروریات اسے سکھلا دیں پھر آزاد کر کے شادی کر لی یعنی آزادی کی رقم کے علاوہ مہر جدید سے نکاح کیا جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ''اعتقها ثم أصدقها'' یہ دوبارہ لائے تاکہ بات کی اہمیت و پختگی ظاہر ہو۔

تخریج: أخرجه البخاری (٢٥٤٤) ومسلم (١٥٤) وأبو داود (٢٠٥٣) والترمذی (١١١٩) والنسائی (٣٣٤٤) وابن ماجه (١٩٦٥) والطبرانی (٤٤/١) والبیهقی (١٢٨/٧)

الفوائد: ① جو اہل کتاب ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ دو گنے اجر کا حقدار ہے ② لونڈی کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لینے کا اجر مذکور ہے۔ یہ رجوع فی الصدقة نہیں بلکہ احسان در احسان ہے۔

۲۳۹ :بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِی الْھَرْجِ وَھُوَ الْاِخْتِلَاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُھَا

باب: جنگ وجدال اور فتنوں کے زمانے میں عبادت کی فضیلت کا بیان

۱۳۶۷ : عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلْعِبَادَةُ فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَةٍ اِلَیَّ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۶۷: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شدید فتنے کے وقت عبادت کرنا اس طرح ہے جیسے میری طرف (مدینہ) ہجرت کرنا''۔ (مسلم)

تشریح: ان کے حالات باب امرولاۃ الامور میں گذر چکے۔ في الهرج ۔ یہ ظرف لغو ہے ظرف متقرد ہو تو حال یا صفت ہے۔ کھجرة الی۔ اس کی فضیلت زیادہ اس لئے ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں اور اس کے لئے کم افراد فارغ ہیں۔

اس موقعہ پر عبادت کرنے والا اور لوگوں سے الگ تھلگ ہونے والے کا اجر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والے کی طرح ہے کیونکہ ان میں مناسبت یہ ہے کہ مہاجر اپنے دین کی حفاظت کے لئے مدینہ ہجرت کر کے گیا ہے اور یہ آدمی لوگوں سے الگ ہوا تا کہ اپنے رب کی عبادت کر لے وہ حقیقت میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا اور تمام مخلوق سے بغاوت کرنے والا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۲۰۳۲۰) ومسلم (۲۹٤۸) والترمذی (۲۲۰۸) وابن ماجه (۳۹۸٥) والطبرانی (۲۰/٤۸۸) وابن حبان (٥۹٥۷) والطیالسی (۹۳۲) وابن أبی شیبة (۱۹۱٤٦)

الفوائد : ① فتنوں کے زمانے میں عبادت کا اجر بہت بڑھ جاتا ہے

۲۴۰ :بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ وَالْاَخْذِ وَالْعَطَآءِ وَحُسْنِ الْقَضَآءِ وَالتَّقَاضِيْ وَاِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيْفِ وَفَضْلِ اِنْظَارِ الْمُوْسِرِ وَالْمُعْسِرِ وَالْوَضْعِ عَنْهُ!

بَابٌ :خرید وفروخت' لینے دینے میں نرمی اختیار کرنے کی فضیلت اور ادائیگی اور مطالبہ میں اچھا رویہ اختیار کرنے اور ناپ تول میں زیادہ دینے کی فضیلت اور کم دینے سے ممانعت اور مالدار اور تنگدست کو مہلت دینے اور اس کو معاف کر دینے کی فضیلت کا بیان

تشریح:اسماحة۔سمع سماحة : دنیا اور سخاوت کرنا اور مراد سے موافقت کرنا حافظ کہتے ہیں سخاوت معنی ہے سمع بکذا ۔یہاں مقصود باہمی سہولت پیدا کرنا اور دینا ہے۔فی البیع والشراء مشتری کے لئے پہلے میں اور بائع کے لئے دوسرے میں کوئی چیز چھوڑ دے (۲) اپنے ساتھی کی موافقت کرے۔والاخذ والعطاء بغیر بیع وشراء کے معاہدے کے ۔وحسن القضاء اس حق کی ادائیگی کامل طور پر۔والتقاضی :کچھ معاف کر کے اور کچھ سے درگزر کر کے۔ارجاح دیتے وقت جھکتا ہوا تولے۔والنھی عن التطفیف: یعنی اچھے وزن اور ماپ سے دے۔انظار المؤسر مقروض کو مہلت دینا۔والوضع قرض کو بالکل ساقط کر دینا جب کہ وہ تنگ دست ہو۔

الایات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة:۲۱۵] وَقَالَ تَعَالٰى :﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ﴾ [هود:۸۵] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اَلَا يَظُنُّ اُوْلٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ؟ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [المطففين:۱'۶]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''تم جو بھی بھلائی کرو۔پس بے شک اللہ اس کو جاننے والے ہیں''۔(البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے

ارشادفرمایا: ''اے میری قوم ماپ تول کوانصاف سے پورا کرواورلوگوں کوان کی چیزیں کم کر کے مت دو''۔(ھود) اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو ماپ تول میں کمی کرنے والے ہیں وہ جو کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر دیتے ہیں یا وزن کرتے ہیں تو وہ کمی کرنے والے ہیں کیا ان کو یقین نہیں کہ ان کو اٹھایا جائے گا ایک بڑے دن میں جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''۔(المطففین)

تشریح ۞ ۱) وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے عمل پر خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، چھوٹا ہو یا بڑا اس پر بدلہ دیں گے۔۲) وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ ۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کی حکایت ہے کہ اے لوگو! تم کیل و وزن کو عدل وتسویہ سے پورا کرو لوگوں کو ماپ کر دینے میں کمی نہ کرو۔ ہر چیز کے دینے میں کمی سے روکا گیا ہے۔۳) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ : ماپ اور وزن میں کمی کرنے کو کہا جاتا ہے۔ وَيْلٌ :غم، ہلاکت اور عذاب سے مشقت مراد ہے تطفیف۔ ماپ اور وزن میں کمی کرنے کو کہا جاتا ہے: اِكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ: اس سے اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ يَسْتَوْفُوْنَ :اس کو پورا پورا وصول کرتے ہیں لوگوں کے حق کو علی سے متعدی کیا گیا۔ فراء کا قول من اور علی ایسے مقام پر ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ كَالُوْهُمْ :انکو ماپ کر دیتے ہیں۔ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ :یہ وزنوا کے بعد حرف جار کو حذف کیا گیا اور فعل کو مفعول کے ساتھ ملایا گیا ہے بعض نے کہا: مضاف محذوف ای مکیلھم او موزونھم یخسرون لوگوں سے حق کے لینے میں ان کی عادت کا تذکرہ فرمایا کہ وہ کم کرتے ہیں خواہ میزان کو پکڑ کر یا سرقہ کر کے یا ہلا کرتا کہ کم چیز جائے اور جب لیتے ہیں خواہ ماپ ہو یا تول تو چونکہ دونوں چیزوں پر ان کو قدرت ہے اس لئے ایک کا ذکر کیا اور دوسرے کو سمجھ آنے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ اَلَا يَظُنُّ :قیامت کا یقین ہی اس قسم کی حرکات کو روک سکتا ہے۔ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ؟ اس میں بڑے معاملات پیش آئیں گے۔یوم یہ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے (۲) مَّبْعُوْثُوْنَ کی وجہ سے (۳) بدل ہے اس صورت میں مجرور ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۳۶۸ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا'' ثُمَّ قَالَ: ''اَعْطُوْهُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّهٖ'' قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ :''اَعْطُوْهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَآءً'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر تقاضا کرنے لگا اور آپؐ سے درشت رویہ اختیار کیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اس لئے کہ حق والے کو بات کرنے کا حق حاصل ہے۔'' پھر فرمایا: ''اس کو اتنی عمر کا اونٹ دے دو جتنا اس کا تھا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو اس کے جانور کی عمر سے بہتر والا پاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس کو وہی دے دو تم میں بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں بہتر ہو''۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ (۱) شاید اس سے مراد زید بن شعبہ کنانی ہوں یہ بعد میں اسلام لائے شفاء میں ان کی بات محبت کے سلسلہ میں مذکور ہے۔ احمد کی روایت میں ہے: "جاء اعرابی یتقاضی النبی ﷺ بعیرًا له" یتقاضاه ۔ آپ ﷺ سے مال کا تقاضا کر رہا تھا۔ فاغلظ ۔ اس نے اعراب کی عادت کے مطابق درشتی اختیار کی ۔ فهم به ۔ صحابہؓ نے سختی کی سزا دینے کا ارادہ کیا۔ دعوه۔ آپ ﷺ نے اسے اس کے حال پر چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ فان لصاحب الحق مقالا ۔ خاص بات کرنے کا حق ہے اور وہ مدیون پر غلبہ والی بات ہے۔ سنامثل سنه ۔ فیصلہ میں مماثلت کا تقاضا یہ تھا حافظ کہتے ہیں اس سے آپ ﷺ نے ابو رافع مولیٰ کو خطاب فرمایا' جیسا کہ مسلم کی روایت میں موجود ہے۔ لا نجد الا أمثل ۔ ہمارے پاس اس سے اعلیٰ عمر والا ہے آپ ﷺ نے اعلیٰ دینے کا حکم فرمایا۔ فان خیر کم احسنكم قضاء نحو۔ قضاء کا لفظ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے ۔ ایک روایت میں ہے: "فان من خیر کم او خیر کم" یعنی معاملہ میں بہتر۔ ایک روایت میں فان افضلكم احسنكم قضاءً اور ایک روایت میں "خیار کم" ہے اس سے مفرد یا جمع مراد ہو درست ہے تم میں پسندیدہ احسنکم میں جب اضافہ مراد ہوا تو مفرد لانا درست ہے۔ اس روایت کا مدار سلمہ بن کہیل پر ہے۔ ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں : "استقرض النبی ﷺ سنًا" یہ روایت بخاری و مسلم کے غرائب سے ہے۔ (فتح)

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۳۹۹) والبخاری (۲۳۰۵) ومسلم (۱۶۰۱) والترمذی (۱۳۲۰) والنسائی (٤٦٣٢) وابن ماجه (۲٤۲۳)

الفرائد : ① حیوان کی ادھار بیع جائز ہے ② قرض کا مطالبہ مناسب طریقے سے درست ہے ③ آپ ﷺ کے عظیم اخلاق اور حلم کا اظہار ہے ④ نیکی اور طاعت کے کاموں کے لیے قرض درست ہے۔

۱۳٦۹ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى، وَاِذَا اقْتَضٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۳٦۹: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو فروخت' خرید اور رقم کے تقاضے کے وقت درگزر (مہلت) کرنے والا ہو"۔ (بخاری)

تشریح ۞ رحم الله ۔ یہ جملہ خبریہ دعائیہ ہے۔ حافظ کہتے ہیں' ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: "غفر الله لرجل كان قبلكم كان سهلاً اذ باع" اس سے معلوم ہوتا ہے معین آدمی مقصود ہے کرمانی کہتے ہیں بظاہر اُتو یہ سخی آدمی کو اطلاع ہے۔ یہ دعا بھی بن سکتی ہے تقدیر اس طرح ہوگی : رحم الله عبداً ۔ شرط سے مقید کرنے میں عموم معلوم ہوتا ہے۔ رجلاً سمحًا ۔ یہ صفت مشبہ ہے جو ثبوت و قیام پر دلالت کرتی ہے اسی وجہ سے بیع' شراء اور تقاضی کے احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اذا اقتضى: سہولت سے اپنے حق کی ادائیگی طلب کرے اور مسماحة سے تنگ نہ کرنا مراد ہے روک لینا مراد نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱٤٦٦٤) والبخاری (۲۰۷٦) والترمذی (۱۳۲٤) وابن ماجه (۲۲۰۳) وابن حبان (٤٩٠٣) والطبرانی (٦٧٢) والبیهقی (٥/٣٥٧)

الفرائد: ① معاملات میں حتی الامکان درگزر سے کام لینا چاہئے ② مطالبہ میں دوسرے کو زیادہ تنگ نہ کرنا چاہئے بلکہ عفو کو سامنے رکھا جائے۔

۱۳۷۰ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۷۰: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن دکھوں سے نجات دے تو اسے چاہئے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا مقروض کو معاف کرے''۔ (مسلم)

تشریح: سرہ: خوش کرنا۔ ان ینجیہ۔ اس کو نجات والا بنا دیں۔ کرب۔ جمع کربہ۔ وہ شدید غم جو نفس پر طاری ہو جائے بقول جوہری کربہ مصیبت کے معنی میں ہے۔ فلینفس عن معسر۔ وہ تنگدست سے قرض کا مطالبہ مؤخر کرے۔ بعض نے کہا اس سے مطالبہ ختم کر دے۔ او یضع عنہ۔ اس کو قرضہ معاف کر دے یہ اس آیت سے لیا گیا: ﴿وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسره وان تصدقوا خيرلكم﴾ الایہ۔ طبرانی نے روایت کو ان الفاظ سے ذکر کیا ہے "من سره ان يامن من غم يوم القيامة فلينظر معسرًا او ليضع عنه"۔

احمد نے ابن عباسؓ سے اسی طرح نقل کیا اور یہ کہا: وقاه الله من فيح جهنم"۔

تخریج: أخرجه مسلم (١٥٦٣) والبيهقي (٣٥٧/٥)

الفرائد: ① مسلمان بھائی کے دکھ کا ازالہ کرنے کی وجہ سے قیامت کی ہولناکیوں سے بچالیا جائے گا۔

۱۳۷۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا ، فَلَقِيَ اللّٰهُ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور وہ اپنے غلام کو ہدایت کرتا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو درگزر کرنا۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے۔ پس جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: یداین۔ یہ مبالغہ کے لئے ہے بہت قرض دیتا تھا۔ معسرًا۔ تنگ دست کے ہاں مطالبہ قرض کے لئے نہ جاؤ۔ فتجاوز عنہ۔ تجاوز میں مہلت ختم کر دینا' اچھے انداز سے تقاضا سب شامل ہیں۔ ان یتجاوز عنا۔ اس لئے کہ بدلہ جنس عمل سے ہوتا ہے۔ فلقی اللہ۔ اسے موت آ گئی۔ یہ موت سے کنایہ ہے یا وہ بعد الموت سے کنایہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس

کو معاف فرمادیا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷۵۸۲) والبخاری (۲۰۷۸) ومسلم (۱۵٦۲) والنسائی (٤۷۰۹) وابن حبان (۵۰٤۲) وابن أبی شیبة (۸/۱۹٦) والبیہقی (۵/۳۵٦)

الفوائد: ① اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جانے والا چھوٹا سا عمل بھی بہت بڑے اجر کا باعث ہے ② تنگ دست کو تمام یا کچھ قرض معاف کرنا تجاوز عن السیئات کا ذریعہ ہے۔

۱۳۷۲: وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: حُوْسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَلَمْ یُوْجَدْ لَهٗ مِنَ الْخَیْرِ شَیْءٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ یُخَالِطُ النَّاسَ وَکَانَ مُوْسِرًا، وَکَانَ یَاْمُرُ غِلْمَانَهٗ اَنْ یَّتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ- قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: "نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ، تَجَاوَزُوْا عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۷۲: حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب لیا گیا۔ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی بھلائی نہ پائی گئی سوائے اس بات کے کہ وہ لوگوں سے میل جول رکھتا اور صاحب خیر (بھلائی میں تعاون کرنے والا) تھا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس سے (بھلائی میں) تجاوز کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کے گناہوں سے درگزر کرو"۔ (مسلم)

تشریح ابومسعود رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عامر ہے۔ بدر میں رہائش کی وجہ سے بدری کہلاتے ہیں غزوہ بدر میں شامل نہ تھے جیسے ان کے حالات میں گزرا۔ قبلکم ۔ اس سے پہلی امت کے لوگ مراد ہیں۔ یخالط الناس: قرضہ اور بیع وشراء کے معاملات کرتا تھا۔ کان موسرًا ۔

النحو: یخالط کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ غلمانہ ۔ جمع غلام۔ مسلم کی روایت میں فتیامه ہے۔ ان یتجاوزوا۔ مہلت دو یا بالکل نہ لو۔ احق۔ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں یہ بات تقریب اذہان کے لئے فرمائی ورنہ خالق ومخلوق میں کوئی مشارکت نہیں جیسا کہ تفاضل ثابت ہو۔ تجاوز وا منه۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے میں سہولت فرمائی جیسا اس نے مخلوق سے حسن سلوک کیا تھا۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦/۱۷۰۸۲) ومسلم (۱۵٦۱) والترمذی (۱۳۰۷) وابن حبان (۵۰٤۷) والطبرانی (۱۷/۵۳۷) والبیہقی (۵/۳۵٦) والحاکم (۲/۲۲۲٦)

الفوائد: ① قلیل عمل سے اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ② تجارتی اعمال میں وکالت درست ہے۔

۱۳۷۳ :وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اُتِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِهٖ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لَهٗ :مَا ذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا :قَالَ :يَا رَبِّ اٰتَيْتَنِيْ مَالَكَ فَكُنْتُ : اُبَايِعُ النَّاسَ ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ ، فَكُنْتُ اَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ ، وَاُنْظِرُ الْمُعْسِرَ – فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :" اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ" فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ ، وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۷۳: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ جس کو اللہ نے مال عنایت فرمایا تھا اسے فرمایا تو نے دنیا میں کیا کیا؟ اس پر حضرت حذیفہ نے یہ آیت پڑھی کہ ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ کہ وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ بندہ پھر جواب دے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال دیا تھا جس کی میں نے لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری عادت درگزر کرنے کی تھی۔ چنانچہ میں خوشحال پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا اللہ فرمائیں گے میں اس بات کا تم سے زیادہ حق دار ہوں۔ اللہ فرشتوں کو فرمائیں گے تم میرے اس بندے سے درگزر کرو اس پر حضرت عقبہ بن عامر اور ابو مسعود انصاریؓ نے کہا اسی طرح ہم نے بھی رسول اللہؐ کے منہ سے یہ بات سنی''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اتاہ۔ عطاء کے معنی میں ہے۔ ولا یکتمون اللہ حدیثا۔ یہ جملہ معترضہ ہے موقف کی حقانیت کی دلیل ہے۔ یارب۔ یہ جملہ تلفظاً ذکر کرے گا ورنہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کنت ابایع۔ خلق نفس میں ایسا ملکہ جس کی وجہ سے فعل سہولت سے صادر ہو۔ الجواز۔ تنگ دست سے رک جاتا اور خوشحال سے قبول کر لیتا۔ خواہ اس میں کچھ کمی ہو اسی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: فکنت اتیسر علی الموسر: یعنی جس میں تھوڑا بہت عیب ہوتا اس کو قبول کر لیتا۔ وانظر المعسر۔ تنگدست وسعت کو آنے تک مہلت دیتا۔ انا أحق بذا۔ بعید کو تفخیم شان کے لئے استعمال کیا جس طرح ذلك الكتٰب لاريب...... میں ہے۔ عبدی۔ یہ نسبت تشریفی ہے اور تجاوز کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ عقبہ بن عامر اور عقبہ بن عمرو بدریؓ نے کہا ہم نے اسی طرح رسول ﷺ سے سنا ہے۔ اگرچہ یہ روایت حذیفہؓ سے موقوف ہے مگر اس کا حکم مرفوع والا ہے کیونکہ ایسی بات لانے سے نہیں کہی جا سکتی۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۵۶۰/۲۹) وأخرجه أحمد (۹/۲۳۴۴٤) والبخاري (۲۰۷۷) وابن ماجه (۲٤۲۰)

الفرائد : ① تنگ دست کو سہولت سے اجر ملتا ہے ② یہ قیامت میں اس کے گناہوں سے تجاوز کا ذریعہ بنے گا ③ تنگدست کو معاف کرنے سے قیامت کے دن عرشِ الٰہی کا سایہ ملے گا۔

۱۳۷٤ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا ، اَوْ وَضَعَ لَهٗ ، اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۷۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرضہ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عنایت فرمائیں گے جس دن کہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ✿ انظر: مطالبہ میں مہلت دی۔ وضع له۔ اس سے مطالبہ ختم کر دیا یا اس کی خاطر ختم کر دیا۔ اظله الله۔ اس سورج کی گرمی سے اسے قیامت کو سایہ ملے گا جس کی حرارت ایک میل کی مسافت سے ہوگی۔ ظله۔ یہ انتہائی تشریف کے لئے سایہ کی نسبت فرمائی۔ جن کو عرش کا سایہ ملے گا وہ ۷۹ قسم کے افراد ہوں گے۔ باب فضل الحب فی الله میں گذر چکا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۸۷۱۹) والترمذی (۱۳۱۰)

الفوائد: ① تنگ دست کو معاف کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

۱۳۷۵: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرٰى مِنْهُ بَعِيْرًا فَوَزَنَ لَهٗ فَاَرْجَحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا تو ان کو وزن کر کے دیا تو جھکتی ہوئی تول سے دیا (یعنی مقررہ رقم سے زیادہ دیا)۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ✿ بعیرًا۔ یہ غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کی بات ہے (فتح) فوزن له فارجح۔ ان کو مقررہ وزن چاندی یا سونا دے دو اور جھکتے ہوئے تول سے ادا کرو۔ آپ ﷺ نے ایک قیراط جو زائد عنایت فرمایا وہ میں نے اپنے ہاں محفوظ کر لیا یوم حرۃ کو وہ شامی لشکر کے لوگوں نے چھین لیا۔ حافظ و قرطبی کہتے ہیں کہ ثمن جمل میں اختلاف اس طرح سے ہے کہ موافقت ممکن نہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ ثمن معلوم سے وہ اونٹ خریدا گیا تھا۔ (فتح الملہم)

تخریج: أخرجه البخاری (٤٤٣) ومسلم (٧١٥) وأحمد (٥/١٤١٩٩) وأبو داود (٣٥٠٥) والترمذی (١٢٥٣) والنسائی (٤٦٥١)

الفوائد: ① قرضہ کی ادائیگی میں پلڑا جھکا کر تولا جائے تاکہ کوئی کمی نہ رہ جائے ② اگر پہلے باہمی معاملہ ہوتا رہتا ہو تو زیادہ دے سکتا ہے۔

۱۳۷۶: وَعَنْ اَبِيْ صَفْوَانَ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَآءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيْلَ وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ، لِلْوَزَّانِ: "زِنْ وَاَرْجِحْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۷۶: حضرت ابی صفوان سوید ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی مقامِ ہجر سے کچھ کپڑا بیچنے کے لئے لائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک پاجامے کا سودا کیا۔ میرے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو معاوضے پر وزن کرتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کرنے والے کو فرمایا: ''تول اور جھکتا ہوا تول''۔ (ابوداؤد و ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ **جلبت انا و مخرمة العبدی** : ان کی نسبت عبدالقیس بن ربیعہ بن نزار کی طرف ہے۔ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ اسد الغابہ اور تقریب میں ان کا تذکرہ موجود نہیں۔ **بزا**: کپڑوں کی تجارت۔ **من هجر**: یہ بحرین کا قصبہ ہے اور حازمی کہتے ہیں ہجر اور بحرین کے درمیان سات دن کا فاصلہ ہے۔ **سراویل**: غیر منصرف ہے۔ **بالاجر**: جو مزدوری پر وزن کرتا تھا **للوزان** : اسے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے بھی وزن کر کے فروخت ہوتے تھے۔

دمیری کا قول: اس حدیث میں یہ دلالت نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو پہنا ہو لیکن ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ پہننے کے لئے خریدا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے سوال کیا **اتلبس السراویل**؟ آپ نے فرمایا: **اجل فی السفر والحضر وبالليل والنهار فانی امرت بالستر فلم اجد شيئاً استر منه** (ابویعلی موصلی، طبرانی فی المعجم الاوسط) لیکن سراویل کا وجود آپ کی متروکہ اشیاء میں نہیں ملتا جیسا کہ عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے یہ حضرت ام جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ **ما ترك ﷺ الا سلاحه و بغلته** اور احیاء میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کی طرف وحی فرمائی کہ زمین سے اپنے ستر کو چھپاؤ' وہ ہر چیز میں سے سراویل کو لیتے تھے۔ انہوں نے دو سراویل بنوائے۔ جب غسل فرماتے تو ایک کو پہن لیتے تاکہ ہر حالت میں ان کا ستر چھپا رہے۔ (الاحیاء) ابونعیم نے تاریخ اصفحان میں مالک بن عتاہیہ کی مرفوع روایت لکھی ہے کہ پہننے سے زمین نمازی کے لئے استغفار کرتی ہے اور امام احمد نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ **قلنا يا رسول الله اهل الكتاب يتسرولون ولا يأتزرون؟ قال تسرولوا او اتزروا و خالفوا اهل الكتاب**۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۲۰) وأبو داود (۳۳۳۶) والترمذی (۱۳۰۹) والنسائی (٤٦٠٦) والدارمی (۲۵۸۵) والحاکم (۲۲۳۰) وابن حبان (٥١٤٨) وابن الجارود (٥٥٩) والطيالسی (۱۱۹۲) والطبرانی (٧٤٠٢) وابن ماجه (۲۲۲۰) والبيهقی (٦/٣٢)

الفرائد: ① مشتری کی دلجوئی کے لئے جھکتے ہوئے وزن سے دینا اس کے حق کی کامل ادائیگی ہے ② پیدل چل کر تشریف لانا کسر نفسی ہے۔

کتاب العلم

۲۴۰ :بَابُ فَضْلُ الْعِلْمِ

بَاب: علم کی فضیلت

العلم: یہاں علم سے شرعی علوم حدیث، تفسیر، فقہ اور ان کے ذرائع مراد ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا﴾ [طه:۱۱٤] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر:۹] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْكُمْ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلة:۱۱]

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ [فاطر:۲۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور کہہ دیجئے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔'' (طٰہٰ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''فرما دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں''۔ (الزمر) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم میں سے بلند کرتے ہیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو علم دیئے گئے درجات کے لحاظ سے''۔ (المجادلہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرنے والے ہیں''۔ (فاطر)

تشریح ۞ ۱) ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا﴾: یہ آیت علم کی فضیلت و عظمت کے عظیم ترین دلائل سے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سے جس چیز کے اضافے کے سوال کا حکم دیا وہ علم ہے۔ ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: ''اللهم انفعنی بما علمتنی و علمنی ما ينفعنی، والحمد لله علی کل حال۔ ترمذی نے دوسرے واسطے سے نقل کیا: واعوذ بالله من حال اهل النار۔

۲) ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی علم والے اور بے علم برابر نہیں۔

اَلنَّحْوُ: یہ استفہام انکاری ہے جو نفی کے معنی میں ہے۔

۳) ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْكُمْ دَرَجَاتٍ﴾ یہ رفعت طاعت رسول اللہ ﷺ کے سبب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص طور پر علماء کے درجات کو بلند کرنے والے نہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے علم و عمل،

کو جمع کر رکھا ہے۔

النَّحْو: ۱) درجات کی حالت نصبی وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کے بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔ ۲) تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ (جامع البیان)

روایات

۱۳۷۷ : وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۷: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ خیرًا : اس میں تنوین تفخیم کے لئے آئی ہے۔ **یفقهه في الدين** : اس کو احکام شرعیہ کا عالم بنا دیتے ہیں اور اس میں بصیرت عنایت کرتے ہیں کہ تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی نکال لیتا ہے۔ حلیہ میں ابو نعیم نے ان الفاظ کا اضافہ کیا: **ويلهمه رشدة** اور احمد کی روایت میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: **وانما انا قاسم والله يعطى** کا اضافہ ہے۔

تخریج: أخرجه مالك (١٦٦٧) وأحمد (٦/١٦٨٤٢) والبخارى (٧١) ومسلم (١٠٣٧) والترمذى (٢٦٤٧) وابن ماجه (٢٢٠) والدارمى (٢٢٤) وابن حبان (٨٩) والطبرانى (١٨/٢) الكبير (٧٢٩/١٩) والقضاعى (٣٤٦)

الفرائد : ① علم تقویٰ کا ہدی خواں ہے اس کے حصول کی خوب کوشش کرنی چاہئے۔

۱۳۷۸ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْمُرَادُ بِالْحَسَدِ الْغِبْطَةُ وَهُوَ اَنْ يَّتَمَنّٰى مِثْلَهٗ۔

۱۳۷۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رشک دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہے: ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا پھر حق کے راستے میں اس کو خرچ کرنے کی ہمت دی۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے سمجھ عنایت فرمائی پس وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

حسد سے مراد رشک ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اس کی مثل تمنا ہے۔

تشریح ۞ یہاں حسد سے رشک مراد ہے جو کہ پسندیدہ چیز ہے۔ **في اثنتين** : یعنی دو خصائل میں جائز ہے کیونکہ وہ

شرف والی خصلتیں ہیں ان میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ رجل۔
النحو: ۱) تقدیر مضاف سے یہ بدل ہے۔۲) اور منصوب ہو تو اعنی کا مفعول ہے۔۳) مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ آتاہ: یہ اعطاء کے معنی میں ہے۔ مالاً: تنوین تعظیم کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ فسلطه علی هلکته: ۱) قسلط کا لفظ اس کے کرنے کا مقتضی ہے۔۲) هلکه اس کے بالکل فناء کو ظاہر کرتا یعنی وہ تمام کو خرچ کر ڈالتا ہے۔ یہ دونوں باتیں مبالغے کو ظاہر کر رہی ہیں۔ فی الحق: جن قرب کے مقامات پر مال خرچ کرنے کا حق ہے۔ الحکمة: علم نافع مراد ہے۔ فهو یقضی بها: دو جھگڑنے والوں میں قاضی کی حیثیت سے فیصلہ کرنا یا فتویٰ طلب کرنے والوں کو فتویٰ دیتا ہے۔ ویعلمها: اور لوگوں کو سکھاتا ہے تاکہ ہر حاصل کرنے والے کے لئے عام ہو جائے۔ یہاں حسد کا حقیقی معنی نہیں یعنی محسود کی نعمت کا زوال چاہنا کیونکہ وہ تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے بلکہ رشک مراد ہے۔ باب الکرم والجود میں روایت گزری۔
تخریج: باب فضل الغنی الشاکر میں گزر چکی۔
الفرائد: ایضاً۔

۱۳۷۹: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ، وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَآئِفَةً مِنْهَا اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ قِيْعَانٌ: لَا تُمْسِكُ مَآءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَا فَقُهَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۹: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دیا اس کی مثال اس بادل جیسی ہے جو ایک زمین پر برسا پھر اس زمین کا ایک حصہ عمدہ ہے جس نے پانی کو قبول کر لیا اور گھاس اُگائی اور بہت زیادہ جڑی بوٹیاں اور اس میں سے ایک حصہ زمین کا سخت تھا جس نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ نے لوگوں کو فائدہ دیا پس انہوں نے خود بھی پانی پیا اور پلایا اور کھیتوں کو دیا اور ایک حصہ زمین کا وہ ہے جو چٹیل میدان تھا نہ وہ پانی کو روکتا اور نہ گھاس اُگاتا پس یہی مثال اس کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور جو اللہ نے دے کر مجھے بھیجا ہے اس سے اللہ نے اس کو نفع دیا پس اس نے خود اس دین کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس کی حالت کہ جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اللہ کی اس ہدایت کو جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اس کو قبول نہ کیا"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: مثل: مثال۔ الهدی: یہ ضلال کی ضد ہے۔ یہ رشد و رشاد کی طرح ہے۔ والعلم: یہ وہ صفت ہے جو

انسان کو امتیاز بخشتی ہے جس میں کمی کا احتمال بھی نہیں۔ یہ صفت غرابت کی وجہ سے قصہ کی طرح بن جاتی ہے۔ **فكانت منها طائفة** : عامل کو فاصلہ کی وجہ سے مؤنث لائے۔تذکیر بھی جائز ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿قد جاء تكم موعظة﴾ [یونس : ۷۵] اور فرمایا: ﴿من بعد ما جاء هم البينات﴾ [آلِ عمران: ۱۰۵] **قبلت الماء** : پانی کو جذب کیا۔ **الكلاء** : گھاس و چارا۔موسم ربیع میں اُگنے والا گھاس۔(المصباح) **الكثير** : عموم پر دلالت کے لئے یہ صفت لائے یا یہ اسم جنس ہے جس پر الف لام لایا گیا ہے۔ **اجاب** : وہ زمین جو گھاس نہ اُگائے بعض نے کہا جو پانی کو روک لے اور جلد خشک نہ ہونے دے۔ **بها** : یہ باسببیہ ہے۔ **زرعوا** : یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔مسلم میں رعوا ہے دونوں درست ہیں۔ **انما هي قيعان**: یہ قوعان ہے۔واؤ کو یا کر کے ما قبل کسرہ دیا۔اس کو الگ جنس کے طور پر ذکر کیا گویا اس حصہ زمین سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں یہ اور قسم کی زمین ہے۔ یہ پانی نہیں روکتی کیونکہ ریتلی ہے۔ **فقه في دين الله** : شرعی مسائل کا علم حاصل کر لیا۔ **ما بعثني الله** سے شریعت محمد یہ مراد ہے۔

نووی کہتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمین تین قسم کی ہے۔اسی طرح لوگ بھی تین قسم کے ہیں:

① وہ زمین جو بنجر تھی پھر پانی سے آباد ہوئی اس سے انسانوں اور جانوروں کے فائدہ کی اشیاء اُگائیں۔لوگوں نے پانی پیا اور کھیتوں سے نفع اٹھایا۔اسی طرح لوگوں کو پہلی قسم کو جب ہدایت و علم پہنچا تو اس نے اس کی حفاظت کر کے اپنے دل کو زندہ کیا وہ اس پر عمل کرتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔اسے خود بھی علم سے فائدہ ہوا اور دوسروں کو بھی پہنچایا۔

② زمین کی دوسری قسم وہ ہے جس نے ذاتی طور پر نفع کو قبول نہیں کیا لیکن اس میں پانی کے رک جانے کی وجہ سے جوہڑ بن گیا جس سے لوگوں کو اور جانوروں کو فائدہ پہنچا۔ بالکل اسی طرح لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے دل حق کو قبول کرنے والے ہیں لیکن ان کو وہ سمجھتے نہیں اور نہ ان کو علم میں رسوخ رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے معانی و احکام سے استنباط کریں اور وہ اطاعت میں بھی خوب کوشش نہیں کرتے مگر وہ ان باتوں کو محفوظ کرنے والے ہیں جب کوئی طالب آ جائے تو وہ ان سے نفع اٹھاتا ہے۔

③ زمین کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو کچھ بھی نہیں اگاتی وہ پانی کو خود بھی نہیں روکتی' کسی دوسرے کو اس سے فائدہ پہنچنے بھی نہیں دیتی اور نہ پانی اس میں رکتا ہے کہ خود زمین میں کچھ اُگے۔لوگوں کی تیسری قسم وہ ہے کہ نہ تو ان کا دل کسی چیز کو یاد کرنے والا ہے اور نہ سمجھ بوجھ ہے جب وہ کوئی علم کی بات سنتا ہے تو نہ اس سے خود فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ اس کی حفاظت کرتا ہے کہ غیر کو نفع دے۔باب **الامر بالمحافظه على السنه** میں گزر چکا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۷/۱۹۰۹۰) والبخاري (۷۹) ومسلم (۲۲۸۲) والنسائي (۳/۵۸۴۳) وابن حبان (٤) ترمزی (ص/۲٤) والبيهقي (۱/۳٦۸)

الفرائد : ① علم سے اعراض بڑی محرومی ہے ② علم کی شاندار تمثیل ہے۔

۱۳۸۰ :وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :"فَوَ اللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۸۰: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے یہ سرخ اونٹوں سے بدرجہا بہتر ہے"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ جب علی رضی اللہ عنہ کو خیبر جھنڈا دے کر لڑائی کے لئے روانہ فرمایا تو ان کو حکم فرمایا کہ پہلے ان کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ رجلا واحدا : واحد کا لفظ اس وہم کو دور کرنے کے لئے لائے کہ رجل سے مراد جنس ہے جیسا کہ تمرة خیر من جرادة : میں ہے بلکہ ایک آدمی مراد ہے۔ حمر النعم :یعنی سرخ اونٹ۔ان کا تذکرہ اس لئے کیا کیونکہ عربوں کے ہاں یہ اعلیٰ ترین مال ہے۔اہل دنیا کے محاورہ کے لحاظ سے فضیلت وشرف کا ذکر کیا گیا ورنہ باقی وفانی میں کوئی مناسبت ہی کیا ہے۔خطبہ میں روایت گزری۔

تخریج : باب فی الدلالة علی خیر الدعاء الی هدی أو ضلالة میں گزر چکی۔

الفرائد :ایضاً۔

۱۳۸۱ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً ، وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا حَرَجَ ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۳۸۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ بنی اسرائیل سے باتیں بیان کرو کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں مگر جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے"۔ (بخاری)

تشریح ❁ بلغوا : یہ واجب علی الکفایہ ہے۔ ولو آیة : بیضاوی نے ایک نکتہ لکھا۔ یہاں حدیث نہیں' فرمایا کیونکہ حدیث کو پہنچانے کا حکم یہاں سے بطریق اولیٰ معلوم ہو رہا ہے۔ آیات تو پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے یاد کرنے والے بھی کثرت سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اور ضائع ہونے اور تحریف سے بچانے کا وعدہ ہے جب ان کی تبلیغ واجب ہے تو احادیث جن کے متعلق ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ان کی تبلیغ بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔ (بیضاوی)

اسرائیل : یہ یعقوب علیہ السلام کا سریانی زبان میں نام ہے۔ ولا حرج : علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے۔ ان کو روایت کرنے میں تم پر تنگی نہیں کیونکہ پہلے ان کے متعلق ان کی کتابوں میں سے مضامین لینے کی ممانعت تھی۔ اب وسعت مل گئی۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے سینوں میں ان کی عجیب باتوں پر تنگی محسوس نہ کرو۔ ان میں بہت سے عجیب

واقعات گزرے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے باتیں بیان نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حدثوا : امر کا صیغہ وجوب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس لا حرج کہہ کر عدم وجوب کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس امر اباحت کے لئے ہے۔ ان کی طرف سے باتیں بیان کر چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بے تکے الفاظ کی حکایت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے : ﴿اذهب انت و ربك فقاتلا﴾ [المائدة: ٢٤] بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف سے قصہ کی جو صورت ہو وہ بیان کر دو۔ خواہ وہ منقطع ہو یا بلاغی ہے کیونکہ اتصال ناممکن ہے۔ بخلاف اسلامی احکام کے کہ ان میں حدیث کو بیان کرتے ہوئے اتصال اصل ہے۔ قربِ زمانہ کی وجہ سے مشکل بھی نہیں۔

امام شافعی کا قول: یہ بات تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جھوٹی بات کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جس بات کے متعلق معلوم ہو کہ یہ جھوٹ نہیں اس کے بیان میں حرج نہیں اور یہی وہ بات ہے جو تمہارے ہاں تو جائز ہو اور ان کی طرف سے بیان میں کوئی حرج نہیں۔ وہ اس حدیث کی مثال ہے: "اذا حدثكم اهل الكتاب فلا تصدقوهم و لا تكذبوهم" ومن كذب علي...... : اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے متعلق جھوٹی بات کہنا کبائر سے ہے بلکہ امام الحرمین کے والد نے یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا آدمی خلود فی النار کا مستحق ہے۔ مگر ان کی اس بات کا مطلب حلال سمجھ کر اس طرح کرنا ہے یا امام حرمین کی لغزش قلم ہے۔ فليتبوا : کا جملہ لفظاً طلبیہ مگر ہے معنی کے لحاظ سے خبریہ ہے۔ ای فقد هيأ مقعده من النار : یعنی اس نے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦٤٩٦) والبخاري (٣٤٧١) والترمذي (٢٦٧٨) وابن حبان (٦٢٥٦) وابن أبي شيبة (٨/٧٦٠) والقضاعي (٦٦٢) والبيهقي (١١٩٠)

الفوائد : ① جناب نبی اکرم ﷺ کے دین کو اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق پہنچانا چاہیے ② آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی سزا سیدھا جہنم ہے۔

❁ ❁ ❁

١٣٨٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۸۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو آدمی کسی ایسے راستے پر چلا جس سے علم طلب کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں"۔ (مسلم)

تشریح ۞ ومن سلك : واؤ عاطفہ شروع میں لا کر اشارہ کر دیا کہ یہ روایت کا کچھ حصہ ہے۔ يلتمس : یہ طلب سے استعارہ ہے۔ (النہایہ) فيه علمًا : اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے۔ طريقًا الى الجنة : کیونکہ حرام علوم کے حاصل کرنے پر وعید وارد ہے۔ یہ روایت تمام علوم دینیہ کو شامل ہے۔ ایک روایت میں "سلك الله به" : کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو راہِ جنت کی طرف توفیق عنایت فرما دیتے ہیں: سلك یہ سهل کے معنی میں ہے

اورضمیر مَن محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم کی وجہ سے اللہ جنت کی راہوں میں سے ایک راہ آسان کر دیتے ہیں۔ سلك 'السلك سے لیا گیا۔ مفعول محذوف ہے جیسا کہ اس آیت میں : ﴿یسلکه عذابا صعدًا﴾ [الجن : ۱۷] بعض نے عذاب کو مفعول ثانی کہا۔ ہرصورت سلك کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ بطور مشاکلہ ہے۔

تخریج : باب قضاء حوائج المسلمین میں گزر چکی۔

الفرائد :ایضاً

۱۳۸۳ :وَعَنْهُ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۸۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے کسی ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا کہ ان کو ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا"۔(مسلم)

تشریح ۞ یہ کلمہ ان دو چیزوں کے درمیان لایا جاتا ہے جو معنی کے لحاظ سے متفق ہوں اور ان میں سے ایک کو دوسری سے چارہ کار نہ ہو۔ یہ نصب کی حالت میں حال ہے۔ ای اخبر عنه راجعًا الی الاخبار عنه۔

۲)مفعول مطلق ہوتا ہے یہ عربی کلمہ ہے۔(شرح الاذکار)

الی هدی : حق کے ظاہر کرنے کی وجہ سے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ مثل اجور۔

النحو : یہ ضمہ کے ساتھ کان کا اسم اور من الاجر خبر ہے اور له حال ہے۔

ولا ینقص : یہ جملہ مستانفہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور کامل کرم کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ اس سے عامل کا ثواب کم نہیں ہوتا کیونکہ ثواب کی جوانب مختلف ہیں :۱) دعوت کے لحاظ سے اور عامل کے عمل کے اعتبار سے۔ باب الدلالہ علی الخیر میں ملاحظہ کر لیں۔ مسلم کی روایت کے آخر میں :"ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذٰلك من اثامهم شیئاً "یہ جملہ اس آیت کے معنی میں ہے: ﴿لیحملوا اوزارهم کاملة یوم القیامة ومن اوزار الذین یضلونهم بغیر علم﴾ [النحل: ۲۵] ﴿ولا تزر وازرة وزر اخرٰی﴾ کیونکہ گمراہی کی طرف دعوت دینے والا اس گمراہی پر عمل کرنے کی وجہ سے مجرم ہے اور دوسرے کی راہنمائی کی وجہ سے بھی مجرم ہے تو خود اس پر چلنا اور دلالت کرنا دونوں اس کے اپنے عمل ہیں۔ پس اس پر سزا ہونی چاہئے' واللہ اعلم۔

تخریج : باب فی الدلالة علی خیر ...... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۳۸٤ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ' اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ ' اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْا لَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدم کا بیٹا مر جاتا ہے تو اس کے تمام عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین: (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جا رہا ہو (۳) نیک لڑکا جو اس کے لئے دعا گو ہو"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **انقطع عمله** : یعنی جدید عمل پر ملنے والا ثواب منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمل تب جدید ہوگا جب وہ سبب جدید ہوگا جس پر وہ مرتب ہوتا ہے اور یہ حکمت الٰہیہ سے مرتب ہوتا ہے۔ موت سے جب عمل رک گیا تو اس پر مرتب ہونے والا ثواب رک گیا۔ **الا من ثلاثة** : اس کا ثواب عامل کے لئے ان کی موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے کیونکہ ان کا اثر دائمی ہے۔ پس ثواب دائمی ہے۔ اعمال کے مذکر ہونے کی وجہ سے ثلاثہ میں تا ہوتی ہے۔

صدقة جاريه : اس سے مراد وقف ہے۔ **علم ينتفع به** : اس سے تعلیم و تصنیف مراد ہیں۔ دوسرا قول زیادہ قوی ہے کیونکہ زمانہ گزرنے پر بھی وہ باقی رہتی ہے۔ (کذا قال السبکی) **صالح** : سے مسلم بیٹا مراد ہے۔ **يدعوا له** : مغفرت کی یا عام دعا کرتا ہوں۔

سیوطی نے کہا کہ طبرانی کی روایت میں چار کا تذکرہ ہے۔ چوتھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور بزار کی روایت میں سات کا تذکرہ ہے: ۱) تعلیم دی' ۲) نہر جاری کی' ۳) کنواں لگوایا' ۴) کھجور لگائی' ۵) مسجد بنوائی' ۶) قرآن مجید وراثت میں چھوڑا' ۷) موت کے بعد استغفار والی اولاد چھوڑی۔ ابن خزیمہ کی روایت میں مسافر خانہ بنوایا اور مال سے صدقہ کیا کا اضافہ ہے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے: **من علم آية من كتاب الله' او بابا من علم أنمى الله اجره الى يوم القيامة**"۔ اس طرح یہ گیارہ بن گئے۔ خلاصہ اشعار یہ ہے۔

۱) مسجد کی حفاظت' ۲) قرآن مجید وراثت میں چھوڑا' ۳) علم پڑھایا' ۴) کھجور لگوائی' ۵) کنواں بنوایا' ۶) نہر جاری کی' ۷) مسافر خانہ بنوایا' ۸) کنواں بنوایا' ۹) مسجد یا اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے مکان بنوایا' ۱۰) حج کو مکمل طور پر ادا کیا' ۱۱) قرض مکمل ادا کیا۔

تخریج : باب من خرج فی طلب العلم میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۳۸۵ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ ' مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا ' اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى ' وَمَا وَالَاهُ ' وَعَالِمًا ' اَوْ مُتَعَلِّمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

قَوْلُهٗ "وَمَا وَالَاهُ" اَيْ طَاعَةَ اللّٰهِ۔

۱۳۸۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "دنیا ملعون ہے اور اس میں سب کچھ ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے ساتھ وابستگی کے اور عالم یا علم حاصل کرنے والے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

مَاوَالَاہُ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔

تشریح ۞ آخرت کو چھوڑ کر تمام اعراض و جواہر عاجلہ اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں۔ **ملعون مافیھا** : اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں کیونکہ دنیا ہر غلطی کی جڑ ہے۔ **الا ذکر اللہ** : طاعات اور اصفیاءٗ انبیاءٗ اولیاء اس دنیا سے خارج ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی ہے۔ مذمت سے مراد جو اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہو اور جو چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں وہ قربِ الٰہی کا باعث ہیں۔ یہ استثناء متصل ہے کیونکہ ظاہر کے لحاظ سے یہ اشیاء بھی دنیا میں شامل ہیں۔ **وما والدہ:** سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے۔

تخریج : باب فضل الزهد فی الدنیا میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۞ ۞ ۞

۱۳۸٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۸٦: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو علم کی تلاش میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے جب تک کہ لوٹے"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **طلب العلم** : اس سے علم شریعت مراد ہے۔ **فی سبیل اللہ** : اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مصروف ہے۔ **حتی یرجع** : یعنی اپنے مکان کی طرف۔

مظہری کہتے ہیں: طلب علم کو جہاد سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی احیاء دین میں ہے اور اس سے شیطان ذلیل ہوتا ہے اور نفس تھکتا اور اس کی خواہشات ولذات ٹوٹتی ہیں۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٢٦٥٦) ابن ماجه (٢٢٧)

الفرائد : ① طلب علم سے مجاہد کے برابر ثواب ملتا ہے اور وطن واپسی تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملنے والا ثواب پاتا ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۳۸۷ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ : "لَنْ یَّشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِّنْ خَیْرٍ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۸۷: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن کبھی خیر سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت ہے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ مؤمن یعنی جو اللہ تعالیٰ کے مقرر بندے ہیں۔ **حتی یکون منتهاه** : ۱) حتی محتملہ ہے یہ سیر ہونے کی غایت ہے۔ یعنی وہ خیر سے موت تک الگ نہیں۔ جب مرجاتا ہے تو جنت میں جا پہنچتا ہے جنت میں اعمال کا بدلہ پالیتا ہے' ۲) حتی تعلیلیہ ہے تاکہ تھوڑی سی طاعت پر قناعت لازم نہ آئے بلکہ اس کا ٹھکانہ جنت ہو۔ جنت کی منازل مختلف ہیں۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۲٦۹۵) ابن حبان (۹۰۳)

الفرائد : ① ہمیشہ علم کی طلب چاہیے یہاں تک کہ اپنے مقصود جنت تک پہنچ جائے ② محسوسات کی نعمتوں کی غایت جنت ہے اور معقولات کے انعامات کی غایت رؤیت باری تعالیٰ ہے۔ (ابن العربی)

۱۳۸۸ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ'' ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۸۸: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے سب سے کم درجہ کے مقابلے میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل سماء اور اہل ارض یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں اور مچھلیاں (اپنے پانی) میں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعا کرتی ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ وہ عالم جو فرض عبادات پر اکتفاء کرنے والا ہو اور اپنے باقی اوقات کو علم میں صرف کرے۔ **علی العابد** : دین کی جو باتیں حاصل کرنا ضروری ہیں فقط ان پر اکتفاء کرے اور بقیہ اوقات عبادت میں گزارے۔ **کفضلی علی ادناکم** : اس میں علماء کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بقول زملکانی علم کے ساتھ فضیلت کا حقدار وہ عالم ہے جس نے وہ علم حاصل کیا جو دنیا و آخرت میں نفع بخش ہو اور علم کے حق عمل کو بھی ادا کرنے والا ہو۔ اسی طرح ہدایت و راہنمائی جو علم کے حقوق ہیں ان کی انجام دہی کرنے والا ہو۔ (تحقیق الالی لزملکانی)

ملائکته و اهل السمٰوٰت : اگر ملائکہ سے تمام ملائکہ مراد ہوں تو عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے' ۲) اور اگر ملائکہ مقربین مراد ہوں تو اہل السماوات پر عطف تغایر کا متقاضی ہوگا۔ **حتی النمله** : یہ قلت و صغر میں ماقبل کے لئے غایت کی طرح ہے تاکہ نیکی کے ثواب کا استیعاب ہو جائے' ۳) ابن حجر نے اس کو جارہ بھی لکھا ہے۔ (فتح الالہ) **و حتی الحوت** :

واو کے ساتھ لائے تا کہ اس کو بدل نہ سمجھ لیا جائے بلکہ یہ غایت ہے جس سے تمام سمندری جانوروں کا استیعاب مقصود ہے۔

لیصلون : جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جائے تو اس سے وہ رحمت مراد ہوتی ہے جو عظمت سے ملی ہوتی ہے اور ملائکہ کے لئے اس کا استعمال استغفار کے معنی میں آتا ہے اور ایمان والوں کے لئے جب آئے تو دعا اور تضرع اور حیوانات کے لئے بھی دعا و تضرع جو ان کے مناسب ہے اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علی معلمی الناس الخیر :عالم جو سیاق سے معلوم ہو رہا پھر ان الفاظ سے اسی طرف عدول کیا تا کہ عابد پر عالم کی فضیلت خوب واضح ہو جائے۔ اس لئے اس کا نفع عام اور متعدی ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٢٦٩٤)

الفرائد : ① علم کا نفع متعدی ہے اس وجہ سے اس کو تجرد للعبادۃ پر فضیلت دی گئی ہے ② علم ذاتی اعتبار سے بھی فرض ہے۔

١٣٨٩ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِیْ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَی الْجَنَّةِ ' وَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا صَنَعَ ' وَاِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِيْتَانُ فِی الْمَآءِ ' وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ' وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ ' وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ ' فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ ۔

۱۳۸۹: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ’’جو شخص کسی راستہ پر علم طلب کرنے کیلئے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور بے شک فرشتے طالب علم کے اس فعل پر خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں۔ بے شک عالم کے لئے تمام آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد (ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کرنے والا) پر اس طرح ہے جس طرح چاند (اپنی روشنی و نور کے باعث) کو دیگر ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کسی درہم و دینار کو وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ہی کو ورثہ میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ پس جو شخص علم حاصل کرے تو اس نے اس (ورثہ) میں سے عظیم حصہ حاصل کر لیا۔ (ابوداؤد' ترمذی)

تشریح ۞ **یبتغی فیه**: دوسری روایت میں **یطلب فیه** ہے۔ **علم** سے علوم شرعیہ یا جو اس کا ذریعہ ہوں وہ مراد ہیں۔ **طریقا الی الجنه** : اس سے اعمالِ صالحہ مراد ہیں جو جنت تک پہنچانے والے ہیں۔ اس کو اضافہ علم کی سہولت میسر ہو

جائے کیونکہ یہ بھی جنت تک لے جانے والے اسباب سے ہے بلکہ اس کا بلند ترین ذریعہ ہے کیونکہ اعمال کی صحت وقبولیت کا دارومدار علم پر ہے۔ **وان الملائکة** : ملائکہ رحمت اور جو مصالح امت کے کوشاں فرشتے ہیں وہ مراد ہیں۔ تمام فرشتے ہوں جو بھی ہیں درست ہے۔ **لتضع اجنحتها** : حقیقت مقدم پر رکھتے خواہ ہم نہ دیکھیں۔ اس وقت وہ اڑنے سے رک کر علم کی باتیں سننے بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ ذکر ہے۔ مجاز مراد ہو تو پھر تواضع مراد لی جائے گی جیسا اس آیت میں: ﴿**واخفض جناحك**﴾ [شعراء : ۲۱۵] یا طلب علم میں سہولت واعانت کرنا۔ **لطالب العلم رضا** : رضا، مفعول لہٗ ہے اس رضا کی خاطر جو اس سے حاصل ہونے والی ہے۔ اس رضامندی کے لئے جو اس کے اعمال پر حاصل ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت کو اس نے جمع کر لیا اور بلند ترین راہوں پر چلا۔ **وان العالم لیستغفر له** :علم کا وصف عالم کے لئے ثابت کیا اور پھر اس کے حاصل کرنے کی فضیلت ثابت کی کہ فرشتے اس کے لئے پر بچھاتے ہیں اب اس میں بطور ترقی فرمایا کہ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ **حتی الحیتان** : غایت بنایا تاکہ تمام بحری حیوانات کو شامل ہو۔ بحری حیوانات کی تعداد برّی سے بہت زیادہ ہے۔ خشکی کے حیوانات کی اگر چار سو اقسام ہیں تو بحری حیوانات کی اقسام سات سو ہیں۔ علماء کے لئے ان موجودات کے استغفار کے عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں یہ ان گناہوں کی میل کچیل سے پاک ہوں جو ان کے مقام کے لئے مناسب نہیں تاکہ ان کے علم وعمل کی برکت تمام کو پہنچے کیونکہ نظام عالم علم کی وجہ سے قائم ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ غیر عقلاء اور حجاز حقیقت میں کلام و استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وان من شیٔ الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم**﴾ [الاسراء : ٤٤] **وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب۔**

النحو : فضل کو مفتوح پڑھیں تو ان کے اسم کا معطوف بنے گا اور ایک روایت میں ان فضل کا لفظ بھی وارد ہے۔ اس روایت میں لیلۃ البدر کا اضافہ بھی پایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ) اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کا نور اور کمال عابد کی ذات کی حد تک ہے جیسے ستاروں کا نور اور علم کا نور اور اس کے کمالات کا نور وہ دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔ اس کی مثال چودھویں کے چاند جیسی ہے لیکن یہ ساری علم کی روشنی نورِ نبوت سے مستفاد ہے۔ اس لئے وہ چاند کی روشنی کی طرح نورِ شمس سے مستفاد ہے اور یہ کلام اس عالم سے متعلق ہے جو واجبات میں خلل ڈالنے والا نہ ہو۔ ورنہ وہ اتنا ہی قابل مذمت ہے۔ **ورثة الانبیاء**: علم، عمل، کمالات تکمیل کے لحاظ سے وارث ہیں اور یہ باتیں اسی کے لئے پوری ہوں گی جس کے مصادر علم وعمل اور موارد ہوئی وہوس سے بچے ہوئے ہوں۔ یہاں تک کہ کلمات اللہ اس کی مدد کرتے ہیں جو فنا نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ راسخین سے بن جاتا ہے اور اعمال کی انہی اصلی صورتوں پر عمل پیرا ہونے والا ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ درکات کی طرف لے جانے والا دنائتوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ **دیناراً ولا درهمًا** : مال کی اقسام میں درہم و دینار کا تذکرہ غلبہ استعمال کی وجہ سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے ان کی نفی کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ رذیل دنیا سے بقدرِ ضرورت لیتے ہیں اور اس میں سے کوئی چیز بطورِ وراثت نہیں چھوڑتے تاکہ اس کی طرف میلان کا وہم نہ ہو۔ **انما ورثوا العلم** : احوال ظاہرہ و باطنہ اور تباین اجناس واختلاف انواع کے لحاظ سے جن کی ان امتوں کو ضرورت وحاجت تھی۔ **فمن اخذه اخذ بحظ وافر** : ان اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے

جس نے علم کو حاصل کیا اس نے کمال کا بڑا حصہ پایا جس کی کوئی نہایت نہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول: آج کے دن میں طلب علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں جانتا۔ کسی نے ان سے سوال کیا کہ اس کی تو وہ نیت نہیں تو فرمایا' اس کا طلب کرنا خود نیت ہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول: جس نے علم اس لئے حاصل کیا تا کہ اس سے وہ حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو یہ اس کے لئے ان سب چیزوں سے بڑھ کر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول: آپ نے اس آدمی کو فرمایا (جو جلدی سے (نفل) نماز کی طرف جانا چاہتا تھا اور علم کی مجلس چھوڑ رہا تھا) جس کی طرف وہ جا رہا ہے وہ اس سے بہتر نہیں جس کو وہ چھوڑ رہا ہے بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو۔

قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ: طلب علم نفلی نماز سے بہتر ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٨/٢١٧٧٤) وأبو داود (٣٦٤١) والترمذي (٢٦٩١) وابن ماجه (٢٢٣) والدارمي (٣٤٢) وابن حبان (٨٨) الفتح (١/١٦٠)

الفرائد : ① علماء انبیاء علیہم السلام کے وراثت علمی میں وارث ہیں اور یہ علم دین ہی ہے۔ اس کو پانے والا دونوں جہان کی بھلائیاں سمیٹنے والا ہے۔

۱۳۹۰ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۹۰: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب کرے جس نے ہم سے کوئی بات سن کر پھر اس کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح اس نے سنا۔ بسا اوقات وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ **نضر الله امرًا** : **نضره' وأنضره' ونضره**۔ اصل میں یہ چہرے کی خوبصورتی اور چمک کے لئے آتا ہے اور یہاں مراد حسن خلق اور مرتبہ و مقام ہے۔ (النہایہ) بعض نے کہا **نضرة** : سے مراد قبولیت دعا ہے۔ **سمع منا** : بلا توسط یا صحابہ کرامؓ کے واسطہ سے سنا یا علماء سے سنا اور جس طرح سنا اسی طرح بلا کم و کاست پہنچا دیا۔ **فبلغه كما سمعه** : یعنی اس کے مفہوم کو پہنچا دیا' اس کی شروط کے ساتھ۔ ۲) بعینہٖ الفاظ کا پہنچانا بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مزید توجہ اور کامل اعتناء کی دلیل ہے کہ اس نے الفاظ کو بھی یاد اور محفوظ رکھا۔ **فرب مبلغ اوعى من سامع** : رُبّ: یہ حقیقت میں کثرت کے لئے آتا ہے۔ **مبلغ** : یہاں اسم مفعول ہے جس کو بات پہنچائی جائے۔ **وعى** : کالفظ لائے تا کہ معانی کے نفائس و نفیس مقاصد

کی طرف اشارہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ضابط' حافظ الفاظ سنت' راوی الفاظ سنت کے لئے دعا فرمائی۔ مذکور کا یہی حکم ہے کیونکہ سنت کی حفاظت اور اسی طرح اس کا آگے پہنچا دینا اس کی قصر و تازگی اور تحسین کی کوشش ہے۔ گویا اس نے معنی کو بالکل تر و تازہ اور سرسبز و شاداب کر دیا اور اگر کسی نے بدل دیا خواہ مرادف الفاظ استعمال کئے تو اس نے اس کو مؤید کر دیا۔ کیا تم غور نہیں کرتے اگر نضر کی بجائے حسن بولا جائے تو نضر کے اندر جو باریکی ہے وہ فوت ہو جاتی ہے۔ اس پر باقی کو قیاس کر لو۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے: من سامع کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تابعین میں ایسے ممتاز لوگ ہوں گے جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ افقہ اور افہم ہوں گے اور یہ انوکھی بات نہیں۔ مفضول میں بعض اوقات ایسی خوبیاں ہوتی ہیں جو فاضل میں نہیں ہوتیں۔

بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: **نضر الله عبدًا سمع مقالتي فحفظها و وعاها فرب حامل فقه غير فقيه و رب حامل فقه الى من هو أفقه منه**۔ اس کو احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی اور ضیاء نے زید بن ثابت سے نقل کیا۔

ابن حجر کا نکتہ: روایت بالا جو ترمذی نے نقل کی اور دوسری روایت جس کو ترمذی اور دیگر نے نقل کیا ان میں الفاظ کی تبدیلی' معنی کی وحدت کے ساتھ یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے لایا گیا تاکہ جو کچھ آیا اس سے سنا گیا ہے وہ بغیر کسی ادنیٰ تعبیر کے پہنچ جائے اور اس روایت بالمعنیٰ کا جواز اس شخص کے لئے ثابت ہوتا ہے جو الفاظ کے معانی و مراد سے خوب واقفیت رکھتا ہو اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو معنی اصلی ہے وہ محسنات کلام جو آپ کی بلاغت کاملہ سے ظاہر ہوتے تھے ان کو کوئی دوسرا پہنچنا تو درکنار اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا پس ان محسنات و بدائع کی رعایت متعذر ہے۔ اس سے روایت بالمعنیٰ کی مطلقاً ممانعت ہو جانے سے سنت کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ پس تقاضا مصلحت عامہ یہ ہوا کہ لوگوں کو طرق روایت میں وسعت دی جائے۔ البتہ مقصودِ اصلی کا بہرصورت لحاظ رکھنا لازم ہے۔ اس کا لحاظ کئے بغیر روایت بالمعنیٰ کی ہرگز اجازت نہیں۔ (فتح)

تخريج: أخرجه أحمد (٢/٤١٥٧) والترمذى (٢٦٦٦) وابن ماجه (٢٣٢) وابن حبان (٦٦) وأبو نعيم (٣٣١/٧)

الفرائد: ① جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو بلا کم و کاست پہنچانے والے کو اگر اور کچھ بدلہ نہ ملتا تو یہ دعا نبوت بدلہ کے طور پر کافی ہے۔

١٣٩١ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۹۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی پھر اس نے چھپالی قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دے دی جائے گی''۔ (ابو

داؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ⊙ **عن علمٍ** : وہ شرعی علم جس کی اس وقت ضرورت ہو۔ **فکتمه** : سائل کو واضح نہ کیا۔ **الجم** : یہ فعل مجہول **بلجام من نار** : شرعی علم کے کتمان کی شدید وعید ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷۵۷٤) والترمذی (۲٦۵۸) وأبو داود (۳٦۵۸) وابن ماجه (۲٦٦)

الفرائد : ① علم و تعلیم کو پھیلانا چاہئے ② اس کو چھپانا قیامت کے دن عذاب کا باعث بنے گا۔

۱۳۹۲ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا – رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۹۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کوئی علم سیکھا (یعنی) جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کی جاتی ہے (لیکن) اُس نے اِس علم کو دُنیا کی غرض سے حاصل کیا تو وہ روز قیامت جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا''۔ (ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔

تشریح ⊙ **مما یبتغی** : یہ فعل مجہول ہے۔ طلب کیا جانا۔

النحو : **مما یبتغی** سے تمام جملہ ممکن ہے' صفت کاشفہ ہے کیونکہ قابل تعریف علم تو رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے اور اسی سے ان علوم سے احتراز بھی مقصود ہے جو یا تو واجب نہیں جیسے علم و عرض یا پھر حرام ہیں جیسے علم جعفر و سحر۔ **لا یعلمه**۔ یہ فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ مفعول سے جملہ حالیہ ہے کیونکہ وصف کے ساتھ مخصوص ہے۔

الا لیصیب به غرضًا : یہ عام علل سے استثناء ہے۔ اس کو فقط دنیاوی غرض سے حاصل کرتا ہے۔ اس میں مقید کیا گیا تا کہ آئندہ عتاب اس پر مرتب ہو یا مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا کو مقصد بنایا اس کے ساتھ آخرت کا قصد نہیں رکھتا۔ **عرف الجنه** : یعنی اس کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ یہ دوری سے کنایہ ہے۔ طبرانی کی روایت میں وارد ہے: "**وان عرضها ليوجد من مسيرة خمس مائة عام**" کہ پانچ سو سال کے فاصلہ سے اس کی خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ ۲) یہ عدم دخول سے کنایہ ہے۔ اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا کیونکہ اس کا حرام بالاتفاق ہے اور دین میں معروف ہے۔ ۳) وہ نجات اولیٰ پانے والوں میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ۴) اس کی خوشبو میدانِ محشر میں نہ پائے گا۔ اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا نہ کیا ہو۔ ۵) حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ طلب علم میں جس کا مقصد شرعی ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی خوشبوؤں سے امداد پہنچائیں گے جو اس کے لئے تقویت قلب اور ازالہ دکھ کا ذریعہ بنے گی۔ اس کے بالمقابل جو اس طرح نہ ہو وہ بیمار دِل کی وجہ سے قیامت میں ماؤف الدماغ ہوگا جس کی خوشبو نہیں آتی۔ ٦) اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس کا مقصد درست ہو پھر دنیا بلا طلب آ جائے اس لئے وہ مضر نہیں۔ ترمذی کے الفاظ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ: "**من تعلم علمًا لغير الله فليتبوأ مقعدة من**

النار" ۔ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے: "من تعلم العلم لیباھی بہ العلماء او یماری بہ السفھاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللہ جھنم" : اس سلسلہ کی احادیث کا مفہوم روایت الباب کے مطابق ہوگا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٤٧٥) وأبو داود (٣٦٦٤) وابن ماجه (٢٥٢) وابن حبان (٧٨) والحاكم (١/٢٨٨)

الفرائد : ① علم دین کو دنیا کی خاطر حاصل کرنے پر شدید توبیخ ہے ② حسن بصریؒ نے ایک آدمی کو اسی کے اوپر چلتے دیکھا تو فرمایا یہ آدمی ہمارے ان لوگوں سے بہتر ہے جو دین سے دنیا کماتے ہیں کیونکہ یہ دنیا سے دنیا کمار ہا ہے۔اللہ تعالیٰ اس بدنیت سے محفوظ فرمائے' آمین

❁ ❁ ❁

١٣٩٣ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا ' فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ ' فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۹۳: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا: "بے شک اللہ علم کو سینوں سے اسی طرح قبض نہ کریں گے کہ اس کو ان کے سینوں سے کھینچ لیں لیکن علم کو علماء کی وفات سے قبض کریں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ کوئی عالم باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے پس ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **لا یقبض العلم انتزاعًا** : علم کو آخر زمانہ میں زمین سے اس طرح قبض نہ کیا جائے گا کہ اس کو اٹھا لیا جائے کہ لوگوں کے دلوں سے کھینچ لیا جائے کیونکہ وہ کریم ہیں اور یہ چیز اس کے کرم کے خلاف ہے۔ انتزاعًا۔

النحو :مفعول مطلق ہے' قبض انزاع' ۲) تمیز ہے' ۳) حال ای منتزعًا۔ **لکن یقبص**...... یہ ماقبل سے استدراک ہے۔بالکلیہ انتزاع نہیں البتہ علماء کو قبض کر کے اس کو کھینچے گا۔اس تعبیر سے اشارہ کر دیا۔علماء وہ خزائن ہیں جو مخلوق کے فائدے کے لئے زمین میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان خزائن کو اٹھانا چاہے گا تو علماء کو موت دے گا۔ **لم یبق** : یہ ابقاء سے ہے یعنی باقی رہنا۔ **رؤسا** : یہ راس کی جمع ہے یا رئیس کی جمع ہے۔ **جھالًا** : یہ جاہل کی جمع ہے۔جیسے سار وسراء وغاز و غزاء۔ **فسئلوا** : یہ فعل ماضی مجہول ہے۔ **فضلوا** : وہ خود اللہ تعالیٰ پر افتراء کی وجہ سے گمراہ ہوں گے۔ **واضلوا** : جن کو فتویٰ دیں گے۔ان کو غلط فتویٰ دے کر گمراہ کریں گے۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس میں اہل علم کو بڑی خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو دیا ہے وہ ان سے چھینیں گے اور فتویٰ میں انتہائی احتیاط برتنے کی طرف اشارہ کر دیا اور بغیر علم کے فتویٰ دینے پر وعید فرمائی اور بے علم فتویٰ دینے والے کو ضال و مضل فرمایا اور جاھل سے استفتاء کی ممانعت نکلتی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٦٥٢١) والبخاری (١٠٠) ومسلم (٢٦٧٣) والترمذی (٢٦٦١) وابن ماجه (٥٢) والدارمی (٢٣٩) والحمیدی (٥٨١) وابن حبان ٤٥٧١) والطیالسی (٢٢٩٢)

الفرائد : ① جہلا کو سردار بنانے کی ممانعت ہے ② اصل سرداری تو فتویٰ ہے ③ بلا علم فتویٰ حماقت در حماقت ہے ④ قبض علم سے مراد علماء کا فوت ہونا ہے نہ کہ سینے سے علم کا مٹنا۔

کتاب حمد اللّٰہ تعالیٰ و شکرہ

۲۴۲ :بَابُ فَضْلِ الْحَمْدِ وَالشُّكْرِ

باب: اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر کا بیان

تشریح ❁ حمد الله : لغت میں تو اختیاری اچھے افعال پر بطور تعظیم زبان سے تعریف کرنا اور عرف عام میں حمد ایسا فعل کہ منعم کی عظمت کو ظاہر کرے اس لئے کہ وہ تعریف کرنے والے پر انعام واحسان کرنے والا یا دوسرے پر احسان کرنے والے ہیں۔ (ابا ءواصحاب) اور ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ **و شکرہ** : اس کو حمد پر معطوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حمد سے لغوی حمد مراد ہے ورنہ عرفی حمد تو شکر ہی کا نام ہے۔۲) شکر سے عرفی معنی مراد ہو۔ بندے کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر انعام فرمائی ہیں اسی کے لئے استعمال کرنا جس کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں مثلاً شنوائی کو آیات ونیک باتیں سنانے کے لئے نگاہ کو مصنوعات میں غور وفکر کرنے کے لئے اور یہ بھی درست ہے کہ ان سے ایسا معنی مراد لیں جو لغوی وعرفی دونوں کو شامل ہو اور بندہ دونوں کو انجام دینے والا ہو کیونکہ ان میں کا ہر ایک مطلوب ہے۔ اگرچہ دونوں قریب المعنی ہیں۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ [البقرة:۱۵۲] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [ابراهيم:۷] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [یونس:۱۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔''
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم شکریہ ادا کرو تو ضرور بضرور تمہیں نعمتیں زیادہ دوں گا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہہ دیجئے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کی آخری پکار یہی ہو گی کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔''

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ ...... تم اطاعت سے مجھے یاد کرو۲) خوشحالی میں مجھے یاد کرو۔ اَذْكُرْكُمْ : میں تمہیں بخش دوں

گا۔ سختی و تنگدستی کی حالت میں مہربان ہوں گا۔ حدیث میں فرمایا: ((من اطاع الله فقد ذکرہ وان لم یذکرہ بلسانہ' ومن عصی اللہ فقد نسیہ وان ذکرہ بلسانہ)) (الوسیط للواحدی)

وَاشْكُرُوْا لِيْ ...... تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ ...... اگر تم نے میری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور میری فرمانبرداری کی لَاَزِيْدَنَّكُمْ: میں نعمت میں اضافہ کروں گا۔ اگرچہ ظاہراً خطاب تو بنی اسرائیل کو ہے مگر یہ امت شکریے کی زیادہ حقدار ہے کیونکہ ان سے زیادہ افضل ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... آپ الحمد للہ کہیں۔ اس میں حمد کرنے کا خود باقی تعالیٰ نے حکم فرمایا۔ دوسرے حصہ آیت کو ترجمۃ الباب سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ...... جنت میں اہل جنت کی دعا کا اختتام الحمد للہ رب العالمین پر ہوگا۔ بہت سے سلفؒ نے نقل کیا کہ جب اہل جنت کو کسی چیز کی طلب ہوگی تو کہیں گے: سبحانك اللهم۔ اس وقت فرشتے ان کی پسندیدہ چیز لے کر حاضر ہو جائیں گے اور ان کو سلام کریں گے۔ یہ جواب دیں گے اور اسی کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ﴿تحیتھم فیھا سلام﴾ [ابراھیم : ۲۳] جب وہ اس نعمت کو کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ حمد و ثناء کرتے ہوئے اس طرح کہیں گے جو اس آیت میں مذکور ہے: ﴿وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [یونس : ۱۰]

۱۳۹۴ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَّلَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ – فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۹۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس معراج کی رات دو پیالے (ایک) شراب اور (ایک) دودھ کے لائے گئے پس آپؐ نے ان دونوں کی طرف دیکھا پھر دودھ لے لیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے آپؐ کی راہنمائی فطرت کی طرف کی۔ اگر آپؐ شراب والا (پیالہ) لے لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی''۔ (مسلم)

تشریح ❁ اتی : یہ جبرئیل امین آپ کے پاس آئے۔ لیلۃ اسری بہ : اس سے لیلۃ المعراج مراد ہے۔ یہ ہجرت سے پہلے کی بات ہے۔ ایک قول کے مطابق اٹھارہ ماہ قبل الہجرۃ بعض نے بعض معراج کا لفظ بیت المقدس تک کا سفر یا سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر اس کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں وہ آپ کے اکرام کی رات تھی۔

بقدحین : ایک شراب اور دوسرا دودھ سے بھرا تھا۔ ان سے تعبیر مراد ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے۔ فنظر الیھما : آپ کو چناؤ کا اختیار دیا گیا پھر دودھ کے انتخاب کا الہام ہوا۔ ھداك للفطرۃ : فطرت کی تفسیر اسلام و استقامت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں نے اسلام و استقامت کی علامت کو پسند کیا۔ دودھ کو اس کی علامت بنایا گیا کیونکہ یہ نرم' پاکیزہ' گلے میں اترنے والا' مزیدار اور عمدہ انجام والا ہے اور شراب امّ الخبائث اور حال و مآل میں قسما قسم کے شرور کو جمع کرنے والی ہے۔

غوت امتك: اس میں اچھے خیال سے تفاؤل لینے کے درست ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱۰٦٥۲) والبخاری (۳۳۹٤) ومسلم (۱٦۸) والترمزی (۳۱٤۱) والنسائی (٥٦۷۳) وابن حبان (٥۲) وابن منده (۷۲۸) وأبو عوانة (۱/۱۲۹) وعبدالزاق (۹۷۱۹) والبیهقی (۲/۳۸۷)

الفوائد : ① اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ پر کتنا عظیم فضل ہے کہ جس میں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی امت کی خیر تھی اس کی طرف راہنمائی فرمائی ② قابل تعریف چیز ملے تو اس پر حمد و ثناء کرنی چاہئے۔

۱۳۹٥ :وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَا يُبْدَاُ فِيْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُ۔

۱۳۹٥: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہر وہ کام جو اہمیت والا ہو اس کو اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **ذی بال** : وہ شان والا کام جو شرعاً اہتمام کے قابل ہو۔ **لا يبداء فيه بالحمد۔**

النحو :۱) الحمد کو مرفوع پڑھیں گے تو مراد خاص یہ جملہ ہوگا۔ یہ حکایۃً ہوگا۔۲) اگر مجرور ہو تو اس سے ابتداء کرنا جس میں حمد کا معنی پایا جائے خواہ جس صیغہ سے ہو۔

فهو اقطع : اس میں برکت ناقص ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۷۲۰) وأبو داود (٤۸٤۰) والنسائی (٤۹٤) وابن ماجه (۱۸۹٤) وابن حبان (۱) والبیهقی (۳/۲۰۸) والدارقطنی (۱/۲۲۹)

الفوائد : ① تمام اہم کام شروع کرنے ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے آغاز کرنا چاہئے تاکہ خیر و برکت کا باعث ہو۔

۱۳۹٦ :وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ :قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُوْنَ :نَعَمْ - فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ؟ فَيَقُوْلُوْنَ :نَعَمْ۔ فَيَقُوْلُ: فَمَا ذَا قَالَ عَبْدِىْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى :اِبْنُوْا لِعَبْدِىْ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۹٦: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی کا بیٹا فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتے ہیں تم نے میرے بندے کے بیٹے (کی روح) کو قبض کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں پھر اللہ فرماتے ہیں تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں۔ اس پر اللہ فرماتے ہیں کہ

پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں تیری تعریف کی اور انا اللہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ⊛ **ولد العبد** : اس میں بالغ و نابالغ، مذکر و مؤنث سب کو شامل ہے۔ **قبضتم**۔

النحو :۱) یہ استفہام تقریری ہے۔۲) اپنے ظاہر پر ہے تاکہ صابر کے ثواب کی فضیلت ظاہر کی جاتی، ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم تو ہر چیز پر محیط ہے۔

نعم : یہ حرف جواب استفہام کے لئے آتا ہے۔ **ثمرة فؤاده** : یہ بیٹے سے کنایہ ہے کیونکہ دل بدن کا خلاصہ ہے اور اس کا خلاصہ وہ لطیفہ الٰہیہ ہے جو اس میں بطور امانت رکھا گیا ہے جس سے وہ ادارک کرنا اور وہ علوم حاصل کرنا ہے جس کے لئے اس کو بنایا گیا اور اس شرف سے مشرف کیا گیا۔ اس لطیفہ کے اولاد میں بہت زیادہ مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اولاد اسی طرح بن گئی جیسے وہ اس کا مقصود ثمرہ ہے۔ یہ وہ بلند چیز ہے جس سے اس کی تکلیف کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر صبر کی عظمت کو بیان کیا بلکہ صبر سے بھی بڑھ کر مقام حمد کو بیان کیا۔ **استرجع** : اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پس وہ آدمی جو اس سے آگے نہ بڑھے بلکہ ایک اعتبار سے مصیبت ہے اس لئے استرجاع کیا۔ ایک لحاظ سے نعمت ہے تو اس نے حمد کی تاکہ موقعہ محل کے لحاظ سے وہ حمد کے مقابل ہو۔

نکتہ : بیٹے کی گمشدگی پر صبر کرنے کی فضیلت ذکر کی گئی ہے اور ایک روایت میں فرمایا: **ما لعبدی المؤمن اذا قبضت صفیه عن الندیا فاحتسب الا الجنة**۔

تخریج : باب مایقال عند المیت... میں گزر چکی۔

الفرائد :ایضاً۔

⊛ ⊛ ⊛

١٣٩٧ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ يَاْكُلُ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا ، وَيَشْرَبُ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۹۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھا کر اس کی حمد کرتا ہے اور پی کر اس پر بھی حمد کرتا ہے"۔ (مسلم)

تشریح ⊛ یہ روایت باب بیان طرق الخیر میں بھی گزر چکی۔ **الا کلة** : سے مراد صبح و شام کا کھانا۔ اصل معنی لقمہ ہے۔ (المصباح) **فیحمده علیها** ، **علی** یہاں لام اجلیہ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں: ﴿**ولتکبروا اللہ علٰی ما هداکم**﴾ [البقرة] :

تخریج : باب فی بیان کثرة طرق الخیر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

کتاب الصلوٰۃ

۲۴۳ :بَابُ فَضْلُ الصَّلَاةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

بَابٌ :رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [الاحزاب:٥٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر رحمت وسلام بھیجا کرو۔'' (الاحزاب)

تشریح ۞ الصلاۃ : یہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔اسی طرح خضر والیاس، لقمان، مریم ان پر بھی بولا جائے گا۔اگر چہ ان کی نبوت کا قول نہ کیا جائے۔ان کے علاوہ تابع کی حیثیت سے استعمال درست ہے کیونکہ عرف عام میں یہ تذکرۂ رسل کے لئے بطور شعار وعلامت استعمال ہوتا ہے اور اسی لئے محمد عزوجل کہنا مکروہ ہے اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوق میں سب سے زیادہ عزت وعظمت والے ہیں۔

بیضاوی کا قول: وہ روایت: **ان الله و ملائکته یصلون علی اصحاب العمائم البیض یوم الجمعة** اور یہ روایت: **اللهم صل علی آل ابی اوفی** جبکہ وہ زکوٰۃ لے کر آئے۔اس کا جواب یہ ہے کہ کراہت تو ہمارے لحاظ سے ہے۔البتہ آپ کی نسبت سے اور ملائکہ کی نسبت سے وہ ان کے ساتھ خاص ہے جس کے لئے استعمال کریں اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سلام بھیجا جائے گا۔اس کی دلیل یہ روایت ہے جس کو ابن ابی عمر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور خطیب نے انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کیا ہے: " **صلوا علی انبیاء الله و رسله فان الله بعثهم کما بعثنی** " : انبیاء علیہم السلام اور رسولوں پر سلام بھیجو، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے میری طرح مبعوث فرمایا ہے۔شاشی اور ابن عساکر نے وائل بن حجر نے مرفوعاً نقل کیا ہے: **صلوا علی انبیاء الله اذا ذکرتمونی فانهم قد بعثوا کما بعثت۔**

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر درود بھیجو جب میرا ذکر کرو کیونکہ ان کو بھی اسی طرح مبعوث کیا گیا جیسا مجھے مبعوث کیا گیا۔

① اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ...... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وتعظیم کو ظاہر کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں۔ابن ہشام نے اشارہ کیا کہ صلاۃ کا معنی یہاں معنی مہربانی لی جائے اور مہربانی کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو رحمت اور

ملائکہ کی طرف ہو تو استغفار اور غیروں کی طرف ہو تو دعا۔ ان کا اسم لفظ اللہ اور اس کی خبر محذوف ہے یصلی۔ **ملائکة یصلون**۔ یہ اسی طرح ہوگا جیسا شاعر نے کہا۔

نحن بما عندنا و أنت بما ☆ عندك راض والرای مختلف

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... تم بھی اس کا اہتمام کرو تم پر پہلے حق بنتا ہے اور اس طرح کہو: **اللھم صل علی محمد**۔ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ تم کہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر صلوٰۃ و رحمت ہو۔ ۲) آپ کے اوامر کو تسلیم کرو۔ یہ آیت شعبان میں اتری اسی وجہ سے اس کو درود کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہ ہجرت کے دوسرے سال اتری۔ بعض نے کہا لیلۃ الاسراء میں اتری مگر پہلی بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن کو آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا اور اس سے پہلے تمہید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور پھر ملائکہ کا تذکرہ فرمایا۔ وہ صلوٰۃ وسلام میں دوام کرنے والے ہیں اور اس کی تجدید وقتاً فوقتاً ہوتی ہے جیسا جملہ اسمیہ اسی بات کا متقاضی ہے اور جملہ اسمیہ کے شروع میں مضارع ہے اور مضارعت کے معنی سے عجز کی وجہ سے یہ جملہ دو حیثیتوں والا ہے: ۱) ایمان والوں کو اس بات پر ابھارا گیا کہ وہ اس حکم کو بجالائیں اور اس کی طرف خوب متوجہ ہوں۔ ۲) ان کو اس کے دوام و استمرار پر ابھارا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا قرب پاسکیں اور ان کو آپ ﷺ کے محافظ و معاونت کا تحفہ بھی میسر آجائے۔ سلام کو مصدر سے مؤکد کرکے لائے تاکہ یہ جملہ بھی جملہ اوّل کا تاکید میں معادل ہو۔ اس لئے کہ وہ انّ سے شروع کیا گیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلے سے رحمتیں بھیجتے ہیں اور ہمارے لئے تو صرف سلام کا اضافہ کیا گی کیونکہ یہ تحفہ اور اطاعت کے معنی میں ہے۔

اگر یہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لئے استعمال ہوتا حالانکہ انقیاد اللہ تعالیٰ کے لئے ممنوع اور فرشتوں کے لئے اس موقعہ پر غیر مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کے منافی نہیں۔ ﴿سلام علی ابراھیم﴾ اور اسی طرح یہ ارشاد: ﴿والملٰٓئکة یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم﴾

پھر صلوٰۃ کا فائدہ اس پر اضافہ سمیت آپ کو ملتا ہے اور پڑھنے والے کو ثواب و معاونت ملتی ہے اور کامل کمال کو قبول کرتا ہے۔ (فتح الالٰہ)

روایات

۱۳۹۸ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۹۸: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا

ہے''۔(مسلم)

تشریح ۞ **صلی علی** : اس کے منقولہ صیغہ میں سے کسی صیغہ کے ساتھ۔ **صلاۃ** : ایک مرتبہ جیسا کہ اس کے واحد لانے سے اشارہ ہو رہا ہے۔ **بھا عشرًا** : اس کے سبب سے اس پر دس مرتبہ رحمت اترتی ہے اور یہ اضافی ہے اس سے جس کا تذکرہ اس آیت میں آرہا ہے: ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾ [انعام : ١٦٠] کیونکہ اس میں تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رحمت سے تذکرہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرنا زیادہ بڑا ہے۔طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ بھی ذکر کیے: ((صلی الله علیه عشر صلوات، وحط عنه عشر خطیئات، ورفع له عشر درجات)) (روایت کی مزید شرح احمد، ادب المفرد، ابوداؤد، شرح الاذکار میں ملاحظہ کریں)

تخریج : أخرجه مسلم (٣٨٤) وأبو داود (٢٥٣) والترمذی (٣٦١٤) والنسائی (٦٧٧) وانظر (١٠٤٩)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ عموماً اسی جنس سے عنایت ہوتا ہے۔کثرتِ درود سے اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔

۞ ۞ ۞

١٣٩٩ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۹۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''لوگوں میں قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہو''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **اولی الناس** : ۱)قرب کا زیادہ حقدار۔۲)شفاعت کا زیادہ حقدار۔اولی یہ ولی سے ہے جس کا معنی قرب ہے۔باء سے متعدی کیا خاص الخاص کا معنی پیدا ہوگیا اور انس کی روایت میں: ((ان اقربکم منی یوم القیامة فی کل موطن اکثرهم علی صلاة فی الدنیا)) (بیہقی بسند ضعیف)

تخریج : أخرجه الترمذی (٤٨٤) والبخاری (٥/١٧٧) وابن حبان (٦/٤٣٤٢) والبیهقی (٣/٢٤٩)

الفرائد : ① کثرتِ درود شریف کی وجہ سے قیامت کی گھبراہٹ سے بچ جائے گا' اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے۔ ② ابن حبان کہتے ہیں محدثین کے عظیم مرتبہ کی طرف اشارہ نکل رہا ہے۔

۞ ۞ ۞

١٤٠٠ : وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ يَقُوْلُ : بَلِيْتَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ

عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۰۰: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے سب سے زیادہ فضیلت والے دنوں میں جمعہ کا دن ہے پس اس دن مجھ پر زیادہ درود پڑھو۔ پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے''۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جاتا ہے جب کہ آپؐ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو حرام کر دیا''۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ ان کے حالا باب فضل الجمعہ میں گزرے۔ **افضل ایامکم یوم الجمعة** ۔ **من** لاکر متنبہ کیا کہ سال کے دنوں کے لحاظ سے افضل دن تو عرفہ ہے کیونکہ اس کو سید الایام فرمایا اور ہفتے کے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے اور مہینوں کے حیثیت سے رمضان کا مہینہ ہے۔ **فاکثروا علی** : جمعہ کے دن پر یہ مسئلہ مرتب فرمایا تاکہ ثواب عمل زمان ومکان کے شرف سے اور بڑھ جائے۔ **معروضه علی** : اس کو وہ فرشتے پیش کرتے ہیں جو اس بات پر مقرر ہیں جیسا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مرفوعہ میں مذکور ہے: **ان الله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام**۔ احمد ابوداؤد بیہقی فی الدعوات الکبیر۔ یہ اس کے لئے حکم ہے جو دور سے درود بھیجے البتہ جو قبر شریف کے پاس درود پڑھا جائے وہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق سنتے ہیں۔ "**من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا بلغته**" بیہقی فی الشعب۔ **كيف تعرض** ...... **أرمت** : یہ رمّ المیت اذا ابلی سے لیا گیا ہے۔ یہ لفظ میم کی تشدید سے ہونا چاہئے۔ (ترغیب منذری) **قال ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء** : نسائی کی روایت میں **ان تاكل** کے الفاظ بھی ہیں۔ زمین کے اجساد مطہرہ کو نقصان پہنچانے سے محفوظ کر دیا گیا کیونکہ وہ اپنی قبور میں اس جہاں کی زندگی سے زندہ ہیں۔ اسی لئے ان کے مقابر میں نماز کی کراہیت نہیں کیونکہ علت کراہت ہے۔ ابو حاتم نے اس روایت کو منکر اور ابن العربی نے عدم ثبوت کا حکم لگایا۔ مگر ابن حجر نے ان کی بات کی تردید فرمائی۔ (فتح الباری)

تخریج : باب فضل یوم الجمعة میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۴۰۱ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے ہاں میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **رغم** : مٹی سے چمٹ جائے۔ یہ ذلت وحقارت سے کنایہ ہے۔ **فلم يصل علي** : اس سے بعض احناف اور دیگر علماء نے آپ ﷺ پر جب بھی آپ ﷺ کا تذکرہ ہو درود کو واجب قرار دیا۔ مگر جمہور اس کو مستحب قرار دیتے

ہیں۔حدیث کا تکمیلی حصہ اس طرح ہے: "ورغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له' ورغم أنف رجل ادرك عنده ابواه الكبر فلم یدخلاه الجنة"۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۰٦٥) والترمذی (۳٥٥٦) وابن حبان (۹۰۸)

الفرائد : ① اُس آدمی کے لئے ذلت ورسوائی کی خبر دی گئی ہے جو درود شریف پڑھنے میں بخل کرنے والا ہو۔

۱٤۰۲ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۰۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری قبر کو عید مت بنائیو اور مجھ پر درود بھیجو بے شک تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے جہاں تم ہو"۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ اس کا معنی یہ ہے: "اس عید کی طرح کا اجتماع آپ ﷺ کی زیارت کے لئے کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔اس لئے کہ عید کے دن زینت اور کھیل کی اجازت ہے اور لوگ تفریح اور اظہارِ خوشی کے لئے باہر ٹہلنے نکلتے ہیں۔اہل کتاب انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے سلسلہ میں اسی راہ پر تھے (جیسے قبور اولیاء پر اعراص کا حال ہے) یہاں تک کہ ان کے دِلوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا گیا۔انہوں نے بتوں کی زیارت کے لئے جانے والے بت پرستوں کی اتباع کی۔اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللهم لا تجعل قبری و ثناء یعبد' اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجد" ۲) اگر اس کو اِنتیاد سے اسم بنائیں اور عید سے مراد وہ ارادہ وفکر وغیرہ ہو جو تمہاری عادت ہو مطلب یہ ہوا۔اس کو عادت کا مقام مت بناؤ جہاں تم بطورِ عادت جاتے ہو۔۳) ان کو اس وجہ سے منع کیا جو پہلی صورت میں مذکور ہوا۔تاکہ وہ عبادت میں عادت کی راہ اختیار نہ کریں۔اس وجہ سے وہ اپنے دین کی بہتر اور اہم باتیں چھوڑ بیٹھیں کیونکہ یہ عادت اکثریت کو ضیاءِ وقت اور بے ادبی کی طرف لے جاتی ہے اور ایسے موڑ تک پہنچاتی ہے جس سے عظمت کا پردہ سامنے سے گر جاتا ہے۔یہ دو تاویلیں بعد والی عبارت سے زیادہ مناسبت رکھتی ہیں۔ تبلغني حيث كنتم: بار بار جانے اور لوٹنے کا تکلف مت کرو درود کی وجہ سے تم اس سے مستغنی کر دیئے گئے ہو۔حاصل کلام یہ ہے کہ صورتِ اوّل میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کے پاس زینت' رقص اور لہو وطرب وغیرہ کے لئے جمع ہوں جو حرام کام لوگ عیدوں کے مواقع میں کرتے ہیں۔دوسری صورت میں ممانعت اس بات سے ہے کہ اس طرح بار بار لوٹنا جو حرمت وعظمت میں مخل بن جائے یا اکتاہٹ یا بے ادبی وغیرہ۔

دیگر علماء کا قول: اس کو عید کی طرح مت بنالو کہ جیسے عید کے لئے سال میں دو مرتبہ ہی آتے ہیں۔اس صورت میں بار بار آنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور مخاطبت اور محارثت کی طرف میلان دلایا جارہا ہے مگر اس انداز سے کہ یہ اکتاہٹ نہ لی جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۸۱۲) وأبو داود (۲۰٤۲)

الفوائد : ① گھروں میں نوافل کی تاکید ظاہر ہے ② آپ ﷺ کی قبر مبارک کی تعظیم میں مبالغہ کی ممانعت کی گئی ہے ③ آپ ﷺ کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے جو فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔

١٤٠٣ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۰۳: انہی راوی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ❁ کوئی مکلف جو جنات سے ہو یا انسانوں سے۔ **رد الله علی روحی** : یعنی نطق لوٹاتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ قبر میں اس جہاں کے مطابق زندگی سے زندہ ہیں۔ **حتی ارد علیه السلام** : ہم نے روح کو لوٹانے سے نطق مجازاً مراد لیا کیونکہ ان میں تلازم ہے۔ ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر اس کا عکس ہو تو بالقوۃ دائماً اور بالفعل غالب حالات میں۔

سبکی کا قول: رد سے معنوی طور پر لوٹانا مراد ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ حضرت الٰہیہ اور ملاءِ اعلیٰ میں شہود کے نظاروں میں مصروف رہتی ہے۔ اس عالم کی طرف متوجہ نہیں ہوتی جب سلام کیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ کی روح اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

سوال : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ تو ہر وقت سلام بھیجنے والوں میں مستغرق رہتی ہے۔ پھر حضرت الٰہیہ میں اشتغال کا کونسا وقت بچا۔

جواب : آخرت کے معاملات کا ادارک عقل سے نہیں کیا جا سکتا۔ احوالِ برزخ' احوالِ آخرت کی طرح ہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ حضرت شہود میں مستغرق رہتی ہے لیکن سلام کے وقت اس حالت سے ہٹ کر سلام کرنے والے کی طرف بھی متوجہ ہوتی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ شہود میں کوئی فرق آئے۔ دُنیا میں بھی آپ ﷺ کے بعض احوال قربِ الٰہی کے عجیب تھے اور وہ تو پھر عالم برزخ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٠٨٢٧) وأبو داود (٢٠٤١)

الفوائد : ① ردِ سلام کی کیفیت کسی صحیح روایت میں مذکور نہیں۔ جو ہمارا کام ہے درود و سلام بھیجنا وہ ہمیں کرنا چاہئے۔

١٤٠٤ :وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۰۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی بخیل ہے کہ جس کے ہاں میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے''۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ البخیل: کامل بخیل مراد ہے جیسا دوسری روایت میں ہے: **البخیل کل البخیل۔ فلم یصل علی**: اس نے درود نہ پڑھ کر بخل کیا اور اپنے اوپر لازم حق کو ادا نہ کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ اس عمل میں جزوی طور پر اس ہستی کی خدمت میں بدلہ پیش کرنا ہے جو سعادتِ ابدیہ کا ذریعہ بنے ہیں بلکہ فی الحقیقت اس نے اپنے سلسلے میں بخل کیا ہے اور اپنے نفس کو عظیم عطیئے سے محروم کر لیا ہے جو بلا حساب اور بلا کم و کاست ملتا تھا۔ اس بخل سے وہ اس خزانے سے فوت ہو گئے۔ اگر وہ بخل نہ ہوتا تو ان خزائن کو پورے کیل سے وہ ماپتا اور اس میں کوئی مشقت بھی نہ ہوتی۔ پس اس آدمی سے بڑا کوئی بخیل نہ ہوا جیسا کہ اس روایت میں ہے: **لیس البخیل من یبخل بمال نفسه ولکن البخیل من یبخل بمال غیره**: اور اس سے زیادہ بلیغ یہ ہے: **من ابغض الجود حتی یجب ان لا یجاد علیه**۔ جس کو سخاوت بغض نہ ہو وہ وہی ہے جو یہ چاہتے کہ اس پر سخاوت نہ کی جائے۔ بعض روایات میں **بحسب امری من البخل ان اذکر عنده فلم یصل علی** اور ایک روایت میں **کفی شحا ان اذکر عند رجل فلا یصلی علی**۔ بخل کی تعریف یہ ہے کہ مستحق چیز سے روک لینا۔ آپ کا امت پر حق ہے کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجیں جو اس سے رکا تو وہ بخلاء میں سب سے بدترین ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ہلاکت میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ اجارنا اللہ من ذلک۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱/۱۷۳۶) والترمذی (۳۵۵۷) والنسائی (۸۱۰۰) ابن حبان (۹۰۹) وأبو یعلی (۶۷۷۶) والبیهقی (۱۵۶۵)

الفرائد: ① کثرتِ درود پر امت کو ابھارا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وافر توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۴۰۵: **وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا يَدْعُوْا فِيْ صَلٰوتِهِ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "عَجِلَ هٰذَا" ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ - اَوْ لِغَيْرِهٖ -: "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِتَحْمِيْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ، وَالثَّنَآءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ، ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔**

۱۴۰۵: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنی نماز میں اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا کہ اس نے اللہ کی حمد کی نہ اس نے حضور پر درود بھیجا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس آدمی نے جلدی کی ہے پھر اسی کو یا دوسرے کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اپنے رب کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے''۔ (ابوداؤد' ترمذی) دونوں نے کہا حدیث صحیح ہے۔

تشریح ❁ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن نافذ بن قیس انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ان کے حالات کتاب الجہاد میں گزرے۔ **یدعو فی صلاته** : ارکان والی نماز۔ وہ نماز میں دعا کر رہا تھا یا اس کے بعد دعا کر رہا تھا۔ دوسری روایت میں دعا کی تعیین وارد ہے۔ **اللھم اغفرلی وارحمنی**۔ (ترمذی) **ولم یحمد الله**۔

النحو : یدعو سے یہ جملہ حالیہ ہے اور دوسرا معطوفہ ہے۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ دعا کی ابتداء حمد وصلوٰۃ سے چاہئے۔ جب یہ پسندیدہ فعل ہوا تو اس کا ترک منکر بن گیا۔ **عجل ھذا** : اس نے جلد بازی کی ہے۔ پھر آپ نے اس کو یا کسی دوسرے کوفرمایا: **اذا صلی احدکم** : جب تم میں سے کوئی دعا کرنے لگے۔ **فلیبداء بتحمید**: حمد کی بجائے تحمید مبالغہ اور کثرت کے لئے لائے۔ حمد ثبوتی صفات سے تعریف اور ثناء تنزیہ والی صفات سے ذکر کرنا۔ **ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم** : رفع سے یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور جملہ ماقبل پر معطوف ہے اور لفظوں میں فرق ثناء اور دعا میں فرق کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ **بعدُ** : یعنی حمد وصلوٰۃ کے بعد منقولہ صیغوں میں سے جس صیغہ سے ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۳۹۹۲) وأبو داود (۱۴۸۱) والترمذی (۳۴۸۷) وابن حبان (۱۹۶۰) وابن خزیمة (۷۰۹) والحاکم (۱/۸٤۰) والطبرانی (۱۸/۷۹۱)

الفرائد : ① قبولیت دعا کے لئے حمد وثناء کے بعد درود شریف پڑھنا اور پھر دعا کرنا ہے ② مستجاب دعا کے لئے مطعم و ملبس کا حلال ہونا بھی شرط ہے۔

❁ ❁ ❁

۱٤۰٦ : وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ کَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ : قُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ : اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱٤۰٦: حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ (گھر سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم نے یہ تو جان لیا کہ ہم کس طرح آپؐ پر سلام بھیجیں مگر آپؐ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ...... حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ: اے اللہ محمدؐ اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح آپؐ نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی بے شک آپ تعریف و بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح آپ نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک آپ توصیفوں والے بزرگی والے ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے: عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن الحارث بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد بن مری

بن اراشہ بن عامر بن غیلہ بن قسمیل بن قراد بن علی۔ یہ انصار کے حلیف تھے۔ ان کی کنیت میں کئی اقوال ہیں: ۱) ابو محمد ۲) ابو عبداللہ ۳) ابواسحٰق۔ یہ دیر سے اسلام لائے اور بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۴۷ روایات نقل کی ہیں۔ دو بخاری و مسلم نے نقل کی ہیں ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ مدینہ میں ۵۲، ۵۳ھ میں وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی' بعض نے ۷۵ سال نقل کی ہے۔

قد علمنا : ہم نے پہچان لیا۔ **نسلم عليك** : یعنی تشہد والاسلام **السلام عليك ايها النبی و رحمة الله وبركاته۔ اللهم صلى على محمد**۔ آپ پر ایسی رحمت نازل فرما جو آپ کے مقام اور عظمت کے مناسب ہو جس کو آپ ہی جانتے ہیں۔ **وعلى آل محمد** : آل سے ۱) وہ جن پر صدقہ حرام ہے' بنی ہاشم بنی مطلب کے مؤمن لوگ مراد ہیں۔ ۲) امت جابت مراد ہو۔ پہلا سیاق کے مناسب تر ہے اور دوسرا عموم کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ **كما صليت على ابراهيم**۔ اس کی بیس توجیہات ہیں ملاحظہ ہو شرح الاذکار لابن علان۔ مگر سب سے قریب تر یہ ہے۔ یہ فضل کے ذریعہ فضل تک پہنچنے کے باب سے متعلق ہے۔ تو اپنے حبیب و خلیل پر تفضل فرما جیسا اپنے خلیل پر فرمایا۔ اس میں کلام نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام پر تفضل عام شہادۃ میں سبقت کرنے والا ہے۔ اس تفضل سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر کرنا ہے۔ **انك حميد مجيد**: اس سے پہلے لام تعلیلیہ ہے **إنك** : کیونکہ آپ ذاتی طور پر حمد و مجد والے ہیں۔ **اللهم بارك** : برکت' اضافہ' نمو کو کہتے ہیں۔ **كما باركت على ابراهيم** : ایک نسخہ میں علیٰ کے بعد آل کا لفظ بھی پایا جاتا ہے۔ **انك** : اس جملہ دعائیہ کو پہلے سے الگ ذکر کیا تاکہ یہ بتلایا جائے کہ ہر ایک مقصود لذاتہٖ اور مطلوب ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٨١٢٧) والبخاری (٣٣٧٠) ومسلم (٤٠٦) وأبو داود (٩٧٦) والترمذی (٤٨٣) والنسائی (١٢٨٧) وابن ماجه (٤٠٩) والحميدی (٧١١) وابن حبان (٩١٢) وابن الجارود (٢٠٦) والطيالسي (١٠٦١) وابن أبي شيبة (٢/٥٠٧) والدارمی (١٣٤٢)

الفرائد : ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس درود کی کس قدر تلاش تھی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کا باعث بن جائے۔ وہ تلاش کرلیا کہ درودِ ابراہیمی ہے۔

١٤٠٧ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ : اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّهٗ لَمْ یَسْاَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ' وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ' وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ "۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۴۰۷: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ہمارے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے آپؐ سے بشیر بن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں اللہ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا۔ پس کس طرح ہم آپؐ پر درود بھیجیں؟ اس پر رسول اللہؐ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہمارے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ وہ آپؐ سے سوال نہ کرتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم کہو: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ...... حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ**: ''اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح آپ نے ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بے شک آپ تعریفوں والے بزرگی والے ہیں اور سلام اسی طرح ہوگا جس طرح تم جان چکے ہو''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ اتی کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ بشیر: یہ سعد انصاری خزرجی کے بیٹے ہیں۔ **فكيف نصلی علیك**: جس کے ذریعہ ہم واجب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائیں۔ **حتی تمنینا**: آپ ﷺ نے طویل سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم سوال نہ کرتے اور یہ تمنا آپ ﷺ کی حالت اور سکوت کو ملاحظہ کر کے بطور شفقت کی۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا یہ سکوت انتظارِ وحی میں تھا یا اجتہاد کے لئے۔ **قولوا اللهم**: وجوہ تشبیہ میں قریب ترین یہ ہے۔ ال سے صلاۃ کی تشبیہ ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ سے ہے۔ پس اس کے مطابق مشبہ بہ مشبہ سے وجہ تشبیہ میں اعلیٰ ہوگا۔ آل ابراہیم سے مراد اسماعیل، اسحٰق اور ان کی اولاد ہے۔ حمید: یہ محمود کے معنی میں ہے اور مبالغہ کے لئے اس کو استعمال کیا گیا ہے۔ **والسلام** اور **سلموا تسليمًا** کے مطابق السلام علیک سے ہے جیسا کہ حدیث کعب بن عجرہ میں **"قد علمنا كيف نسلم عليك"** کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۸/۲۲٤۱۵) ومسلم (٤۰۵) وأبو داود (۹۸۰) والترمذی (۳۲۳۱) والنسائی (۱۲۸٤) الکبری (٦/۱۱٤۲۳) والليلة (٤۸)

الفرائد: ① اگر کسی چیز میں اشکال ہو تو اہل علم سے استفسار کرنا چاہیے ② آپ ﷺ کے ساتھ محبت وشفقت کا تقاضہ عجیب ہے کہ جلد جواب نہ ملنے پر سوال پر تحیر اختیار کیا اور آپ ﷺ کی خاموشی انتظارِ وحی میں تھی۔

۱٤۰۸: **وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

۱۴۰۸: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح آپؐ پر درود بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو: ''اے اللہ محمد ﷺ اور

آپ کی ازواج اور ذریت پر رحمت نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم پر نازل فرمائی بے شک آپ تعریف و بزرگی والے ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ساعدہ: یہ انصار کے ایک خاندان کا نام ہے۔ ان کے حالات گزرے۔ ملاحظہ ہو باب تحریم الظلم۔ **کیف نصلی** : اس سے اس صیغہ کا سوال کیا گیا ہے جس سے اجازت صلوٰۃ ہے۔ **علی ازواجه** : جمع زوج یہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ تا۔ آخر میں علم فرائض میں لگاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن گیارہ تھیں۔ وفات شریفہ کے وقت نو موجود تھیں۔ **وذریته** : یہ اولاد اور بنات اور ان کی اولاد کو شامل ہے۔ آپ کی بیٹیوں کی اولاد میں سے صرف فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد باقی رہی اور اس میں حال کی طرف انتساب میں داخل ہو جائیں گی۔ اگر احکام مخصوصہ باپوں کی طرف سے اتصال کی صورت میں ہوں گے۔

وبارك علی ازواجه : پہلے کے بعد یہ دوسرا جملہ تعمیم کے بعد تخصیص کے لئے لائے کیونکہ وہ رحمت جو تعظیم سے ملی ہو وہ پہلے جملے میں مطلب ہے۔ جس سے مراد تفضل و احسان ہے یا بعینہٖ وہ مراد ہے جو پہلے ہے اور برکت بھی اس کے اندر شامل ہوگئی۔ لیکن خصوصی طور پر اہتمام کے لئے اس کو ذکر کر دیا اور اس دعا کے اثرات تو بالکل ظاہر ہو رہے ہیں۔ **فلله الحمد والمنة**۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹/۲۳۶۶۱) والبخاری (۳۳۶۹) ومسلم (۴۰۷) وأبو داود (۹۷۹) والنسائی (۱۸۸) وابن ماجه (۹۰۵) وابن أبی شیبة (۵۰۷/۲) والبیهقی (۱۵۱/۲)

الفرائد : ① ازواج النبی رضی اللہ عنہن اہل بیت سے ہیں ② انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص و فرد کے لئے الگ صلوٰۃ کا لفظ بطور شعار کے درست نہیں یہ روافض کا فعل ہے البتہ تبعاً اور اجمالاً ان کے لئے یہ لفظ لا سکتے ہیں۔ (ابن قیم) ③ **اللهم صل علی آل ابی اوفی** : جیسے احادیث کے الفاظ وہ آپ کی خصوصیت اور **صل علیهم ان صلاتك سكن لهم** کی تعمیل ہے۔

کتاب الاذکار

۲۴۴ :بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالْحَثُّ عَلَيْهِ!

بَابٌ: ذکر کرنے کی فضیلت اور اس پر رغبت دلانے کا ذکر

تشریح ۞ **الحث عليه** : ذکر پر ابھارنا' آمادہ کرنا۔ یہاں ذکر سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو کثرت سے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بعض نے کہا شرعی طور پر ذکر سے مراد وہ قول ہے جو ثناء یا دعا کے لئے لایا جائے۔ کبھی ہر اس قول پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کے پڑھنے والے کو ثواب ملے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ذکر سے مراد ایسے عمل پر مواظبت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہو یا مستحب قرار دیا ہو۔

رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ذکر لسانی سے مراد ایسے الفاظ ہیں جو تسبیح' تحمید' تمجید پر مشتمل ہوں۔ ذکر قلبی ذات وصفات کے دلالت پر غور وفکر کرنا۔ اسی طرح مکلّف کو جو امر و نہی کے احکام دیئے گئے ان کے دلائل پر غور کرنا تاکہ ان کے احکام کی اطلاع ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے اسرار پر غور کرنا۔ ذکر بالجوارح یہ ہے کہ ان تمام جوارح کو طاعات میں مصروف رکھے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [العنكبوت:٤٥] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾** [البقرة:١٥٢] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ﴾** [الاعراف:٢٠٥] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾** [الجمعة:١٠] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ .... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى......... وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾** [الاحزاب:٣٥] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾** [الاحزاب:٤] **الْاٰيَةَ۔**

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔'' (العنکبوت) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' (البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کو اپنے دل میں صبح و شام گڑگڑا کر اور ڈرتے ہوئے یاد کرو۔ زبان سے زور سے بول کر نہیں اور غافلوں سے مت بنو۔''

(الاعراف) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تم بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔ (الجمعۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک مسلمان مرد اور عورتیں' اللہ تعالیٰ کے اس قول تک اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

(الاحزاب) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔'' (الاحزاب)

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ : یعنی بندے کا اپنے ربّ کو یاد کرنا ہر چیز سے افضل ہے اور جب نماز اس کے ذکر پر مشتمل ہے تو اسی لئے یہ دوسری طاعات سے افضل ہے۔ بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو رحمت کے ساتھ یاد کرنا بندوں کے اس کی طاعت کرنے سے افضل ہے۔ یہ بہت سے اسلاف سے منقول ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر کا مطلب حسن قبولیت اور نیکی پر بندے کو بدلہ عنایت کرنا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِىْ : ۱) تم مجھے طاعات سے یاد کرو۔ ۲) خوشحالی میں یاد رکھو۔ اَذْكُرْكُمْ : مغفرت سے تمہیں یاد کروں گا۔ ۳) سختی میں تم پر رحمت کروں گا۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ : یعنی پوشیدہ طور پر۔ تَضَرُّعًا : یعنی گڑ گڑا کر۔ وَّخِيْفَةً : یعنی اس سے ڈرتے ہوئے۔

اَلنَّحْوُ : یہ علت کی وجہ سے منصوب ہے اور حال بھی بن سکتا ہے۔ ای متضرعًا و خائفًا : وَّدُوْنَ الْجَهْرِ من القول : یعنی ان دونوں کے درمیان درمیان۔ یہ اسی طرح ہے جیسا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان تسمع نفسك دون غيرك : کہ تو خود سنے نہ کہ دوسرا۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ : ان کے اوائل و اواخر میں۔ ان دو اوقات کو خاص طور پر اس لئے لائے ۱) کیونکہ یہ افضل وقت ہے ۲) دن کی ابتداء اور اختتام نیکی اور عمل صالح سے ہو تا کہ ان کے مابین ہونے والے گناہوں کی معافی مل جائے۔ الْغَافِلِيْنَ : یعنی یادِ الٰہی سے غفلت کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: اذکروا کے فاعل سے جملہ ترجیہ حال ہے یعنی تم نیکی کے کام اس امید پر کرو کہ اللہ تعالیٰ سے فلاح و کامیابی کی امید ہو کیونکہ اعمال تو ظنی علامات ہیں قطعی دلالت نہیں ہیں۔

نکتہ :اس میں اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بندے کو اپنے عمل پر اعتماد نہ کر بیٹھنا چاہئے اور اس بات پر متنبہ کیا گیا کہ نیکی کے اعمال میں ظاہر پر نگاہ رکھی جائے گی قلب کی طرف نہ دیکھا جائے گا (کیونکہ اس کے اندر کی بات تو اسی کو معلوم ہے)۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ .... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى .... اَجْرًا عَظِيْمًا : ابتداء کو ذکر کر دیا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ :وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ وَالذّٰكِرَاتِ : یہ اس کا ایک حصہ ہے جس پر ثواب مذکور مرتب ہوا ہے وہ یہ ہے: اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ: ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑے گناہوں کی مغفرت اور مزید عنایت و کمال رعایت کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس کی طرف اعد کی نسبت اپنی طرف فرما کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اَجْرًا عَظِيْمًا اور طاعات پر ان کو بڑا اجر دیا جائے گا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی نے اپنے اہل کو رات کے وقت جگایا اور دونوں نے نماز پڑھی یا دو رکعتیں اکٹھی پڑھیں وہ کثیر ذکر کرنے

والوں میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' ایک روایت میں فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کثرت سے یاد کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں۔ منافق یا ظاہر پر نگاہ رکھنے والے۔

ابن الصلاح رحمہ اللہ کا قول: ان سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کب کثرت سے ذکر کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ کہنے لگے جب وہ صبح وشام کے اذکار مسنونہ پر مواظبت اختیار کرے۔ اسی طرح دن ورات کے مختلف اوقات والے ذکر کرنے لگے جو کہ عمل الیوم والیلہ میں مذکور ہیں۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ہر وہ شخص جو طاعات کو اوڑھنا' بچھونا بنالے وہ ذاکرین اللہ کثیراً میں شمار ہوتا ہے۔

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: اللہ تعالیٰ کو اس کی شان کے نامناسب باتوں سے منزہ قرار دو اور صبح و دن کے آخر میں اس کی تسبیح کرو۔ اس میں بعد والی آیات کی طرف اشارہ کیا جو ذکر کی طرف رغبت دلانے والے ہیں۔ جن اذکار پر وہ مشتمل ہیں وہ ان کے لئے بمنزلہ علت ہیں۔ هو الذی یصلی : اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرتے اور اس کے فرشتے شفقت کرتے ہیں۔ الظلمات: کفر و معاصی کے اندھیروں سے نکال کر الی النور : ایمان وطاعت کے نمو کی طرف لاتے ہیں۔ یوم یلقونه : موت کے وقت یا جنت میں۔ سلام : ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ واعدلهم اجرًا كريمًا: ان آیات سے ماقبل کے افعال پر ابھارا گیا تاکہ جو ان میں مذکور ہے اس کو پا سکے اور نیک عمل میں کوشش کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ال جنس کے لئے ہے۔ پس واحد سے اوپر پر بھی صادق آتا ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس سلسلہ میں آیات بہت اور معلوم ہیں۔

روایات

١٤٠٩ :وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ' ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ ' حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ' سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۰۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو کلمے جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں۔ میزان میں بہت بھاری ہیں اور رحمان کو بہت محبوب ہیں وہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہیں۔ "اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ اور اللہ پاک ہے عظمتوں والا"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ کلمتان :۱) کا یہاں لغوی معنی مراد ہے۔ یہ جملہ مفیدہ ہے۔ یہ مجاز مرسل ہے۔ اس میں جزئیت وکلیت کا علاقہ ہے۔ ۲) استعارہ مصرحہ ہے۔ کلام کو تشبیہ اس لئے دی ہے کہ اس کے بعض کو بعض سے ربط ہے اور اس کا معنی تبھی معلوم ہو سکتا ہے جب اس کے تمام حروف ذکر کئے جائیں۔ یہاں مشبہ بہ کا اطلاق مشبہ پر کیا گیا ہے اور وہ خبر مقدم ہے اور اس کا

مبتداء بنا بھی جائز ہے۔اسی وجہ سے اس کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔جیسا اس شعر میں ؎

تلاثة تشرق الدنیا ببھجتھا ☆ شمس الضحاء و ابو اسحق والقمر

خفیفتان علی اللسان : خفت کو سہولت کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔اس کلام کے سہولت سے زبان پر جاری ہونے کی اس چیز سے تشبیہ دی جو اٹھائی جانے والی چیزوں میں سے اٹھانے والے پر آسان ہو اور گراں نہ ہو۔پس مشتبہ بہ کو ذکر کر کے مشبہ مراد لیا گیا ہے۔

ثقیلتان فی المیزان :ثقل اپنے حقیقی معنی میں ہے کیونکہ اعمال کو میزان کے وقت جسم دیا جائے گا اور میزان سے مراد وہ ترازو ہے جس سے قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جائے گا۔صحیح ترین قول کے مطابق وہ محسوس جسم ہے جس کی لسان اور دو پلڑے ہیں۔اللہ تعالیٰ قدرت والے ہیں خواہ وہ اعمال کو اعیان موزونہ کی طرح بنیادیں یا اعمال کی صحت کو تولا جائے۔بعض نے کہا پوچھا کہ انسان کے لئے حسنہ کے ثقل کا کیا سبب ہے اور برائی کے خفیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا اچھائی کی کڑواہٹ موجود ہے اور حلاوت غائب ہوگئی' اس لئے وہ انسان پر ثقیل ہوئی۔اس کا بوجھ تمہیں اس کے چھوڑنے پر آمادہ نہ کرے اور برائی میں مٹھاس موجود ہے اور اس کی کڑواہٹ غائب ہے۔پس وہ ہلکی ہوگئی۔پس اس کی خفت تمہیں اس کے ارتکاب پر آمادہ نہ کرے۔ **حبیبتان الی الرحمن**۔یعنی اس کا کہنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہے۔یہاں صفت رحمٰن کا تذکرہ کیا کیوں کہ یہاں مقصود بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت ہے۔وہ تھوڑے سے عمل پر بہت بڑا ثواب عنایت دیتا ہے۔

عینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ سجع کی خاطر ہو جو کہ محسنات کلام سے ہے۔وہ سجع جو کاہن بناتے ہیں' باطل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ** : واؤ حالیہ ہے۔معنی یہ ہے : **اسبحہ متلبسا بحمدی لہ من اجل توفیقہ لی**۔میں اس کی تسبیح کرتا ہوں اس حال میں کہ وہ میری حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس لئے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق دی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عاطفہ ہے۔ **اتلبس بحمدہ** : تسبیح کو پہلے لائے کیونکہ یہ بات تخلیہ سے ہے اور حمد باب تحلیہ سے ہے۔

کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: تسبیح سے صفاتِ سلبیہ اور حمد سے صفاتِ وجودیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ **سبحان اللہ العظیم**۔ تسبیح کو دوبارہ شانِ تنزیہہ کے اہتمام کی غرض سے ذکر کیا کیونکہ بہت سے لوگ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کرتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔بخلاف صفت کمال کے کہ اس کے اس کی ذات کے لئے ثبوت میں کسی کو اختلاف نہیں۔سبحان دونوں مواقع میں منصوب ہے۔فعل وضمر ہے کہ جو واجب الحذف ہے۔یہاں تجدد وحدوث پر دلالت کرنے کے لئے دوام وقدوم کا مقصد حاصل کرنے کے لئے جو تجدد وحدوث کے لئے وضع کیا گیا تھا اس کو حذف کیا۔پھر وہ تسبیح کے لئے علم جنس بن گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت کر کے مراد ولفظ سبحان اللہ لیا گیا۔اس لئے دو ابتدائیں ہوئیں۔

دمامینی کا قول: اگر یہ کہا جائے کہ مبتداء مرفوع ہے اور سبحان تو منصوب ہے تو مبتداء کیونکر بن گیا۔جواب یہ ہے' مراد بطورِ حکایت لفظ ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ خبر تثنیہ اور مخبر عنہ ضرورۃ غیر متعدد ہیں۔یہاں ان کو جمع کرنے والا کوئی حرف عطف نہیں۔

اس طرح کہنا درست نہیں زید عمرو قائمان۔ جواب یہ ہے کہ یہاں عاطف محذوف ہے۔ **سبحان الله وبحمده و سبحان الله العظيم كلمتان ......**۔

تخريج : أخرجه أحمد (٧/٧١٧٠) والبخاری (٦٤٠٦) ومسلم (٢٦٩٤) والترمذی (٣٤٧٩) والنسائی (٨٣٠) وابن ماجه (٣٨٠٦) وابن أبی شيبة (١٠/٢٨٨) وابن حبان (٨٣١) والبيهقی (ض/٤٩٩)

الفرائد : ① بلاتکلف دعا میں موزوں کلمات کا جمع کرنا درست ہے ② اسلوب روایت میں عجیب لطافت ہے' اللہ تعالیٰ کی محبت پڑھنے والے کے پڑھنے سے پہلے اس کو آ لینے والی ہے ③ یہ **سبح بحمد ربك** کی تعمیل ظاہری کی وجہ سے ہے' تسبیح وتحمید وحمد ملائکہ کی موافقت کرنے والی ہے۔

۱۴۱۰ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَاَنْ اَقُوْلَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں یہ کلمات کہوں : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... ''اللہ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑے ہیں تو یہ کلمات کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ لان کی لام قسم مقدر کو بتلا رہا ہے تاکہ سامع کے ہاں مابعد مؤکد ہو جائے کیونکہ مقام تاکید کا متقاضی ہے کیونکہ دنیا کی عظمت طبائع میں پختہ ہو چکی پس ان کلمات کے افضل ہونے کو بعید قرار دیتا ہے۔ سبحان اللہ: اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ والحمد للہ۔ کمال کی صفات سے اس کی تعریف ہے۔ ولا الہ: کوئی الٰہ اس سے مستغنی نہیں جو اس کے ماسواء ہے اور اسی کا محتاج ہے جو اس کے علاوہ ہے۔ الا اللہ۔ یہ مرفوع پڑھا جائے تو یہ محل سے بدل ہے اپنے اسم سمیت کا بدل نہیں۔ سیبویہ کے ہاں یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ واللہ اکبر! وہ اس سے بڑا ہے کہ اس کی صفت ان چیزوں سے کی جائے جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ **مما طلعت عليه الشمس** : یہ دنیا سے کنایہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آخرت کے اعمال سے ہے اور نیک عمل باقی رہنے والے ہیں۔ ان کا ثواب برباد نہیں ہوتا اور اجر منقطع نہیں ہوتا اور دنیا فناء وزوال کی جگہ ہے اور تغیر وانتقال کا مقام ہے۔ سابقہ علت کی بنیاد پر ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ دائمی ہے اور دنیا منقطع ہونے والی ہے اور حدیث اس کے خلاف نہیں کیونکہ متعدد امور کا اثبات اس بات کے منافی نہیں کہ وہ اس کے تمام افراد کے لئے ثابت ہو۔

تخريج : أخرجه مسلم (٢٦٩٥) والترمذی (٣٦٠٨) والنسائی (٨٣٥) وابن حبان (٨٣٤) وابن أبی شيبة (١٠/٢٩٥)

الفرائد : ① بلاتکلف دعا میں موزوں کلمات کا جمع کرنا درست ہے ② اسلوبِ روایت میں عجیب لطافت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پڑھنے والے کے پڑھنے سے پہلے اس کو آ لینے والی ہے ③ یہ سبح بحمد ربک کی تعمیل ظاہری کی وجہ سے تسبیح وحمد ملائکہ کی موافقت کرنے والی ہے۔

١٤١١ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عِدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ ، وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ ، وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ ، وَقَالَ :مَنْ قَالَ :سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے :لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ ...... "اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت والے ہیں"۔ یہ کلمات دن میں ایک سو مرتبہ پڑھے تو اس کو دس گردنیں آزاد کرنے کا ثواب ملے گا' سو نیکیاں لکھی جائیں' سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور وہ اس کے لئے شام تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا اور کوئی بھی اس سے زیادہ افضل کام نہ لائے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ کیا ہو اور آپ نے فرمایا جس نے :سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ایک دن میں سو مرتبہ کہا اس کی غلطیاں مٹا دی جاتی ہیں خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور معرفہ ہونے کی باوجود یہ جائز ہے کیونکہ بتاویل مفرد یہ حال ہے۔ **لا شریك له** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ اس کا معمول محذوف ہے تاکہ وہ عام ہو جائے۔ یعنی اس کا کوئی شریک اس کی کسی صفت کی کسی چیز میں اور نہ ذرہ بھر اس کے افعال اور نہ ذرہ بھر اس کی ملک میں۔ **له الملك**: سلطنت اور دبدبہ اسی کو حاصل ہے نہ غیروں کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وهو القاهر فوق عباده** [انعام ٦١] **وله الحمد** : حمد حقیقت میں تمام کی تمام اسی کی ذات سے خاص ہے۔ اس کا کوئی فرد بھی اس کے سواء کے لئے نہیں مگر ظاہری معاملے کے لحاظ سے اس لئے کہ حمد مثنیٰ علیہ کے تابع ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ **وهو علی كل شیٔ قدير** : صفت مشبہ کے معمول کو اس پر مقدم کیا گیا کیونکہ وہ ظرف ہے اور اس کا مقدم کرنا نحویوں کے ہاں درست نہیں۔ جب اس کا عمل صفت مشبہ ہونے کی وجہ سے ہو اور اس کا عمل ظرف میں ہو تو اس وقت وہ اس کے لئے نہ ہوگی بلکہ فعل کا معنی متضمن ہونے کی وجہ سے ہوگی۔ **فی يوم مائة مرة** : شرعی یوم تو طلوع صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ **مائة** : میں الف لکھی جاتی ہے تاکہ مِن جارہ سے مشابہ نہ ہو جائے۔ اس کے اطلاق کا ظہار اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ثواب کے مرتب ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ خواہ پے در پے ادا کرے یا جدا جدا

پڑھے۔ کانت له عدل عشرة رقاب :یعنی ان کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

ابن التین کا قول: عدل میں عین مفتوح ہے۔ صاحب مصباح کہتے ہیں عین مکسور ہے۔اس کا معنی جنس ومقدار میں مثل ہونا ہے۔

ابن فارس کا قول: عدل جووزن ومقدار میں برابر ہواور عدل غیر جنس سے جواس کا قائم مقام ہو جیسا اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿او عدل ذلك صياماً﴾ [المائدة : ۹۵] یہ دراصل مصدر ہے۔ جیسے کہتے ہیں: عدلت هذا بهذا عدلاً۔ از ضرب۔ جبکہ تم اس کی مثل سے اس کا قائم مقام بنادو۔

و كتبت له مائة حسنة : اگر اس کو منصوب مانیں تو یہ کعب مجہول کا دوسرا مفعول ہے کیونکہ یہ جعل کے معنی کو متضمن ہے اور مفعول اوّل ضمیر ہے جو فعل میں محذوف ہے یہاں مذکور کی روایت بھی ہے۔

عینی کا قول:۱) مذکورہ قول کی طرح ہے۔۲) اور اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو یہ خود نائب فاعل بن جائے گا اور اگلے جملے کے مناسب ہوگا۔ ومحيت عنه مائة سيئة : یعنی فرشتوں کے دیوان سے مٹادیئے جاتے ہیں یا مؤاخذہ سے مٹادیئے جاتے ہیں۔ و كانت له حرزاً من الشيطان' حرز 'حفاظت کو کہا جاتا ہے۔ حتى يمسى : یعنی جب تک دن باقی ہے وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ ولم يأت احد' بأفضل مما جاء به: یعنی مسنون اذکار الا رجل یہ احد سے بدل ہے۔ عمل اكثر منه : اس نے سو سے زائد مرتبہ پڑھا۔ جب بھی بڑھائے گا ثواب بڑھ جائے گا۔اس کو عمل اس لئے کہا کہ یہ زبان کا عمل ہے۔ مائة مرة : یہ مفعول مطلق ہے جیسا اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿فاجلدوهم ثمانين جلدة﴾ [النور: ٤] حطت خطاياه : یہ فعل مجہول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس پر کسی کو قدرت نہیں جیسے آیت: ﴿غيض الماء﴾ [هود: ٤٤] : اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ عقل اس کا فاعل تصور ہی نہیں کرسکتی۔ الزبد : جھاگ۔اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ تسبیح تہلیل سے افضل ہے کیونکہ تہلیل سے سو گناہوں کی معافی کا تذکرہ آیا اور تسبیح سے تمام غلطیوں کی معافی کو ذکر کیا گیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ تہلیل کے ثواب میں صرف اسی عددِ مقررہ پر اکتفاء نہیں جیسا کہ تسبیح کے ثواب میں اکتفاء کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ دس گردنیں آزاد کرنے کا ثواب ملایا گیا ہے اور یہ بات پہلے گزری کہ ایک گردن کی آزادی تمام گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔ارشادفرمایا: ''من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله بكل عضو منه عضواً من النار'' پس عتق رقبہ کا ثواب ہی تسبیح کے ثواب کے برابر ہوگا اور بقیہ جو مذکور ہوا وہ تو اس سے اضافی ہے' واللہ اعلم۔

تخريج: أخرجه مالك (٤٨٦) وأحمد (٣/٨٠١٤) والبخارى (٣٣٩٣) ومسلم (٢٦٩١) والترمذى (٣٤٧٩) والنسائى (٢٥) وابن ماجه (٣٧٩٨) وابن حبان (٣/٨٤٩)

الفرائد : ① اس ذکر سے جہاں درجات ملتے ہیں وہاں گناہوں کی معافی اور شیطان سے حفاظت بھی حاصل ہوتی ہے۔

١٤١٢ :وَعَنْ اَبِی اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :''مَنْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ، کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَۃَ اَنْفُسٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۱۲: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے یہ کلمات: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس مرتبہ پڑھا اس کا یہ عمل اس آدمی کے عمل کی طرح ہے جس نے اولادِ اسماعیل میں سے چار گردنیں آزاد کیں''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔ یہ بدر میں موجود تھے۔ مدینہ تشریف آوری پر ان کو میزبانی کا شرف ملا۔ رومیوں کے ساتھ لڑائی میں ۵۰ھ میں قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران وفات پائی۔ ان کی روایت اصحابِ ستہ نے نقل کی ہے۔

من قال لا الہ : ان اس کو اتنا اجر ملے گا جیسے: **کمن اعتق** : گناہوں کے نتائج سے پاکیزگی میں مبالغہ کرنا مقصود ہے۔ اولادِ اسمٰعیل کا خصوصیت سے اس لئے تذکرہ فرمایا کہ ان کو بڑا اشرف و عظمت حاصل ہے۔

مسئلہ : اس سے ثابت ہوا کہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام کا کافر اسی طرح غلام بن سکتا ہے جیسے دوسرے کفار۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢٣٦٠٥/٩) والبخاری (٦٤٠٤) ومسلم (٢٦٩٣) والترمذی (٣٥٦٤)

الفوائد : ① ان کلمات کثیر الاجر کو کوئی جاہل و ست ہی چھوڑ سکتا ہے۔ طالب خیر تو ان کو اپنے سے جدا نہ کرے گا۔

۱۴۱۳ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسا کلام نہ بتلاؤں جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین کلام: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ان کا نام جندب بن جنادہ غفاری رضی اللہ عنہ ہے۔ **الا اخبرك** : اگرچہ خطاب تو انہی کو فرمایا مگر حکم ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ **باحب الکلام** : جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔ یہاں کلام سے مراد اذکارِ مسنون ہیں۔

نووی کا قول: یہ آدمیوں کے کلام پر محمول ہے۔ ورنہ قرآن مجید اس سے افضل ہے۔ (بیضاوی) حدیث میں وارد ہے کہ: "**احب الکلام الی اللہ تعالیٰ اربع کلمات، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر**" اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس سے تم ابتداء کرو۔ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کلام سے مراد کلامِ بشر ہے۔ پہلے تینوں اگرچہ قرآن

مجید میں ہیں مگر چوتھا تو قرآن مجید میں نہیں ہے اور جو قرآن مجید میں نہیں ہے وہ قرآن مجید والے کلام کا مقابل نہیں ہو سکتا۔
ان احب الکلام...... وبحمدہ کیونکہ یہ تقدیس' تنزیہ' ثناء پر بڑے خوبصورت انداز سے مشتمل جو لفظ ان معانی میں زیادہ بلیغ ہوگا وہ زیادہ محبوب اور اعلیٰ ہوگا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲٦۳۱/۸۵) والترمذی (۳٦۰٤)

الفرائد : ① یہ کلمات ذکر آسان تر ہونے کے ساتھ اعلیٰ ترین اجر کا ذریعہ ہیں ② یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

١٤١٤ :وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاءُ الْمِیْزَانَ ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ – اَوْ تَمْلَاءُ – مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۴: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طہارت ایمان کا حصہ ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان کو بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ یہ دونوں اس خلاء کو بھر دیتے ہیں جو آسمان و زمین کے درمیان ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ روایت قبل ازیں باب الصبر میں گزر چکی۔ **الطھور** : طاء کا ضمہ ہو تو پاکیزگی اختیار کرنا۔ **الطھور**' طاء کا فتحہ ہو تو ''پانی'' "شطر الایمان" نماز کی شرط ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وما کان الله لیضیع ایمانکم﴾ [البقرة : ۱٤۳] ایمان سے اس آیت میں نماز مراد ہے۔۲) ایمان سے شرعی ایمان یعنی ان تمام باتوں کی دل سے تصدیق کرنا جن کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور زبان سے اقرار کرنا اور طہارت کے شطر ایمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان کی اہم چیز ہے۔ پس یہ اس ارشاد کی طرح ہوگی: "الحج عرفة" **والحمد لله تملا المیزان** : ثواب کے لحاظ سے اس کا ثواب اتنا بڑھا دیا جائے گا جس سے میزان کا پلڑا بھر جائے گا کیونکہ اس کا مدلول عظیم الشان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ ہیں۔ **سبحان الله والحمد لله تملان** : یہ دونوں یا ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر عظمت مدلول کی وجہ سے دونوں میزان کو بھر دیں بلکہ ایک ہی بھر دے' اس لئے کہ ان کلمات کا مقام و مرتبہ بہت بڑا ہے۔

تخریج : باب الصبر میں گزر چکی۔

الفرائد :ایضاً۔

١٤١٥ :وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :عَلِّمْنِیْ كَلَامًا اَقُوْلُهٗ – قَالَ :"قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا" وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ"

قَالَ :فَھٰؤُلَآءِ لِرَبِّیْ فَمَالِیْ؟ قَالَ :قُلِ :اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ' وَارْحَمْنِیْ ' وَاھْدِنِیْ ' وَارْزُقْنِیْ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

۱۴۱۵: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے ایسا کلام سکھلائیں جو میں کہا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ' وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا ' وَسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ" اس نے عرض کیا یہ تو میرے رب کے لئے ہے پس میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ ' وَاھْدِنِیْ ...... آخر تک اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عنایت فرما"۔ (مسلم)

تشریح ۞ سعد بن ابی وقاص: ابو وقاص یہ مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب الزہری کی کنیت ہے۔ اعرابی: دیہات کے باشندے کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ عربی ہوں یا غیر عربی۔ **علمنی کلاما اقولہ**: جملہ کلام کی صفت ہے۔ قول کو حال اور زمانے سے مقید نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصل مطلوب تو ایسا قول ہے جو عموم کی شان رکھتا ہے۔ **قل لا الٰہ الا اللہ**: اس کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ ایمان کا قرینہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو کلمہ اسلام اور جنت کی چابی قرار دیا۔ مضمون تو جیہ اور تاکید کے اضافہ کے لئے حال مفردہ کا اضافہ کیا پھر جملہ کا۔ **اللہ اکبر کبیرًا**۔ اس جملہ کو ماقبل سے ملایا کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ اوصافِ کمال سے متصف ہے اور چونکہ ان صفاتِ کمال میں باری تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اس کلام کے درمیان میں فاصلہ لائے۔ **کبیرًا کثیرا**: صفت جناس کا لحاظ کر کے لائے۔ جیسے اس روایت میں: " **ارفع ازارك فانہ انقی و ابقی واتقی**۔ **رب العٰلمین**: جمع عالم۔ یہ عقلاء یعنی جن وانس' ملائک کے ساتھ خاص ہے اور ماسوی اللہ تمام اجناس سے اس کو بھی عالم کہتے ہیں اور جمع اپنے مفرد سے زیادہ خاص نہیں ہوتا۔ لاریب' خالق و مالک کو کہتے ہیں۔ **ولا حول**: معصیت سے پھرا نہیں جاسکتا۔ **ولا قوۃ**: اور طاعت کی طاقت نہیں مگر اس اللہ کی مدد سے جو اپنی مراد میں مغلوب نہیں اور حکمت بالغہ کے مطابق اشیاء کو ان کے موقعہ پر رکھنے والا ہے۔ آخر میں **العزیز الحکیم**: یہ دو صفات لائے تاکہ اس گمان کی تردید ہو جائے کہ العلی العظیم والی صفات سے احول کا اختتام ضروری نہیں۔ ان دو صفات کا حوقلہ سے تعلق ظاہر ہے کیونکہ جو ذات عزیز حکیم ہو اس سے جو خیر بھی صادر ہوگی اور جو شر دفع ہوگا وہ اس کی قوت سے ہوگا۔ **فھؤلاء لربی**: یہ کلمات تو میرے ربّ کے لئے ہوئے کیونکہ ان میں ثناء اور وحدانیت کا ثبوت اور اخیر جملوں میں اس کی تنزیہ ہے۔ **فما لی**: یعنی میں کیا دعا کروں جس کا دینی اور دنیوی نفع مجھے ملے۔ **قل اللھم اغفرلی**: یہ تخلیہ سے ہے اس لئے اس سے ابتداء کی اور بعد والا باب تحلیہ سے ہے اور اس کو اسی طرح مقدم کیا جاتا ہے جیسا تسبیح کو تحمید پر مقدم کرتے ہیں اور اس روایت میں اس کو تسبیح پر مقدم کیا کیونکہ اثباتِ کمال میں وہ تکبیر کے ساتھ شریک ہے۔ اسی وجہ سے اس کے جملے کو جملہ تکبیر پر عطف کیا اس کے قرین کے اقتضاء پر۔ پس تسبیح کو اس سے متاخر لائے۔ **وارحمنی**: یہاں عطف میں عطف خاص علی العام کا لحاظ کیا کیونکہ رحمت

سے مراد اس کی غایت یعنی ارادہ تفضّل یا خود تفضّل مراد ہے اور رحمت و ہدایت دونوں کو خاص طور پر لائے کیونکہ یہ دین کی اہم بات ہدایت پر مشتمل ہے۔ ہدایت رضاء الٰہی تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور دنیا کی اہم چیز رزق ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بدن کے قوام کا دارومدار اسی پر ہے اور اس کے مل جانے سے آدمی کی عزت دوسرے کے سامنے ذلت سے بچ جاتی ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢٦٩٦)

الفرائد : ① یہ آپ ﷺ کی عظیم شفقت ہے کہ ہر آنے والے کو اس کے سوال کے مطابق جواب دیتے ہیں۔اس دعا کی عمدہ ترتیب اللہ تعالیٰ کی توحید' تنزیہ' تمجید' تعظیم' حمد اور پھر اپنی طاقت وقوت سے براءۃ کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی حول وقوت کے حوالے کیا گیا ہے۔

١٤١٦ : وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا ، وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ، وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ ، وَهُوَ اَحَدُ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ ، كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ : اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۶: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے :اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ ...... کہ ''اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی مل سکتی ہے اے جلال واکرام والے''۔امام اوزاعی جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں ان سے پوچھا گیا کہ استغفار کا طریقہ کیا تھا؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ' اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الگ فرماتے''۔(مسلم)

تشریح ۞ **انصرف** : نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہونا۔ **استغفر الله** : اس میں اشارہ کیا کہ بندے کو اپنی عبادت پر نظر نہ رکھنی چاہئے اور یہ چیز قبولیت کے قریب تر ہے اور تین مرتبہ تکرار اس بات کو ظاہر کرتا ہے اس کو اپنی عبادت میں بہت کمی معلوم ہو رہی ہے اور اسی وجہ سے پے در پے استغفار کی ضرورت ہے تاکہ اس سے کچھ کوتاہی دور ہو جائے۔**السلام** : آپ ان سب باتوں سے جو آپ کی ذات کے لائق نہیں اور صفات کمال وجلال کے مناسب نہیں سلامتی والے ہیں۔۲) بندوں میں سے جو سلامتی چاہے اس کو سلامتی عنایت کرنے والے ہیں۔ **ومنك السلام تبارکت** : برکت خیر وثابت قدمی کو کہتے ہیں۔یعنی بلند اوصاف آپ کے لئے ثابت ہیں اور آپ کی صفات اچھی ہیں۔ **یا ذالجلال والاکرام** : اے جبر وقہر والے اوصاف اور فیض وانعام والے اوصاف کے مالک۔صفات جلال میں سے الجبار' القہار' العزیز ہیں اور صفات جمال سے الرحمٰن' الرحیم' الرزاق' الغفار اور کمال دونوں قسم کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے اور الملک المتعال کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں۔

اسی لئے کہا جاتا ہے: "الکمال للہ دون من سواہ"۔ امام اوزاعی کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو اور کنیت ابوعمرو ہے۔ اوزاع دمشق کی ایک بستی ہے جو باب الفرادیس سے باہر تھی۔ ان کی وفات ۱۵۷ھ میں ہوئی۔ شیخ عزالدین کہتے ہیں اصل اوزاع ذی الکلاع قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ یمنی قبیلہ ہے۔ بعض نے کہا یہ ہمان کے ایک خاندان کا نام ہے۔ جنھوں نے شام کی بستی اوزاع میں سکونت اختیار کی جس کی طرف ان کی نسبت ہے۔ یہ سند کے ایک راوی ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا' استغفار کی کیفیت کیا ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: استغفر اللہ' استغفر اللہ۔ دو مرتبہ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ اس کی کثرت کرنی چاہئے جتنی مقدار بتلائی اسی پر اکتفاء نہ کرے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۴۲۸) ومسلم (۵۹۱) وأبو داود (۱۵۱۳) والترمذی (۳۰۰) والنسائی (۱۳۳۶) وابن ماجه (۹۲۸) والدارمی (۱۳۴۸) وابن حبان (۲۰۰۳) وابن خزيمة (۷۳۷) وأبو عوانة (۲/۲۴۲) والبيهقی (۲/۱۸۳)

الفوائد : ① نماز سے سلام پھیر کر آپ ﷺ کا طرز عمل اس دعا کو پڑھنا اور تین مرتبہ استغفار کرنا تھا۔

۱۴۱۷ : وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ ، وَلَا مُعْطِيَ ، لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۱۷: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتے تو یہ کلمات فرماتے "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کے لئے اور تمام تعریفیں اسی ہی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ اس کو کوئی روکنے والا نہیں جو آپ دیتے ہیں اور جو آپ روک لیتے ہیں اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو اس کی مالداری فائدہ نہیں دے سکتی"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ **سلم** : اس سے پہلی روایت اور فرغ کا مفہوم سامنے آ گیا کہ اس سے مراد سلام پھیرنا ہے۔ **وحده** : یہ حال مفردہ ہے بعد والا جملہ بطور اطناف لایا گیا۔ **له الملك وله الحمد**۔ ماسوا اللہ سے الوہیت کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنے کے بعد لازم آیا کہ اور کسی کے لئے نہ ملک ہے اور نہ حمد کیونکہ اس کے علاوہ تمام اس کی عاجز مخلوق ہے جو اس کے دبدبے اور قہاریت کے سامنے مغلوب ہے اور طبعاً خواہشات کی طرف جھکاؤ رکھنے والی ہے۔ پس اور کسی کی نہ ملک ہے اور نہ کوئی حمد کے لائق ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد مخلوق کے شامل حال نہ ہو جو نقص سے نکلنے اور بعض کمالات کے زیور سے آراستہ کرنے میں ان کی معاون نہ ہوتی تو جن کی تعریف کی جاتی ہے ان کی تعریف نہ کی جاتی۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولو لا فضل الله عليه و رحمته ما زكى منكم من احد ابدًا......﴾ [النور : ۲۱] : اگر اس کا مالک بنانا نہ ہوتا جس کو کہ اس نے کسی چیز کا مالک بنایا تو کوئی ایک بھی ملکیت والا نہ ہوتا۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے: "يا عبادى كلكم جائع الا من اطعمته فاستطعمونى اطعكم يا عبادى كلكم عار الا من كسوته فاستكسونى اكسكم" : اے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں پس تم مجھ سے طعام طلب کرو۔ میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں پس تم مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں پہناؤں گا۔ وهو على كل شئ قدير۔ یہ کلمہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے الوہیت کو محصور کرتا ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی کو کسی بھی چیز پر ذرا سی قدرت ہوتی تو وہ قدرت میں منفرد نہ رہنے کی وجہ سے الٰہ نہ بن سکتا اور قطعی دلیل سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ اس کے سواء کوئی الٰہ نہیں پس اس کے سواء اور کوئی بھی کسی چیز پر قادر نہیں۔

اللهم لا مانع لما اعطيت : اعطیت کو اہل یمن اور بنو سعد انطیت پڑھتے ہیں۔ (زمخشری) **لما منعت** : دونوں جملوں کے ظروف کا تعلق لا کے اسم سے ہے۔ اس صورت میں یہ مضاف کے مشابہ ہو گئے۔ جیسا کہ لا تثریب عليكم اليوم میں عليكم اور لا عاصم اليوم من امر الله میں من امر الله اسم لا سے متعلق ہیں۔ (زمخشری) ترک تنوین اولیٰ ہے۔ دمامینی، زرکشی اور ابن ہشام نے یہی طریق اختیار کیا ہے۔ (المصابیح لدمامینی)

مگر بصری علماء کہتے ہیں کہ مانع لا کا اسم اور خبر محذوف ہے۔ ای لا مانع ' مانع لما اعطيت : لام تقویت کے لئے ہے۔ اب اس کو متعلق و غیر متعلق دونوں کہہ سکتے ہیں۔ اس میں حذف جائز ہے اور تکرار کا دور کرنا اس کا حسن ہے۔ پس تنوین ممتنع ہوئی۔ شاید تنوین سے عدول اس لئے کیا تا کہ معنی استغراق کے لئے نص کا کام دے۔ بعض نے ایک اور راہ اپنائی کہ ماء سے یہ اس وقت مخصوص ہوگا جب اس کا اسم من استغراقیہ کے معنی کو متضمن ہو اور اطلاق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ مبنی ہوا تا کہ استغراق پر نص بن سکے کیونکہ تنوین کے ہوتے ہوئے فعل محذوف سے منصوب ہونے کا احتمال ہے۔ یعنی لا تجد او لا نرى مانعًا و لا معطيًا : اس احتمال سے بچتے ہوئے مبنی رکھا گیا۔ دوسرا قول پہلے سے زیادہ اقرب ہے اور وہ اسم سے متعلق بھی نہیں پس وہ مفرد ہوا' واللہ اعلم۔

و لا ينفع ذا الجد: جد نصب اور غنی کو کہا جاتا ہے۔ **منك الجد** : اس کی غنا کو تیری عنایت مفید بناتی ہے۔ اسی طرح جو اعمالِ صالحہ اس نے آگے بھیجے ہیں ان کو بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم﴾ [الشعراء : ۸۸] **الجد** : جیم مکسور ہو تو طاعت میں کوشش مراد ہوگی یعنی کسی محنت کرنے والے کو کسی کی محنت فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ دراصل تیری رحمت اس کو فائدہ پہنچاتی ہے جیسا روایت میں وارد ہے: "لن ينجي احدًا عمله' قالوا ولا انت يا رسول الله؟ قال ولا انا الا ان يتغمدني الله برحمته" کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٨١٨٢) والبخارى (٨٤٤) ومسلم (٥٩٣) وأبو داود (١٥٠٥) والنسائى (١٣٤٠) والدارمى (١٣٤٩) وأبو عوانة (٢/٢٤٤) وابن حبان (٢٠٠٥) وعبد الرزاق (٤٢٢٤) والطبرانى (٢٠/٩٠٦١) وابن أبى شيبة (١٠/٢٣١)

الفرائد : ① اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور افعال و منع اور اعطاء کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کا ذکر ہے ② رسول اللہ ﷺ کے ہدی و سنن کو جلد اپنانا چاہیے۔

١٤١٨ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ' حِيْنَ يُسَلِّمُ :لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ – لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ' لَهُ النِّعْمَةُ وَالْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ؛ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۸: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیر لیتے تو یہ کلمات کہتے :لَآ اِلٰهَ ...... ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کے لئے ہے اور تمام تعریفوں کا حقدار وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پھرنا اور طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ نعمتیں اسی ہی کے لئے ہیں اور فضل بھی اسی کے لئے ہے۔ اسی کی اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پکار کو اسی کے لئے خاص کرنے والے ہیں' گرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔'' ابن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ہر نماز کے بعد فرماتے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ دبُر : یہ ظرفِ مکان ہے۔ یہ خلف کے مشابہ ہے۔ حین یسلم۔

النَّحْوُ : یہ ماقبل ظرف سے بدل ہے۔ ای عقب السلام۔

ولا حول : اس جملے کو ماقبل سے الگ کیا کیونکہ یہ ثناء کی الگ قسم ہے۔ اگر چہ اس کا مدلول بھی وہی ہے۔

ولا نعبد الا ایاہ : یہ مقدر سے جملہ حالیہ ہے۔ ای اقوالھا حال کوننا غیر عابدین غیرہ : ہم لا الٰہ کہنے والے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اس کے سواء کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

النَّحْوُ : ضمیر ایاہ کو فاصل لاتے۔ تاکہ حصر پر دلالت ہو کہ متصل ضمیر الا کے بعد نہیں آتی۔ له النعمة : نون مکسور ہے۔ خوشحالی' آرام اور مال۔ اس کی جمع نعم' انعم ہے۔ التنعم :عیش پرستی۔ نعمت کی تعریف۔ قابل لذت اچھے انجام کو کہتے ہیں۔ یہ اس ارشادِ باری تعالیٰ سے لیا گیا ہے: وما بکم من نعمة۔

وله الفضل : یہ نقص کی ضد ہے۔ کمال مطلق اس کو حاصل ہے۔ اس کو کبھی کسی طور پر نقص پیش نہیں آتا۔ وله الثناء الحسن: ثناء تو فی الحقیقت ہوتی ہی حسن ہے۔ یہ صرف اطناب کلام کے لئے لائے۔ له الدین : ہم اس کے سواء کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ ولو کرہ الکافرون : واؤ مقدر پر عطف ہے یا حالیہ ہے۔ تفتا : زانی نے دوسرے کو ترجیح

دی ہے۔

یھلل بھن : لا الٰہ کو باقی پر تغلیب دی گئی۔ اس وجہ سے کہ یہ سب سے اعلیٰ ہے یا مقصود اصلی ہے اور باقی قید کی طرح ہیں۔ **کل صلاۃ** : فرض نماز مراد ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٦١٠٥) ومسلم (٥٩٤) وأبو داود (١٥٠٧) والنسائي (١٣٣٨) وابن حبان (٢٠٠٨) وابن خزيمة (٧٤١) وأبو عوانة (٢٤٥.٢) ابن أبي شيبة (١٠/٣٣٢) والبيهقي (٢/١٨٥)

الفرائد : ① اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعتراف، اپنی عبودیت کا اقرار اور اس کی قدرت کا اعتراف کہ منعم و متفضل حقیقی وہی ہے ② وہ اللہ ہر وصف جمیل کا حقدار ہے۔

١٤١٩ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی، وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ :یُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ، وَیَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ: یَحُجُّوْنَ ، وَیَعْتَمِرُوْنَ ، وَیُجَاهِدُوْنَ ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ فَقَالَ :"اَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَیْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ ، وَلَا یَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟" قَالُوْا :بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ :"تُسَبِّحُوْنَ ، وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ ، خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ" قَالَ اَبُوْصَالِحٍ الرَّاوِی عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَیْفِیَّةِ ذِكْرِهِنَّ قَالَ :یَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، حَتّٰی یَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ– وَزَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَتِهٖ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ"۔

"اَلدُّثُوْرُ" جَمْعُ دَثْرٍ "بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ" هُوَ :اَلْمَالُ الْكَثِیْرُ۔

۱۴۱۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: مالوں والے بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں اور ان کو مالوں کی زائد فضیلت حاصل ہے وہ حج کرتے اور عمرہ کرتے اور جہاد اور صدقات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں ایسی چیز تم کو نہ سکھلا دوں جس سے تم پہلوں کو پالو گے اور بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ گے اور تم سے کوئی افضل نہ ہوگا مگر وہ جس نے اسی طرح کیا جس طرح تم نے عمل کیا؟'' انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا

رسول اللہ ﷺ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس (۳۳'۳۳'۳۳) مرتبہ کہا کرو۔ ابو صالح' جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں' کہتے ہیں کہ جب ان کے ذکر کیفیت دریافت کی گئی تو ابو صالح نے کہا: سُبْحَانَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتے رہو۔ یہاں تک کہ ہر کلمہ تینتیس (۳۳) مرتبہ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم) مسلم نے اپنی روایت میں یہ اضافہ ذکر کیا ہے کہ اس پر فقرائے مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ کر گئے اور کہا کہ ہمارے مال والے بھائیوں نے بھی وہ سنا جو ہم نے کیا پس انہوں نے بھی اسی طرح کیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عنایت فرمائے۔

دُثُوْرٌ: جمع دَثر کی ہے دال کی زبر کے ساتھ زیادہ مال کو کہتے ہیں۔

تشریح ۞ **فقراء المهاجرين** : صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ **اهل الدثور**: جمع دثر۔ بہت زیادہ مال۔ **العلاء** : جمع علیا۔ **والنعيم المقيم**: جو منقطع نہ ہوں گی اور اس کی وجہ جملہ مستانفہ بیانیہ کے طور پر لائے۔ **كما نصلي** ۔۱) ما مصدریہ ہے' تشبیہ فعل میں ہے۔۲) ما موصولہ اسمیہ ہے تشبیہ مفعول میں ہے۔ **يصومون** : وہ ان دونوں عبادات پر مرتب ہونے والے اجر میں برابر ہیں۔ **فضل** : وہ اجر میں بڑھنے والے ہیں۔ یہ مبتداء ہے۔ **من الاحوال** : من ابتدائیہ تعلیلیہ جیسے اس آیت میں: **مما خطيئاتهم اغرقوا**۔ **يحجون** : یہ تمام کام مال پر موقوف ہے اور وہ ہمارے ہاں مفقود ہے۔

الا اعلمكم : ان کلمات سے تم اجر میں ان لوگوں کو پالو گے جو تم سے اجر کی طرف سبقت کر چکے ایسا نیکی کا کام کرکے جس سے تم عاجز رہے۔ **وتسبقون به من بعدكم** : اور ان سے عمل میں فوقیت لے جاؤ گے' جنہوں نے یہ عمل نہیں کیا۔ **ولا يكون احدٌ** : اس ذکر پر مرتب ہونے والے ثواب کے عظیم ہونے کی وجہ سے کوئی تم سے افضل نہ ہوگا۔ **الا من صنع** : یہ مستثنیٰ منقطع ہے جو لکن کے معنی میں ہے لیکن وہ آدمی جس نے تمہارے جیسا عمل کیا ہو اس کا اجر تمہاری طرح ہوگا۔ خبر کو مقید کرنے والا محذوف ہے اور اس کو ذکر اس لئے کیا تا کہ اس طرف اشارہ ہو کہ یہ کام اجر کے سبب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو علت بنایا ہے اور حکم کا مدار علت ہے اور اس میں اس وہم کا بھی ازالہ کیا گیا کہ اجر مذکور کوئی انہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام کام کرنے والوں کو یہ اجر ملے گا۔

تسبحون : یعنی تمام سبحان اللہ کہو۔ **وتحمدون** : تم الحمد للہ کہو۔ **وتكبرون الله** : تم اللہ اکبر کہو۔ **خلف كل صلاة** : صلاۃ اگرچہ نکرہ ہے مگر اس سے فرض نماز مراد ہے۔ **ثلاثاء ثلاثين** : تین افعال نے دو ظروف دُبر' ثلاثہ وثلاثین میں تنازع کیا۔ آخری فعل کو دونوں کا عامل بنا دیا اور پہلے دونوں نے ان کی ضمائر میں عمل کیا۔ ضمیروں کو حذف کیا گیا کیونکہ وہ دونوں فضلہ ہیں۔ (الشفاء)

برماوی کا قول: ان اذکار کے خاص ہونے کی حکمت یہ ہے کہ تسبیح نقائص سے پاک ہونے کا نام ہے اور تحمید کی مدت کے ثابت کرنے اور تکبیر اس بات کو ثابت کرنے کا نام ہے کہ اس کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ اس کو اوہام پا سکیں یا افہام اس کا

احاطہ کر سکیں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک ۳۳ بار یا مجموعہ ۳۳ بار اس صورت میں یہ مقدر کا معمول ہے۔ ای تقول مجموع ذلك ثلاثا و ثلاثین مگر یہ مناسب نہیں۔ اکثر روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تسبیح ۳۳ مرتبہ ہے۔ اسی طرح تحمید و تکبیر بھی اور سوویں بار لا الٰہ الا اللہ لا شریک لہ اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے دونوں ۳۳ مرتبہ اور تکبیر ۳۴ مرتبہ البتہ گیارہ والی بھی ایک روایت ہے۔ بعض نے اس طرح جمع کیا کہ اصل سنت وہ ہے اور کمال سنت یہ ہے۔ ابو صالح: یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں' ان کا نام ذکوان ہے ان کو سمان الزیات کہتے ہیں۔ ان سے جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا اس طرح کہے: سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر۔ ابن حجر کہتے ہیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ان کو الگ الگ پڑھا جائے' جیسا بعض روایات میں وارد ہے اور یہ ابو صالح کی تاویل سے بہتر ہے۔ کلھن ثلاثا و ثلاثین: یہ کلام ابو صالح کا تتمہ ہے کہ مرکب ۳۳ مرتبہ ہو جائے یہ ان کے کلام کا قریب ترین مطلب ہے۔

روایت کا فرق: مسلم کی روایت میں بما فعلنا کے الفاظ ہیں۔ قول پر فعل کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ففعلوا مثلہ: وہ تو اس عبادت میں برابر ہو گئے' جس کی وجہ سے آپ نے ہمیں فوقیت دی تھی اور عبادت مالیہ سے تو وہ پہلے بھی فوقیت والے ہیں۔

ذلك فضل اللہ: فضل سے مراد وہ طریقہ سبقت ہے جس کی آپ نے تلقین فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ فضل اللہ تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہے۔ اس کی مرضی ہے کہ جس کو چاہے دوسرے کی نسبت خاص کرے۔ اگر وہ قول میں شریک ہو گئے تو تم پر کچھ بھی حرج نہیں۔ یہ ثواب تو فقراء کے لئے خاص ہے۔ البتہ دونوں کو جمع کرنے والوں کو بدنی و مالی عبادت کو جمع کرنے کی وجہ سے فضیلت ہے۔

جمہور کا قول: فقیر صابر کے مقابلے میں غنی صابر کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کا نفع متعدی ہے اور پہلے کے نفع میں کمی ہے۔ الدثور: جمع دثر' کثیر مال۔

تخریج: باب فضل الغنی الشاکر... میں گزر چکی۔

الفرائد: ایضاً۔

❁ ❁ ❁

۱۴۲۰ : وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ' وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ' وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ' وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ' غُفِرَتْ خَطَايَاهُ ' وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا اور پھر سو کے عدد کو پورا کرنے کے لئے ایک مرتبہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ...... الی آخرہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ

اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کی ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ملاحظہ کیجئے حدیث ۱۴۱۹ کی تشریح (جو کہ بعینہ ہے)۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۸۴۲) مسلم (۵۹۷) والنسائی (۱۴۳) وابن حبان (۲۰۱۳) وابن خزيمة (۵۷۰) وأبو عوانة (۲/۲۴۷) والبيهقی (۲/۱۸۷)

۱۴۲۱ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ - اَوْ فَاعِلُهُنَّ - دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً ' وَثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۱: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ کلمات ہیں جن کا کہنے والا یا کرنے والا نامراد نہیں ہوتا۔ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس (۳۳) مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ان کے حالات باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ میں گزرے ہیں۔ **معقبات**: بقول شمر اس سے مراد وہ تسبیحات ہیں جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہیں۔ ان کو معقبات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ کی جاتی ہیں۔

عاقولی کا قول: یہ صفت ہے جو مبتداء موصوف محذوف کے قائم مقام لائی گئی ہے۔ اس کی خبر **لایخیب قائلھن** ہے۔

خیبة: محرومی اور خسارے کو کہتے ہیں۔ **فاعلھن** : قول بھی زبان کا فعل ہے۔ اس وجہ سے اس پر فعل کا اطلاق درست ہے اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ قول میں استمرار و پختگی ثابت ہو جائے اور فعل کی طرح جم جائے۔

اَلنَّحْوُ: ممکن ہے کہ یہ جملہ معقبات کی صفت ہو اور **دُبر کل صلاۃ** : یہ دوسری صفت یا دوسری خبر بن جائے یا **قائلھن** سے متعلق ہو۔ **تسبیحۃ** : یہ **قائلھن** کا مفعول مطلق ہے جیسے **ضربته مائه ضربة** اور مرفوع ہونے کی صورت میں یہ معقبات کی دوسری خبر ہے یا اس کا مبتداء **ھُن** محذوف ہے۔

روایت کے الفاظ کا فرق: اس روایت میں **اربعا و ثلاثین تکبیرہ** اور دوسری روایت مسلم جو بحوالہ جامع صغیر ہے اس میں **ثلاث و ثلاثون تکبیرۃ** اور جامع کبیر میں **اربع و ثلاثون تکبیرۃ فی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ** کے الفاظ ہیں۔

تخریج : أخرجه مسلم (۵۹٦) والبخاری (٦۲۲) والترمذی (۳۴۲۳) والنسائی (۱۳۴۸) ابن حبان (۲۰۱۹) وابن أبی شيبة (۱۰/۲۲۸) والطيالسی (۱۰٦۰) وأبو عوانة (۲/۲۴۷) والطبرانی (۱۹/۲۵۹) والبيهقی (۲/۱۸۷)

الفرائد : ① اس تسبیح وتحمید پر مداومت کرنے والے کے لئے جنت کا وعدہ دیا گیا۔ کتنے خوش نصیب ہیں جو اس کو بجا

لاتے ہیں۔

١٤٢٢ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ بِھٰؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ :"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

۱۴۲۲: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ ...... ''اے اللہ بزدلی اور بخل سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں رزیل عمر (جس میں انسان اپنی ضروریات کے لئے دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے) کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔ (بخاری)

تشریح ۞ کان یتعوذ : یہ تعلیم امت اور تشریف کے لئے تھا۔ بھؤلا الکلمات : اس کے عطف بیان کے طور پر اللھم انی اعوذبك ...... لایا گیا۔ الجبن والبخل : جبن' شجاعت کی ضد ہے۔ ضعف قلب کو کہتے ہیں۔ (المصباح) بخل' سائل کو بچے ہوئے سے روکنا۔ شرعاً' واجب سے سائل کو روکنا۔ ارذل العمر : عمر کا خسیس حصہ' شدید بڑھاپا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ۷۵ سال کی عمر ہے۔ اس میں قوی کمزور پڑ جاتے ہیں اور حافظہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ علم میں کمی آ جاتی ہے۔ فتنۃ الدنیا : کہ مالداری یا ایسے فقر میں مبتلا ہونا جو اللہ تعالیٰ سے مشغول کر کے اس کے فضل و رحمت سے دور ہٹانے والا ہو۔ فتنۃ القبر : قبر کا سوال و جواب جس میں مؤمن ثابت رہتا ہے یا ور کافر و منافق ناکام ہو جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۱۵۸۵) والبخاری (۲۸۲۲) والترمذی (۳۵۷۸) والنسائی (۵٤٦٠) وابن حبان (١٠٠٤) وابن أبی شيبة (١٠/١٨٨) والبزار (١١٤١) وابن خزيمة (٧٤٦) الطبرانی (٦٦١) وأبو يعلی (٧١٦)

الفرائد : ① عذاب قبر برحق ہے ② معوذات دنیا و آخرت کے مصائب سے بچانے کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔

١٤٢٣ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَخَذَ بِیَدِہٖ ، وَقَالَ :"یَا مُعَاذُ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ" فَقَالَ :اُوْصِیْكَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوْلُ :اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ ، وَشُکْرِكَ ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"
رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۱۴۲۳: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اے معاذ

اللہ کی قسم بے شک مجھے تم سے محبت ہے پھر فرمایا اے معاذ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو ہرگز نہ چھوڑنا: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ: اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ اخذ بیدہ : تاکہ جو بات جائے اس کے متعلق خبردار ہو جائیں اور اس کے بالکل قریب بات یہ ہے کہ رات کی نماز میں آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان پکڑا اور ان کو بائیں سے دائیں طرف گھمایا۔ **واللہ انی لاحبك** : تاکید کے لئے قسم اٹھائی۔ اس سے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں معلوم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا محبوب بتا رہے ہیں۔ یہ جملہ اس لئے لایا گیا تاکہ آئندہ بات کو خوب اہتمام کریں۔

دُبر : نماز وغیرہ کے آخر کے اوقات۔ ابن الاعرابی کا قول بھی یہی ہے۔ **صلاۃ** : فرض نماز مراد ہے۔ **تقول** : فعل بمنزلہ مصدر آیا یا ان مقدر ہے۔ **لا تدعن اللھم** : یہ آخر تک وصیت کا بیان ہے۔ **اعنی علی ذکرك** : تاکہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوں اور ہمیشہ شہود اور خروج عن الوجود میسر رہے۔ **وشکرك** : ہر مشغولیت سے فارغ ہو کر عبودیت پر قائم رہوں۔ **وحسن عبادتك** : عبادت کے طرق کی حفاظت اور اس کے ظاہری و باطنی آداب بجالاؤں۔ (فتح الالہ) اس سے مقام احسان کی طرف اشارہ ہے جیسا اس روایت میں "ان تعبد اللہ کانك تراہ" پہلی چیز سے غیروں سے مکمل فراغت میسر آتی ہے اور دوسری سے عبادات واذکار میں دوامی فراغت ملتی ہے جو کہ ملاوٹوں اور عیبوں سے پاک وصاف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے دنیا و آخرت کے مطالب جمع فرما دیئے۔ اس کی دلیل وہ آیت ہے: ﴿لئن شکرتم لا زیدنکم﴾ [ابراھیم: ۷] یعنی دونوں جہاں کی نعمتیں بڑھائیں گے۔

نکتہ : اس روایت میں حسن عبادت اور ذکر کو مبتداء و منتہیٰ میں ذکر کیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں جب مصالح اخرویہ اور معارفِ ربانیہ کے لئے خالص ہیں تو وہ دونوں اس بات کے لائق ہیں کہ ان میں سے ایک سے ابتداء ہو تو دوسرے سے اختتام اور اس سے یہ بھی اشارہ کیا کہ آخرت اور اسکا شہود اور جو چیز آخرت کی طرف پہنچانے والی ہو وہ ابتداء و انتہاء کے لحاظ سے مقصود ہے۔ **حسن عبادتك** کو شکر پر عطف کیا۔ یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے کیونکہ شکر عبودیت کی ادائیگی کا نام ہے جو پہلے گزر چکا۔

شکر: شکر یہ ہے کہ جس چیز کے لئے جس چیز کو بنایا اس چیز کو اسی طرف لگانا اور پھیرنا لیکن ان میں کچھ وہ ہیں جو حسن اور خوب ہیں اور وہ ہیں حضور، خشوع و خضوع سے ملے ہوئے ہیں پس وہ قبولیت کے قریب تر ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اس طرح نہ ہوں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۱۸۰) وأبو داود (۱۵۲۲) والنسائی (۱۳۰۲) والحاکم (۱۰۱۰) والطبرانی (۲۰) وابن حبان (۲۰۲۰) وابن خزیمة (۷۵۱)

الفرائد : ① مخلص دوست کو ایسی نصیحت کرنی چاہئے جس میں دنیا و آخرت کی خیر ہو ② حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے

ساتھ خصوصی محبت وشفقت ظاہر ہو رہی ہے۔

۱۴۲۴ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ ، يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک تشہد پڑھ لے تو اسے ان چار کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ...... اے اللہ جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب اور موت اور زندگی کے فتنے اور مسیح دجال کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **اذا تشھد** سے مراد تکمیل تشہد ہے۔ تشہد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کا نام تشہد رکھا گیا ہے۔ **فلیستعذ باللہ** ۔ جمہور کے ہاں یہ امر استحباب کے لئے من اربع تا کو حذف کیا کیونکہ معدود محذوف ہے اور اصل اربعہ اشیاء ہے۔ اصل میں وہ پانچ ہیں مگر فتنہ الحیاۃ والموت کو تقابل کی وجہ سے ایک شمار کیا۔ اسی سے ممات کے ساتھ فتنہ کا لفظ دوبارہ نہیں لائے۔

جہنم: یہ عجمیہ غیر منصرف ہے یا عربی لفظ ہے جو بئر جھنام سے مشتق ہے وہ کنواں جو بہت گہرا ہو۔ پس علم وتانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ یہ آگ کے طبقات کے لئے مشترک ہے اور تمام طبقات کے لئے عام ہے اور مراد آخری طبقہ ہے۔

عذاب القبر : جو اس شخص کے لئے ہوگا جو منکرین کے سوال کے وقت ثابت قدم نہ رہا۔ **ومن فتنة المحیا والممات** : یعنی وہ تمام مشقتیں اور مصائب جو زندگی میں واقع ہونے والی ہیں جن سے بدل کو نقصان پہنچتا ہے یا دین و دنیا میں داعی کو جو تکالیف آتی ہیں یا اس کے لئے جس کو اس سے تعلق ہو۔ خاص طور پر جبکہ صبر نہ ہو اور موت کے وقت شیطان کفر کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ پھر سوال نکیرین اور خوف اور قبر کے کپکپا دینے والے احوال وشدائد۔

فتنة المسیح : اس کی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یا وہ تمام زمین پر سوائے سرزمین حرمین پر لے گا اور بہت تھوڑے وقت میں پھرے گا اور حرمین کی حفاظت محض ان کی عظمت کی وجہ سے ہوگی۔ **الدجال** : وہ جو اپنے احیاء وامانت کے جھوٹے دعووں میں مبالغہ کرنے والا ہوگا۔ جس کو ہر عاقل سمجھ لے گا مگر جب بعض جامدات کو اس کے لئے مسخر کیا جائے گا تو اس کا فتنہ سخت ہو جائے گا اور اس کے فتنے کی شدت کی وجہ سے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اس سے خبردار کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے استعاذہ کا ہمیں حکم فرمایا۔ اس سے بہت شاذ ونادر آدمی بچے گا۔ عذابِ قبر کو اس سے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عرصہ طویل ہوگا اور وہ اس سے زیادہ خوفناک اور رسواء کن ہوگا اور اس کی سزا اور ذلت شدید ہوگی۔ آپ ﷺ نے اس سے پناہ مانگی تاکہ امت کو اس پر آمادہ فرمائیں ورنہ آپ ﷺ تو ان تمام سے مامون ومحفوظ ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷۲٤۱) ومسلم (۵۸۸) وأبو داود (۹۸۳) والنسائی (۱۳۰۹)وابن ماجه (۹۰۹) والدارمی (۱۳٤٤) وابن حبان (۱۹٦۷) وابن الجارود (۲۰۷) وخبو عوانة (۲/۲۳۵) وابن خزیمة (۷۲۱) والبیهقی (۲/۱۵٤)

الفرائد: ① یہ دعا تشہد کے بعد پڑھنی مناسب ہے کہ اس میں زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

۱٤۲۵ :وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ :"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، وَمَا اَسْرَفْتُ ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ :اَنْتَ الْمُقَدِّمُ ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز کے آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان اس طرح فرماتے :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ..... آخر تک ۔ اے اللہ مجھے بخش دے جو میں نے (گناہ) آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جو علانیہ کیا اور وہ بھی جس کو تم مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ آپ (بھلائی کی توفیق دے کر) آگے بڑھانے والے اور (محروم کر کے) پیچھے ہٹانے والے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **یکون من آخر** : بعض آخری حصہ مراد ہے۔ یہ درود شریف کے بعد پڑھی جائے گی۔ وہ بھی نماز کا حصہ ہے۔ **ما اسررت** : جو میں چھپاتا ہوں۔ **اعلنت** : یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ **وما انت اعلم به منی** : یہ بارگاہِ الٰہی میں انتہائی خضوع اور مقام عبودیت کے حق کی ادائیگی ہے۔ اس میں امت کو استغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اس میں اطعاب کیا گیا اور اس ہستی کی زبان سے یہ بات ادا ہوئی جس سے گناہ کا صدور محال ہے تو جو شخص گناہوں کا مرکز بنا ہوا ہے تو علی الدوام اسے حرزِ جان بنانا چاہیے اور اس کا التزام کرنا چاہیے۔

انت المقدم وانت المؤخر : بیہقی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو آپ چاہتے ہیں اپنی توفیق سے مقدم کرتے ہیں اور سابقین کے مقام تک پہنچاتے ہیں اور جن کو چاہتا ہے تو ان کی توقعات سے مؤخر کرتا ہے کیونکہ ان کے انجام کی حکمت سے تو باخبر ہے اور جن کو چاہتا ہے ان کے مراتب سے مؤخر کرتا اور مشقتوں کے باوجود روک دیتا ہے۔ بعض نے کہا: اولیاء میں سے جن کو پسند کرتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور دشمنوں کو مؤخر کر دیتا ہے۔ جن کو آپ مؤخر کر دیں ان کو مقدم کوئی نہیں کر سکتا اور جن کو آپ مقدم کر دیں ان کو کوئی مؤخر نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں یہ ہادی وفضل کے معنی میں ہوگا۔ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے سعادت کے لئے طاعت سے مقدم کر دیتا ہے اور قضاء وقدر شقاوت کے لئے جس کو چاہتا ہے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (۷۷۱) والترمذی (۳٤۳۳) وابن حبان (۱۹٦٦) وأبو عوانة (۲/۲۳۵) والبیهقی (۲/۳۲)

الفرائد : ① مستحب یہ ہے کہ اس مختصر جامع دعا پر اپنی نماز کو مکمل کرے۔

١٤٢٦ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رَكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ :سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۲۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رکوع اور سجود میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ...... آخر تک۔ اے اللہ تو پاک ہے اے ہمارے رب اور تمام خوبیاں تیرے لئے ہیں اے اللہ مجھے بخش دے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ان يقول :حرف جار مقدر ہے ای من قولہ۔ اللهم ربنا : ربّ یہ حرف نداء کے کلاف سے منادی مضاف ہے۔ اللهم کی صفت نہیں ہے۔کئی کہتے ہیں کیونکہ اس کے آخر میں تغیر آ گیا ہے۔ بقول ابوالبقاء میم اس سے مانع ہے۔
سفاقسی کا قول:۱) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مراد لیا جائے کیونکہ صفت وموصوف یں یہ فاصلہ ہے'۲) اس لئے کہ اس نے اسے بدل دیا ہے جیسا مکی نے کہا مبرد وز جاج نے اس کے وصف کو جائز قرار دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ربنا کا قول اللهم کی صفت ہو۔
اغزل : معمول کو عموم کے لئے حذف کر دیا۔
یتاول القرآن : یعنی قرآن مجید کی خوب مراد واضح کرتا ہے۔ فسبح بحمد ربك واستغفره : اگرچہ وہ کسی حالت سے مقید نہیں لیکن آپ ﷺ نے اس کو افضل ترین حالت میں مقرر فرمایا اور وہ نماز ہے تاکہ حکم کی اطاعت میں خوب مبالغہ ہو جائے اور تعظیم وتکریم میں یہ زیادہ ظاہر ہو۔نووی کہتے ہیں وبحمدک کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مجھے توفیق عنایت کی اور آپ کی ہدایت اور فضل سے میں نے آپ کی تسبیح کی ہے اپنی ہمت وطاقت سے نہیں۔اس میں اس نعمت کا اعتراف اور اس پر شکریے کا تذکرہ ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اپنے آپ کو مکمل سپرد کرنا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٩/٢٤٢١٨) والبخاری (٧٩٤) ومسلم (٤٨٤) وأبو داود (٨٧٧) والنسائی (١٠٤٦) وابن ماجه (٨٨٩) وابن حبان (١٩٢٩) وابن خزيمة (٦٠٥) وأبو عوانة (١٨٦/٢) والبيهقی (٨٦/٢)

الفرائد : ① جس آدمی کی موت قریب ہو اسے خاص طور پر اس دعا کو زبان زد رکھنا چاہئے اور رکوع وسجدہ میں بھی پڑھ سکتا ہے۔

١٤٢٧ : وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ :فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنے رکوع اور سجود میں یہ کلمات پڑھتے تھے: "سُبُّوْحٌ ......" بہت ہی پاک اور پاکیزگی والا ہے۔فرشتوں اور روح کا رب ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **سبوح قدوس** : یہ دواسم ہیں جو فزاہت وطہارت میں مبالغہ کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ان باتوں سے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور افضال کے لائق نہیں۔مطلب یہ ہوا کہ میرا رکوع اور سجود اس ذات کے لئے ہے جو کہ نزاہت وطہارت میں اعلیٰ ترین مقام پر ہیں۔ **رب الملائکہ** : جو تمام عوام میں بڑے اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ مطیع اور اس کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہیں۔اسی وجہ سے تربیت کی اضافت اس کی طرف کی گئی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرشتے بنی آدم سے بھی افضل ہیں (کیونکہ عظمت بنی آدم کے دیگر دلائل موجود ہیں)۔

والروح : اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿نزل به الروح الامين﴾ [الشعراء : ۱۹۳] : یا پھر فرشتوں میں خلقت کے لحاظ سے سب سے بڑا فرشتہ یا حاجب فرشتہ جو قیامت کے دن اس کے سامنے کھڑا ہوگا۔وہ تمام فرشوں میں سب سے بڑا ہے۔اگر وہ منہ کھولے تو تمام ملائکہ کے لئے کافی ہو جائے۔مخلوق خوف کی وجہ سے اس کی طرف دیکھے گی۔مگر ہیبت سے نگاہ بلند نہ کرسکیں گے یا دس ہزار پروں والا فرشتہ ہے۔دو پر مشرق ومغرب میں ہیں' اس کے ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ایک ہزار زبانیں اور آنکھیں اور ہونٹ ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی قیامت تک تعریف کرنے والا ہے۔ اس سلسلہ میں اور اقوال بھی ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۵۶۶۳) و مسلم (٤٨٧) وأبو داود (۸۷۲) والنسائي (۱۰٤۷) وابن حبان (۱۸۹۹) وابن خزيمة (٦٠٦) وأبو داود (۲/۱٦۷) والبيهقي (۲/۸۷)

الفرائد : ① رکوع وسجدہ میں اس دعا کو کہہ سکتے ہیں۔

۞ ۞ ۞

۱٤۲۸ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' پس تم رکوع میں اللہ کی عظمت کے کلمات کہا کرو اور رہا سجدہ تو اس میں دُعا کی خوب کوشش کرو۔پس زیادہ امید ہے کہ وہ دعائیں قبول ہوں''۔(مسلم)

تشریح ۞ رکوع مبتداء اور **فعظموا فيه الرب**:اس کی خبر ہے۔یعنی اس کی ثناء اور تنزیہہ وتقدیس کرو ان میں افضل سبحان ربي العظيم وبحمدہ ہے۔اس کا کم ترین درجہ ایک مرتبہ اور کامل ترین تین تین مرتبہ پڑھنا ہے اور اکمل درجہ گیارہ مرتبہ ہے۔تین تسبیحات افضل ہیں۔ **قمن** : یہ مصدر ہے اس میں تثنیہ وجمع تذکیر وتانیث نہیں۔یہ میم کے کسرہ سے تثنیہ جمع ومؤنث استعمال ہوتا ہے۔اس کا معنی لائق اور مناسب ہے۔ **ان يستجاب** : اس میں قرب معنوی ہے۔اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: "**اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد**'' اسی وجہ سے آپ ﷺ اس میں کثرت سے دعا فرماتے تھے۔ **نووی کا قول**: یہ حدیث اس باب میں مقصودی ہے۔رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے کوئی سے کلمات کہے جاسکتے ہیں مگر افضل

اذکار وارادہ کا کرنا ہے۔ دوسرے پر گراں نہ ہونا چاہئے۔ اوقات میں ادل بدل کر بھی کر سکتا ہے اور تمام بھی کر لئے جائیں تو حرج نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/١٩٠٠) ومسلم (٤٧٩) وأبو داود (٨٧٦) والنسائي (١٠٤٤) الكبرى (٧٦٢٣) وابن ماجه (٣٨٩٩) وابن حبان (١٨٩٦) ابن خزيمة (٥٤٨) وعبد الرزاق (٢٨٣٩) والحميدي (٤٨٩) وأبو يعلى (٢٣٨٧) وأبو عوانة (٢/١٧٠) وابن أبي شيبة (١/٢٤٨) والدارمي (١٣٢٥) والبيهقي (٢/٨٧)

الفرائد : ① سجدہ میں دعا و تسبیح دونوں کو جمع کرنا مستحب ہے یہ قبولیت کا ذریعہ ہے۔

١٤٢٩ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ اپنے رب سے سجدہ کی حالت میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسلئے تم سجدہ میں بہت دعا کیا کرو''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **اقرب ما یکون العبد من ربه** : اقرب مبتداء اور خبر وجوبا محذوف ہے۔ یعنی بندہ اپنے رب سے قرب معنوی اس وقت رکھتا ہے جب وہ حالت سجدہ میں ہوتی ہے۔ **وھو ساجد** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ خبر محذوف کے قائم مقام لایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا حذف واجب ہے۔ یہ خبر نہیں ہے اسی وجہ سے اس میں واؤ نہیں ہے۔ **فاکثروا الدعاء**: کیونکہ یہ مواقع قبولیت سے ہے۔ بظاہر یہ ہے کہ پہلے ذکر جو کہ کامل درجہ میں تین مرتبہ اور اکمل گیارہ مرتبہ ہے اور اس کے بعد **اللھم لك سجدت** وغیرہ کہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩٤٥٢) ومسلم (٤٨٢) وأبو داود (٨٧٥)

الفرائد : ① سجدہ کی حالت بندہ کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب کر دیتی ہے اس لئے اس میں دعا قبولیت کی زیادہ حقدار ہے۔

١٤٣٠ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ :"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ :دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدہ میں یہ دعا فرماتے: **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ**...... اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف فرما خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے پہلے ہوں یا پچھلے علانیہ ہوں یا پوشیدہ''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فی سجودہ** : امت کے لئے تاکہ مشروع ہو جائے۔ **ذنبی کله** : یہ تاکید اور شمول کے لئے آیا ہے۔

دقه : مراد صغیرہ ہے۔تدریج کی طرف اشارہ کیا یا اشارہ کیا کہ کبائر صغائر سے پیدا ہوتے ہیں یا صغائر پر اصرار اور ان کی پرواہ نہ کرنا ان کے بڑھنے کا ذریعہ ہے۔ و جله : بڑے۔ علانیته : یہ علن کا اسم مصدر ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٤٨٣) وأبو داود (٨٧٨) وابن حبان (١٩٣١) وأبو عوانة (٢/١٨٥) ولطحاوی (٢٣٤/١)

الفرائد : ① یہ مختصر اور جامع ترین دعا ہے۔

١٤٣١ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت : افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَتَحَسَّسْتُ فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُوْلُ : "سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" وَفِيْ رِوَايَةٍ ، فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ ، لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کو تلاش کیا تو پایا کہ آپؐ رکوع یا سجدہ میں فرما رہے ہیں: سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اور ایک روایت میں ہے کہ میرا ہاتھ ٹٹولتے ہوئے آپ کے قدموں کے تلووں کو لگا۔ اس حال میں کہ آپؐ کے پاؤں کھڑے تھے اور آپ سجدہ میں تھے اور زبان پر یہ دعا تھی: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ ...... آخر تک "اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا مندی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے قہر سے تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا شمار اس طرح نہیں کرسکتا جس طرح تو نے اپنی تعریف فرمائی ہے"۔ (مسلم)

تشریح : افتقدت یہ فقدت کے معنی میں ہے۔مبالغہ کے لئے باب افتعال لایا گیا۔ ذات لیلة : شاید اس سے پندرہ شعبان کی رات مراد ہو جیسا ابن الاخضر نے فضائل شعبان میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ای لیلة هذه : یہ کونسی رات ہے؟ انہوں نے عرض کیا: الله و رسوله اعلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔ان رکعات میں خفیف قیام و قراءت فرمائی اور نصف رات تک سجدہ ریز رہے۔پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اس میں پہلی رکعت جیسی قراءت فرمائی اور فجر تک سجدہ ریز رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں کبھی ایک قدم پر کھڑی ہوتی اور کبھی دوسرے پر۔ جب وقفہ بہت طویل ہو گیا تو میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی روح قبض کرلی ہے۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوئی یہاں تک کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں کی تلیوں تک پہنچا۔ آپ ﷺ نے ذرا حرکت فرمائی میں نے آپ کو سجدہ میں یہ کہتے سنا: اعوذ

بعفوك من عقوبتك و برضاك من سخطك...... میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ ﷺ کو سجدہ میں ایسی چیز پڑھتے سنا جو پہلے نہیں سنا۔ فرمایا کیا تمہیں وہ الفاظ معلوم ہوگئے؟ میں نے نعم میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو سیکھو اور سکھاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا ہے کہ میں ان کو سجدہ میں بار بار دھراؤں۔ ابن حبان نے اس روایت کو ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ فتحسست : میں نے آپ کو تلاش کیا۔ فاذا هو راكع او ساجد يقول ۔ ایک سجدہ یا رکوع میں کہہ رہے تھے۔ سبحانك وبحمده لا اله الا انت اور مسلم کی ایک روایت میں "فوقعت يدى على بطن قدميه" ۔ وهو منصوبتان : اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدمین کا سجدہ میں کھڑا رکھنا مسنون ہے اور انگلیوں کے پوروں کو قبلہ رخ ہونا چاہئے۔ اعوذ برضاك : میں آپ کی رضا کے ذریعہ اعتصام و تحفظ چاہتا ہوں۔ اس بات سے کہ آپ کی ناراضگی میں مبتلا ہوں۔ بمعافاتك : آپ کے عفو کے ذریعہ آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پہلے جملہ میں یہ مفہوم موجود ہونے کے باوجود صراحتہً ذکر کیا کیونکہ اطناب مقام دعا میں قابل تحسین ہے اور دلالت مطابقت تضمن سے قوی تر ہے کیونکہ بسا اوقات مصلحت کی وجہ سے یا دوسرے کے حق کے لئے سزا دیتا ہے۔ پس تصریح ضروری ہوئی۔ من عقوبتك : یہ صفات ذات سے صفات افعال کی طرف تدلی کی قسم سے ہے یا صفات ذات جلیل القدر شان والی ہیں۔ صفات رحمت سے استعاذہ کیا کیونکہ رحمت سبقت کرنے والی ہے اور اس کا ظہور صفات غضب سے ہے۔ یہاں تک کہ کوئی چیز اس کے آثار میں اس کو پہنچ نہیں سکتی۔ پھر یقین کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہر نوع سے صرف نظر کر لی اور اس کی نگاہ ذاتِ اعلیٰ پر رک گئی۔ پس اس نے ترقی کر کے اس کے دامن کو تھام لیا تاکہ کہیں تجلیاتِ قہریہ اس پر نہ اتر پڑیں جو اس کے جبروت سے متعلق ہیں اور اس کو بھسم و منعدم نہ کر دیں۔ چنانچہ وہ کہہ اٹھا: اعوذبك منك : اس لئے کہ آپ کے ساتھ کوئی ذرہ بھر کا مالک نہیں۔ پس آپ سے کوئی آپ کے سواء پناہ نہیں دے سکتا۔ پھر جب بندے کا قرب شہود ذات سے مکمل ہوا تو اس کو اس مقام پر باطن میں کپکپی پیدا کرنے اور باطن کو ظاہر کرنے والی شورش کے ساتھ آنے میں حیاء آئی۔ پس وہ معمولی قصور و عجز کا اعتراف کرتے ہوئے ثناء کی طرف مائل ہوا اور کہنے لگا۔

لا احصى ثناء عليك : مجھ میں طاقت نہیں کہ ثناء کے ادنیٰ فرد کو بھی گن سکوں یا شمار کر سکوں جو ثناء واجب کے میرے ذمہ ہر لحظہ آتی ہے۔ اس لئے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں آپ کے احسانات ہر ذرّے تک نہ پہنچتے ہوں اگر میں اس کے تہہ میں لپٹی نعمتوں کو شمار کرنے لگوں تو کثرت کی وجہ سے شمار سے عاجز رہوں۔ جیسا فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [ابراهيم : ٣٤] "میں تیری نعمتوں کے شکریئے میں کوتاہی کرنے والا اور تیرے حق میں سے کسی بھی چیز کو قائم کرنے سے عاجز ہوں۔ پس میں آپ کی رضاء کا طالب ہوں۔ انت كما اثنيت على نفسك : آپ ہمیشہ ان جلیل القدر و بلند اوصاف والے ہیں جن سے آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [الجاثيه : ٣٦ ' ٣٧] اسی طرح دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ عالیہ کی تعریف فرمائی ہے۔

ابن عبدالسلام کا قول: کاف تشبیہ کے لئے ہے اور حدیث میں مضاف مقدر ہے۔ اى ثناؤك المستحق كثنائك على

نفسك : مبتداء سے مضاف کوحذف کر دیا۔ضمیر منفصل اس کے قائم مقام ہوکر مرفوع نہیں ہوئی۔ (شرح اذ کار ملاحظہ ہو)

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۵۲۳۳) ومسلم (٤٨٥) والنسائي (١١٣٠)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا رکوع وسجود خصوصاً تہجد کی نماز میں قبولیت کے قریب تر ہے② مس مرأۃ سے وضونہیں ٹوٹتا۔③ خیر وشر کا خالق ہونے کے لحاظ سے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف درست ہے۔

١٤٣٢ :وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ:"اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهُ سَآئِلٌ مِنْ جُلَسَآئِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ اَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ : "يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ اَلْفُ حَسَنَةٍ ' اَوْ يُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ – قَالَ الْحُمَيْدِیُّ : كَذَا هُوَ فِیْ كِتَابِ مُسْلِمٍ :"اَوْ يُحَطُّ قَالَ الْبَرْقَانِیُّ:وَرَوَاهُ شُعْبَةُ ' وَاَبُوْعَوَانَةَ' وَيَحْيَى الْقَطَّانُ ' عَنْ مُوْسَى الَّذِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ جِهَتِهٖ فَقَالُوْا :"وَيُحَطُّ" بِغَيْرِ اَلِفٍ۔

۱۴۳۲: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں کرنے سے عاجز ہے؟''اس پر پاس بیٹھنے والوں سے میں سے ایک نے کہا ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:''سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے تو اس کی ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک ہزار غلطیاں مٹائی جاتی ہیں''۔(مسلم) امام حمیدی کہتے ہیں کہ امام مسلم کی کتاب میں اَوْیُحَطُّ کا لفظ ہے۔ علامہ برقانی نے کہا کہ شعبہ اور ابوعوانہ اور یحییٰ قطان نے اس موسیٰ سے جس سے مسلم نے روایت کی ہے۔اَوْ کی بجائے وَیُحَطُّ کا لفظ بغیر الف نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **یسبح مائة تسبیحة** : گویا سومرتبہ سبحان اللہ کہے۔ **فیکتب** : یہ تکتب بھی آیا ہے اور دونوں طرح درست ہے۔ **له** : لام نفع کے لئے ہے جس طرح اس آیت میں :﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ [حم السجدة : ٤٦] النحو :ظرف محل حال میں مقدم ہے۔ **الف حسنة** : یہ نائب فاعل ہے۔ **او** : یہ واؤ کے معنی میں ہے جیسا شاعر کے اس قول ؎

جاء الخلافة أو كانت له قدرًا

میں او ممکن ہے کہ یہ تنویع کے لئے ہے۔ایک قسم کو سو مرتبہ پڑھنے کا ہزار نیکیاں ملتی ہیں کیونکہ وہ ایک نیکی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾[انعام : ١٦٠] اور دوسرے سے ایک ہزار صغیرہ گناہ مٹائے جاتے ہیں وہ صغائر جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور او شک راوی کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔

الحمیدی: یہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن نصر ہیں یہ جداعلیٰ اندلسی کی طرف نسبت ہے۔انہوں نے صحیحین کو جمع کیا۔البرقانی: خوارزم کے اطراف میں برقان نامی بستی تھی۔(کذافی لب اللباب) اس نے صحیحین کو اسماء صحابہ پر جمع کیا۔حمیدی کا رجوع جمع میں اسی کی طرف ہے۔شعبہ: ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔یحییٰ بن سعید القطان: بقول بندار یہ اپنے زمانے کے شیخ ہیں۔میں بیس سال ان کی خدمت میں جاتا رہا۔نووی: کی رائے یہ ہے کہ یہ او شک کے لئے نہیں ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/١٤٩٦) ومسلم (٢٦٩٨) والترمذی (٣٤٧٤) والنسائی (١٥٢) وابن حبان (٨٢٥) والطبرانی (٧٠٢) والحمیدی (٨٠) وأبو يعلى (٨٢٩) وابن أبي شيبة (٢٩٤/١٠) وعبد بن حميد (١٣٤) وأبو نعيم ٥٣٧) أصبهان (٨٣/١)

الفرائد : ① سبحان اللہ کے کلمہ کی عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ مٹتے ہیں تو سو مرتبہ پڑھنے والے کو ایک ہزار نیکیاں حاصل ہوئیں اور ایک ہزار گناہ معاف ہوئے۔اللہ تعالیٰ جس پر چاہے آسان کر دے۔

❁ ❁ ❁

١٤٣٣ :وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۳۳: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر صبح کو تم میں سے ہر ایک پر اس کے ہر جوڑ کا ایک صدقہ لازم ہے پس تسبیح صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی المنکر صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعت کافی ہے''۔(مسلم)

تشریح ❁ **سلامٰی** : عضو۔صدقہ۔اللہ تعالیٰ کے سلامتی والے عظیم احسان کی وجہ سے بہت بڑا صدقہ لازم آتا ہے۔ **تحمیدہ** : اللہ تعالیٰ کے بلند اوصاف سے ان کی تعریف مثلاً الحمدللہ۔ **تهليلة** : لا الہ الا اللہ کہنا۔ **کل تکبیرة** : اللہ اکبر کہنا۔ **امر بالمعروف** : جو واجب و مستحب شرع نے بتلایا ہو۔ **المنکر** : اس سے حرام و مکروہ مراد ہے۔ **من ذٰلك** : قول و عمل کے بدلے میں منعم کا وہ شکریہ ادا کرنے کے لئے جو ہر جوڑ پر لازم ہے۔چاشت کی دو رکعت کافی ہیں۔ **الضحی** : نمازِ چاشت کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ تمام اعضاء کی سلامتی کا شکریہ اس سے ادا ہو جاتا ہے۔یہ روایت باب فضل صلوٰۃ الضحیٰ میں گزر چکی۔

تخریج : باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

❁ ❁ ❁

١٤٣٤ :وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ

عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ :مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟" قَالَتْ :نَعَمْ – فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ' وَرِضَا نَفْسِهِ ' وَزِنَةَ عَرْشِهِ ' وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ:سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ" وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ :اَلَا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهَا؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ' سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ' سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ' سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ' سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

۱۴۳۴: حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے ان کے پاس سے (باہر) تشریف لے گئے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور وہ (جویریہ) اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے بعد لوٹے اور وہ اسی جگہ بیٹھنے والی تھیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اسی حال میں ہے جس میں مَیں تجھ سے جدا ہوا؟ انہوں نے کہا۔ جی ہاں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمہارے (پاس سے جانے کے) بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں۔ اگر اس کا وزن کیا جائے تو جو تم نے آج کے دن کلمات کہے ہیں تو ان سے وزن میں بڑھ جائیں۔ (کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ' وَرِضَا نَفْسِهِ ' وَزِنَةَ عَرْشِهِ ' وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ" ''اللہ کی تسبیح و حمد کرتے ہیں اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر اور اس کی ذات کی رضا مندی کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر''۔

مسلم کی ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ کے الفاظ ہیں اور ترمذی روایت میں ہے کہ ''کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو تم پڑھتی رہو؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ ' تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ تین مرتبہ پڑھو۔

تشریح ۞ یہ قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنو مصطلق سے تعلق رکھتی ہیں۔ **بكرة** : ایک صبح معین بھی مراد ہو سکتی ہے۔ **مسجدها** : یہ خرج کے فاعل سے حال ہے۔ اس سے مراد نماز کی جگہ ہے۔ **اضحى** : چاشت کا وقت آ چکا۔ **بعدك** : ہم تمہارے ہاں سے جانے کے بعد۔ **لو وزنت** : مقابلہ کرنا مراد ہے۔ **اليوم** : مقررہ دن مراد ہے۔

اَلنَّحْوُ : مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے رفع جائز ہے۔ **لوزنتهن** : اجر میں ان کے مقابل و مساوی نکلیں۔ **عدد خلقه** : قدر کو مقدر مان کر اس کا مفعول فیہ ہے۔ یہ ظرف منصوب علی الظرفیت ہے۔ بعض نے مصدریت کی وجہ سے نصب مانا ہے۔

ای تسبیحًا عدد خلقه۔ مداد کلماته : مداد یہ مد کی طرح مصدر ہے بعد المدد کے معنی میں ہے۔ایسی چیز جس سے کسی چیز میں اضافہ ہو۔جیسے کہتے ہیں: مددت الشيء امده ۔۲) مد کی جمع ہے جو کہ مشہور پیمانہ ہے۔کلمات اللہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم مراد ہو جو کہ کلام حادث کے اوصاف سے پاک ہو۔بعض نے کہا علم مراد ہے۔بعض نے کہا قرآن مراد ہے۔ پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ گنتی میں اس کی مثل ۔۳) اند گنتی نہ ہو سکنے میں اس کی مثل ۔۳) کثرت میں اس کی مثل یعنی تسبیح اور جو اس کے ساتھ ہے وہ اسی مقدار سے ہے یا اس کی گنتی کے مطابق ہوگی اگر محصور شمار کریں۔پس مقدار اور عدد کا تذکرہ کثرت میں مبالغہ سے مجاز ہے۔ورنہ اس کے کلمات تو نہ گنے جا سکتے ہیں اور نہ شمار ہو سکتے ہیں۔اسی لئے اس کو اس انداز سے ختم کر کے اشارہ کیا کہ اس کی تسبیح وتحمید میں ان کی حد بندی نہیں کی جا سکتی اور نہ ان کی مقدار مقرر ہو سکتی ہے۔بعض نے کہا اس میں ترقی ہے۔لیکن یہ تمام میں مکمل نہیں ہوتی کیونکہ رضاء نفس وزن عرش سے زیادہ بلیغ ہے۔شاید کہ نووی کی مراد المبالغة في الكثرة ہو کیونکہ اولاً تو یہ ذکر ہے جس کو مخلوق کی گنتی عدد کثیر میں شمار کرتی ہے پھر اس کی طرف ترقی کی جو اس سے بھی اعظم تر ہے اور وہ رضا نفس ہے پھر زنۃ العرش پھر اس سے ترقی کر کے اور اعظم کی طرف رجوع کیا اور وہ مداد کلماتہ کی تعبیر ہے یعنی اس کو کوئی عدد شمار نہیں کر سکتا جیسا کہ کلمات اللہ کو کوئی شمار نہیں کر سکتا پہلے میں عدد کی تصریح کی اور تیسرے میں وزن کی۔آخری دونوں میں کسی چیز کے ساتھ تصریح نہیں کی۔اس سے یہ اطلاع کرنا مقصود ہے کہ یہ دونوں جنس معدود اور موزوں میں داخل نہیں ہو سکتے اور نہ مقدار ان کو حقیقیۃ اور نہ مجازاً گن سکتی ہے۔پس عدد خلق سے رضاء نفس کی طرف ترقی حاصل ہوئی وزن عرش سے مراد کلمات کی طرف۔

جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: کیا یہ تھوڑے دیر کی تسبیح طویل زمانہ تسبیح سے بڑھ جائے گی۔۱) روایت کے الفاظ تو اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔اسی وجہ سے قلیل الفاظ پر یہ اطلاق کیا گیا کہ وہ الفاظ کثیر سے افضل ہے۔۲) یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا سبب یہ ہو کہ لفظ قلیل ایسے عدد پر مشتمل ہے جس کا گننا ممکن نہیں۔پس جو ذکر اس میں سے ہوگا وہ اس کی نسبت سے جو خبر میں ذکر کیا بہت ہی قلیل ہے۔پس اس حیثیت سے افضل ہے' مزید تفصیل شرح اذکار میں ملاحظہ ہو۔ رضا نفسه : اس میں نفس کا استعمال بلا مشاکلات ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے آیا ہے۔جو علماء اس اطلاق کو ممنوع کہتے ہیں وہ کہتے ہیں اس لئے لایا گیا تا کہ یہ وہم پیدا ہو کہ یہ اس نفس سے ماخوذ ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے محال ہے۔جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ نفیس شئی سے ماخوذ ہے۔

نکتہ :اس میں اس ذکر کا شریف ذکر کیا گیا ہے کہ مذکورہ صیغوں میں سے جس مذکورہ صیغہ کے ساتھ ہو یا جو ان کے قائم قام بن سکے اس کا اجر حصہ کی مقدار سے نہیں بلکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ قیل پر کثیر اجر عنایت فرما دیتے ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦۸۲۰) ومسلم (۲۷۲٦) والترمذی (۳۵۷۷) وأبو داود (۱۵۰۳) والنسائی (۱۳۵۱) اليوم والليلة (۱٦۱) وابن ماجه (۳۸۰۸) وابن حبان (۸۲۸)

الفرائد : ① بعض اذکار دوسرے اذکار سے اپنے عموم' شمول اور تمام اوصاف سلبیہ' ذاتیہ' فعلیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ

سے افضل ہوتے ہیں اس لئے ان کی قلیل مقدار دوسرے اذکار کی کثرت سے افضل ہے۔ (عزالدین الشیخ)

١٤٣٥ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ فَقَالَ :"مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

۱۴۳۵: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی جو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے۔ بخاری' مسلم کی روایت میں ہے۔ اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہو اور وہ گھر جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا جاتا ہو۔ زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

تشریح ۞ مثل : یعنی عجیب حالات کا تذکرہ اپنی غرابت میں قریب ہے کہ مثل کی طرح ہو جائے۔ اس تعبیر میں ذکر پر کس خوبی سے ابھارا گیا اور اس کے ترک پر مذمت کی گئی جیسا کہ فرمایا: مثل الحی والمیت۔ پس اول کا ظاہر زندگی اور عمل سے مزین ہے اور اس کا باطن سر سے بھرا ہوا ہے۔

دوسرے کا ظاہر ذکر سے معطل ہونا اور باطن باطل ہے۔

عینی کا قول: ذکر اور زندہ کے درمیان وجہ شبہ اعتزاز نفع اور تر و تازگی وغیرہ اور تارک ذکر اور المیت کے درمیان وجہ شبہ ظاہر میں تعطل اور باطن میں بطلان۔

تخریج : أخرجه البخاری (٦٤٠٧) ومسلم (٧٧٩) وأخرجه ابن حبان (٨٥٤)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت گھر اور باہر کرنی چاہئے ② اطاعت والی طویل عمر باعث فضیلت ہے کیونکہ زندہ کی طاعات بڑھ رہی ہیں۔

١٤٣٦ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :"یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی : اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ، وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ : فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ ، وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۳۶: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اپنے بندے کے گمان پر ہوں جس طرح کا گمان وہ میرے بارے میں رکھے۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **انا عند ظن عبدی بی** : تورپشتی کہتے ہیں یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے۔ میں بندے کے اس یقین پر ہوں جو وہ میرے وعدے پر پختہ یقین کرنے اور میرے عذاب سے ڈرائے اور جو میرے پاس ہے اس کی طرف رغبت کرنے میں مجھ پر ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ میرے متعلق خیر کا گمان رکھتا ہے۔ پس میں اس کو اس کے لئے ثابت کر دیتا ہوں اور وہ میرے متعلق برا گمان نہیں کرتا۔ اس میں اس کی کوتاہی کی وجہ سے میں اس کے لئے اس بات کو ثابت کر دیتا ہوں کیونکہ میری رحمت میرے غضب سے سبقت کرنے والی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے جیسا کہ اس کے عذاب سے مطمئن ہو کر بیٹھ جانا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ **وانا معه** : میں شیطان اور اس کے لشکر سے حفاظت میں اس کے ساتھ ہوں‘ ۲) توفیق و اعانت میں اس کے ساتھ ہوں۔ **اذا ذکرنی** : جبکہ وہ مجھے زبان یا دِل سے یاد کرتا ہے۔ پھر اسی پر تفریع کے طور پر وہ بات فرمائی جس سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاکر کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ اپنے دِل میں یاد کرے یا دوسرے کے ساتھ مل کر یاد کرے۔ پس فرمایا: **فان ذکرنی فی نفسه** : پوشیدہ طور پر اخلاص سے یاد کرتا ہے اور ریا کاری کے مقامات سے دور ہٹ کر یاد کرتا ہے۔ **ذکرته فی نفسی** : ظرفیت کے استحالہ کے باوجود اس کا ذکر کیا اور نفس کا لفظ ذاتِ باری تعالیٰ پر ایک حد تک بطور مشاکلت استعمال ہوا۔ ﴿**تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك**﴾ تورپشتی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ذکر کا معنی حسن قبولیت اور اچھائی سے اس کا بدلہ عنایت کرنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کو سرًا یاد کرنے والا ہے اسی انداز سے بدلہ عنایت فرماتے ہیں اور یہ اس کے فرشتوں سے بھی مخفی رہتی ہے اور اس بندے کا ثواب مخلوق کے حوالے کرنے کی بجائے خود عنایت فرماتے ہیں اور پوشیدگی میں اس کا ذکر کا فائدہ اس کا چناؤ اور دوسروں پر ترجیح دیا جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی چیز کے علم کو پوشیدہ مقام پر اس کو ترجیح دیتے اور چناؤ کرتے ہوئے رکھ دیتے ہیں۔ اس میں بتلایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے راز کو ملاءِ اعلیٰ کو اطلاع دینے سے محفوظ کر دیتے ہیں اور اس کے عمل کو اس سے بچاتے ہیں کہ مخلوق کو اس کے ثواب کی حقیقت کا احاطہ ہو سکے۔

اس کی نظیر اس حدیث میں ہے: "**الصوم لی وانا اجزی به**" **فی ملاء** : اس سے مراد ذاکرین ہیں۔ **فی ملاء خیر منهم** : اس سے مراد ملائکہ ہیں۔ اس میں فرشتوں کے انسانوں سے مطلقاً افضل ہونے کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ خواص بشر یعنی انبیاء و مرسلین علیہم السلام خواص ملائک سے افضل ہیں اور جبرئیل‘ میکائیل اور کروبیین یہ عوام بشر سے افضل ہیں اور فرمانبردار مسلمان عوام ملک سے افضل ہیں اور ان کے عوام گنہگاروں سے افضل ہیں۔

تورپشتی کہتے ہیں: بندے کا اللہ تعالیٰ کو اس ذاکرین کی جماعت میں یاد کرنا ہے یہ ملائکہ پر فضیلت دینے والی باتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ذکر تمام پر فضیلت رکھتا ہے۔ اس امر کی مقدار سے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے افضل ترین فرشتوں میں ہے۔ پس وہ من جملہ ان مجالس میں سے بن گئی۔ ان کے ملانے کی وجہ سے یہ مجلس پہلی سے زیادہ بہتر بن گئی۔ پھر خیریت میں احتمال ہے کہ وہ اس طرف راجع ہو کہ جس کا مصدر ذکر ہو یعنی وہ گروہ بہت تیز ہے اس مجلس سے جس میں اس نے ذکر کیا ہے کیونکہ وہ فرشتے قرب کے مقامات میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور قدس کی ابدیت اس سے بھی ثابت

ہوتی ہے کہ وہ مؤمنین کیلئے ہمیشہ دعا کرتے ہیں جیسا اس آیت میں ہے۔ ﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [المؤمن : ۷]

تخریج : أخرجه البخاری (۷۴۰۵) ومسلم (۲۶۷۵) والترمذی (۳۶۱۴) وابن ماجه (۳۸۲۲) وابن حبان (۸۱۱) وأحمد (۳/۷۴۲۶)

الفرائد : ① بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے۔ خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا چاہئے۔

۱۴۳۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ " قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

رُوِيَ : "الْمُفَرِّدُوْنَ" بِتَشْدِيْدِ الرَّآءِ وَتَخْفِيْفِهَا وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِيْ قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ التَّشْدِيْدُ۔

۱۴۳۷ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُفَرِّدُوْنَ سبقت لے گئے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُفَرِّدُوْنَ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں''۔ (مسلم)

اَلْمُفَرِّدُوْنَ : راء کے شر سے جمہور نے نقل کیا۔ اَلْمُفَرِدُوْنَ بھی منقول ہے۔

تشریح ۞ المفردون : جو مرضاتِ الٰہی اور بلند درجات اور شہر واکمل کی طرف اور افضل حالت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

ما المفردون : ایسا سوال کیا جس سے مسؤل عنہ کے وصف میں نرمی ہو۔ جیسا اس آیت میں فرعون نے کہا: ﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الشعراء : ۲۳]

ابن علان کہتا ہے یہ سوال صفت ربوبیت کا تھا مگر بیضاوی کہتے ہیں ذات کی حقیقت کا سوال کیا تھا۔ (فتدبر) یا رسول اللہ! ان کی تعریف کیا ہے؟ تاکہ ہم ان کی راہ اپنائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ الذاکرون الله کثیرًا جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔ المفردون : خواہ تشدید سے ہو یا تخفیف سے ہر دو قریب المعنی ہیں۔ مراد وہ لوگ جو عبادتِ الٰہی میں مخلص ہیں۔ لوگوں سے الگ ہو کر اس کو یاد کرنے والے ہیں اور اس میں تبتل اختیار کرنے والے ہیں۔ ذکر نے جن کے بوجھ ہلکے کر دیے۔ انہوں نے احباب واسباب کو چھوڑ دیا اور مخلوق سے اپنے کو الگ کر لیا۔ یا ہجولیوں سے الگ کیا اور لذات سے اپنے آپ کو بچایا اور شہوات کی پیروی نہیں کی اس لئے کہ بندے کے لئے یہ بالکل درست نہیں کہ وہ توحید کی راہوں پر چل سکے اور فردانیت کے خیمے میں ٹھکانہ نہ لے سکے جب تک کہ وہ ٹھیک طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے منقطع نہ ہو جائے اور یہی وہ مقام تفرید ہے جس کی طرف اس ارشاد میں اشارہ کیا گیا ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ [المزمل : ۸] اس سے خبردار کر دیا کہ دائمی ذکر وہ اس وقت میسر آتا ہے جب بندہ اچھے انداز سے سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے اور غیر اللہ سے نفس کو کاٹ لے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۲۹۷) ومسلم (۲۶۷۶) والحاكم (۱/۱۸۲۳) وابن حبان (۸۵۸) والبیهقی (۱/۳۱٤)

الفوائد : ① ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کی فضیلت ذکر کی گئی کہ وہ بہت سے اہل برتر مطاعات سے سبقت کرنے والے ہیں ② ذکر ایک ایسی عبادت ہے جس کی کثرت کا حکم ہے۔

۱٤۳۸ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۳۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہ سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔(ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ یہاں ایک مرتبہ کہنا مراد ہے۔ **نخلة فی الجنة** :۱) حقیقی معنی ہو۲) مجازی معنی ہو۔ اجر کا ملنا اور حلاوت۔ پہلا قول مناسب ہے۔ حدیث اسراء سے اس کی موید ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "**ان الجنه قیعان وان غراسها سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر**" (رواہ ابن مسعود)

تشریح ۞ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: باب کے شروع میں روایت گزری: "**کانت له عدل عشر رقاب و کتبت له مائة حسنة و محیت عنه مائة مسیئة......**" قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح تہلیل سے افضل ہے کیونکہ عدد زبد البحر سو سے بہت زائد ہے۔ تہلیل کے متعلق گزر چکا **لم یأت احد بافضل مما جاء به۔** پس اس سے لا الہ کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس سے رفع درجات اور کتابت حسنات کا اضافہ ہے۔ اس کے ساتھ دس گردنوں کی آزادی جو تسبیح کی فضیلت اور تمام خطایا کی تکفیر کو ظاہر کرتی ہیں کیونکہ روایت میں وارد ہے :"**من اعتق رقبة اعتق الله بکل عضو منها عضواً منه من النار**" پس اس آزادی سے عمومی طور پر تمام غلطیوں کی معافی حاصل ہوتی ہے۔ خصوصاً اس عدد کے بعد جو بتلایا گیا اور اس کے ساتھ درجات کی بلندی بھی ہے اور اس کی تائید اس حدیث افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ سے ہوتی ہے کیونکہ یہ ان میں سب سے افضل ہے جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا۔ یہ کلمہ توحید واخلاص ہے۔ بعض نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور لا الٰہ کی افضیلت والی روایت کے حدیث ابی ذر معارض نہیں: "**قلت یا رسول الله اخبرنی الکلام الی الله؟ قال ان احب الکلام الی الله سبحان الله وبحمده**" (مسلم) اور ایک روایت مسلم میں ہے: "**ای الکلام افضل؟ قال ما اصطفاه الله ملائکته سبحان الله وبحمده**"۔

طیبی رحمہ اللہ کا قول: ممکن ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ یہ چاروں کلمات سے مختصر ہو کیونکہ سبحان اللہ اس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں اور اس کی صفات نقائص سے مقدس قرار دینا ہے پس اس میں لا الٰہ الا اللہ کا معنی مندرج ہے اور وبحمدہ۔ الحمد للہ کے معنی میں تو صریح ہے کیونکہ اضاف فیوی ہے اور بحمدہ میں لام کے معنی میں ہے اور اللہ اکبر کا معنی یہی ہے کیونکہ جب

تمام فضل وافضال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اسی سے ہے: "لا من شيء غيره فلا اكبر منه" ان سب کے باوجود تسبیح کی تہلیل پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ لا الٰہ کے قول میں الوہیت کی نفی ان سب چیزوں کی نفی ہے جو اس کے ضمن میں پائی جاتی ہیں یعنی خلق، رزق، ثواب، عقوبت اور الا اللہ کا قول ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ان کو ثابت کرتا ہے اور اس سے اس کے متضاد و مخالف کی نقائص سے نفی لازم آتی ہے۔ پس سبحان اللہ کا منطوق تو تنزیہہ ہے اور اس کا مفہوم توحید باری تعالیٰ ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا منطوق توحید اور اس کا مفہوم تنزیہ ہے۔ پس لا الٰہ الا اللہ افضل ہوا کیونکہ توحید افضل ہے اور تنزیہہ اس سے پیدا ہوتی ہے اور قرطبی نے اس طرح جمع کیا کہ ان اذکار کا جب ایک دوسرے پر اطلاق ہو تو یہ افضل ہیں یا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔ پس اس سے مراد ان کے ہم مثلوں سے ملانا ہے۔ اس کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جو مسلم نے نقل کی ہے: "احب الكلام الى الله تعالىٰ اربع لا يضرك بايهن بدأت....." ممکن ہے کہ اس میں معنی پر اکتفاء کیا جائے۔ پس اس صورت میں جس نے بعض پر اکتفاء کیا تو اس کے لئے کافی ہے کیونکہ ان کا حاصل تعظیم و تنزیہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اس نے تنزیہہ کی اور جس نے تنزیہہ کی اس نے تعظیم کی۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ممکن ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ' میں من مضمر ہو اور ان احب الکلام الی اللہ سبحان اللہ اس بنیاد پر ہو کہ افضل واجب کے لفظ برابر ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کی فضیلت صریح نص ہے اور محبوب ہونے کی وجہ سے دوسرے اخوات کے ساتھ ذکر کیا گیا تو اس کو نص اور انضمام دونوں لحاظ سے فضیلت حاصل ہوگئی۔ (فتح الباری)

طیبی کا قول: بعض محققین کہتے ہیں لا الٰہ کو افضل الذکر فرمایا کیونکہ تطہیر باطن عن الاوصاف الذمیمہ جن کی ظاہر میں پوجا کی جاتی ہے ان سے پاکیزگی کے لئے اس کا خاص اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَـٰهَهُ هَوَاهُ﴾ [جاثیہ: ۲۳]

پس لا الٰہ الا اللہ سے عموم الوہیت کی نفی کا فائدہ حاصل ہوا اور الا اللہ سے وحدانیت کا اثبات اور ذکر ظاہری زبان سے دل میں پہنچ کر متمکن ہو گیا اور جوارح پر غالب آ گیا اور اس کی حلاوت وہی پا سکتا ہے جس نے اس کو چکھا ہو۔ (اللهم اجعلنا منهم)

تخریج : أخرجه الترمذی (۳۳۹٤) والنسائی (۸۳۷) وابن ماجه (۳۸۰۰) وابن حبان (۸٤٦) والحاکم (۱/۱۸۵۲) والبیهقی (ص/۱۰۵) شعب الیمان (۲/۱۲۸)

الفرائد : ① تسبیح وتحمید کے جامع کلمات ہیں' ان کے ایک مرتبہ کہنے سے جنت کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔

۱٤۳۹ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَآئِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ :"لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱٤۳۹: حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کے احکام تو مجھ پر بہت زیادہ ہو گئے۔ آپ مجھے ایک ایسی چیز بتلا دیں جو کہ میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ نے فرمایا: ''تیری زبان اللہ کی یاد سے ہر وقت تر رہنی چاہیے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ یہ حمص میں مقیم ہوئے۔ ان سے جریر بن عثمان، حسان بن نوح نے روایت لی۔ انہوں نے ۹۴ سال عمر پائی۔ ان کی روایات اصحاب ستہ نے نقل کی ہیں۔ ان رجلاً : ایک روایت میں ان اعرابیا سأل ای الاعمال افضل؟ فقال ان تفارق الدنیا و لسانك رطب من ذکر اللہ (سیوطی) شرائع الاسلام، شریعة کی جمع ہے۔ یعنی مشروعات جن کا تعلق واجب سے ہو یا مستحبات سے۔ قد کثرت علی مجھ پر غالب آ گئے ہیں یہاں تک کہ میں اپنی کمزوری اور کوشش کی قلت کی وجہ سے عاجز آ گیا ہوں۔ اتشبث : میں ان کو مضبوطی سے تھام لوں اور اس پر پختگی سے عمل پیرا ہو جاؤں تا کہ وہ نوافل کی طرف سے میرے لئے کفایت کر جائیں۔

النحو : اتشبث : مرفوع ہے اور جملہ شئی کی صفت ہے۔ ۲) مجزوم پڑھنے کی ضرورت میں یہ شرط مقدر کا جواب ہے کیونکہ جواب طلب میں واقع ہے۔ رطبا من ذکر اللہ۔ طیبی کہتے ہیں رطوبت لعان کا مطلب یہ ہے کہ زبان پر سہولت سے جاری ہو۔ جیسا اس کا خشک ہونا مشکل کی تعبیر ہے اور جریان لسان یہ مداومت ذکر کی تعبیر ہے۔ گویا آپ نے فرمایا تو ذکر پر مداومت اختیار کرو۔ یہ اس آیت کے اسلوب میں ہے: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران : ۱۰۲] : عاقولی کہتے ہیں یہ اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ ......﴾

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٧١٤) والترمذی (٣٣٨٦) وابن ماجه (٣٧٩٣) وابن حبان (٨١٤) والحاکم (١/١٨٢٢)

الفرائد : ① لا الہ الا اللہ کی کثرت کرنی چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے بول پر مشتمل ہے۔

۱٤٤٠ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۴۰: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہا جنت میں اس کے لئے کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔'' (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ گزشتہ حدیث کی تشریح کفایت کرتی ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٣٤٧٥) والنسائی (٨٢٧) والحاکم (١/١٨٤٧) وابن حبان (٨٢٦) وابن أبی شیبة (١٠/١٩٠) أحمد (١٥٦٤٥) ابن أبی شیبة (١٠/٢٩٦) الترمذی (٣٤٧٣)

الفرائد : ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت خیر کے اضافہ کے حریص تھے۔ جو شخص بعض سنن سے عاجز رہا اس کی یہ کمی مداومت

ذکر سے پوری ہوسکتی ہے۔

۱۴۴۱ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ ' وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ' عَذْبَةُ الْمَآءِ ' وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا :سُبْحَانَ اللّٰهِ ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ' وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۴۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' میں اسراء (معراج) کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے فرمایا اے محمد ﷺ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور ان کو بتلانا کہ جنت کی زمین بہت عمدہ ہے اور اس کا پانی بہت میٹھا ہے اور وہ چٹیل میدان ہے۔ اس کے درخت سُبْحَانَ اللّٰهِ 'وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ لقیت ابراھیم : زندگی کی حالت میں جس کیفیت سے تھے۔ انبیاء ﷺ اپنی مخصوصہ سے زندہ ہیں۔ زمین ان کے اجساد کو کھانہیں سکتی۔ روح سے ملاقات والا مفہوم لینے کی حاجت نہیں (مگر یہ معراج کی راج ملاقات آسمان پر ہوئی پس مثالی جسم ماننا پڑے گا تا کہ روایت سے مطابقت رہے) ہر پیغمبر پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ جیسے پہلے بحث گزری۔ لیلة اسری بی۔ بیت المعمور کے پاس۔ اقرای امتك : یہ فعل متعدی بنفسہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں جو ان الفاظ کو سنے اسے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا چاہئے۔ طیبة التربة : کیونکہ اس کی مٹی خشک زعفران اور ان سے بڑھ کر کوئی چیز خوشبودار نہیں۔ عذبة الماء : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿أَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ﴾ [محمد : ۱۵] وہ پانی کسی چیز سے تغیر پذیر نہیں ہے۔

جب زمین عمدہ اور پانی میٹھا ہو تو فصل بہترین اور شاندار ہوتی ہے کیونکہ وہ درستی اور نمو میں انتہا کو پہنچنے والی ہوگی۔ وانھا قیعان : یہ قاع کی جمع ہے۔ وسیع برابر میدان کو کہتے ہیں۔ ایغراس جمع غرس۔ جو چیز زمین کی مٹی میں چھپ جائے مثلاً بیج وغیرہ تا کہ اُگ جائے۔ سبحان اللہ! ان کو بتلایا کہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ ان کا کہنے والا جنت میں داخل ہوگا اور کثرتِ اشجار یہ اس کے مکافات ہیں کیونکہ جوں جوں وہ کثرت کرے گا اس تعداد سے ہم درخت اگاتے جائیں گے۔ اس روایت اور جنت عدن ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ میں کوئی فرق نہیں۔ جنت درختوں سے بالکل خالی نہیں اس کو جنت کہنے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں گھنے درخت ہیں اور ان کی ٹہنیاں لپٹی ہیں۔ جنت کا لفظ ڈھانپنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ روایت جنت کے بالکلیہ درختوں' محلات سے خالی ہونے کی کوئی دلالت نہیں۔ قیعان کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اکثر حصہ درختوں والا اور کچھ وسیع قطعات خالی ہیں تا کہ ان کلمات سے مؤمن درخت لگائے اور دونوں درختوں کا الگ الگ امتیاز ہو اور ان کو دیکھ کر قسما قسم کا

شکرزبان سے نکلے اور اس کو ان نعمتوں سے الگ الگ لذت میسر ہو۔ جو شخص کھیتی جان مار کر لگاتا ہے اس کو کھیتی پر عجیب لذت حاصل ہوتی ہے۔ بخلاف اس انسان کے جس کو بلا محنت حاصل ہو جائے۔

عاقولی کا قول: جنت کے کچھ حصے خالی میدان ہیں اور کچھ حصے درختوں والے ہیں۔ جو خالی ہیں ان کی کھیتی سبحان اللہ وغیرہ کلمات ہیں۔

تخریج: أخرجه الترمذي (۳٤۷۳)

الفرائد: ① کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لئے یہ خصوصی انعام کا اعلان ہے۔ اللهم اجعلنا من اهليهم۔

۱٤٤۲: وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِكُمْ، وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِیْكِكُمْ، وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَخَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ؟" قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: "ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، قَالَ الْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ: اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

۱۴۴۲: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نہ بتلا دوں اور وہ عمل نہ بتلا دوں جو تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے پاکیزہ اور تمہارے درجات میں سب سے بلند ہو اور تمہارے لئے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو۔ نیز اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمنوں کا سامنا کر کے ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر۔'' (ترمذی) حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

تشریح ۞ **بخیر اعمالکم:** عز بن سلام کہتے ہیں: یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ تمام عبادات میں ثواب تکلیف کی مقدار سے مرتب نہیں ہوتا بلکہ کبھی اللہ تعالیٰ قلیل پر اتنا عنایت فرماتے ہیں جو کثیر پر ملتا ہے۔ جب شرف میں مراتب کے لحاظ سے ثواب مرتب ہو۔ **ازکاھا:** وہ جو ثواب میں زیادہ اور پاکیزہ ہو۔ **عند ملیککم:** یہ لفظ اس آیت سے لیا گیا ہے۔ ﴿عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ [القمر: ۵۵] **ارفعھا:** زیادہ بڑھانے والی ہے۔ **خیر لکم من انفاق:** معنی یہ ہے کہ کیا میں مال و جان خرچ کرنے سے بہتر چیز نہ بتلا دوں۔ **عدوکم:** میدانِ جنگ میں مقابل کفار۔ جن کی گردنیں اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کاٹی جائیں۔

عاقولی کا قول: ثواب کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر ہے۔ ۲) ذکر اللہ سے مراد ظاہر و باطن میں اس پر مداومت ہے۔ پس تمام عمر اس میں صرف کرنا مناسب ہے۔ جب اکثر اس طرح ہوگا تو یہ انفاق مال سے زیادہ اجر والا ہوگا۔ مال تو ختم ہونے والا

ہے اور جہاد سے تھوڑی دیر میں فراغت مل جاتی ہے' قتل کی کڑواہٹ ایک لحہ کے لئے برداشت کی جاتی ہے اور حضوری کے ساتھ طویل عرصہ ذکر میں گزارنا بڑا مشکل ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: جمع اس لئے لائی گئی تا کہ ظاہر ہو کہ ذکر کامل تمام اعمال سے افضل ہے اور یہ وہ چیز ہے جس میں زبان' دل اور معنی پر غور وفکر اور عظمت الٰہی کا استحضار حاصل ہوتا ہے۔ پس جس کو یہ حالت میسر ہو وہ اس مجاہد سے افضل ہے جو استحضار کے بغیر ہے۔ جہاد کی افضیلت فقط زبان کے ذکر کے لحاظ سے ہے۔ جس میں ذکر قلبی' لسانی اور استحضار عظمت ہر حال میں میسر ہوں اور وہ کفار سے قتال بھی کرنے والا ہو وہ تو اعلیٰ ترین درجے کو پانے والا ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ (فتح الباری)

فتح الالہ میں لکھا ہے کہ دونوں کو اس طرح بھی جمع کرنا ممکن ہے۔ خیریت کا مطلب یہ لیا جائے کہ دل ذکر سے پر ہوں جس سے شیطان بھاگتا ہے۔ جب شیطان دل کے میدان سے بھاگ جائے گا اور دل کی اصلاح وطہارت سے بدن بھی درست رہتا ہے۔ پس ذکر کا اتنا بڑا اثر ہے جو انفاق اور بذل نفس میں نہیں' پس اس حیثیت سے یہ بہتر ہے۔ اگرچہ دوسری تمام حیثیات سے وہ اس سے افضل ہیں۔ پس حیثیت کی قدمنافات کو ختم کر دیتی ہے۔ فتامل تدبر۔ ابن عبدالسلام نے ظاہر حدیث کو اختیار فرمایا ہے۔ کمامر۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۵۹۵) والترمذی (۳۳۸۸) وابن ماجه (۳۷۹۰) والحاكم (۱/۱۸۲۵)

الفوائد : ① ذکر کے جو درست کلمات احادیث میں وارد ہیں ہر ایک اپنی مثال آپ ہے۔ اصل تو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا چاہئے۔

۱۴۴۳ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى – اَوْ حَصًى – تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ: ''اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا – اَوْ اَفْضَلُ '' فَقَالَ : '' سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَالِقٌ ' وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ ' وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۴۳: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس داخل ہوئے جس کے سامنے گھٹلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں جو تمہارے لئے اس سے آسان تر یا اس سے افضل ہو۔ پھر فرمایا: '' سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا ...... '' اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس تعداد کے مطابق جو اس نے آسمان میں بنائی اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں جو اس نے زمین میں پیدا کی اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس گنتی

کے مطابق جو اس کے درمیان مخلوق ہے اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے مطابق جو وہ پیدا کرنے والے ہیں۔'' اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ' اَلْحَمْدُلِلّٰہِ' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی ساتھ ملا کر اسی طرح پڑھیں۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ امراۃ: ممکن ہے کہ یہ صفیہ بنت حیی ہوں۔ جیسا ترمذی کی روایت سے اشارہ ملتا ہے اور ممکن ہے کہ جویریہ ہوں۔ ممکن ہے کوئی اور ہوں اور وہ سعد کے محارم سے ہوں یا یہ معاملہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے۔ آپ ﷺ کے لئے اجانب محارم کی طرح ہیں۔ آپ کے معصوم ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے فتنے سے امن ہے۔ نوی جمع نواۃ۔ اس کی جمع نوایات' انواء بھی ہے۔ (المصباح) حصٰی جمع حصاۃ۔ من ھذا۔ گٹھلیوں اور کنکروں کے ذریعہ تسبیح او یہ واؤ کے معنی میں ہے یعنی اس سے افضل ہو کیونکہ عدد ما خلق جیسا سابقہ روایت میں گزرا اس سے بے شمار ثواب لکھا جائے گا اور کنکریوں کی گنتی اس کی بنسبت بہت کم تعداد ہے۔ عدد ما خلق : ماء عام ہے جو عاقل وغیر عاقل تمام کو شامل ہے۔ وسبحان اللہ! مقدر بہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے حرف عطف نئے سرے سے لائے۔ ما بین ذلك: یعنی آسمان وزمین کے مابین یا جوان میں پیدا کیا گیا۔ اس کے مابین۔ ما ھو خالق :جس کو ابتداء تخلیق سے انتہاء تک پیدا کرنے والے ہیں۔

عا قولی کا قول: تفصیل کے بعد اجمال کی وجہ یہ ہے کہ جب اسم فاعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے زمان و مکان کی قید کے بغیر استمرار پیدا ہوتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: خلق سے تقابل کا مطلب یہ ہے کہ عدد ما خلق سے مراد اس ذکر کے کلام سے پہلے کا زمانہ ہے اور ما ھو خالق سے بے نہایت زمانہ۔ یہ اولیٰ ہے۔ (فتح الالہ)

تخریج : أخرجه أبو داود (۱۵۰۰) والترمذی (۳۵۷۹) وابن حبان (۷۳۸) والحاکم (۱/۲۰۰۹)

الفرائد : ① آپ ﷺ کی اپنی امت پر شفقت ورحمت کا اندازہ فرمائیں کہ کبھی گنتی سے کبھی دو کلمات' کبھی تین کلمات کبھی بغیر عدد مختلف انداز سے ذکر سکھایا تاکہ کسی طرح عادت پڑ جائے۔

۱۴۴۴ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ؟" فَقُلْتُ :بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ :"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۴۴: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں مطلع نہ کر دوں''۔ میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا:" لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" برائی سے پھرنے کی ہمت نہیں اور نیکی پر آنے کی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ کنز : ۱) جنت کے ذخائر میں سے کوئی ذخیرہ۔ ۲) جنت کی نفیس اشیاء۔

نووی رحمہ اللہ کا قول: ان کلمات کا کہنے والا عمدہ ونفیس ثواب جنت میں جمع کرے گا۔ لاحول...... : اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بندہ نہیں پھر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طاعت پر قوت نہیں مل سکتی' سوائے توفیق الٰہی کے۔ یہ تفویض وتسلیم کا کلمہ ہے۔ بندے کو اپنے

معاملے کا اختیار نہیں۔ ارادۂ الٰہی کے بغیر نہ جلب منفعت کر سکتا ہے اور نہ دفع مضرت۔ مستدرک سے اس طرح نقل کیا: **الا ادلك على كلمة من تحت العرش من كنز الجنة تقول لا حول ولا قوة الا بالله' اسلم عبدى واستسلم۔**

تخریج: أخرجه أحمد (٧/١٩٦١٦) والبخارى (٤٢٠٥) ومسلم (٢٧٠٤) وأبو داود (١٥٢٦) والنسائى (٥٣٨) وابن ماجه (٣٨٢٤) وابن حبان ـ ٨٠٤)

الفرائد: یہ جنت کا خزانہ ہے۔ اس میں تمام طاقت وقوت کو بارگاہِ الٰہی کے سپرد کر دینا ہے اور اس کی طاقت وقوت کا اعتراف ہے۔

۲۴۵ :بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا وَمُحْدِثًا وَّجُنُبًا وَّحَآئِضًا اِلَّا الْقُرْآنَ فَلَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَلَا حَآئِضٍ

باب: اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہونے' بیٹھنے' لیٹنے' بلا وضو' جنابت کی حالت میں اور حیض کی حالت میں درست ہے مگر تلاوتِ قرآن جنبی اور حائضہ کیلئے جائز نہیں

تشریح ۞ **قائمًا** : یہ حال ہے۔ بندے کا قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ **مضطجعًا** : اس سے مراد لیٹنا جس میں چت لیٹنا بھی شامل ہے۔ **محدثا** : حدث اصغر کی حالت میں۔ **حائضا** : حیض و نفاس کا حکم طہارت کے لحاظ سے ایک ہے۔ البتہ قرآن مجید کا ایک حرف بھی بقصد تلاوت جائز نہیں البتہ اذکار اپنے مواقع پر درست ہیں' کھانے کھاتے وقت بسم اللہ' مصیبت کے وقت استرجاع۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ : لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ [آل عمران:۱۹۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے' بیٹھے اور پہلو پر لیٹے یاد کرتے ہیں''۔ (آل عمران)

تشریح ۞ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... **السَّمٰوٰت** : آسمانوں کو بلاستون بلند کر دیا اور **اَلْاَرْض** : زمین کو جمے پانی پر بچھا دیا۔ **اَخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ** : ۱) دن کو روشن اور رات کو اندھیرا بنادیا۔ ۲) ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا' ۳) ایک کو دوسرے پر لپیٹ دیا' ۴) ایک دوسرے میں داخل کر دیا' ۵) طول و قصر میں متعارض بنایا کبھی ایک لمبی ہے تو دوسرے کو چھوٹا کر دیا اسی طرح بالعکس۔ **لَاٰيٰت** : ۱) اللہ تعالیٰ کے وجود' وحدت اور علم و قدرت پر دلالت ہیں جو عقل والوں سے صرف متعلق ہیں۔ یہ عزیز و علیم کے اندازے ہیں' ۲) اختلاف کا عطف خلق کے مدخول پر درست ہو اور مراد تقدیر لیا جائے۔ ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو ان پڑھے مگر ان میں غور نہ کرے۔ **قِيَامًا وَّقُعُوْدًا** : وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں اگر اس کی طاقت نہیں ہوتی تو بیٹھ کر اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پہلو کے بل' ۲) مراد مداومت ذکر ہے کیونکہ عموماً انسان کی یہی تین حالتیں

ہوتی ہیں' کھڑا' بیٹھا' پہلو کے بل لیٹا ہوا۔ ترجمہ سے مناسبت دوسرے مطلب کو زیادہ ہے۔

١٤٤٥ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۴۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے تھے۔ (مسلم)

تشریح ۞ علی کل احیانه : تمام اوقات میں۔ سوائے ان اوقات کے جن میں احداث سے طہارت میں مشغول ہوتے۔ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت حدث اس سے مراد ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس وقت میں کلام سے سے ناراض ہوتے ہیں اور یہ بھی وارد ہے کہ جماع کے وقت کلام ممنوع ہے۔

تخريج : أخرجه أحمد (١٠/٢٦٤٣٦) وأبو داود (١٨) والترمذى (٣٣٩٥) وابن ماجه (٣٠٢) وابن حبان (٨٠١) وأبو عوانة (١/٢١٧) وابن خزيمة (٢٠٧) والبيهقى (١/٩٠)

الفرائد : ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خیر فوت نہ ہوتی تھی۔ آپ دائم الذکر تھے۔ اللہ تعالیٰ اتباع کی توفیق دے آمین۔

١٤٤٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتَى اَهْلَهٗ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ ' اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا ' فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَّمْ يَضُرَّهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۴۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی ایک' جب اپنی گھر والی سے صحبت کرنے لگے تو اس طرح دعا کرے بِسْمِ اللّٰهِ ...... ''اللہ کے نام سے' اے اللہ ہم کو شیطان سے اور شیطان کو ہم سے دور رکھ اور جو اولاد ہمیں عنایت کریں'' پس اگر اس حمل میں کوئی اولاد مقدر ہوئی تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ لو ان احدکم : تو فعل پر داخل ہوتا ہے۔ ای لو ثبت ان احدکم ۔ اتی اھله : ارادہ جماع کرے۔ باسم الله : اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ میں۔ شیطان کے قریب سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہاں الف کو ذکر کیا بسم اللہ میں کثرت استعمال سے حذف کر دیا گیا۔ جنبنا الشیطان : اس کو ہم سے دور فرما۔ محفوظ و منتقل میں معنی ایک ہے۔ (المصباح)

جنبت الوجل الشر : میں نے اس کو شر سے دور کر دیا۔ پس تفعیل میں مبالغہ ہے۔ ما رزقتنا : رزق اس چیز کو

کہتے ہیں جس سے انسان کو فائدہ پہنچے۔ جماع سے موادِ مفسد بدن سے دور ہو جاتا ہے۔ پس جماع بھی اس میں داخل ہے۔

لم یضرہ : یعنی شیطان اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ عموم کے معنی کے لئے معمول کو حذف کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ ضرر جو شیطان کے تسلط سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً صرع' وسوسہ وغیرہ تو اس سے ارادۂ جماع کے وقت یہ وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/١٨٦٧) والبخاری (١٤١) ومسلم (١٤٣٤) وأبو داود (٢١٦١) والنسائی (٦/١١٠) وابن ماجه (١٩١٩) والطبرانی (١٢١٩٥) الدعاء) (٩٤١) وابن حبان (٩٨٣) والطیالیس (٢٧٠٥) وابن أبی شیبة (١٠/٣٩٤)

الفوائد : ① بلا وضو ذکر جائز ہے۔ لذات کے اوقات میں اس دعا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان کی دست برد سے وہ اولاد ماؤن ہوگی۔

۲۴۶: بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ عِنْدَ نَوْمِهٖ وَاسْتِيْقَاظِهٖ

باب: نیند کے وقت اور اس سے بیداری کی وقت کیا کہے؟

عند نومه: جب سونے کا ارادہ کرے۔ **نوم**: معدہ سے چڑھنے والی رطوبات کے ذریعہ دماغ کے اعصاب میں ڈھیلا پن پیدا ہو کر شعور کا زوال نوم کہلاتا ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ سنہ اور چیز ہے جیسا کہ آیت الکرسی میں عطف ظاہر کرتا ہے اور نعاس بھی اور چیز ہے۔ نیند کی علامت خواب ہے اور نعاس کی علامت حاضرین کے کلام کو سننا خواہ اس کو نہ سمجھے۔

۱۴۴۷ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ ، وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ : "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ" ۔ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۴۴۷: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آرام فرماتے تو یہ دعا پڑھتے "تیرے نام سے اے اللہ میں مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں" اور جب آپ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف سب نے جمع ہونا ہے"۔ (بخاری)

تشریح ۞ **اوی**: ۱) بستر میں داخل ہوتے '۲) اس کی طرف مائل ہوتے۔ **باسمك**: یعنی تیرا نام لے کر۔ **احیا**: جب تک میں زندہ ہوں۔ **اموت**: موتِ حقیقی یا موتِ مجازی۔ نینداور موت دونوں میں حرکت اختیار یہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں اشارہ فرمایا کہ مقصود زندگی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کی اس عبادت کو انجام دے کر جو سونے والے کے میت سے مل جانے کی وجہ سے فوت ہو گئی تھی۔ پس نیند پر اس کا اطلاق کر دیا گیا۔

عینی کا قول: ممکن ہے کہ اسم کا لفظ ویسے داخل کیا گیا ہو جیسا اس ارشاد میں **ثم اسم السلام علیکما**۔ **استیقظ**: بیدار ہو۔ **احیانا**: ہمیں جگا دیا جو کہ مرضیاتِ الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ **اماتنا**: اس نیند سے جو کہ موت کی ہم نشین ہے۔

قول کرمانی: موت کی تعریف بدن سے روح کے تعلق کا منقطع ہو جانا اور کبھی یہ ظاہراً ہوتا ہے' اس کو نیند کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو اخوالموت کہتے ہیں اور اگر یہ انقطاع ظاہر و باطن کے لحاظ سے ہو تو اس کو موت متعارف کہتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ موت ان دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ اس صورت میں اطلاق حقیقی ہوگا۔

زجاج کا قول: وہ نفس جو انسان سے نیند کے وقت جدا ہوتا ہے وہ جو تمیز کے لئے ہے اور جو نفس موت کے وقت جدا ہوتا ہے وہ وہی ہے جو حیات و زندگی ہے جس کے زوال سے نفس زائل ہو جاتا ہے۔ **والیه النشور**: موت کے بعد والی زندگی۔ نشر بشر بارگاہِ الٰہی میں جانا تا کہ عاملین کو عمل کے مطابق بدلہ خیر یا شر میسر ہو اور اس کو اس لئے ذکر کیا گیا تا کہ اس کا استحضار انسان

کو نیند و بیداری میں مولیٰ کی طرف متوجہ رہنے کے لئے خبردار کردے۔ پس اس کی نیند اس کو ان کاموں میں سست نہ کردے یا طالبات میں کوتاہی کرنے والا نہ بنادے اور نہ اس کی بیداری دوامی مراقبہ حضور سے اس کو غافل کردے۔ روایت کا متن آپ ﷺ سے بالاتفاق مروی ہے۔ باب آداب النوم میں روایت گزر چکی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۳۴۲۹) والبخاری (٦٣١٢) وأبو داود (٥٠٩٤) والترمذی (٣٤١٧) والنسائی (٨٤٧) وابن ماجه (٣٨٨٠) وابن حبان (٥٥٣٢) وأبو شيخ (ص/١٦٧) وابن أبی شيبة (٧١/٩)

الفرائد : ① اس دعا میں بندہ اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ میری حرکت وسکون تیری عنایت سے ہے۔ یہ سونے اور جاگنے کی دعا ہے۔

۲۴۷ :بَابُ فَضْلِ حَلْقِ الذِّكْرِ وَالنَّدْبَ عَلٰى مُلَازِمَتِهَا وَالنَّهْيِ عَنْ مُفَارِقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ!

بَابٌ: ذکر کے حلقوں کو لازم کرنے اوران سے بلا وجہ جدائی اختیار کرنے کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ [کہف:۲۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھ جو اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں اور اسی ہی کی رضا مندی چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں''۔ (کہف)

حلق : یہ حلقه کی جمع ہے جیسے قصعه و قصع ۔(ازہری) حلق جیسے قصبه و قصب۔ بعض نے دونوں کو ذکر کیا۔(المصباح) الندب :ان کی طرف لوگوں کو فضیلت ذکر کرکے بلانا۔ والنهي : نہی تنزیہی ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ...... اَصْبِرْ :روک کر رکھو۔ غَدَاةِ وَالْعَشِيِّ سے صبح وشام جو دن کے دونوں اطراف ہیں وہ مراد ہیں۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ : وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ارادہ کرنے والے ہیں۔دنیا کی غرض نہیں۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ :اپنی نگاہ ان سے ہٹا کر مالداروں یا مرتبہ والے کفار قریش کی طرف مت کریں۔قریش مکہ نے بار بار آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس سے اٹھا دو تو آپ ﷺ کی بات سنیں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ عن سے متعدی کیا گیا ہے۔حالانکہ یہ تو متعدی بنفسہٖ ہے کیونکہ یہ نبوة کے معنی کو متضمن ہے۔کہتے ہیں ثبت عنه عنه! جب تو اس کو حقیر قرار دے کر نظر کو اس سے معلق نہ کرے۔

۱۴۴۸ :وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَآئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَنَادَوْا : هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا ، فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ – وَهُوَ اَعْلَمُ – :مَا يَقُوْلُ عِبَادِىْ؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :يُسَبِّحُوْنَكَ ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيُمَجِّدُوْنَكَ : فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِىْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ :لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ – فَيَقُوْلُ : كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِىْ؟ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً ، وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا ، وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا فَيَقُوْلُ: فَمَا ذَا يَسْاَلُوْنَ؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ :يَقُوْلُ :وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :لَا وَاللّٰهِ

يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا – قَالَ :يَقُوْلُ :فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا ، وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا ، وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً – قَالَ :فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ ، قَالَ : فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا – فَيَقُوْلُ :كَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ :لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا ، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً – قَالَ :فَيَقُوْلُ :فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ – قَالَ :يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ :فِيْهِمْ فُلَانٌ لَّيْسَ مِنْهُمْ ، اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ :هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضَلَاءَ يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ ، فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَئُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعَدُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَيَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ – وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْاَرْضِ :يُسَبِّحُوْنَكَ ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ ، وَيُهَلِّلُوْنَكَ ، وَيَحْمَدُوْنَكَ ، وَيَسْئَلُوْنَكَ – قَالَ :وَمَا ذَا يَسْئَلُوْنِيْ؟ قَالُوْا : يَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ – قَالَ :وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا :لَا اَيْ رَبِّ : قَالَ :فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا :وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ :وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ؟ قَالُوْا :مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ – قَالَ :وَهَلْ رَاَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا :لَا' قَالَ :فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا :وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ؟ فَيَقُوْلُ :قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ ، وَاَعْطَيْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا ، وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا– قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ – فَيَقُوْلُ :وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ"۔

۱۴۴۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں پر گھوم پھر کر ذکر والوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو اللہ کی یاد میں پالیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ ادھر آؤ۔ یہاں تمہاری حاجت ہے۔ پس وہ ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں (جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں) تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کی حالت سے واقف ہے۔ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح و تکبیر اور بڑائی بیان کر رہے تھے اس پر اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں نہیں اللہ کی قسم! انہیں دیکھا۔ پھر اللہ فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ تیری عبادت' بزرگی اور تسبیح کریں۔ پس اللہ فرماتے ہیں وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ جواب دیتے ہیں کہ آپ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ جواب دیتے ہیں نہیں! اللہ کی قسم اے رب نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتے

ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں‘ تو جنت کی حرص بہت بڑھ جائے اور اس کی طلب اور تیز تر ہو جائے اور رغبت میں پہلے کی نسبت بہت اضافہ ہو جائے۔ اللہ پوچھتے ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس پر اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواباً عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ آگ کو دیکھ لیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں تو اس سے اور زیادہ دور بھاگیں اور خوف کھائیں۔ اللہ فرماتے ہیں: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی ان میں سے نہ تھا‘ وہ اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا۔ اللہ فرمائیں گے وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بدنصیب نہیں رہ سکتا‘‘۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے‘ میں یہ الفاظ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ کے کچھ فرشتے جو حفاظتی فرشتوں کے علاوہ ہیں‘ زمین میں گھوم پھر کر ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ کوئی ذکر کی مجلس پا لیتے ہیں تو اس میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے‘ یہاں تک کہ اپنے سامنے اور آسمان و زمین کے درمیان جگہ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ پس اللہ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کی حالت سے خوب واقف ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح و بڑائی‘ وحدانیت‘ عظمت اور حمد و ثناء بیان کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کرتے تھے۔ اللہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے اللہ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں اے پروردگار! اللہ فرماتے ہیں۔ اگر دیکھ لیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ بھی مانگ رہے تھے۔ اللہ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز کی بابت مجھ سے پناہ طلب کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے پروردگار! تیری آگ سے۔ اللہ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے بخشش بھی مانگ رہے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے ان کو بخش دیا اور جس چیز کا وہ سوال کر رہے تھے وہ عطا کیا اور جس چیز سے پناہ طلب کر رہے تھے میں نے اس سے پناہ دے دی۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! ان میں تیرا فلاں خطا کار بندہ بھی تھا جو وہاں سے صرف گزر رہا تھا اور ان کے ساتھ (چند لمحے) بیٹھ گیا۔ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

تشریح ❁ **یلتمسون اھل الذکر** : ۱) یہ **یطوفون** کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔۲) یا دوسری صفت ہے۔ **الذکر**: اس میں نماز‘ قراءتِ قرآن‘ خیر دارین کی دعا‘ تلاوتِ حدیث‘ دراسہ علوم‘ مناظرہ علماء جو احقاقِ حق کے لئے ہو۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اس سے مراد تسبیح و تکبیر وغیرہ کی مجالس ہیں اور تلاوت کافی ہے۔ اگرچہ قراءت حدیث‘ دراسہ علم‘ مناظرہ من جملہ‘ ذکر اللہ کے ماتحت داخل ہو۔ **وجدوا قومًا**: مسلم میں **وجدوا مجلسا** ہے۔ **تنادوا**: مطلوب پر

راہنمائی کے لئے وہ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں۔ **هلموا:** یہ بنو تمیم کی لغت کا لفظ ہے۔ اہل حجاز اس کو لفظ واحد کے ساتھ جمع میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کا اصل یہ ہے: **هل لك في كذا امه؟ اى اقصده**۲) **هلم۔ اى اقصد** ۳) **ها لم۔ حاجتكم :** بعض روایات میں **بغيتكم** ہے۔ ہر دو کا معنی ایک ہی ہے۔ **فيحفونهم :** وہ چکر لگاتے اور ان کے گرد گھومتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذاکرین کے گرد اپنے پر جھکاتے ہیں۔ **فيسألهم ربهم :** صورۃ سوال ہے۔ حقیقی سوال مراد نہیں کیونکہ وہ تو سائل اپنی ناواقفی سے پردہ اٹھانے کے لئے کرتا ہے۔ **وهو اعلم بهم:** یہ جملہ حالیہ یا معترضہ ہے۔ گویا فرشتوں کا یہ اقرار کہ ان میں تسبیح کرنے والے حمد کرنے والے ہیں۔ **اتجعل فيها من يفسد فيها......** کیلئے بمنزلہ استدراک ہے۔ **ما يقول عبادى :** یہ **فيسألهم ربهم** کا بیان ہے۔۲) قول مقدر کا مفعول ہے۔ **اى قائلا۔ يسبحونك :** اسماعیلی کی روایت میں **مررنا بهم وهم يذكرونك و يهللونك و يحمدونك و يسألونك** کے الفاظ ہیں اور بزاز کی روایت میں جوانس سے مروی ہے۔ "**يعظمون آلاء ك و يتلون كتابك و يصلون على نبيك و يسألونك لاخرتهم و دنياهم والمجد والعز والشرف**" راوی کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ **لا والله :** یہ لفظ جلالہ کے ساتھ تمام نسخوں میں موجود ہے۔ دوسروں نے ساقط کر دیا۔ **اشد لك عبادة :** یہاں **اشد** کا لفظ مصدر کے ساتھ معنی تفضیل کے لئے "**اشد تمجيدًا**" کی مناسبت کے لئے لایا گیا ہے۔ ورنہ اس سے اسم تفضیل اعبد استعمال میں آتا ہے۔ **فيقول فما يسألون :** بخاری کی روایت ابوفد میں فا موجود بقیہ حذف کر دی گئی اور **يسألون** کو **ماذا يسألونى؟ يا باى شئ يطلبون؟** کے الفاظ ہیں۔ **يسألونك الجنة :** فرشتے بتلائیں گے کہ وہ جنت کا سوال کرتے ہیں۔ خواہ فرشتوں نے مسلمانوں سے یہ خود سنا ہو یا یہ بات ظاہر ہے کہ مکلّف تو اپنے ربّ سے نعمتوں والا افضل اور جہنم سے کفایت چاہتا ہے۔ **راوها:** مسلم میں **هل راوا جنتى** کے الفاظ ہیں کہ کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے۔ **والله يارب :** یہ طوالت کلام تلذذ فی الکلام کے لئے لائے۔ **فكيف لورأوها ۔** فا کا مقدر پر عطف ہے۔ **اى هذا طلبهم لها وما رأوها فكيف طلبهم لها لو اروها؟** یعنی یہ ان کی جنت کی طلب ہے حالانکہ انہوں نے اسے دیکھا نہیں۔ پس ان کی طلب کا کیا حال ہو اگر وہ جنت دیکھ پائیں۔

لو انهم۔ اى لو ثبت انهم۔ فعل پر لو داخل ہوتا ہے۔

اعظم فيها رغبةً ۔ فيها : اعظم سے متعلق ہے۔ **رغبةً :** مؤخر سے نہیں۔ **فم اى فمن اى شئ يتعوذون :** ذکر کی پناہ لیتے اور اس کو مضبوطی سے تھامتے ہیں۔ **يتعوذون** سے پہلے **يقولون** محذوف ہے اور قال کا فاعل نبی اکرم ﷺ ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ وہ ذکر کی پناہ لینے اور مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔ یہاں **يقولون** محذوف ہے۔ اس کا فاعل ملائکہ ہیں۔ خلاف دلالت مقام کی وجہ سے ہے۔ **لا والله ما لاوها ۔** دلالت کے باوجود تصریح کلام میں طوالت کے لئے ہے۔ **اشهد لها مخافة۔ مخافه۔** خوف کے معنی میں ہے۔ معنی میں اضافہ اور تفخیم کے لئے خوف کی بجائے مخافہ لایا گیا۔ **فاشهدكم :** اس کا عطف مقدر پر ہے۔ **اى فاعذتهم فاشهدكم۔ غفرت لهم :** مفعول کو عموم کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ **فيهم فلان ليس منهم :** یعنی ان تمام میں فلاں آدمی ایسا ہے۔ فلان کا لفظ نامعلوم اسماء سے کنایہ کے لئے لایا جاتا ہے۔ **ليس منهم۔**

النَّحْوُ : ۱) ماقبل کے لئے صفت ہے۔ ۲) حال ہے۔ تقدیم خبر کی وجہ سے یہ خاص ہو گیا۔ **لحاجة** : وہ ذکر کی نیت سے شامل نہ ہوا تھا۔ **هم الجلساء** : یعنی کامل و مکمل لوگ ہیں۔ **لا يشقى جليسهم** : ۱) یہ صفت ہے' ۲) خبر کے بعد دوسری خبر ہے' ۳) حال ہے' ۴) مقتضی کے بیان کے لئے جملہ مستانفہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اس عبارۃ میں ذاکرین کے ہم مجلس سے شقاء کی نفی میں مبالغہ ہے۔ اگر **يسعدبهم جليهم** کہہ دیا جاتا تو انتہائی فضل کا تذکرہ تو ہو جاتا لیکن جملے میں وہ بلاغت کی روح نہ ہوتی جو اس انداز میں ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اثر میں بھی اس کے قریب قریب منقول ہے۔ **بينما قوم يذكرون الله اذاتاهم رجل فقعد اليهم قال' فنزلت الرحمة ثم ارتفعت فقالوا ربنا فيهم عبدك فلان قال غشوهم رحمتي هم القوم لا يشقى بهم جليسهم۔** (فتح الباری)

روایت مسلم: **ملائكه سيارة** : زمین میں چلنے پھرنے والے۔ تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے معنی یہ بنے گا کہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہیں۔ ان کا کام صرف ذکر و وعظ کے حلقہ جات میں حاضری ہے۔ **تبعون** : طلب و تلاش کے معنی میں ہے۔ **قد دامعهم** : تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ اس سے مقصود حلقہ ہائے ذکر میں حاضری اور شمولیت کی ترغیب مقصود ہے۔ قاضی عیاضؒ نے حف کو حث ذکر کیا ہے اور معنی یہ بیان کیا کہ وہ ایک دوسرے کو اترنے کی ترغیب دیتے ہیں اور بخاری کا قول "**هلموا الى حاجتكم**" اور "**يحفونهم باجنحتهم**" اس کی تائید کرتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ وہ حلقہ باندھ کر ان کو اطراف سے گھیر لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ **يملأوا ما بينهم** : ان کی تعداد مجلس میں اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ایک دوسرے پر بلند ہو کر مجلس سے آسمان کا فاصلہ بھر دیتے ہیں۔ **صعدوا** : یہ بات علم سے آتا ہے۔ **عبادلك في الارض** : یہ دونوں ظرف عباد کی صفت ہیں' حال نہیں۔ اسی طرح **يسبحونك تايسألونك** یہ احوال مترادفہ ہیں۔ مفعول محذوف سے احوال متداخلہ بھی بن سکتے ہیں۔ یہ اس آیت کے حذف کی طرح ہے: ﴿وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى﴾ [طه:۱۸] **لا اى رب** : ضمیر متکلم محذوف کے ساتھ ہے کیونکہ کسرہ کی دلالت موجود ہے۔ **لو راوا جنتي** : روایت مسلم میں راوی نے بھول کر جواب چھوڑ دیا۔ بخاری میں موجود ہے۔ **ويستجيرونك** : آپ سے امان کے طالب ہیں۔ **مما** یہ **من اى شئ** کے معنی میں ہے۔ **يستجيروني** : یہ نون وقایہ ہے۔ کما قالہ ابن ہشام۔ **من نارك** : سوال میں متعلق کی دلالت پائے جانے کی وجہ سے جواب میں حذف کیا گیا۔ **يارب** : حرف نداء بعید کو تفخیم شان کے لئے لایا گیا ہے۔ (التوضیح) **هل راو انارى**...... اضمار کی بجائے نار کو دونوں جملوں میں تہویل و تعظیم کے لئے لائے۔ **يستغفرونك** : ایک واؤ محذوف ہے۔ جس طرح دوسرے جملے یہ **فكيف لو راوا نارى**؟ کا جواب نہیں ہے۔ اس سے شروع کیا تاکہ مطلوب و مغروب کو خوب ظاہر کرنے والا ہو۔ اسی وجہ سے **فاعطيتهم** وغیرہ جملوں کو بطور تفریع لایا گیا ہے۔ **ماسألوا** اس سے جنت کا سوال مراد ہے۔ **اجرت** : یہ پناہ دینے کا معنی دیتا ہے۔ **عبد خطاء** : بہت خطائیں کرنے والا۔ ابن حجر کہتے ہیں' اس روایت میں ذکر اور ذاکرین کی فضیلت ذکر فرمائی اور اس ضمن میں فرمایا اس کے پاس بلا نیت بیٹھنے والا بھی ان میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ یہ ان کے اکرام کی خاطر ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بنی آدم سے محبت کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئول عنہ سے زیادہ علم والا بھی کبھی سوال کر لیتا ہے تاکہ مسوول عنہ کی غایت ظاہر ہو اور اس کے مرتبہ و شرف کا اظہار ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا جہراً دعویٰ کیا ہے وہ

زندیق ہیں بلکہ مسلم کی روایت جو ابوامامہ سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: "واعملوا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا"۔

تخریج : أخرجه أحمد (٧٤٢٨) والبخاری (٧٤٠٨) ومسلم (٢٦٨٩) والترمذی (طط٣٦) وابن حبان (٨٥٦) والحاکم (١/١٨٢١)

الفرائد : ① ذکر اور اہل ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ان کا ہم مجلس بھی محروم نہیں ہوتا۔ ② ملائکۃ اللّٰہ کو بنی آدم سے محبت ہے تبھی وہ ان کی طرف خصوصی توجہ کرتے اور دعاؤں میں شریک کرتے ہیں۔ ③ رغبت وطلب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر اس میں مبالغہ کرنا یہ اسبابِ حصول سے ہے۔

١٤٤٩ :وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۴۹: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو ان کو فرشتے آ کر گھیر لیتے' رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن ہو جاتی اور سکینت ان پر اُترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں فرماتے ہیں جو اس کی بارگاہ میں ہیں"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لایقعد قوم** : قعود کی قید غالب عادت کے لحاظ سے ہے۔ پس اجتماع ذکر کے لئے جس ترتیب سے ہو وہ اس میں شامل ہے۔ سابقہ روایت اس کی مؤید ہے: "ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ' یتلون کتاب اللّٰہ" باب قضاء حوائج المسلمین۔ **حفتهم الملائکة** : ان کے شرف وعظمت کے لئے ان پر منڈلاتے اور ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ **غشیتهم الرحمة** : اس سے رحمت کے آثار فیض وفضل مراد ہیں۔ **السکینه** : یہ فعلیہ کے وزن پر ہے۔ وہ چیز جس سے ان کے نفوس کو سکون ملے۔

تورپشتی کا قول: ایسی حالت جس سے دِل مطمئن ہوں اور شہوات کی طرف میلان سے محفوظ رہے اور رعب سے بچ کر اس میں وقار باقی رہے۔ بعض نے کہا: ایسا ملکہ جس سے مؤمن کے دال کو سکون ملتا ہو اور یقین میسر آتا ہے۔ **فیمن عنده** : اس مرتبہ میں عندیت مراد ہے کیونکہ وہ مکان سے پاک ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢٧٠٠) والترمذی (٣٣٨٩) وابن ماجه (٣٧٩١) وأحمد (٤/١١٨٧٥)

الفرائد : ① تلاوتِ قرآن اور ذکر کے لئے جمع ہونے کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۴۵۰ : وَعَنْ اَبِیْ واقِدٍ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَہٗ اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَۃُ نَفَرٍ – فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَذَھَبَ وَاحِدٌ : فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ا– فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَرَاٰی فُرْجَۃً فِی الْحَلْقَۃِ فَجَلَسَ فِیْھَا ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَھُمْ ' وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاھِبًا – فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : ''اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَۃِ : اَمَّا اَحَدُھُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰہِ فَاٰوَاہُ اللّٰہُ ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیٰی فَاسْتَحْیَی اللّٰہُ مِنْہُ ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰہُ عَنْہُ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۵۰: حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے دو ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئے اور ایک چلا گیا۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے حلقہ درس میں جگہ پائی تو وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا ان کے پیچھے بیٹھ گیا اور رہا تیسرا شخص وہ وہاں سے پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں افراد کے متعلق بتلاؤں! ''ان میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پناہ لی تو اس کو پناہ مل گئی اور دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمائی اور تیسرے نے اعراض (منہ پھیرا) کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ لیثی صحابی ہیں کنیت سے مشہور ہیں۔ان کا خاندان لیث بن بکر بن عبد ماۃ سے ہے جو کہ کنانہ بن خزیمہ کی شاخ ہے۔بعض نے اس کا نام عوف بن حارث بعض نے حارث بن مالک بتلایا ہے۔بعض نے کہا بدر میں موجود تھے۔ فتح مکہ کے دن ان کو بنی مرۂ بنی لیث اور بنی سعد بکر بن عبد مناۃ کا جھنڈا عنایت کیا گیا۔بعض نے کہا یہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں سے ہیں۔ابن اثیر کہتے ہیں کہ صحیح قول یہی ہے کہ فتح مکہ کے مجاہدین میں شامل تھے ان کا شمار اہل مدینہ سے ہوتا ہے۔ شام کی لڑائیوں میں جنگ یرموک میں شریک تھے ایک سال مکہ میں مقیم رہے وہیں وفات پائی اور مقبرہ مہاجرین میں مقام فتح میں ۶۸ھ میں مدفون ہوئے۔اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی بعض نے ۸۵ سال بتلائی ہے۔انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۲۴ روایات نقل کی ہیں۔ بقول برقی ان کی صرف سات روایات ہیں مختصر التلقیح میں لکھا ہے کہ ان کی ۲۱ روایات بخاری و مسلم میں ہیں جن میں گیارہ متفق علیہ اور دو میں بخاری منفرد اور آٹھ کو صرف مسلم نے نقل کیا ہے۔ و الناس معه۔

اَلنَّحْوُ : یہ جملہ حالیہ ہے۔ ثلاثه نفر نفر ماقبل کی تمیز ہے یہ ثلاثہ کی نوع بیان کرنے کے لئے نہیں کہ نو شمار کیے جائیں۔ یہ ثلاثہ رجال کی طرح ہے آدمیوں کے تین گروپ مراد نہیں نفر کا اطلاق تین سے نو تک آتا رہتا ہے۔ ماقبل اثنان۔اس کی تقدیر عبارت یہ ہے فاقبل اثنان منهم اور یا اس طرح ہے کہ تینوں کی توجہ مجلس کی طرف تھی یا آپ کی جانب تھے۔یعنی واقبال الاثنين الى رسول ﷺ ...... فرأى۔آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں آتا ہے یہ فتبسم ضاحکا کے قبیل سے ہے یعنی

حال مؤکدہ ہے۔**فلما فرغ رسول اللہ ﷺ** خطبہ یا تعلیم ذکر سے فارغ ہوئے۔**الا**۔یہ حرف تنبیہ ہے۔**فأوی**۔رجوع کے معنی میں ہے۔اس میں قصر وقد دونوں درست ہیں اس سے مراد خیر کو پہنچانے کا ارادہ اور عقاب وتذلیل کا ترک مراد ہے یہ اور اس قسم کے الفاظ مشاکلت اور مقابلہ کے لئے لائے جاتے ہیں (سعد مع التصحیح) **فاستحیاء**: یعنی مزاحمت سے حیاء کی اور دوسروں کو تنگی دینے سے باز رہا حیاء محمود و مذموم دو قسم ہے یہاں قابل تعریف تھا اس لئے اس کو بخش دیا گیا۔**فاعرض**: اس نے مجلس علم سے اعراض کیا بلا وجہ مجلس علم سے اعراض کی مذمت پر تعریض کی گئی ہے کیونکہ بسا اوقات یہ محرومی کے علاوہ غضب الٰہی کا باعث بھی بن جاتی ہے صاحب الکمال کا یہ کہنا کہ ابو واقد کی کوئی روایت بخاری میں نہیں یہ وہم ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (۱۷۹۱) وأحمد (۸/۲۱۹۶٦) والبخاری (٦٦) ومسلم (۲۱۷٦) والترمذی (۲۷۲۳) والنسائی (۵/۵۹۰۱۵۹۰۰) وابن حبان (۸٦)

الفرائد : ① عالم کو کھلی مجلس میں بیٹھنا چاہیے تا کہ استفادہ آسان ہو۔علم وذکر کے حلقوں میں شرکت کرنی چاہئے۔غلط کام کھلے طور پر کیا جائے تو اس کی طرف نسبت درست ہے۔

۱۴۵۱ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : خَرَجَ مُعَاوِیَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ : مَا اَجْلَسَکُمْ؟ قَالُوْا : جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ ' قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ؟ قَالُوْا : مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ ' قَالَ : اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ ' وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اَقَلَّ عَنْہُ حَدِیْثًا مِّنِّیْ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ : "مَا اَجْلَسَکُمْ؟" قَالُوْا : جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ ' عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ ' وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا – قَالَ : "آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ؟" قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ – قَالَ : "اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ ' وَلٰکِنَّہٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلَآئِکَۃَ" ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

۱۴۵۱: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ میں تشریف لائے اور کہا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔انہوں نے کہا کیا قسم دے کر کہتے ہو کہ تمہیں اس چیز نے ہی بٹھایا ہے۔آپؓ نے فرمایا ہمیں تو اسی چیز نے ہی بٹھایا ہے۔آپؓ نے فرمایا اچھی طرح سنو! میں نے تم سے قسم کسی بے اعتمادی کی وجہ سے نہیں اٹھوائی۔رسول اللہ ﷺ سے قریب کا تعلق ہونے کے باوجود کوئی شخص ایسا بھی نہ ملے گا جو مجھ سے کم روایات بیان کرنے والا ہو۔(بیان حدیث میں شدید احتیاط کا ذکر کیا) بے شک رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے صحابہ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے اور فرمایا: ''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کی حمد وثناء کرنے کے لئے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر احسان فرمایا۔'' آپؐ نے

فرمایا: ''کیا اللہ کی قسم دے کر تم کہتے ہو کہ تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''سنو! میں نے تم سے قسم اس بناء پر نہیں لی کہ تم پر بے اعتمادی ہے لیکن میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں''۔ (مسلم)

تشریح ہر وہ گولائی جس کا درمیان خالی ہو۔ فتحر لام سے قلیل الاستعمال ہے۔ جلسنا ذکر الله قال آلله: جلس کو زیادہ وضاحت کے لئے دوبارہ لایا گیا ہے آلله پہلا ہمزہ استفہام اور دوسرا ال کا ہمزہ ہے۔ دوسرے ہمزہ کو مدہ سے بدلنے کی وجہ سے مکسور پڑھایا حرف قسم مقدر کی وجہ سے (ابن ہشام) ذلك کا مشار الیہ ذکر ہے اور تشریف کے لئے اشارہ بعیدہ لایا گیا ہے جیسا: الم ذلك الكتاب...... میں ہے۔ قالوا : ما اجلسنا الا ذلك۔ یہ جملہ جواب قسم ہے مقسم بہ کو سوال میں مذکور ہونے کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اس کی دلیل ''انی لم استحلفكم'' کے الفاظ ہیں۔ تهمه یہ وہم سے ہے شک و ریب کے معنی میں۔ بمنزلتی : مرتبہ و مقام قرب اس لئے کہ ان کی ہمشیرہ ام المؤمنین تھیں اور ان میں عزیمت کی علامات تھیں۔ ظرف منزلتی سے متعلق ہے۔ اقل منه حديثا منی: اقل نصب کے ساتھ کان کی خبر ہے حدیثاً: یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی آدمی نہ تھا جو قرب میں میرے مماثل ہو پھر آپ ﷺ سے بہت کم باتیں نقل کرے۔ یہ دراصل شاگردوں کو کمال احتیاط کی طرف متوجہ کیا اور مخاطبین کی طرف کمال عنایت کو بھی ظاہر کیا قلیل الاحادیث کے باوجود میں تمہیں یہ اہم بات بتلا رہا ہوں۔ ما اجلسكم: کیونکہ وہ ایسے وقت میں بیٹھے تھے جس میں عام طور پر مسجد میں بیٹھا نہیں جاتا۔ نذکر الله و نحمده۔

النحو : ۱) یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے جبکہ ذکر عام اقسام مراد ہوں ۔۲) اور اگر خاص افراد مراد ہو اور حمد سے صفات ثبوتیہ سے تعریف مراد ہو تو پھر یہ عطف مغایر کی قدم سے ہے۔ علی ما هدانا للاسلام: علی بیان تعلیل کے لئے اور ما مصدر یہ ہے یعنی اس لئے آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں جب نعمت کے مقابلہ میں حمد کی جائے گی تو اس پر واجب کا ثواب ملے گا جو کہ نفل کے مقابلہ میں ۷۰ گنا زیادہ ہے۔ و منّ به علینا : احسان کو حذف کر کے اشارہ کر دیا کہ وہ تو بے شمار ہیں اور عبادت میں کسی بھی احاطہ سے باہر ہے جیسا فرمایا: ﴿وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها......﴾ ۔ ذلك: اس سے اسی غرض کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ مسلم میں بھی موجود ہے ''قالوا والله ما أجلسنا الا ذلك'' ۔ یباهی : یہ فخر و عظمت بیان کرنے کے معنی میں ہے لکن سے استدراک اس لئے کیا کیونکہ بسا اوقات اس سے مقتضی الاستحلاف کی نفی اخذ کی جاتی ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۷۰۱) والترمذی (۳۳۹۰) والنسائی (۵۴۴۱)

الفرائد : ① اہل ذکر کے ساتھ بیٹھنا بھلائی سے خالی نہیں یہ وہ مجلس ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے سامنے مباہات کی جاتی ہے۔

۲۴۸ :بَابُ الذِّكْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَآءِ

بَاب : صبح اور شام کو اللہ کا ذکر کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ [الاعراف:۲۰۵]

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ "الْاٰصَالُ" جَمْعُ اَصِيْلٍ وَّهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ [طه:۱۳۰]

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ [غافر:۵۵]

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :الْعَشِيُّ مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وَغُرُوْبِهَا۔وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ...... ﴾ [النور:۳۶]

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ [ص:۱۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اپنے ربّ کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے نہ کہ اونچی آواز سے (اعتدال کے ساتھ) صبح و شام اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو''۔ (الاعراف) اہل لغت نے فرمایا اٰصَالِ یہ اَصِيْل کی جمع ہے۔ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع و غروب ہونے سے پہلے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''صبح و شام اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ بیان کرو''۔ اہل لغت نے فرمایا عَشِيٌّ زوال شمس اور غروب کے درمیان کے وقت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''(وہ نور) ایسے گھروں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بلند کرنے کا حکم دیا اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے۔ ان میں صبح و شام تسبیح کرتے ہیں ایسے مرد جن کو کوئی تجارت اور بیع (خرید و

فروخت) اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح ان کے ساتھ کرتے تھے''۔

تشریح ۞ **الصباح**: بقول ابن درید نصف میں سے زوال تک کا وقت (**الجمھرۃ**)۔ **المساء**: زوال سے نصف میل تک کا وقت۔ یہ منفرد قول ہے۔ شرعی صبح: طلوعِ فجر صادق سے طلوع آفتاب تک کا وقت پھر الضحیٰ، پھر استواء، پھر زوال اور مساء اسی سے ہے۔

الآیات

(۱) تضرع کا معنی تذلل وخضوع ہے۔ خیفه۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاء کر دیا۔ بالغدو والاصال ۔ ہر وقت کی حالت اور دن کے کناروں میں (ابن عطیہ) ولا تکن من الغافلین یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتنے والوں میں مت بنو۔ علماء لغت کہتے ہیں کہ اعراض واصوات کو تمام اقوام اپنے مقصد کے مطابق تعبیر کرتے ہیں۔ الاصال جمع اصیل ہے یہ فعیل کے وازن پر ہے جیسے ایمان جمع یمین اس کی جمع اصل ' اصلان ' الصائل سے بھی آتی ہے (القاموس) یہ عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے جمہور اس کو اصیل کی جمع مانتے ہیں ابن عطیہ نے اصل کا بھی ذکر کیا اور آصال کی جمع اصائل یہ جمع الجمع ہے۔

(۲) تسبیح سے بعض نے نماز اور بعض نے تسبیح ہی مراد لی ہے۔ ظرف اوّل محل حال میں ہے۔

(۲) عشی ابکار سے دن کے اوائل واواخر راد ہیں۔ العشی۔ اہل لغت کہتے ہیں زوال فتاب اور غروب کے درمیان کا وقت اسی وجہ سے ظہر وعصر کو صلاتا العشی کہا (الصباح) جاتا ہے بعض نے عشی اور عشاء نماز مغرب سے خوب اندھیرے تک ابن فارس کہتے ہیں اسی وجہ سے العشاء ان مغرب وعشاء کی نماز کو کہا جاتا ہے۔

(۳) اذن الله :اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ ان ترفع :ان کی تعظیم وقدر کی جائے اور میل اور لغویات سے ان کو پاک رکھا جائے اور ہر ایسی چیز سے بچایا جائے جو ان کے مناسب نہیں۔ رجال۔ یہ یسبح کا فاعل ہے اور دوسری قراءت میں نائب فاعل ہے اور فعل محذوف کا فاعل ہے گویا کہا گیا کون تسبیح کرلے تو جواب ملا۔ یسبح رجال۔ تجارۃ نفع بخش معاملہ یا تجاوز خریداری مراد ہے یا سامان کو ایک شہر سے دوسرے شہر تجارت کے لئے لئے جانا۔ یہ آیت الابصار تک۔ کیونکہ اس میں انہی ایمان والوں کا تزکرہ ہے اوران کے عظیم الشان بدلے کا بیان ہے۔

(۵) داؤد علیہ اسلام کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح قالی کرتے تھے۔ اشراق سے مراد چاشت اوقت ہے دن کی ابتداء واختتام کو ذکر سے اس لئے خاص کیا گیا تا کہ ابتداء واختتام طاعت اور دینی عمل سے ہو۔ اور دن کے بقیہ اوقات میں ہونے والی کوتاہیوں کا کفارہ بن جائے۔

١٤٥٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ یَاْتِ اَحَدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۵۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے صبح

کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہہ لیا۔ قیامت کے دن اس سے زیادہ افضل عمل کوئی نہیں لائے گا مگر وہ شخص جس نے اس کلمہ کو اتنی مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ کہا ہو''۔ (مسلم)

(۱) حین یصبح۔ جب وہ صائح شرعی میں دخل ہوتا ہے کیونکہ الفاظ شرعیہ کو عرف شرع پر محمول کرتے ہیں جب تک کہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو۔ حین یمسی بشام میں داخل ونا مراد ہے پس دونوں فعل تام ہیں جیسا کہ اس آیت میں: ﴿فسبحان الله حین تمسون و حین تصبحون﴾ [الروم ۱۷۰] لم یأت نہیں لایا۔ مما جاء سے ماثور اذکار کے الفاظ ہیں۔ مثل ما قال' أو زاد اس کے قول جیسا قول نمبر۲ جس طرح اس نے کہا یا بڑھایا۔ یہ اس وقت ہے جب اُو کو شک کی بجائے تنویع کے لئے تسلیم کریں مستثنیٰ کو منقطع قرار دیں۔ نمبر۲۔ اگر شک کے لئے ہو تو مستثنیٰ متصل ہے۔ بہر صورت اس میں کثرت اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب ہے اس کی کوئی حد نہیں جیسا کہ معقبات جو کہ مکتوبات کے بعد پڑھے جاتے ہیں ابوداؤد میں سبحان الله العظیم و بحمده ہے اور حاکم میں سبحان الله و بحمده ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۶۹۲) وأبو داود (۱والترمذی (۳٤۸۰) والنسائی (۵۷۳) وأحمد (۳/۸۸٤٤)

الفرائد: ① ان کلمات کو ہر دن میں کم سے کم سو مرتبہ پڑھنے پر آمادہ کیا جس سے مزید کی توفیق بھی مل گی تا کہ اتنے اجر سے تو کوئی بھی محروم نہ ہو

۱٤۵۳ : وَعَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ قَالَ : اَمَا لَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۵۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کی خدمت میں عرض کیا رات مجھے بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی۔ فرمایا: ''اگر تو نے شام کے وقت یہ کلمات کہے ہوتے تو وہ تجھے تکلیف نہ پہنچا سکتا' اَعُوْذُ ...... اللہ تعالیٰ کی کامل صفات کی برکت کے ساتھ میں مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں''۔ (مسلم)

تشریح: مالقیت: بڑی تکلیف مجھے پہنچی کہ ایک بچھو نے پر مجھے ڈس لیا۔ البارحة: گذشتہ رات۔ اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شدید تکلیف پہنچی تھی۔ امسیت۔ شام کے وقت میں داخل ہونا۔ اعوذ بکلمات الله۔ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور افعال کی پناہ لیتا ہوں وہ کلمات جو تام ہیں ہر عیب سے اس کو پاک قرار دینے والے ہیں۔ من شر ما خلق۔ یہ اعوذ سے متعلق ہے ماخلق: میں مخلوقات میں ایذاء دینے والی تمام اشیاء داخل ہیں ان میں سے خواہشات و

شہوات ہیں۔لم تضرك۔اس پر تینوں حرکات درست ہیں۔ضمہ فتحہ کسرہ فک ادغام۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۸۸۹) ومسلم (۲۷۰۹) وأبو داود (۳۸۹۸۹۸) وابن ماجه (۳۵۱۸)

الفرائد : شام کے وقت ان کلمات کو کہنے والا اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں داخل ہو گیا۔کیڑے مکوڑوں سے ڈسنے سے صبح تک محفوظ کر لیا گیا۔

۱٤٥٤ :وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ :"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا ' وَبِكَ اَمْسَيْنَا ' وَبِكَ نَحْيَا ' وَبِكَ نَمُوْتُ ' وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ :"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا ' وَبِكَ نَحْيَا ' وَبِكَ نَمُوْتُ ' وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۵۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت یہ کلمات پڑھتے : اَللّٰهُمَّ بِكَ ...... "اے اللہ ہم نے تیری مدد سے صبح و شام کی اور تیری قدرت سے ہم زندہ ہوتے اور مرتے ہیں اور اٹھ کر تیری بارگاہ میں پہنچنا ہے۔" اور جب شام ہوتی تو یہ کلمات پڑھتے: اَللّٰهُمَّ بِكَ ...... "اے اللہ تیری مدد سے ہم نے شام کی اور تیری قدرت سے ہم زندہ ہوتے اور مرتے ہیں اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

(ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ اللهم بك۔تیری زبردست قدرت کی مدد سے۔اصبحنا۔ہم صبح میں داخل ہوئے۔بك امسينا۔جب ضد کا ذکر کیا تو ذہن میں مستحضر تھی اس لئے ذکر کر دیا۔النشور: تیری طرف لوٹنا ہے۔اذا امسى ماضی پر اذا مستقبل کا معنی دیتا ہے۔امسينا۔شام میں داخل ہوئے۔طیبی نے دونوں کو ناقص فعل قرار دے کر باکو خبر محذوف سے متعلق کیا اس صورت میں مضاف مقدر ضروری ہے :ای اصبحنا اور مسينا متلبسين بنعمتك۔یعنی آپ کے احاطہ اور حفاظت سے یا آپ ﷺ کا نام لینے کی برکت سے۔والیك المصير ۔مصير لوٹنے کی جگہ جیسے کہتے ہیں صسرت و اصير صيرًا یہ ضعدف قیاس ہے قیاس وصار جیسے معاش بنتا ہے (النہایہ) باب اداب النوم میں اس کی وضاحت کر چکے۔یہاں ممکن ہے مضاف مقدر ہو یا تقدیر عبارت یہ ہو قدرتك او ارادتك استمرار کیلئے مضارع سے تعبیر کیا ضمیر متکلم تاکید و تفخیم کیلئے لائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱۰۷٦۷) والبخاری (۱۱۹۹) وأبو داود (۵۰٦۸) والترمذی (۳٤۰۲) والنسائی (٥٦٤) وأبن ماجه (۳۸٦۸) وابن حبان (۹٦٤) وابن أبي شيبة (۱۰/۲٤٤)

الفرائد : ① بندے کو صبح و شام اللہ تعالیٰ سے دعا و تفویض کرنی چاہیے۔اتباع نبوی ﷺ کا یہ تقاضا ہے۔

۱۴۵۵ :وَعَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِىْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ – قَالَ :"قُلِ :اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ' رَبَّ كُلِّ شَىْءٍ وَمَلِيْكَهُ' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ' وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ" قَالَ :قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ' وَاِذَا اَمْسَيْتَ' وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ' وَالتِّرْمِذِىُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۵۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے کلمات سکھلا دیں جو میں صبح شام کہہ لیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ...... ''اے اللہ تو آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ آپ عالم الغیب والشہادہ ہیں۔ آپ ہر چیز کے رب اور ان کے مالک ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ میں اپنے نفس کی شرارت سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور شیطان کی شرارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔ آپؐ نے فرمایا یہ کلمات صبح وشام اور بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھو۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ بکلماتٍ تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اذا اصبحت۔ تاکہ ان کے عظیم مدلول کی وجہ سے ان کو ان اشرف اوقات میں کہوں۔ فاطر السمٰوت۔ حرف ندا مقدر ہے یا خالقهما و مبدعهما۔ عالم الغيب والشهادة۔ غائب و مشاہد میں سے کوئی چیز اس کے علم سے مخفی نہیں۔ رب مالک' خالق' مربی' مصلح کو کہتے ہیں۔ كل شئ :کائنات کی ہر چیز۔ و مليكه :اس کا مالک۔ اشهد :میں جانتا' ظاہر کرنا اور تصدیق کرتا ہوں۔ لا اله :اس کے ماسواء مستغنی نہیں اور اس کے سوا ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ الا انت : لا کے داخل ہونے سے پہلے لا کے اسم کے مقام میں ہے۔ شر الشيطان : اس کے وساوس اور تسویلات مراد ہیں۔ شركه :شرک وغیرہ یعنی جس کی طرف مشرک دعوت ہے وہ چیزیں جن کی وجہ سے وہ شیطان کے جال میں پھنس جائیں۔

النَّحْوُ : پہلی صورت جب کہ سین مکسور ہو تو اضافۃ المصدر لمعمولہ کی قسم سے ہے۔ دوسری صورت میں جامد کی طرف اضافت کی قسم سے ہے۔ مضجعك :لیٹنے کی جگہ۔ یہ سوال سے زائد بات زائد فوائد کے لئے بتلائی ترمذی کے الفاظ یہ ہیں' ان نقترف على انفسنا سوءً او نجره الى مسلم"

تخريج : أخرجه أحمد (۱/۵۱) والبخاری (۱۲۰۲) وأبو داود (۵۰۶۷) والترمذی (۳۴۰۳) والنسائی

(۷۶۹۱) والدارمی (۲۶۸۹) والحاکم (۱/۱۸۹۲) وابن حبان (۹۶۲) والطیالیس (۱/۲۵۱) وبن أبی شیبة (۱۰/۲۳۷)

الفرائد : ① یہ دعا صبح، شام اور سوتے وقت مانگنی چاہئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کتنی شفقت تھی کہ ان کی نیکیوں میں اضافے اور مرتبے بلندی کے لئے ہر وقت اچھے اعمال کی تلقین فرماتے۔

۱۴۵۶ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اَمْسٰی قَالَ :"اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ" قَالَ الرَّاوِیْ :اُرَاہُ قَالَ فِیْھِنَّ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ، رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا ، رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَسُوْءِ الْکِبَرِ ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِکَ اَیْضًا "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۵۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ شام کرتے تو اس طرح دعا فرماتے : اَمْسَیْنَا ...... "کہ ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ لفظ بھی فرمائے بادشاہی اسی ہی کے لئے ہے۔اور تعریفیں اسی ہی کے لئے ہیں۔اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔اے میرے ربّ میں آپ سے اس رات کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور بعد والی رات کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس رات اور بعد والی رات میں پائے جانے والے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔اے میرے ربّ میں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی اور بڑھاپے کی برائی سے اور آگ کے عذاب اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جب صبح کرتے تو پھر یہ کلمات کہتے۔ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے صبح کی"۔(مسلم)

تشریح ۞ **الملك لله**۔یہ ظرف ہر ماقبل فعل کا ظرف بن سکتا ہے جبکہ وہ فعل ناقص ہوں۔اور اگر اول تام بمعنی دخلنا فی المساء تو پھر یہ ظرف جر ثانی بن جائے گا۔ملك قہر وعظمت کو کہتے ہیں یہ ملك سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ہر ملك تو مالک ہے مگر ہر مالک ملک نہیں۔پہلے کے مناسب الواجب القہار ہے۔یہ ملک کی شان ہے۔و الحمد لله یہ محل حال میں ہو یا ماقبل پر معطوف ہو اس صورت میں دو معمول کا عامل ایک ہے۔یہ عطف عام علی الخاص سے ہے کیونکہ بادشاہی من جملہ ان اوصاف کمال سے ہے جن کے ذریعہ حمد کے ساتھ اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

سوال : امسٰی الملك لله؟ کا کیا مطلب ہے؟

جواب : یہ قائل کی حالت کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ بادشاہ بھی تو اور تمام تعریفیں بھی تیرے لائق ہیں نہ کہ کسی اور کے لئے۔ پس ہم اس بادشاہی پناہ لی اور اس کے ذریعہ دوسروں سے مستغنی ہو گئے اور ہم اسی بادشاہ کو عبادۃ و ثناء اور شکریے کے لئے مخصوص کر لیا۔ وحدہ اس حال میں کہ وہ منفرد ہے اس کی ذات میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ لاشریك له: اس کی کسی صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کے افعال میں سے کسی فعل میں اور نہ اس کی مملوکات میں سے کسی ملک میں۔ لا الله کو الگ ذکر کیا تا کہ ماقبل سے اس کی افضلیت ثابت ہو جائے اور مغضولیت کے بعد لانے سے جو وہم پیدا ہوتا ہے وہ دفع ہو جائے باب الذکر میں دلیل ملاحظہ ہو۔ اراہ میں ضمیر بارز نبی اکرم ﷺ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور ابن مسعود کی طرف آخری سے متصل فرمایا۔ له الملك و له الحمد غیر کی مملکت وملکیت عارضی اور غیروں کی حمد صوری ہے وھو علی کل شیٔ قدیر یعنی ہر ممکن جس سے اس کا ارادہ متعلق ہو۔ وہ شئی ہے۔ قدیر : اس کو کوئی شئی دوسری شئی سے عاجز نہیں کر سکتی۔ خیر ما فی هذه اللیله۔ خیر کی اضافت ما کی طرف خیر دنیوی و اخروی پر دلالت کے لئے کی گئی ہے۔ خیر ما بعدھا۔ هذه اللیله سے تخصیص کا وہم تھا اس کا ازالہ کر دیا۔ اور اصالۃً وہ مطلوب ہے شر عارضی ہے اس کی طرف نفس اس کے رفع و دفع کے لئے ہی متوجہ ہوتا ہے۔ الکسل۔ یہ قاف اور سین کے فتحہ سے ہے۔ الکبر۔ باساکن ہو تکبر اور مفتوح ہو حزن و شدید پڑھایا مظہری نے فتحہ کو اصح کہا۔ عذاب فی النار : عذاب کی تنوین استعاذہ کے موقعہ پر کثرت کے لئے ہے۔ عذاب فی القبر ای مدة المقام فی البرزخ : برزخ میں قیام کے زمانہ میں۔ اس دعا میں صرف امسینا وامسی الملك لله کی جگہ اصبحنا واصبح الملك لله آ رہا ہے باقی روایت برابر ہے۔ مسلم کی روایت میں ''اللھم انی اعوذبك من الکسل وسوء الکبر و فتنة الدنیا و عذاب القبر'' کے الفاظ ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٤۱۹۲) ومسلم (۲۷۲۳) وأبو داود (۵۰۷۱) والترمذی (۳٤۰۱) والنسائی (۲۳).

الفرائد : ① آپ ﷺ کا استعاذہ اللہ تعالیٰ کے خوف اس کی عظمت اور اس کی بارگاہ میں اپنی محتاجی کو ظاہر کرتا ہے تا کہ امت کو اقتداء کی توفیق ہو۔

۱٤۵۷ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ "بِضَمِّ الْخَآءِ وَالْمُعْجَمَةِ" رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اقْرَاْ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِیْ وَحِيْنَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۵۷: حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ تم قُلْ هُوَ اللّٰهُ (یعنی سورۂ اخلاص) اور معوذتین یعنی (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ ہر چیز کے لئے تمہیں کافی ہیں۔'' (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ یہ انصار کے حلیف ہیں یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں (اسد الغابہ) یہ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے تین روایات آپ ﷺ سے نقل کی ہیں۔ المعوذتین۔ ان دو سورتوں کی طرف تعویز کی نسبت مجازی ہے کیونکہ ذریعہ یہی ہیں۔ ثلاث مسرات۔

النحو: یہ امر سابق کی جزاء نہیں ہے یا سلامت رہے گی۔ من کل شئ ۔من (۱) ابتدائیہ ہے (۲) یا زائدہ۔

الفرائد: ① قل هو الله اور معوذتین کے صبح و شام پڑھ لینے سے ہر چیز سے کفایت ہو جاتی ہے۔

تخریج: أخرجه أبو داود (٥٠٨٢) والترمذی (٣٥٨٦) والنسائی (٣

❁ ❁ ❁

١٤٥٨ :وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَّمَسَآءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ' ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّا لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۵۸: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو بندہ یہ کلمات ہر صبح و شام کہہ لیا کرے اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ''اس اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز آسمان و زمین میں نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والے اور جاننے والے ہیں''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ من عبد۔ استغراق عموم کے لئے من نکرہ پر لائے۔ باسم اللہ۔ میں پناہ مانگتا اس زبردست ذات کے نام سے جس کے نام سے ہر چیز کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے خواہ جمار کی آنکھ ہو یا جانور یا جن یا شیطان یا حیوان عاقل ہو یا غیر عاقل وہ کائنات تمام احوال کو سننے والا اور تمام زمانوں میں جو کچھ ہے اس کو جاننے والا پس کائنات میں کوئی چیز ازلی فیصلے کے بغیر واقع نہیں ہو سکتی۔ الا لم یضرہ شئی۔ عام احوال سے یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی جو بندہ یہ کہے اور احوال میں سے خواہ کسی بھی حال میں ہو مگر کہ وہ عدم ضرر کی حال میں ہوگا۔

ایک لطیفہ:

حاکم نے نقل کیا کہ کہ جب ابان بن عثمان نے یہ روایت اپنے والد کی سند سے نقل کی تو اس وقت وہ ایک طرف سے فالج زدہ تھے تو آدمی ان کی طرف دیکھنے لگا تو ابان کہنے لگے۔ حدیث اسی طرح ہے جیسی میں نے بیان کر دی لیکن میں نے اس دن یہ دعا نہ پڑھی تھی تا کہ تقدیر الٰہی اپنے انداز سے جاری ہو۔

تخریج: أخرجه أحمد (١/٤٤٦) وأبو داود (٥٠٨٨) والترمذی (٣٣٩٩) وابن ماجه (٣٨٦٩) وابن حبان (٨٥٢) والحاكم (١/١٨٩٥) وابن أبی شيبة (١٠/٢٣٨) والبزار (٣٥٧) وابن السنی (٤٤)

الفوائد: کلمات پڑھنے والے سے ہر قسم کے ضرر کو دفع کرنے والے ہیں جبکہ ان کو صبح و شام اپنا وظیفہ بنا لے۔

۲۴۹: بَابُ مَا يَقُوْلُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

بَاب: نیند کے وقت کیا کہے؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰'۱۹۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے' بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی تخلیق میں سوچ و بچار کرنے والے ہیں''۔ (آل عمران)

تشریح ۞ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ ...... ہمارے آقا کی عظمت پر بڑی بڑی دلالتیں موجود ہیں اور اس کے ہر کمال سے متصف ہونے اور نقص سے پاک ہونے کے لئے بے شمار دلالتیں ہیں۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ : اس میں اشارہ ہے کہ جو نیند کا ارادہ کرے وہ ان آیات کی تلاوت کرے کیونکہ ان لوگوں کے ذکر کو مقام مدح میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۴۵۹ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ : "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۴۵۹: حضرت حذیفہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو یہ کلمات پڑھتے: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَاءَ وَاَمُوْتُ اے اللہ تیرے نام سے میں زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں''۔ (بخاری)

تشریح ۞ جب بستر پر آرام فرمانے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔

تخریج : باب ذکر اللہ تعالی قائماً وقاعداً... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۴۶۰ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : "اِذَا اَوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا اَوْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ' وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ"۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ التَّسْبِيْحُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ التَّكْبِيْرُ

اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۶۰: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو تینتیس (۳۳) مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، تینتیس (۳۳) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو اور دوسری روایت میں سُبْحَانَ اللّٰهِ چونتیس (۳۴) مرتبہ آیا ہے اور ایک روایت میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ چونتیس (۳۴) مرتبہ آیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کام کاج کی وجہ سے تھکن کی شکایت کی اور خادم کا سوال کیا جو کام میں ہاتھ بٹائے۔ اذا أویتما۔ یا اخذتما کے الفاظ فرمائے۔ مضاجع یہ مضجع کی جمع علی خدم ہے خوابگاہ فکبرا ثلاثا وثلاثین طبرانی میں اختماها بلا اله الا الله کا حکم مذکور ہے۔ یہ پڑھنا تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے ایک روایت میں تسبیح ۳۳ مرتبہ اور ایک میں تکبیر ۳۴ مرتبہ ہے۔ علماء کہتے ہیں جو ان کلمات پر مداومت کرتا ہے وہ تھکاوٹ سے بچا رہتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۶۰۴) والبخاری (۳۱۱۳) ومسلم (۲۷۲۷) وأبو داود (۵۰۶۲) والترمذی (۳۴۰۸) والنسائی (۹۱۷۲) وابن السنی ۷۴۰) والحمیدی (۴۳) والبزار (۶۰۶) وأبو یعلی (۵۷۸) وابن أبی شیبة (۲۶۳/۱۰) والطیالسی (۹۳) وابن حبان (۵۵۲۴) والبیهقی (۲۹۳/۷)

الفوائد : ① دعا عند الحاجت کی بجائے ان کو ذکر کی تلقین فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے لئے صبر سے شدائد کو برداشت کرنے کو عظیم اجر کی وجہ سے پسند کرتے تھے جیسا آپ کو خود پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ خود دنیا کو ترجیح دیتے نہ اپنے عزیز قریب کے لئے پسند فرماتے۔

۱۴۶۱: وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا اَوٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِىْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: بِاسْمِكَ رَبِّىْ وَضَعْتُ جَنْبِىْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ: اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِىْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۶۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی بستر پر آرام کرنے لگے تو اپنے چادر کی طرف سے بستر کو جھاڑے۔ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے بعد اس پر کون رہا ہے۔ پھر یہ کلمات پڑھے: بِاسْمِكَ..... ''اے میرے رب! تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا اور تیری مدد سے اس کو اٹھاتا ہوں اگر تو میری روح قبض کرے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اسکی ان چیزوں سے حفاظت کرنا جن سے تو اپنے نیک بندوں کی (حفاظت) فرماتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ داخلة سے مراد ازار کا جسم کے قریب والا حصہ اس نے جھاڑنے کا حکم اس لئے فرمایا کیونکہ جو شخص نیند کا

ارادہ کرتا ہے تو وہ دائیں ہاتھ سے ازار کے خارجی حصے کو کھول لیتا ہے اور اندرونی حصہ اس پر لٹکا رہ جاتا ہے پس اس سے جھاڑ لے۔ بعض نے کہا کہ اس کی حکمت یہ ہے وہ کپڑوں میں چھپتا ہے تو اس کی میل کچیل چھپ جاتی ہے۔ **ما خلفه عليه** : بستر میں داخل ہونے سے پہلے اسے جھاڑ لینا چاہئے تا کہ اس میں ایذاء دینے والی اشیاء سانپ بچھو وغیرہ داخل نہ ہو گیا ہو۔ وہ چادر کے جھٹکنے والے حصہ سے جھاڑ لے تا کہ اس کے ہاتھ کو کوئی ضرر نہ پہنچے اگر وہاں کوئی چیز موجود بھی ہو۔

طیبی کا قول: اس کو معلوم نہیں کہ اس کے بستر پر کیا میل کچیل، مٹی گندگی یا کیڑا امکوڑا آ گرا ہے۔ روایات میں **اللهم باسمك** اور **سبحانك ربي بدء** مختلف الفاظ ہیں۔ مقصود کلام ظرف ہے اس کا متعلق نہیں۔ اب مطلب یہ ہوگا **ان الرفع كائن باسمك**، بقول سبکی جب متعلق کو مقدم کیا جائے تو ظرف زائد ہے اور جب ظرف کو مقدم کیا جائے گا تو وہی کلام کا عمدہ حصہ ہو گا۔ قواعد عربیہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ظرف کلام میں زائد ہے عمدہ نہیں۔ فعل مخبر بہ اور اسم مخبر عنہ ہے یہی اصل اور وضع ہے پھر کبھی وہ متکلم کا مقصود ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ کبھی اسناد کے دونوں اجزاء معلوم ہوتے ہیں یا معلوم کی طرح ہوتے ہیں اور فائدہ کا مدار صفت مستفادہ پر ہونے کی وجہ سے ظرف پر ہوتا ہے جیسا کہ یہ موقعہ روایت کہ لیٹنے والے کا اپنے پہلو کو رکھنا معلوم ہے اور اس کا پہلو اٹھانا معلوم کی طرح ہے اس کو ہم معلوم اس لئے نہیں کہتے کیونکہ بعض اوقات وہ اسی حالت میں مر جاتا ہے اصل مقصود یہاں اس بات کی اطلاع دینا ہے کہ وہ باسم اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے ہو۔ پس ظرف کے فضلہ کا قاعدہ مطلق ہے اس میں کتاب وسنت میں اس کے تقدم و تاخر کے مقامات پر غور نہیں کیا گیا۔ (ملخصاً کلام السبکی) **اسكت نفسي**۔ یہ موت سے کنایہ ہے۔ **فارحمها**۔ ترمذی کی روایت میں **فاغفر لها** ہے رحمت اس موقعہ کے خاص مناسب ہے۔ **ان ارسلتها**۔ یہ ارسال دنیا میں باقی رہنے سے کنایہ ہے۔ **فاحفظها**۔ تمام دینی اور دنیوی ناپسند باتوں سے اس کی حفاظت فرما۔ **بما تحفظ به عبددك الصالحين**۔ طیبی کہتے ہیں، اس میں با اسی طرح ہے جیسے **كتبت بالقلم** میں ما کا کلمہ مبہم ہے اس کی وضاحت و بیان ہے جس پر اس کا صلہ دلالت کر رہا ہے اور وہ تحفظ کا جملہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٧٨١٦) والبخاری (٦٣٢٠) ومسلم (٢٧١٤) وأبو داود (٥٠٥٠) والنسائی (٧٩١) والترمذی (٣٤٠١) والدارمی (٢٦٨٤) وابن حبان (٥٥٣٤) وعبد الرزاق (١٩٨٣٠) وابن أبی شيبة (٩/٧٣) والبیهقی (١/١٢٥)

الفرائد : ① بستر کو سونے سے پہلے جھاڑ لینا مستحب ہے تا کہ ایذاء دینے والے کیڑے مکوڑے سے محفوظ ہو جائے۔ نیند کے وقت یہ دعا پڑھ لی جائے اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

١٤٦٢ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ نَفَثَ فِيْ يَدَيْهِ ، وَقَرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهٗ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ، ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا : قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ،

وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ' وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ' ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ :يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :النَّفْثُ نَفْخٌ لَطِيْفٌ بِلَارِيْقٍ۔

۱۴۶۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو معوذات پڑھ کے اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیتے۔ (بخاری و مسلم) دونوں کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر استراحت فرمانے لگتے تو اپنے ہاتھوں کو جمع فرما کر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مل لیتے اور ابتداء سر اور چہرے سے فرماتے اور اسی طرح جسم کے سامنے والے حصہ پر ملتے اور یہ تین مرتبہ کرتے۔ (بخاری و مسلم)

اہل لغت فرماتے ہیں : اَلنَّفْثُ : بغیر تھوک کے جو پھونک ہو۔

تشریح ۞ بستر پر لیٹا یا لیٹنے کے لئے بیٹھنا۔ یدیہ۔ سے مراد ہتھیلیاں ہیں ان پر پھونک اس لئے مارتے تا کہ پڑھے ہوئے کی برکت ان پر آ جائے۔ و قرواء اور معوذات اور قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ اگر چہ ظاہر سے تو پھونک بھی قراءت کی برکت کے حصول کے لئے تھی۔ معوذ تین آخری دونوں سورتوں پر بولا جاتا ہے دوسری روایات میں تصریح موجود ہے۔ مسح بھما۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو جسم مبارک پر پھیر لیتے۔ ایک اور روایت میں اس طرح ہے: اذا اوی الی فراشہ۔ جو نیند کے لئے تیار کی ہوتی۔ قل ھو اللہ' قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس۔ شاید قل ھو اللہ ثناء باری تعالیٰ کے لئے ہو اور جو ایسی ذات ہو اس سے استعاذہ کرنا چاہئے پس وہ اس بات پر بمنزلہ دلیل ہوگئی کہ پناہ اسی کی ذات پر موقوف ہے۔ ثم یمسح بھما' یعنی دونوں ہاتھوں کو جسم پر جہاں تک پہنچے پھیر لیتے۔ من جسدہ۔ میں من بیانیہ ہے اور ممکن ہے کہ ما استطاع کی ما مصدریہ ہو یعنی اپنی استطاعت کی حد تک اس صورت میں من تبعیضیہ ہے جو کہ یمسح کے متعلق ہے۔ لفعل ذلك۔ اس کا مشار الیہ جمع ید' نفث اور قراۃ ہے ثلاثا تین مرتبہ جیسا کہ دوسری روایت میں صراحۃ ثلاث مرات ہے۔ صغانی کہتے ہیں نفث یہ نفخ کے مشابہ ہے اور یہ تفل سے کم ہے نفث ینفث ماضموم و مکسور دونوں طرح ہے۔ (القاموس)

تخریج : أخرجه البخاري (٥٠١٧) وأبو داود (٥٠٥٦) والترمذي (٣٤١٣) والنسائي (٧٩٣) وابن ماجه (٣٨٧٥) وابن حبان (٥٥٤٣) والبخاري (٤٤٣٩)

الفوائد : ① نیند کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع۔

۱۴۶۳ :وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ' ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ :اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ

نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْکَ ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْکَ ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۴۶۳: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو نماز والا وضو کرو۔ پھر اپنی دائیں جانب لیٹ کر یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ ......'' کہ اے اللہ میں نے اپنی ذات تیرے سپرد کی اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور تجھے میں نے اپنا پشت پناہ بنا لیا۔ آپ کی رحمت کی رغبت کرتے ہوئے اور عذاب سے ڈرتے ہوئے۔کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور نہ نجات کا مقام ہے مگر تیری طرف ۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اس پیغمبر پر ایمان لایا جو آپ نے بھیجا''۔اگر اسی رات تیری موت آ جائے تو فطرتِ اسلام پر تیری موت آئی۔ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بناؤ۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اتیت مضجعك۔بستر پر جانے لگو۔وضوء ك للصلوٰة یہ اس لئے لائے تاکہ وضو کا لغوی معنی نظافت مطلقہ نہ سمجھ لیا جائے بلکہ وضو سے شرعی وضو مراد ہے۔ثم اضطجع یہ اصل میں اضتجع ہے پرتا کو طا کیا گیا۔شقك الایمن تاکہ نیند میں استغراق نہ ہو جیسا بائیں طرف سونے سے ہوتا ہے۔اللهم اسلمت نفسی الیك۔یعنی میں نے اسکو تیرا مطیع بنایا اور تیرے حکم کا تابع کیا اس لئے کہ مجھے اس کے معاملات کو چلانے کی قدرت نہیں نہ ان چیزوں کو لانے کی قدرت ہے جو اس کے لئے مفید ہیں اور نہ ان چیزوں کو دور کرنے کی طاقت جو اسکو نقصان پہنچانے والی ہیں مناسب تو یہ ہے کہ بندے کی حالت یہ کہتے وقت اسی طرح ہو کہ کسی معاملے کا اہتمام کرنے والے نہ ہو اور جو بعد میں آ رہا ہو اس کو اوپر اقرار دینے والا نہ ہو بلکہ مکمل سپرد کرنے والا ہو ورنہ وہ غضب وطرد کا نشانہ بنے گا۔وفوضت امری الیك۔اپنا معاملہ آپ کی طرف لوٹایا۔والجات ظهری الیك میں نے آپ پر تمام امور میں اسی طرح اعتماد و بھروسہ کیا جیسا انسان سہارا لینے کے لئے اپنی پشت کو کسی چیز سے لگاتا ہے۔رهبة و رغبة الیك۔تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور تیرے ثواب کی طمع کرتے ہوئے۔ابن الجوزی کہتے ہیں رھبه کے ساتھ من کا ذکر نہیں کیا رغبه کے ساتھ الی کا ذکر کر دیا یہ بطریق اکتفاء ہے ان کا نصب مفعول له ہونے کی وجہ بطریق لف نشر ہے۔لا ملجأ و لا منجا۔دونوں ہمزہ کا ترک بھی جائز ہے اور پہلے کو ہمزہ اور دوسرے کو ہمزہ کے بغیر بڑھا جائے گا تنوین مع القصر بھی جائز ہے اگر یہ لفظ مصدر مانیں تو منك کے سلسلہ میں تنازعہ ہوگا۔لا ملجنی منك الی احد الا إلیك و لا منجأ الا الیك۔

الا الیك؟ مستثنیٰ مفرغ ہے۔آمنت بکتابك۔قرآن مجید مراد ہو یا ہر آسمانی کتاب مراد ہو۔الذی انزلت۔بعض روایات میں انزلتہ ہے و نبیك۔نوع کے اختلاف کی وہ سے جار کا اعادہ کیا۔علی الفطر اس سے مراد دین ہے۔مسلم کے الفاظ ''فان مت علی الفطرة'' بخاری میں یہ الفاظ زائد ہیں ''ان اصبحت اصبت خیرًا'' یعنی حالات میں بھلائی

پائے گا اور اعمال میں اضافہ (یعنی) اجعلھن آخر ماتقول۔ یعنی اس رات کے آخری کلمات یعنی اپنی بات اس پر ختم کرو تا کہ یہ اچھا خاتمہ ہو۔

تخریج : باب في اليقين والتوكل... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔ باب الیقین والتوکل میں میرے بھائی یہ روایت گزری ہے ملاحظہ کریں۔

۱۴۶۴ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ :"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۶۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ بستر پر استراحت کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات پڑھتے : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... ''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں کافی ہو گیا اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی کفایت کرنے والا اور ان کو ٹھکانا دینے والا کوئی نہیں۔'' (مسلم)

تشریح ۞ الحمد لله الذی۔ کھانے پینے کا تذکرہ اس سے کیا ان کو استعمال کرنے سے نیند آتی ہے۔ کفانا و آوانا۔ کفانا یہ کفایت سے ہے یعنی ہماری حاجات کے لئے کفایت کر دی اور ہمیں رہائش کے لئے ٹھکانہ عنایت فرمایا۔ فکم ممن ۔ بہت سے لوگ ہیں من کثرت کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ لا کافی له ولا مووی۔ له یعنی وہ عظیم فاقے میں مبتلا ہو کر ہمیشہ ضرورت مند رہتے ہیں یعنی اس پر نہ کوئی رحم کرنے والا اور نہ اس پر مہربانی وشفقت کرنے والا ہے مظہری کہتے ہیں پناہ دینے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں وہ بعض لوگوں کو دوسروں کے شر سے بچاتا اور ان کو پناہ گاہ اور مسکن دیتا ہے۔ (قوت المغتذی) بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر نعمتوں کو شمار کرتے ہوئے اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھے جن کے پاس اتنا بھی میسر نہیں تا کہ بندہ اپنے انعام کو بڑا سمجھ کر خوب شکریہ ادا کرے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٥٥٣) ومسلم (٢٧١٥) وأبو داود (٥٠٥٣) والترمذي (٣٤٠٧) والنسائي (٨٠٣) وابن حبان (٥٥٤٠)

الفرائد : ① سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشکر کے کلمات کیا خوب ہیں اس سے اعتراف نعمت ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی اتباع نبوت۔

۱۴۶۵ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ :"اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ ، مِنْ رِوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، وَفِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُهٗ ثَلَاثَ

مَرَّاتٍ۔

۱۴۶۵: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ کر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ قِنِیْ ...... ''اے اللہ تو مجھے اپنے عذاب سے بچا لے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔'' ترمذی یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس کو روایت کیا اور اس میں اضافہ ہے کہ یہ دعا آپ تین مرتبہ فرماتے تھے۔

تشریح ۞ وضع یدہ الیمنٰی تحت خدہ۔ جو آدمی دائیں جانب لیٹنے کو لازم کر لے۔ اللھم قنی عذابك۔ یہ مقام ربوبیت کے حق کی ادائیگی اور اس کی بارگاہ میں خضوع کے لئے ہے اور امت کو اس بات پر خبردار کرنے کے لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخفی تدابیر سے مطمئن ہو کر بیٹھتے ہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں تین مرتبہ دھرانے کا تذکرہ ہے مگر براء بن عازب کی روایت مذکورہ بالا روایت کی طرح تین مرتبہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٣٤٠٩) أخرجه أحمد (١٠/٢٦٥٢٤) وأبو داود (٥٠٤٥) عند أحمد (٦/١٨٦٩٤) والترمذی (٣٤١٠) وابن حبان (٥٥٢٢)

الفرائد : ① امت کی تعلیم کے لئے سونے کی ہیئت اور سوتے وقت کہے جانے والے کلمات کی راہنمائی فرمائی کس قدر امت پر احسان ہے جزاہ اللہ عنا و عن جمیع الامہ۔

کتاب الدعوات

۲۵۰ :بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ

باب: دُعا کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [غافر:٦٠] **وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾** [الاعراف:٥٥] **وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾** [البقرہ:١٨٦] **وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾** [النمل:٦٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے ربّ نے حکم دیا کہ مجھے پکارا کرو! میں جواب دوں گا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنے ربّ کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں پس بے شک میں قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے والا ہوں جب وہ مجھے پکارے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کون ہے وہ جو مجبور کی فریادرسی کرے جب وہ اس کو پکارے اور تکلیف کا ازالہ کرے'' (یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں)

تشریح ۞ **دعوات**' یہ دعوۃ کی جمع ہے ایک سوال کو کہا جاتا ہے جیسے **دعوت فلانا سألته والدعا الی الشیٔ** کا معنی کسی چیز پر آمادہ کرنا۔ دعا کے قرآن مجید میں کئی معنی آتے ہیں: (۱) عبادۃ جیسے **﴿ولا تدع من دون الله ماله ینفعك ولا یضرك﴾** [یونس ۱۰۲] یہاں عبدت کے معنی میں ہے۔ (۲) استعانت جیسے: **﴿وادعوا شهداء کم﴾** [البقرہ :۲۳] (۳) سوال جیسے: **﴿ادعونی استجب لکم﴾** (۴) قول کے معنی میں جیسے: **﴿دعواهم فیها سبحانك اللهم﴾** [یونس ۱۰] (۵) نداء دینے کے معنی میں جیسے: **﴿یوم یدعوکم﴾** [الاسراء : ۵۲] (۶) جیسے: **﴿قل ادعوا الله او ادوا الرحمٰن﴾** [الاسراء ۱۱۰] مگر بقول بیضاوی یہ دعا تسمیہ کے معنی میں ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ دعا تفویض سے افضل ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ دعا کو چھوڑ کر اپنے کو قضاء کے سپرد کر دینا چاہئے اور اس آیت کا جواب یہ دیا کہ دعا سے یہاں مراد عبادت ہے نعمان بن بشیرؓ کی روایت میں ہے

الدعا هو العبادة پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿**قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی**﴾ [غافر ٤٠] (ترمذی، حاکم) حافظ کہتے ہیں عمدہ بات یہ ہے کہ آیت میں دعاء تاویل عبادت سے کی جائے کیونکہ بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی اگر ظاہر پر ہوتی تو ہر دعا قبول ہوتی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہر پکارنے والے کی دعا قبول ہوتی مگر جواب مختلف انداز سے آتا ہے (۱) بعینہٖ قبول کر لی جاتی ہے (۲) اس کا بدلہ دے دیا جاتا ہے (۳) شروط اجابت کے اجتماع پر موقوف کر دیا جاتی ہے مگر ایک گروہ نے یہ کہا آیت میں مراد گناہوں کا ترک ہے جمہور نے روایت کا جواب یہ دیا کہ کہ دعا عبادۃ کا عظیم تریم حصہ ہے جیسے اس روایت میں "**الحج عرفه**" اور اس کی تائید ترمذی کی انس والی روایت سے ہوتی ہے "**الدعا مخ العبادة**" نبی اکرم ﷺ دعا کی ترغیب کے سلسلہ کی روایات حد تواتر تک پہنچ رہی ہیں۔

سبکی کا قول: بہتر یہ ہے کہ آیت میں دعا کو ظاہر پر محمول کیا جائے رہا عن عبادتی کا قول تو اس کے ساتھ ربط یہ ہے کہ دعا عبادۃ سے خاص ہے پس جس نے عبادت سے تکبر اختیار کیا اس نے خود دعا سے تکبر اختیار کیا۔ اس کے مطابق وعید ترک دعا پر اس شخص کے لئے ہوگی جو تکبر کے طور پر چھوڑنے والا ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے البتہ اگر کسی مقصد کی خاطر دعا کو چھوڑا تو وعید اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی بلا شبہ ہم دیکھتے ہیں کہ دعا کا لازم کرنا اور اس کی کثرت یہ ترک سے راجح تر ہے کیونکہ دعا پر ابھارنے کے لئے بیشمار دلائل ہیں۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں اس سورۃ میں آیت دلالت کرتی ہے کہ اجابت کی شرط اخلاص ہے اور وہ یہ آیت ہے: ﴿**وادعوه مخلصین له الدین**﴾ [الاعراف: ٢٩] قشیری نے رسالہ میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ دعا افضل ہے یا سکوت ورضاء۔ بعض نے کہا کہ دعا کو راجح قرار دینا مناسب ہے کیونکہ اس کے لئے دلائل بہت ہیں نیز اس میں خضوع اور اپنی محتاجی کا اظہار ہے۔ (۲) بعض نے کہا سکوت ورضا بہتر ہے کیونکہ تسلیم فضل کی قسم ہے پھر اس قول کا مشتبہ ہونا لکھ کر اس کا جواب دیا کہ دعا من جملہ عبادت سے ہے کیونکہ اس میں خضوع واختصار ہے پھر ایک گروہ سے یہ بات نقل کی کہ مناسب یہ ہے کہ وہ زبان سے دعا کرنے والا اور دل سے رضامندی ظاہر کرنے والا ہو قشیری کہتے ہیں۔ اس طرح کہنا مناسب ہے کہ جب دل میں دعا کی طرف ملے تو دعا افضل ہے ورنہ اس کا عکس۔

ابن حجر کا قول: پہلا قول ہی سب سے بہتر ہے کہ زبان سے دعا کر لے۔ اور دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ مہر ایک کے درپے نہ ہو ہو سکتا ہے کہ وہ کامل کے ساتھ خاص ہو۔ (فتح الباری)

قشیری کا قول: اس طرح کہنا صحیح ہے کہ جو اللہ تعالیٰ یا مسلمانوں کا حق ہو اس میں دعا افضل ہے اور جس میں اپنا ذاتی حق ہو اس میں سکوت افضل ہے ابن بطال کا قول ہے۔ اچھا یہ ہے کہ دوسروں کے لئے دعا کرے اور اپنے نفس کو چھوڑ دے۔

یعنی اس طرح کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قریب ہوں یعنی میں اپنے علم سے انکے تمام حالات کی اطلاع رکھتا ہوں۔ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم زور سے پکاریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی روایت میں وارد ہے کہ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿**ادعونی استجب لکم**﴾ [غافر ٤٠] نازل ہوئی تو لوگوں نے سوال کیا ہم نہیں جانتے کہ کس گھڑی میں ہم دعا کریں تو آیت اتری: ﴿**اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی**﴾ انہوں کو چاہئے کہ جب میں ان کو طاعت کی طرف بلاؤں وہ میری بات کو قبول کریں جیسا میں ان

کے اہم کاموں میں ان کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ والیؤمنوا بی ان کو دوام وثبات کو حکم دیا۔ لعلھم یرشدون امید ہے کہ وہ رشد کو پالیں گے۔

کافر بھی اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اضطرار کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کام آتے ہیں اضطرار کی حالت میں اسی ذات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ خلفاء الارض : زمین کے ساکنین سے بنا دیا۔ ایک قوم کو ہلاک کر کے دوسروں کو اٹھاتا ہے قلیلا ما تذکرون ۔ یہ ماکاملہ ہے۔ تذکرون تذکراً قلیلاً یعنی تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو جس پر نفع مرتب نہیں ہوتا۔ یہاں قلت سے عدم مراد ہے یعنی تم نصیحت بالکل قبول نہیں کرتے۔

۱۴۶۶ :وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۶۶: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا عبادت ہی ہے۔'' (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ یہ حصہ حقیقی نہیں بلکہ ادعائی ہے اس کی نظیر "الحج عرفة" ہے بعض شارحین حصن سے اسی طرح لکھ ہے صاحب حرز نے اس سے حصر حقیقی مراد لیا اس کی وجہ دونوں اجزاء کا معرفہ آنا ہے اور پھر درمیان میں ضمیر فصل بھی آتی ہے اور وہ اس طرح کہ بندہ اپنی عاجزی اور محتاجی ظاہر کرتے ہے اور اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی دعا کی قبولیت پر کامل قدرت حاصل ہے۔ اب وہ قبول کرے یا نہ کرے وہ غنی کریم ہے اس کے ہاں بخل کو دخل نہیں ورنہ وہ کسی چیز کے محتاج ہیں کہ اپنے پاس جمع کر کے رکھیں اور بندوں سے اس کو روک کر رکھیں۔ دعا عین عبادت ہے جیسا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((الدعا مخ العبادة)) (ترمذی) مخ چیز کے خاص حصے کو کہتے ہیں اور خالص وہ چیز جس پر اس کے قائم رہنے کا مدار ہو جیسے :مخ الدعا جو کہ اس کا گودہ ہے مخ العین اس کی چربی کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عبادت دعا پر قائم ہے۔ جیسا کہ انسان گودے پر قائم ہے قاضی کہتے ہیں۔ دعا وہ حقیقی عبادت ہے جو اس بات کی اہلیت رکھتی ہے کہ اس کو عبادت کہا جائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونے اور ماسواء سے اعراض کا نام ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۶/۱۸۳۸۰) وأبو داود (۱۴۷۹) والبخاري (۷۱۴) والترمذي (۳۲۵۸) وابن ماجه (۳۸۲۸) وابن حبان (۸۹۰) والطيالسي (۸۰۱) وابن أبي شيبة (۱۰/۲۰۰) والحاكم (۱/۱۸۰۲)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت کا عظیم ذریعہ دعا ہے۔ یہ عبادۃ کا بڑا حصہ ہے بس اس کو عبادۃ کہنا بھی درست ہے جیسے :(الحج عرفة)

۱۴۶۷ :وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَآءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۶۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع (ہمہ گیر) دعائیں پسند فرماتے اوران کے علاوہ چھوڑ دیتے۔(ابوداؤد) صحیح سند سے۔

تشریح ۞ یستحب : پسندیدہ بات ہے استفعال مبالغہ کے لئے لاتے ہیں۔ الجوامع من الدعا :جودعامہمات و مطالب کی جامع ہو جس کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہوں۔ ویدع ماسوی ذلک :اس کے علاوہ کوترک فرماتے کیونکہ انسانی قویٰ ربوبیت کے مطلوبہ آداب کی ادائیگی سے عاجز ہیں پس داعی کے لئے مناسب یہ ہے آسان الفاظ لائے جائیں تاکہ اس وقت کے آداب کا وہ لحاظ رکھ سکے اور وہ الفاظ ایسے جامع ہوں تاکہ داعی اپنے مطلوب کو آسان اور سہولت سے پالے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٥٢٠٥) وأبو داود (١٤٨٢) وابن حبان (٨٦٧) والطيالسي (١٤٩١) وابن أبي شيبة (١٠/١٩٩) والحاكم (١/١٩٧٨)

الفرائد ① اللہ تعالیٰ کووہ دعا پسند ہے جوتمام اعراض صالحہ اور مقاصد صحیحہ کو جامع ہو اسی طرح وہ ثناء پسند ہے جس میں سوال کے اداب کا لحاظ کیا گیا ہو

۞ ۞

١٤٦٨ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ اَكْثَرُ دُعَآءِ النَّبِيِّ ﷺ :اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ :وَكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا ' وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَا بِدُعَآءٍ دَعَا بِهَا فِيْهِ۔

۱۴۶۸: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی :'' اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عنایت فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عنایت فرما اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا''۔(بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بھی کوئی دعا فرماتے تو یہ دعا کرتے اور جب کوئی خصوصی دعا فرماتے تو اس کو ساتھ شامل کر لیتے۔

تشریح ۞ یعنی آپ ﷺ اکثر اس دعا پر مداومت فرماتے : اللھم یا اللہ ۔اتنا۔ یہ اعطنا کے معنی میں ہے۔ حسنة۔ اس میں ہر دینوی خیر کی طلب اور ہر شر سے حفاظت مانگی گئی ہے۔ وقنا عذاب النار :عموم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ وہ کامیابی ہے بعض کہتے ہیں حسنہ دونوں مواقع میں ایک خاص چیز سے مختص ہے مگر تعمیم اولیٰ ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (٤٥٢٢) ومسلم (٢٦٩٠) وأبو داود (١٥١٩)

الفرائد : ① یہ جامع دعاؤں میں سے ہے اس میں دنیا وآخرت کی بھلائیاں جمع ہیں۔

۞ ۞

١٤٦٩ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى '

وَالتُّقٰى ، وَالْعَفَافَ ، وَالْغِنٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۶۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ......"اے اللہ میں آپ سے ہدایت اور تقویٰ کا اور پاک دامنی اور غناء کا سوال کرتا ہوں"۔ (مسلم)

تشریح ۞ الهدى : یہ گمراہی کی ضد ہے۔ التقى :اس کا معنی تقویٰ ہے یہ اسم مصدر ہے جیسے عرب کہتے ہیں: اتقیت الله اتقاءً اور اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی اور اس کے مناہی سے گریز کرنا ہے۔ **العفاف** عف (ض) گناہوں اور قبائح سے بچنا۔ الغنٰى :مخلوق کی طرف حاجت لے جانے سے بے پروائی۔ ہدایت کو مقدم اس لئے کیا کیونکہ وہ اصل ہے اور تمام تر تقویٰ کا دارومدار اسی پر ہے اسی طرح عفاف کا بھی اس پر عطف فرمایا یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے تا کہ اس کی اہمیت ثابت ہو۔ اس لئے بھی کہ نفس اس کی ضد کا داعی ہے پس اللہ تعالیٰ سے اسکے ترک پر مدد چاہی۔ دین کے مطالب مکمل کرنے پر دنیا کی طرف توجہ کی اور وہ غنی یعنی لوگوں کی طرف عدم احتیاج ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢٧٢١) وأحمد (٢/٣٩٠٤) والترمذی (٣٥٠٠) والبخاری (٦٧٤) وابن ماجه (٣٨٣٢) وابن حبان (٩٠٠)

الفرائد : ① ہدایت، تقویٰ کو مطلق ذکر کیا تا کہ معاشی و معاد بر مکارم اخلاق کی تمام اقسام کو شامل ہو جائے اور جن سے بچنا ضروری ہے جیسے شرک، معاصی، رذیل اخلاق ان کو شامل ہوں۔ (طیبی)

۞ ۞ ۞

١٤٧٠ : وَعَنْ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهُ اَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ :"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ، وَارْحَمْنِيْ ، وَاهْدِنِيْ ، وَعَافِنِيْ ، وَارْزُقْنِيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنْ طَارِقٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقُوْلُ حِيْنَ اَسْاَلُ رَبِّيْ؟ فَقَالَ :"قُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ، وَارْحَمْنِيْ ، وَعَافِنِيْ ، وَارْزُقْنِيْ فَاِنَّ هٰؤُلَآءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَاٰخِرَتَكَ"۔

۱۴۷۰: حضرت طارق بن اُشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی نیا مسلمان ہوتا تو آپ اس کو نماز سکھاتے پھر اس کو دعا کے لئے یہ کلمات سکھاتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ "اے اللہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ ہدایت دے اور عافیت عنایت فرما اور مجھے رزق عنایت کر"۔ (مسلم) حضرت طارق کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے رب سے کس طرح سوال کروں؟ آپ نے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ...... دعا تلقین فرمائی اور پھر فرمایا: "یہ دعا تیری دنیا و آخرت دونوں کو جمع کرنے والی ہے۔"

تشریح ۞ یہ ابن مسعود اشجعی کے خاندان سے ہیں یہ ابو مالک صحابیؓ کے والد ہیں مسلم کہتے ہیں ان سے صرف ان کے

بیٹے ابو مالکؓ نے ہی روایت نقل کی ہے بخاری نے تاریخ میں ان سے روایت لی ہے اور مسلم نے صحیح میں اسی طرح ترمذی' نسائی' ابن ماجہ سے روایت نقل کی ہے ان سے چار روایات نقل کی گئی ہیں (کذا قال البرقی) مسلم نے صرف ان سے دو روایتیں لی ہیں۔ اسلمه : جب وہ اسلام لے آتا۔ علمه النبی ﷺ الصلاۃ۔ نماز کی اہمیت اور اسلام کا سب سے عظیم رکن ہونے کی وجہ سے۔ اللھم اغفرلی۔ مغفرت سے ابتداء کی کیونکہ یہ تخلیہ اور اس میں معصیت کی گندگی سے پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے اور دوسرے نمبر پر رحمت لائے کیونکہ وہ تحلیہ کی طرح ہے اور اس کا عطف' عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔ وارحمنی واھدنی لائے کیونکہ یہ عظیم مقاصد و مطالب سے ہے مطلب کے پورا ہو چکنے پر اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال تا کہ رحمت کے شکر یہ قدرت پاتے اور ہدایت کے مقاصد پر قائم ہو سکے۔ اور پھر رزق طلب کیا تا کہ اس کا نفس غم سے راحت پائے جو غم قیام طاعت سے مشغول کرنے والا ہے مسلم کی دوسری روایت میں۔ واتاہ رجل۔ یہ قد کے اضمار سے جملہ حالیہ ہے حین اسائل جب میں اپنے رب کو پکاروں۔ مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے انگلیوں کو انگوٹھے کے علاوہ جمع فرمایا ان کلمات کے مطالب تیری دنیا و آخرت کے لئے کافی ہیں یعنی رزق' عافیت و رحمت دونوں جہاں کے لئے عام ہے اور بخشش آخرت کے ساتھ خاص ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢٦٩٧) وابن ماجه (٣٨٤٥)

الفوائد : ① اسلام لائے کو نماز سکھا کر پھر اس میں اللہ تعالیٰ سے طلب کے کلمات تلقین کئے جاتے ہیں تا کہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں مانگے۔

❀ ❀ ❀

١٤٧١ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ...... ''اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے''۔ (مسلم)

تشریح ❀ تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں اسی طرح ہیں جیسے ایک دل ہوتا ہے جس کو جس طرح چاہتا ہے پھیرتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللھم مصرف القلوب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنے والا جیسے ضلالت کے بعد ہدایت اور اس کا عکس۔ صرف قلوبنا : اسکو ایک حالت سے دوسری میں بدل دے۔ علی طاعتك۔ یہ ظرف صرف سے متعلق ہے یعنی صرف علی طاعتك قلوبنا فلا تزغها بعد الهدیٰ۔ ہمارے دلوں کو اطاعت پر پھیر' ان کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٦٥٨٠) ومسلم (٢٦٥٤) وابن حبان (٩٠٢) وابن أبي عاصم (١/١٠٠) والبيهقي

(ص/١٤٧)

الفرائد : ① اس میں امت کی راہنمائی فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دعا میں متوجہ ہوں کہ وہ ان کو ہدایت پر ثابت قدمی میسر فرمائے۔

١٤٧٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَآءِ وَدَرْكِ الشَّقَآءِ ، وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ سُفْیَانُ : اَشُكُّ اَنِّیْ زِدْتُ وَاحِدَةً مِّنْهَا۔

۱۴۷۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: '' تم پناہ مانگو محنت کی (نا قابل برداشت) مشقت سے 'بدبختی کے آ لینے سے' برے فیصلے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔''
(بخاری و مسلم) ایک روایت میں یہ ہے کہ سفیان نے کہا مجھے شک ہے کہ میں نے ایک کا اضافہ کر دیا۔

تشریح ۞ مبالغہ کے لئے عوذوا کی جگہ لائے۔ جهد البلاء، فتحہ وضمہ جیم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو سخت قسم کی مشقت سے پہنچے جس کو دور کرنے کی انسان میں طاقت نہ ہو وہ جهد البلاء ہے۔ ابن عمرؓ نے اس کی تعریف قلت حال اور کثرت عیال سے کی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ جهد البلاء کا ایک فرد ہے بعض نے کہا وہ چیز جس پر موت کو ترجیح دے۔ درك الشقاء۔ راء کے فتحہ وسکون سے آتا ہے فتحہ کے ساتھ یہ مصدر ہے اور سکون کے ساتھ اسم مصدر ہے۔ کتاب السلاح میں کہا گیا ہے کہ درك ادراک والحاق کو کہتے ہیں الشقاء ، فتحہ اور مد کے ساتھ۔ سختی اور تنگدستی کا نام ہے یہ سعادت و خوش بختی کی ضد ہے۔ اسکا اطلاق اس سبب پر بھی ہوتا ہے جو ہلاکت تک پہنچانے والا ہو۔ بلکہ قسطلانی نے مطلق ہلاکت اس کا معنی کیا ہے۔ سوء القضاء۔ یہاں پر برا نتیجہ مراد ہے کیونکہ قضاء الٰہی بحیثیت قضاء کے حسن ہے اور قضاء تفصیل کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی کلیات کے حکم کو کہتے ہیں۔ شماته الاعداء وہ غم جس پر دشمن خوش ہو جس سے دل میں دکھ اور نفس میں شدید اثر پہنچے آپ ﷺ نے تعلیم امت کے لئے یہ دعا سکھلائی یہ جامع دعا ہے کیونکہ مکروہ وناپسند کام یا تو مبداء کی طرف سے سامنے آئے گا یہ سوء قضاء ہے یا پھر معاد کی جانب سے ہوگا یہی درك الشقاء کیونکہ شقاوت آخرت ہی حقیقی ہے یا پھر معاش کی طرف سے ہوگا پھر یہ دوسرے کی جانب سے ہوگا اس کو شماتت اعداء کہتے ہی پھر اپنی طرف سے ہوگا اس کو جهد البلاء کہتے ہیں آپ ﷺ نے امت کی تعلیم کے لئے یہ دعائیں نقل فرمائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر آپ کو ان تمام سے محفوظ فرمایا یہ کلمات امت کو بطور تعلیم سکھائے تا کہ پڑھانے کی صورت میں ازالہ کی راہ معلوم ہو۔

سفیان کا قول: شاید کہ ایک خصلت میں مجھ سے اضافہ ہو گیا اسماعیلی نے یہ شماتة اعداء ہی ذکر کی ہے بخاری نے باب القدر میں چار ذکر کی ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٧٣٥٩) والبخاری (٦٣٤٧) المفرد (٦٦٩) ومسلم (٢٧٠٧) والنسائی (٥٥٠٧)

والحميدی (۹۷۲) وابن أبی عاصم (۳۸۲) وابن حبان (۱۰۱٦)

الفرائد : ① قضاء وقدر کے فیصلے دفاع اور مدفوع دونوں پر مشتمل ہیں ممکن ہے کہ اس استعاذہ سے وصیت دفع ہو جائے یہ دعا بھی قضا ہے۔ (ابن جوزی) شفقت نبوت یہ ہے ابواب خیر کی تلقین فرمائی اور ناپسندیدہ حالت میں ابتلاء سے حفاظت کی راہیں بھی بتلادیں۔

۱٤۷۳ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَایَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ ، وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ ، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''اے اللہ میرے اس دین کو درست فرما جو میرے معاملات کی حفاظت کا ذریعہ ہے' اس دنیا کی درستی فرما جس پر میرا گزران ہے' میری اس آخرت کو درست فرما جہاں میں نے لوٹ کر جانا ہے' زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں اضافہ کا ذریعہ بنا اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت کا مسبّب بنا''۔ (مسلم)

تشریح ❁ یعنی دین کے احکامات کو اصل طریقہ سے ادا کی توفیق عنایت فرما۔ **عصمة امری** :جس پر تمام امور میں میں بھروسہ کرتا ہوں۔ **العصمة**۔ روکنا اور حفاظت کرنا بعض نے کہا یہ مصدر بمعنی فاعل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعًا﴾ [آل عمران ۱۰۳] **معاشی** ۔ میری زندگی گذارنے کا زمانہ اور زندگی گزارنے کی جگہ ہے یعنی اس طرح کہ ضروریات بقدر کفالت عنایت فرمادے اور حلال عنایت فرما تاکہ تیری اطاعت میں معین مددگار رہوں۔ **معادی**۔ لوٹنے کی جگہ (۲) مہربانی سے لوٹنے کا زمانہ وہ اسی طرح کہ عبادت کی توفیق ملتی رہے اور طاعت میں اخلاص میسر رہے اور اچھا انجام ہو۔ **واجعل الحياة** ۔طویل عمر زیادۃ **لی فی کل خیر**۔ ہر خیر میں اضافے کا باعث یعنی علم میں یقین اور عمل میں پختگی میسر ہو۔ **واجعل الموت** :یعنی موت کے جلد آنے کو **راحة لی من کل شر** :فتنوں کا ذریعہ اور مشقتوں اور معصیتوں اور غفلتوں میں مبتلا ہونے سے حفاظت کا ذریعہ حاصل یہ ہے میری عمر کو اپنی پسند میں مصروف رکھ اور ناپسند باتوں سے محفوظ رکھ۔ یہ جامع دعا ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۷۲۰)

الفرائد : ① یہ جامع دعا ہے اس میں دین کی درستی کو دنیا سے مقدم فرما کر دین کی اہمیت کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ بھی جامع دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کی گئی کہ دنیا کو زادِ آخرت بنا' ہر برائی سے بچنے کا ذریعہ بنا۔

۱٤۷٤ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ : ''قُلْ : اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ''

وَفِیْ رِوَایَةٍ :اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی ' وَالسَّدَادَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے فرمایا تم اس طرح کہو : اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ...... ''اے اللہ مجھے ہدایت دے اور درست وسیدھا رکھ۔'' اور ایک روایت میں یہ ہے: ''اے اللہ میں آپ سے ہدایت اور درستی کا سوال کرتا ہوں'' ۔ (مسلم)

تشریح ۞ سددنی۔تسدید فی الامر ۔درست طور پر انجام دینے کو کہتے ہیں مسلم کی دوسری روایت میں :اللهم انی اسألك الهدیٰ والسداد کے الفاظ ہیں هدیٰ کے لفظ سے راہ دکھانا اور سراد سے مراد سہم یعنی تیر سیدھا کرنے کو یاد دلایا۔نووی کہتے ہیں سراد تیر درست کرنے کو کہتے ہیں پس سددنی کا معنی یہ ہے مجھے توفیق عنایت فرما کہ میں تمام امور میں درست بات کو پالینے کے قابل بن جاؤں اور سراد کی اصل استقامت اور معاملات میں میانہ روی ہے هدیٰ کا یہاں معنی راہنمائی ہے یہ تذکیر وتانیث سے استعمال ہوتا ہے۔اذکر بالهدیٰ کا معنی یہ دعا میں پڑھو کیونکہ راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا اس سے ٹیڑھا نہیں ہوتا اور تیر سیدھا کرنے والا تیر کو درست کرنے میں حریص ہوتا ہے اور تیر نشانے پر اسی وقت درست بیٹھتا ہے جب وہ سیدھا ہو اسی طرح داعی کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں درستی رکھے اور سنت کو لازم پکڑے بعض نے کہا کہ ان الفاظ کو بار بار دھرائے تاکہ بھولنے نہ پائے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۷۲۵) وأبو داود (۴۲۲۵) النسائی (۵۲۲۷)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ سے ہدایت وراستی طلب کرنی چاہیے ۔معقول کو محسوس کی صورت میں ذکر کیا گیا کیونکہ اس کے اثرات نفوس میں عظیم تر ہے۔

۱۴۷۵ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ ' وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ" وَفِیْ رِوَایَةٍ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں عاجزی' سستی' بزدلی' بڑھاپا اور بخل سے اور اے اللہ میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں' زندگی اور موت کی آزمائش سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ۔ایک روایت میں قرض کے بوجھ اور آدمیوں کے زبردستی کرنے سے'' کے الفاظ ہیں ۔(مسلم)

تشریح ۞ العجز۔بھلائی کی ہمت نہ رہے۔بعض نے کہا وہ چیز چھوٹ جائے جس کا کرنا واجب ہو اور اس میں ٹال مٹول کرنا۔ان دونوں سے پناہ مانگنی چاہیے۔(ابن جوزی) والكسل' نووی کہتے ہیں بھلائی کے لئے نفس نہ اٹھنا اور اس کی طرف کم رغبت کرنا۔والجبن خوف اور ضعف قلب' یہ شجاعت کی ضد ہے۔(القاموس) والهرم: آدمی کا خوف بڑھاپے کی

وجہ سے اس طرح ہو جانا کہ وہ میانہ درجہ کے حسی امور اور عقلی امور میں امتیاز نہ کر سکے۔ (مظہری) البخل جس کا ادا کرنا مطلوب ہو اس کی ادائیگی سے ہاتھ روک لینا۔ عذاب القبر : جو کہ قبر میں ہونے والا ہے ایک ارشاد میں فرمایا : "القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار" قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر یہ منزل خوب رہی تو بعد والا معاملہ بہت ہی خوب ہوگا اور اگر خراب ہوئی تو بعد دیا جائے گا۔ فتنة المحيا و الممات : یعنی زندگی اور موت کے فتنے سے۔ ابن جزری کا قول فتنہ موت سے مراد کے متعلق مختلف اقوال ہیں: (۱) فتنہ قبر (۲) موت کی گھڑی۔ مسلم کی ایک روایت میں ضلع الدين ضلع مائل ہونا۔ یہاں قرض کا بوجھ اور اسکی شدت مراد ہے جس کی ادائیگی نہ کر پائے خصوصاً جبکہ مطالبہ بھی ہو رہا ہو۔ بعض سلف کا قول ہے جس دل میں قرض کا خوف داخل ہو گیا اس سے عقل ایک حصہ چلا گیا جو واپس نہ لوٹے گا۔ وغلبة الرجال۔ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف بہر حال اس میں اشارہ کر دیا ایسے جاہ مرتبہ سے پناہ مانگے جو حد سے بڑھنے والا ہو اور ایسی عاجزی سے بھی جو ذلت میں مبتلا کرنے والی ہو۔

حاکم کی روایت میں یہ الفاظ زائد تر ہیں: **"والقسوة والغفلة، والذل والقلة والمسكنة، واعوذبك من الفقر والكفر والفسوق والشقاق والنفاق والسمعة والرياء واعوذبك من الصمم والبكم والجنون والجذام وسئى الاسقام"۔**

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢١١٤) والبخاری (٢٨٢٣) ومسلم (٢٧٠٦) وأبو داود (١٥٤٠) والنسائي (٥٤٦٣) والبخاری (٦٧٢) وابن أبي شيبة (١٠/١٩٠) وابن حبان (١٠٠٩)

الفرائد : ① رذائل تین قسم کے ہیں: ۱) نفسیاتی ۲) بدنی ۳) خارجی۔ اور انسان میں قوتیں بھی تین ہیں: ۱) عقلی، ۲) غضبی، ۳) شہوانی۔ پس ۱) ہم و حزن کا تعلق عقلی سے، ۲) جبن کا تعلق غضبی سے، ۳) اور بخل کا تعلق شہوانی سے اور عجز و کسل کا تعلق بدنی سے اور دوسرے کی درستی تمام اعضاء و آلات کی درستی پر موقوف ہے اور اول اعضاء کے نقص سے پیش آتی ہے۔ (۱) ضلع کا تعلق خارجی سے ہے پس پہلی مالی دوسری جانی ہے، یہ دعا ان سب پر مشتمل ہے۔ (کرمانی)

١٤٧٦ : وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : عَلِّمْنِيْ دُعَآءً اَدْعُوْا بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ ، قَالَ : قُلْ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ ، وَارْحَمْنِيْ ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : "وَفِيْ بَيْتِيْ" وَرُوِيَ : "ظُلْمًا كَثِيْرًا" وَرُوِيَ "كَبِيْرًا" بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَيُقَالُ : كَثِيْرًا كَبِيْرًا۔

۱۴۷۶ : حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی دعا سکھلائیں جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ

نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ' فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً...... ''اے اللہ بے شک میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا پس تو مجھے اپنی خاص بخشش سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے''۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے فِیْ بَیْتِیْ (اپنے گھر میں) کے الفاظ میں کَثِیْرًا کی جگہ کَبِیْرًا کے الفاظ ہیں پس مناسب ہے کہ دونوں کو اکٹھا کر کے کَثِیْرًا کَبِیْرًا پڑھیں۔

تشریح ۞ ادع۔ جملہ صفتیہ دعائیہ ہے جواب شرط مقدر کی وجہ سے واؤ گر گئی۔ فی صلاتی۔ یہ دعا مقبول دعا ہے کیونکہ محبوب رب العالمین نے اپنے پیارے دوست کے لئے مجیب الدعوات کی بارگاہ سے مانگنے کے لئے منتخب فرمائی۔ ظلمت نفسی :میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ اسے مناہی میں ڈال دیا اور اوامر سے دور کر لیا۔ ظلمًا کثیرًا۔ مصدر اور اس کا وصف لا کر تاکید کر دی تاکہ مولیٰ کی بارگاہ میں تذلل و خضوع میں اضافہ ہو۔ ولا یغفر الذنوب الا انت۔ یہ جملہ انی ظلمت پر معطف ہے (۲) حال ہے یعنی حال یہ ہے کہ گناہوں کی بخشش خواہ مواخذہ نہ کر کے یا مکاری کا پردہ ڈال کر یا بالکلیہ مٹا کر تو کر ہی سکتا ہے۔ فاغفرلی مغفرة یعنی ایسی مغفرت جو عظیم الشان بلند مرتبے والی ہو۔ من عندك ۱) جو عظمت والی ذات کی طرف سے ملے گا وہ اسی لائق ہے کہ وہ بہت بڑا ہو' ۲) مطلب یہ ہے تو اپنی طرف سے بطور فضل مغفرت فرما دے اگرچہ مجھ میں اس کی قطعاً اہلیت نہیں۔ وارحمنی :اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ مجھ پر رحم فرما یہاں من عندك کا قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ انك انت الغفور الرحیم۔ تو ہی غفور رحیم ہے نہ غیر جیسا کہ دونوں اجزاء کا معرفہ لانا ظاہر کر رہا ہے اور پھر ضمیر فصل بھی لائی گئی ہے ان دونوں صفات پر کلام کو ختم کیا گیا اور یہ صفات بڑی مناسبت سے بطور تقابل لائی گئی ہیں پس ۱) الغفور' اغفرلی کے مقابل اور الرحیم ارحمنی کے مقابل اور یہ مرتبہ کے اعتبار سے مقابل ہے یعنی تو مجھے بخش دے کیونکہ آپ ﷺ الغفور ہیں اور مجھ پر رحم فرما کیونکہ آپ ﷺ الرحیم ہیں بعض روایات میں ظلمًا کبیرًا کے الفاظ بھی ہیں اس لئے علماء نے فرمایا احتیاطاً دونوں کو جمع کر لے ظلمًا کثیرًا کہہ لے یا پہلے ایک روایت کے الفاظ پڑھ کر دوسری روایت کے الفاظ الگ پڑھے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۸) والبخاری (۸۳٤) وملسم (۲۷۰۵) والترمذی (۳٥۳۱) والنسائی (۱۳۰۱) وابن ماجه (۳۸۳٥) وابن حبان (۱۹۷٦) وابن خزیمة (۷٤٥) والبزار (۲۹) وأبو یعلی (۲۹) وابن أبی شیبة (۲٦۹/۱۰) والبیهقی (۱٥٤/۲)

الفرائد : ① عالم سے علم حاصل کرنا مناسب ہے تاکہ جامع کلمات کی تلقین کرے۔ اس میں طلب مغفرت اور عام خیر کا تذکرہ ہے۔

۱٤۷۷ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ کَانَ یَدْعُوْا بِھٰذَا الدُّعَآءِ– اَللّٰھُمَّ

اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ ، وَإِسْرَافِیْ فِیْ أَمْرِیْ ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ ، وَخَطَئِیْ وَعَمْدِیْ ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، وَأَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۷۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ...... ''اے اللہ مجھے بخش دے اور میری غلطی اور جہالت اور معاملات میں میرا تجاوز اور وہ بھی بخش دے جسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔اے اللہ! میرا ارادۃً کیا ہوا اور مذاق کے طور پر کیا ہوا اور غلطی سے کیا گیا اور ارادۃً کیا گیا سب بخش دے اور یہ تمام میری ہی طرف سے ہوئے۔اے اللہ! میرے وہ گناہ بخش دے جو میں نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے اور علانیہ کئے یا خفیہ کئے اور وہ بھی جو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔آپ آگے بڑھانے والے اور پیچھے ہٹانے والے ہیں اور آپ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ (۱)امت کی تعلیم اور ترکِ اولیٰ پر استغفار کے لئے (۲)اپنے رب کی بارگاہ میں تواضع کے لئے (۳)بطور سہو ہونے والے اعمال جبکہ عصمت کا عموم نہ مانا جائے مگر مرجوح قول ہے راجح قول عصمت ہے(۴)امت کے مصالح پر نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ مشغولیت اور دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں مشغولیت' مولفۃ القلوب کی تالیف اور اسی طرح کے دیگر مشاغل کی وجہ سے آپ کے عظیم مقامات کے مطابق حضور اور اس کے ماسوا سے فراغت مرتبہ کے مطابق نہ ہونے کو آپ نے ذنب خیال کر کے استغفار کیا۔اگر چہ یہ احوال عظیم طاعات اور افضل اعمال ہیں۔لیکن یہ بلند درجات سے نزول ہے جس کی وجہ سے استغفار فرمایا(۵)بعض نے کہا آپ ﷺ دائما ترقی احوال میں تھے۔جب گزشتہ حال کو دیکھتے تو اس سے استغفار کرتے جیسا کہا گیا حسنات اور ابرار سیئات المقربین طبیعت میں تازہ بتازہ غفلات پیش آتیں جو اسے استغفار کی حاجت ہوتی۔ابن الجزری کہتے ہیں انسانی طبع کی لغزشوں سے کوئی بچ نہیں سکتا انبیاء علیہم السلام کبائر سے معصوم ہیں صغائر سے معصوم نہیں۔(ابن الجزری)مگر صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر و کبائر سب سے قبل و بعد نبوت معصوم ہوتے ہیں ابن وعینی ؒ سے سہروردی کا قول نقل کیا آپ ﷺ کا استغفار نفس کے قدم کے روح کو عروج میں ملنے سے قاصر ہونے کی وجہ سے تھا حکمت الہیہ کا تقاضا یہی تھا کہ علاقہ نفسی کو انقطاع سے بچانے کے لئے حرکت قلب کو سست رکھا جائے تاکہ بندے محروم نہ رہ جائیں پس آپ ﷺ اس قصور قلب عن اللحوق بالروح پر استغفار فرماتے۔پھر اللهم اغفرلي کو عطف کے طور پر لاتے۔وجهلي اور جو کچھ مجھ سے ناواقفی کی وجہ سے صادر ہوا اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة﴾ [سورة النساء : ١٧] بغوی کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے ہو نافرمان ہے۔وإسرافي :یعنی حد سے میرا تجاوز۔ما أنت اعلم به مني یعنی نفس کی مخالفت اور سیئات ممکن ہے کہ اس سے مقابل

مراد ہو اور بطور اطناب اس کو لایا گیا ہو خلافِ اولی اور مکروہات مراد ہو یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ اغفرلی جدی۔ جو مخالفات اس کام میں خود کوشش سے کیے۔ وھزلی یہ ماقبل کی ضد ہے۔ وخطئی۔ جو عمد کے بالمقابل ہو یا ذنب کو بھی کہا جاتا ہے جیسا صحاح میں ہے جمہور رؤیت نے خطایای لکھا ہے اور عمد کا اس پر عطف۔ عطف خاص علی العام ہے کیونکہ عمد و خطا دونوں ہی خطیہ میں شامل ہیں یا ایک عام کو دوسرے عام پر عطف کیا یا ایک وصف کو دوسرے پر عطف کیا جیسا اس ارشاد میں: ﴿تلك آيات الكتاب وقرآن مبين﴾ [النمل: ۱] كل ذلك عندی۔ یہ موجود و ممکن سب میری طرف سے ہیں۔ یہ تواضعاً فرمایا علیؒ نے فرمایا کمال کے فوت ہونے اور ترک اولی کو ذنب کہا اس کا حاصل حسنات الابرار سیئات المقربین ہے۔ ما قدمت وما اخرت۔ یہ عموم سے کنایہ ہے جیسا اس قول میں وما اسررت وما اعلنت کو لوگوں کی آنکھوں سے مخفی کیے اور جو ظاہراً ہے۔ وما انت اعلم به منی۔ ان میں سے یا اس میں سے یا ان کے علاوہ میں سے۔ انت المقدم۔ نیک اعمال کی توفیق دے کر جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ کل شیء۔ جن کا تذکرہ ہو یا ان کے علاوہ ممکنات سے۔ قدیر آپ ﷺ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی کیونکہ قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے اس سے تخلف نہیں جو ذات سے خاص ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۵۹) والبخاری (۶۳۹۸) ومسلم (۲۷۱۹) وابن حبان (۹۵۴)

❁ ❁ ❁

۱۴۷۸ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُعَآئِهٖ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۸: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے ''اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے جو میں جانتا ہوں اور اس کے شر سے جو میں نے عمل نہیں کیا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ حق ربوبیت کی ادائیگی کے لئے یا تعلیم کے لئے یا تواضع کے طور پر۔ مالم اعمل۔ اس میں زمانہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں سے پناہ طلب کی گئی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فانه لایأمن مکر الله الا القوم الخاسرون﴾ [الاعراف ۹۹] ''بعض نے کہا کہ اس میں اس سے پناہ طلب کی گئی کہ کوئی آدمی قبائح سے باز رہنے میں اپنے اوپر فخر نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے سوال ثابت کرتا ہے اس سب کچھ کو اللہ تعالیٰ کا فضل مانیں اپنی حول و قوت کا دخل نہیں مانیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲۵۸٤۲) ومسلم (۲۷۱۶) وأبو داود (۱۵۵۰) والنسائی (۱۳۰۶) وابن ماجه (۳۸۳۹) وابن حبان (۱۰۳۱) وابن أبی شیبة (۱۰/۱۸۶)

الفرائد : ① دعا میں تواضع، استعانت اور خضوع کی کثرت ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کے طریقہ دعا کو اپنانا ہی دنیا و آخرت کی خیر کا باعث ہے۔

۱۴۷۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ ، وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ ہوتی تھی: ''اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال اور عافیت کے پھر جانے اور ناراضگی کے اچانک اترنے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔'' (مسلم)

تشریح : نعمتك ۔خواہ وہ دینوی نعمتیں ہوں یا اخروی امور سے ان کا تعلق ہو۔تحول عافیتك ۔جو آپ ﷺ نے عافیت دی ہے اس کے مصائب میں بدلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں زوال کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اس میں پائی جاتی تھی پھر اس سے الگ ہوگئی اور تحول کسی چیز کا بالکل بدل جانا اور دوسرے سے منقطع ہونا۔اب مطلب زوال نعمت کا یہ ہے کہ نعمت بھی چھن جائے اور بدل بھی نہ ہو اور تحول عافیت یہ ہے کہ صحت کی بجائے مرض آ جائے۔

ابن الجزری کا قول: تحول کا معنی انتقال ہے۔وفجاءۃ نقمتك ۔فأجاہ و مفاجاہ کا معنی سبب کے پیش آنے کے بغیر اچانک کسی چیز کا پیش آنا جب استعاذہ میں اس کا استعمال ہو تو اس کا معنی نقمت عذاب ہے کیونکہ تدریجی تکلیف کے آنے سے یہ بڑھ کر ہوتے ہیں۔ (مظہری) اور نعمت سزا کے لئے بولا جاتا ہے وجمیع سخطك یعنی آپ ﷺ غضب کے اسباب سے یہ تفصیل کے بعد اجمال ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۷۳۹) و ابو داود (۱۵۴۵)

الفرائد : ① یہ دعا جامع استعاذات سے ہے۔

۱۴۸۰ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسْلِ ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا ، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا ، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۸۰: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یوں فرماتے: ''اے اللہ! میں عاجزی، سستی، بخل، شدید بڑھاپا اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کا تقویٰ عنایت فرما اور اس کو پاک کر دے تو سب سے بہتر اس کو پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور کارساز ہے۔ اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو، ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبولیت والی نہ ہو''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ان کے حالات باب تعظیم اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں گزرے۔ **اللھم انی اعوذبك**۔ یہ تعلیم امت کے لئے ہے۔ آت۔ عطاء کے معنی میں ہے۔ **تقواھا**۔ اس سے مراد اوامر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب اور مناسبت کی وجہ سے لائے بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو تقویٰ پر قائم رکھنے کی توفیق دے بعض نے کہا اس کی بہتر تفسیر یہ ہے کہ تقویٰ جو فجور کے مقابل ہو جیسے اس آیت میں: ﴿**فالھمھا فجورھا وتقواھا**﴾ [الشمس: ۸] خواہشات کی پیروی اور ارتکاب فجور وفواحش سے احتراز مقصود ہے کیونکہ حدیث آیت کا بیان ہے۔ **زکھا**: تو اس کو رذائل سے پاک کردے کیونکہ آپ کو اس بات کی قدرت کاملہ حاصل ہے اور دوسروں کو کوئی قدرت نہیں۔ **انت ولیھا**۔ تو میرے نفس کا مددگار ہے **مولاھا**۔ اور اس کا مالک وآقا ہے یہ ماقبل کے لئے دلیل کی طرح ہے کیونکہ ناصر وآقا کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ رعایا کا خیال کرے اور ان کی اصلاح و درستی کے لئے کوشاں ہو **من علم لا ینفع**۔ یعنی وہ علم جس میں کسی کا فائدہ نہیں یہاں معمول محذوف ہے یا مفعول سے غرض متعلق نہ تھی اس لئے متعدی کو قاصر کی جگہ اتار کر ذکر کیا جیسا اس آیت میں ہے: ﴿**ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون**.....﴾ اس میں اشارہ ہے کہ وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اگرچہ دوسرے کو فائدہ ہے وہ اس سے مراد نہیں کیونکہ اس سے کچھ فائدہ تو ہو رہا ہے بعض نے کہا اس سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل نہ ہو حدیث مرفوع میں فرمایا گیا ہے "**العلم الذی لا یعمل به مالکنز الذی لا ینفق منه' اتعب صاحبه فی جمعه ثم لم یصل الی نفعه**" طیبی کہتے ہیں وہ علم جس سے نفع نہ اٹھایا جائے وہ وہی علم ہے جو اخلاق باطنیہ کو مہذب نہ بنائے کہ اخلاق کی تہذیب افعال ظاہرہ پر اثر انداز ہو اور اس سے وہ کامل ثواب جمع کرے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے

یا من تباعد عن مکارم خلقه
لیس التفاخر بالعلوم الزاخرة
من لم یهذب علمه اخلاقه
لم ینتفع بعلومه فی الآخرة

حاصل یہ ہے کہ جس کے علم سے تہذیب اخلاق پیدا نہ کی وہ علم آخرت میں بے فائدہ ہے۔ **من قلب لا یخشع**۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کا کلام سن کر اس میں خشوع پیدا نہ ہو وہ قلب قاسی ہے۔ ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں اس طرح ہے: **ان ابعد الناس من الله القلب القاسی** "دل سے مطلوب یہ ہے کہ وہ باری تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا اور اپنی مراد کے لئے سینے کو کھولنے والا اور دل میں نور کے ڈالے جانے کا مستحق ہو اگر ایسا نہ ہو تو وہ قلب قاسی ہے اس سے پناہ طلب کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**فویل للقاسیة قلوبھم**﴾ [الزمر: ۲۲] **ومن نفس لا تشبع**۔ اس حرص کی وجہ سے جو اس پر ابھارنے والا ہو تو ربشتی کہتے ہیں ممکن ہے اس کا معنی یہ ہو کہ وہ حرص کی وجہ سے جمع کرتا چلا جاتا ہے اور اس کا معنی کثرت سے کھانا ہو جب نفس بہت کھاتا ہو اور سیر نہ ہوتا ہو تو وہ دنیا کی حرص کرنے والا ہوگا۔ وہ انسان کا بڑا دشمن ہے۔ **لا یستجاب لھا**۔ یعنی دعا کے مسترد کیے جانے کے جو تقاضے اور عدم قبولیت کے جو تقاضے ہیں یعنی غصہ اور دھتکارنا اسی سے محفوظ فرما۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۱۹۳۲۷) ومسلم (۲۷۲۲) والنسائی (۵۴۷۳)

الفرائد : ① ان چیزوں سے استعاذہ تکمیل نفس اور تکمیل احوال صفات کے لئے تھا۔ امت کی تعلیم کے لئے استعاذہ کیا گیا۔

۱۴۸۱ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ ، وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ : "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور تجھ پر ایمان لایا' آپ پر توکل کیا' آپ کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہی میں نے فیصلہ میں رجوع کیا۔ پس تو مجھے بخش دے وہ گناہ جو میں نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے اور جو ظاہر کئے اور جو مخفی کئے۔ آپ ہی آگے بڑھانے والے اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ بعض راویوں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے الفاظ زائد نقل کئے ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **اللهم لك** یعنی تیرے لئے نہ کہ غیروں کے لئے۔ **اسلمت** میں اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی۔ **وبك آمنت** آپ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی صفات ذاتیہ اور صفات عالیہ کے ساتھ آپ ﷺ کو مانا جو آپ ﷺ نے اپنے پیغمبروں کی طرف وحی کی ہیں۔ **وعليك توكلت** تیری نصرت و مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے تجھ پر توکل کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**ومن يتوكل على الله فهو حسبه**﴾ [الطلاق :۳] **واليك انبت** : آپ ﷺ تدابیر اور صریح تدابیر پر اکتفاء کرتے ہوئے تمام امور میں آپ ﷺ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ **وبك خاصمت** : میں دشمن کے ساتھ مخاصمہ کرنے آپ ﷺ کی قدرت سے حجت قائم کر کے کامیاب ہونے والا ہوں۔ **واليك حاكمت** : یعنی آپ ﷺ کی اتاری ہوئی کتاب و وحی پر فیصلہ کا دارومدار مانتا ہوں استنباط بھی اسی میں شامل ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں ہو۔ **فاغفرلی** متغایر الفاظ عطف کے ساتھ اطناب کلام کے لئے لائے **انت المقدم وانت المؤخر**۔ جس سے آپ ﷺ کی دوستی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے دشمن ہو وہ عزت نہیں پا سکتا جیسا شاعر نے ؎

وان هو لم يرشدك فی كل مسلك ☆ ضللت ولو ان السماك دليل

حاصل کلام : اللہ تعالیٰ کی اعانت راہنمائی بہر حال معین و مددگار ہے ورنہ ضلالت ہی ضلالت ہے بعض روایت بخاری **لا اله الا انت** اور بعض نے **ولا اله الا غيرك** نقل کیا اور بعض رواۃ نے **ولا حول ولا قوة الا بالله** کا اضافہ بھی نقل کیا ہے

اس کا معنی مقابل کی طرح ہے گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کمال رجوع اور مکمل جھکاؤ ہے اور اسی کی رسّی کو تھامنے والا اور اس پر توکل کرنے والا ہوں اور اسی کی پناہ لینے والا ہوں نہ غیر کی۔

تخریج : أخرجه مالك (۵۰۰) وأحمد (۲۷۱۰) والبخاری (۱۱۲۰) ومسلم (۷۶۹) وأبو داود (۷۷۱) والترمذی (۳۴۲۹) والنسائی (۱۶۱۸) وابن حبان (۲۵۹۷) وابن خزیمة (۱۱۵۲) وابن أبی شیبة (۲۵۹/۱۰) وعبد الرزاق (۲۵۶۵) والحمیدی (۴۹۵) وأبو عوانة (۲۹۹/۲) وأبو یعلی (۲۴۰۴) والبیهقی (۵۰۳)

الفرائد : ① جو جس قدر عظمت الٰہی سے واقف ہوتا ہے وہ اسی قدر اس کی بارگاہ میں تضرع اور خضوع اختیار کرتا اور اس پر توکل کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اقرار اور اس کے صدق وغیرہ کا اعتراف ہے۔

۱۴۸۲ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْا بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ ، وَعَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ۔

۱۴۸۲ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ ، وَعَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ" "اے اللہ میں آگ کی آزمائش اور آگ کے عذاب، غناء کے شر اور فقر کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں"۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

تشریح : فتنة النار ایسا فتنہ جس کا نتیجہ آگ ہو (۲) اضافت بیانیہ ہو تو آزمائش خود آگ ہے۔ **و عذاب النار** : مضاف کے الفاظ مختلف ہونے کی وجہ سے ردیف کے لئے عطف کر دیا یا ممکن ہے فتنۃ النار سے مراد جہنم کے فرشتوں کی ڈانٹ ڈپٹ ہو جیسا آیت میں ہے: ﴿كلما القى فيها فوج سألهم خزنتها الم يأ تكم نذير﴾ [الملك : ۸] **ومن شر الغنى و الفقر** یعنی عام طور پر جو ان پر مرتب ہوتا ہے مثلاً تکبر' خود پسندی' بدخلقی' حرص' حرام مال کا جمع کرنا' حقوق اللہ کی ادائیگی میں بخل یہ مالداری سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں اور فقر سے اکتاہٹ' تقدیر سے آس توڑنا اور ان ناراضگیوں میں مبتلا ہونا جو اس سے جنم لیتی ہیں۔

ترمذی کے یہ الفاظ زائد ہیں: **اللهم اغسل خطاياى بماء الثلج والبرد' وأنق قلبي من الخطايا كما أنقيت الثوب الأبيض من الدنس وباعد بيني بين خطاياى كما باعدت بين المشرق والغرب' اللهم انى اعوذبك من الكسل والهرم والمأثم والمغرم** "اور آیت بالا کے الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج : أخرجه أبو داود (۱۵۴۳) البخاری (۸۳۲) مسلم (۵۸۹) والترمذی (۳۵۰۶) والنسائی (۱۳۰۸) وابن ماجه (۳۸۳۸) وأحمد (۹/۲۴۶۳۲)

الفرائد : ① تعلیم امت کے لئے استعاذہ فرمایا۔(ابن بطال) ② دعا بارگاہ الٰہی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

۱۴۸۳ : وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ ، وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ ، وَالْأَعْمَالِ ، وَالْأَهْوَاءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۳: حضرت زیاد بن علاقہ اپنے چچا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ ، وَالْأَعْمَالِ ، وَالْأَهْوَاءِ" ''اے اللہ برے اخلاق و اعمال اور خواہشات سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں''۔(ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح : یہ زیاد ان کی کنیت ابو مالک کوفی ہے یہ ثقہ ہیں ان کو تیر کا پھل لگ گیا ان کی وفات ۱۳۵ھ میں ہوئی ان کی عمر سو سال سے زائد تھی اصحاب ستہ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔قطبہ بن مالکؓ یہ صحابی ہیں' کوفہ میں اقامت اختیار کی بخاری نے کتاب خلق افعال العباد میں اور مسلم' ترمذی' نسائی ابن ماجہ نے نقل کیا ہے (تقریب) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔(اصلاح) بس یہی ان کی روایتیں ہیں۔ایک یہ روایت اور دوسری آپ ﷺ کی نماز کے سلسلہ میں ہے جس کو مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ نے نقل کیا ہے: اللهم انى اعوذبك من منكرات الاخلاق و الاعمال و الا هواء۔ ای منکرات الاعواء اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے کیونکہ العواء تو تمام ہی منکرات ہیں' ۲) الی الموصوف ہے اور تیسرے میں بیانی ہے۔عرف کے لحاظ سے تو مولیٰ کا یہی مفہوم ہے اور اصل لغت میں نفس کی پسندیدہ چیزوں کو کہا جاتا ہے اس کی دو قسمیں منکر و معروف ہیں جو ہدایت کے مطابق وہ معروف اور جو مخالف وہ منکر ہوں گی اور منکر اخلاق مثلاً خود پسندی' تکبر' بڑھائی' فخر' حسد' ظلم' بغاوت' اعمال منکرہ یہ ہیں زنا' شرب خمر' اور تمام حرام چیزیں اور منکر اھواء مثلاً غلط عقائد' باطل مقاصد۔ترمذی کی ایک روایت میں: ''اعوذبك من الادواء المنكرة'' (كالبرص والجذام) کا اضافہ ہے حدیث انسؓ میں ''سيئى الأسقام'' کے الفاظ ہیں۔

تخریج : أخرجه الترمذى (۳۶۰۲)

الفرائد : ① تعلیم امت کے لئے ان اخلاق رذیلہ سے پناہ مانگی آپ ﷺ تو انك لعلى خلق عظيم پر فائز تھے۔

۱۴۸۴ : وَعَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً قَالَ : "قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۴: حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک دعا

سکھلا دیں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو: ''اے اللہ میں اپنے کان کے شر' آنکھ کے شر' اپنی زبان کے شر' اپنے دل کے شر' منی (مادۂ حیات) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ تقریب میں لکھا ہے کہ ان کی صرف ایک روایت ہے ابن جوزی کا بھی یہی قول ہے اور وہ یہی روایت ہے (السلاح) دعاء عظیم الشان دعا چنانچہ یہ دعا اسی انداز کی ہے شر سمعي یعنی ایسی کلام سنو جو جھوٹ اور بہتان وغیرہ ہو (۲) میں اپنے کانوں سے حق کے سواء اور بات نہ سنوں۔ ومن شر بصري جار مجرور کو دوبارہ لاتے تا کہ اشارہ ہو کہ یہ ماقبل کی جنس نہیں وہ اس طرح کہ میں حرام کی طرف دیکھوں (۲) کسی کی طرف حقارت سے دیکھوں (۳) مصنوعات پر نگاہ ڈالنے سستی و بے پروائی اختیار کروں۔ ومن شر لساني یعنی لایعنی بات کروں (۲) مقصود سے خاموش رہوں۔ ومن شر قلبي: دل کو غیر اللہ کی طرف مشغول کروں اللہ کے حکم کے بغیر کسی اور چیز میں مشغول کروں۔ من شر مني :اس کو غیر حلال مقام میں ڈالوں (۲) مقدمات زنا والی نگاہ ڈالوں یا چھوؤں یا ادھر چل کر جاؤں اس کا ارادہ کروں وغیرہ اور دوسری روایت میں اس سے فرج مراد ہے یا یہ منية کی جمع ہے جس کا معنی طول اصل ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (۱۵۵۱) والترمذی (۳۵۰۳) والنسائی (۵۴۵۹)

الفرائد : ① تعلیم کے لئے یہ تعوذ سکھایا ہے۔

۞ ۞

۱۴۸۵ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ ' وَالْجُنُوْنِ ' وَالْجُذَامِ ' وَسَيِّيءِ الْاَسْقَامِ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۸۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ میں برص' جنون' کوڑھ اور دیگر بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ البرص : ساعات بند ہو جانا اور خون کا رک جانا اسی سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔ والجنون :اس سے عقل کا زائل ہو جانا جس سے اپنی اور دوسرے کی تمیز ہے۔ الجذام : یہ فعال کے وزن پر ہے سوداء کے جسم میں پھیلنے سے پیدا ہوتی ہے جس سے اعضاء کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ان کی شکل ہی بدل جاتی ہے بعض اوقات اعضاء کو یہ بیماری کھا جاتی ہے اعضاء زخموں کی وجہ سے گر جاتے ہیں ان امراض سے پناہ مانگی گئی اگر چہ ان پر صبر کرنے والے کو بڑا اجر ہے مگر صبر سے انسانی قوت ممکن ہے عاجز رہے اور اکتا جائے جس سے اجر جاتا رہے اور اس کے بعد عام بیماریوں سے استعاذہ کیا۔ وسیئی الاسقام : قبیح بیماریاں مثلاً فالج' اندھا پن وغیرہ بیماریوں کو سیئی کے ساتھ مقید کیا کیونکہ امراض گناہوں سے پاک کرنے والیاں اور ترقی کی سیڑھی ہیں لیکن صبر شرط ہے پس اس طرح ذکر کر کے اجر کا خصوصی دروازہ بلند نہیں کیا روایات میں وارد ہے کہ ''اشد الناس بلاء الانبياء ثم الاولياء۔ امراض سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے میرک کہتے ہیں کیونکہ بعض امرض جب انسان پر طاری ہوتی ہیں تو صبر سے ان کی مشقت کم ہو جاتی ہے مثلاً بخار' سر درد' رمد' مگر مرض امراض کا یہ حال نہیں وہ

انسان کوایسی حالت کی طرف لے جاتی ہیں جس سے دوستوں کو تنفر پیدا ہوتی ہے اور عیب پیدا ہوتا ہے علاج تو اس سے بہت کم درجہ ہے اس وجہ سے ان کو ان بیماریوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (١٥٥٤) والنسائي (٥٥٠٨)

الفرائد : ① مطلق اسقام سے پناہ طلب کی بعض امراض کی مشقت تھوڑی مگر صبر پر ثواب زیادہ ہے مثلاً بخار، سر درد، ربد اور بعض مزمن ہیں جن کی وجہ سے دوست بھاگتے ہیں رشتہ دار نفرت کرتے ہیں جیسے برص، جنون، اللہ تعالیٰ سب سے حفاظت فرماتے ہیں۔

١٤٨٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ!" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۸۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ بہت بدترین ساتھ لیٹنے والا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بدترین رازداری ہے"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ **الجوع** :وہ بھوک جو حضور سے مانع ہے۔ **الضجیع** :اس سے مراد تمہارے ساتھ بستر پر سونے والا مطلب یہ ہے یہ بدترین ساتھی ہے جو انسان کو نفس وقلب کی راحت سے روک دیتا ہے بھوک سے قویٰ میں کمزوری آ جاتی ہے اور ردی افکار ابھرتے ہیں اور فاسد خیالات اٹھتے ہیں جو کہ وظائف عبادت میں خلل انداز ہوتے ہیں اسی وجہ سے اس کا وصال قابل پناہ قرار دیا گیا۔ **الخیانة** :یعنی مخلوق کی امانتوں میں خیانت کروں یا خالق کی امانتوں میں خیانت کروں۔ **البطانة** :آدمی کی خاص باطنی خصلت امت کو خیر دارین کی نوازشوں سے فیضیاب کرنے کے لئے یہ استعاذہ سکھلایا (۲) استعاذہ ثابت قدمی اور ہر حال میں صفات کمال پر استقامت مراد ہے اور اس بات کی اطلاع دینا مقصود ہے کہ یہ مذموم عادات ہیں جس میں یہ پائی جائیں وہ ان کے ازالہ کی کوشش کرے اور جس میں نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور اس سے دوام کا طالب ہو۔ حدیث ابن مسعودؓ کے الفاظ یہ ہیں: "**اللهم انی اعوذبك من علم لا ینفع، و قلب لا یخشع، و دعاء لا یسمع، و نفس لاتشبع، ومن الجوع فانه بئس الضجیع، ومن الخیانة فإنها بئست البطانة......**" [الحدیث]

تخریج : أخرجه أبو داود (١٥٤٧) والنسائي (٥٤٨٣) وابن ماجه (١٣٣٥٤)

الفرائد : ① بھوک کو ساتھ لیٹنے والا خیانت کو اندرونی لباس قرار دیا گیا کیونکہ ان دونوں میں بڑی ملابست پائی جاتی ہے جو کہ ساتھ سونے والے اور رازدان میں ہوتی ہے۔

۱۴۸۷ :وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ مُكَاتَبًا جَآءَهُ فَقَالَ :اِنِّيْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَاَعِنِّيْ قَالَ :اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ؟ قُلِ :"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ ، وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب ان کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں اپنے بدل کتابت سے عاجز آ گیا ہوں۔ پس آپؓ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علیؓ نے اسے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمات نہ سکھلا دوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلائے اگر چہ تجھ پر پہاڑ کے برابر قرض ہو گا اللہ اس کو ادا فرما دیں گے۔ دعائیہ کلمات یہ ہیں: "اے اللہ حلال کو میرے لئے کفایت فرما دے اور حرام سے حفاظت فرما اور اپنے فضل سے دوسروں سے بے نیاز کر دے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح : كتابتي اس سے بدل کتابت کا قرضہ مراد ہے۔ مثل جبل دينا۔ یہ تمیز ہے۔ اداه عنك: یعنی اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے وہ ادا فرما دیں گے۔ اللهم اكفني بحلالك عن حرامك۔ یعنی حلال کو کفایت بنا کر حرام سے بچنے کا ذریعہ بنا اور اس سے تمام حاجت پوری فرما۔ واغنني بفضلك عمن سواك۔ فضل سے وعطیات دنیویہ جو رزق و مال میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچیں گے یعنی دوسروں کے عطیات سے بے پروا کر دے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۳۱۹) والترمذي (۳۵۷٤) والبزار (۵٦۳) والحاكم (۱/۱۹۷۳)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ سے کفایت و استغناء طلب کرنا چاہیے' قرض دار کے لئے خصوصاً یہ فائدہ مند ہے بشرطیکہ یقین سے پڑھے۔

۱٤۸۸ :وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُوْ بِهِمَا :"اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ، وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۸: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حصین کو دو کلمات بتلائے جن سے وہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ ... "اے اللہ میری ہدایت کا میرے دل میں الہام فرما اور میرے نفس کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ۔" (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح : یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں ان کے حالات قبل ازیں گزرے۔ كلمتين اس سے دو جملے مراد ہیں۔ اللهم الهمني رشدي: رشاد یہ ضلالی کی ضد ہے یعنی اے اللہ مجھے اپنے پسندیدہ اور مقرب اعمال کی توفیق دے کر انعام فرما۔ وأعذني :اور میری حفاظت فرما۔ من شر نفسي: اس لئے کہ وہی مجھے ہلاک و تباہ کرنے کی طرف لے جانے

والا ہے سوائے اس کے کی تیری رحمت احسان تدارک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إن النفس لا مارة بالسوء.....﴾

تخريج : أخرجه احمد (۲۰۰۱۲/۷) والترمذی (۳٤۹٤) والبخاری (۱/۳) واابن حبان (۸۹۹) والحاكم (۱۸۸۰/۱) والطبرانی)۱۸/۱۷٤)

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کا طریقہ بتلا دیا کہ وہ تبھی میسر آ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ ان کو درست کام بجھائے اور شرور سے بچائے۔

۱٤۸۹ :وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْاَلُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ :"سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ" فَمَکَثْتُ اَیَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْاَلُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ لِیْ :"یَا عَبَّاسُ یَا عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ' سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۴۸۹: حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز سکھلا دیں جس سے میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ سے عافیت مانگو'۔ میں کچھ دن گزرنے کے بعد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجئے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کروں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے عباس' اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگو۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اپنے بڑے بیٹے سے کنیت رکھی یہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین سال زیادہ تھی اسلام و جاہلیت میں عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے زمانہ جاہلیت میں سقایۃ البیت انہی کے ذمہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان کو برقرار رکھا یہ لیلۃ العقبہ میں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے انصار کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے میں انہوں نے بھی تاکیدی بات کی مشرکین کے ساتھ میدان بدر کی طرف گئے۔ قیدی بنے اور اپنا فدیہ ادا کیا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ انہوں نے ادا کیا وہ عقیل اور نوفل بن حارث تھے اس کے بعد اسلام لائے سقایت البیت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اقامت مکہ میں معذور قرار دیا مگر سفر فتح مکہ کی راہ میں مدینہ منورہ کی طرف اپنی اولاد کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مراجعت فرما ہوئے۔ یہ بشر کی تسکین اور حفاظت خون کا ذریعہ بنے پھر حنین کی طرف آپ کے ساتھ نکلے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے جب لوگ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا احترام و اکرام فرماتے ان کے مناقب بہت ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۵ روایات نقل کی ہیں ان میں ایک بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور ایک میں بخاری منفرد ہیں اور مسلم تین میں منفرد ہیں سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی یہ جمعہ کا دن ۱۲ رجب کی بات ہے۔ شیئًا: ایسی چیز جس کا حصول مناسب ہو۔ سلوا اللہ العافیہ: ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہے اس

میں عباس کی تخصیص نہیں۔ عافیہ یہ عافا یافی سے اسم مصدر ہے اس کا معنی بیماریوں اور گناہوں کا مٹانا ہے۔ یہ مصدر فاعلہ کے وزن پر اسی طرح آیا ہے جیسے ناشئۃ یعنی نشئہ اور خاتمہ بمعنی ختم عاقبہ بمعنی عقب۔ اسی طرح کاذبۃ بمعنی کذب کولازم کرنے والا تھا۔ ثم جئت پھر اس سے اضافہ کے لئے آیا یاعباس یا عم رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے نرمی اختیار فرمائی اور عنایت توجہ کے ان کی طرف مبذول کر کے جواب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ العفقیۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ دنیا کی سلامتی یعنی مشقتوں دکھوں اور بیماریوں سے حفاظت اور سلوا کا خطاب ان کو اور انکے اہل کو خطاب کر کے یا بطور احترام جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ آخرت کی سلامتی یعنی گناہوں کی معافی اور مطلوب جنت کا پالینا۔

ترمذی نے انسؓ اور دوسرے آدمی کے متعلق بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ "ان رجلاً جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ای الدعا افضل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سل ربك العافیۃ والمعافاۃ فی الدنیا والاخرہ' ثم اتاہ فی الیوم الثانی فی فقال یا رسول اللہ ای الدعاء افضل؟ فقال لہ مثل ذلك ثم اتاہ فی الیوم الثالث فقال لہ مثل ذلك فقال فاذا اعطیت العافیۃ فی الدنیا واعطیتھا فی الآخرہ فقد افلحت"۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٧٧٦٦_١) والترمذی (٣٥٢٥) والبخاری٧٢٦) وابن أبی شیبة (١٠/٢٠٦) وأبو یعلی (٦٦٩٦) وابن حبان (٩٥١) والطبرانی (١/٢٥٧)

الفرائد : ① یقین کے بعد سب سے بڑا انعام عافیت ہے دنیا و آخرت کی عافیت میں سب کچھ آ گیا یہ جامع دعا ہے۔

١٤٩٠ : وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ : قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا كَانَ اَكْثَرُ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ : كَانَ اَكْثَرُ دُعَآئِهٖ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۹۰: حضرت شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اے ام المؤمنین جب حضور آپؐ کے پاس ہوتے تو آپؐ کی اکثر دعا کیا ہوتی تھی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا آپؐ کی اکثر دعا یہ تھی: "اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط رکھ۔" (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ یہ اشعری شامی ہے اسماء بنت یزید بن اسما بنت یزید بن مسکن حافظ کہتے ہیں۔ یہ صدوق تابعی ہے مگر اس کے اقوال وہم وارسال کی کثرت ہے ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔ بخاری نے تاریخ میں اس سے روایت لی ہے اور مسلم اور سنن اربعہ میں بھی اس کی روایت پائی جاتی ہے۔ یا ام المؤمنین بتقاضائے ادب اور بڑوں کی تعظیم کا خیال کرتے ہوئے ان کی کنیت ذکر کی نام ذکر نہیں کیا۔ کان اکثر دعائہ : میرے ہاں قیام کے دوران آپ کی اکثر دعا: یا مقلب القلوب یہ مقلب مصرف کے معنی میں ہے یعنی آپ ضلال سے ہدایت کی طرف پھیرنے والے ہیں اور بالعکس بھی۔ ثبت قلبی علی دینك یہ بارگاہ الٰہی میں خضوع وتضرع ہے اور آپ ﷺ تو معصوم ہیں درحقیقت امت کو راہنمائی فرمائی کہ خاتمہ کا خوف رہنا

چاہئے کیونکہ دارومدار خاتمہ پر ہے۔ترمذی کی دوسری روایت میں حضرت ام سلمہؓ کی طرف سے یہ استفسار جو موجود ہے کہ آپ اکثر یہ دعا کیونکر فرماتے ہیں تو ارشاد فرمایا: اے ام سلمہؓ! ہر آدمی کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہے پس جس کو چاہتے ہیں قائم رکھتے ہیں اور جس کے دل کو چاہتے ہیں ٹیڑھا کر دیتے ہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا﴾ [ال عمران :۸] ترمذی' ابن ماجہ عن انس' حاکم عن جابر' احمد عن ام سلمہ وابویعلی عن جابر۔(السلاح)

تخریج : أخرجه الترمذی (۳۵۲۳)

الفرائد : ① دنیا وآخرت کے نفع پر مشتمل دعائیں طلب کرنی چاہیں۔

۱۴۹۱ :وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"كَانَ مِنْ دُعَآءِ دَاوُدَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ' وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ ' وَاَهْلِيْ ' وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ – رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۹۱: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا یہ تھی: ''اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کو جو آپ سے محبت کرتا ہو اور اس عمل کی محبت کا جو مجھے آپ تک پہنچا دے اے اللہ! اپنی محبت کو میری جان' اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے''۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ جمہور علماء کے ہاں جو درست سند سے ثابت ہو وہ مشروع ہے جیسا حدیث علیؓ یہ ارشاد گزرا: وصل علی و علی سائر النبيين ترمذی وحاکم اور بیہقی کی روایت: ''لاتتركن في التشهد الصلاة علي و علی انبياء الله''بقول قاضی عیاض عام اہل العلم تمام انبیاء علیہم اسلام پر صلاۃ کو جائز کہتے ہیں کراہت والاقول غیر انبیاء علیہم اسلام کے سلسلے میں ہے۔حبك و حب من يحبك دونوں مقادر کی اضافت فاعل ومفعول دونوں کی طرف درست ہے دوسری زیادہ بلیغ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد محبت کی غایت یعنی توفیق وثواب اور ثناء حسن ہے اور پہلے روایت گزری کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں بندے سے محبت ہے''يبلغنی حبك۔

النَّحْو :مصدر مضاف الی المفعول ہے یعنی حب العمل ۔اجعل حبك یعنی میری وہ محبت جو آپ سے ہے یا میری محبوبیت جو آپ کے ہاں ہے احب الي من نفسي یعنی وہ انوار بصیرت عنایت فرما جو میری آنکھوں سے تنکوں اور میل کو ختم کر دے تاکہ آپ سے طبعی محبت کروں جو ان چیزوں کی محبت سے بڑھ کر ہو۔محبت تکلیفی ان مذکورہ اشیاء سے بڑھ کر وہ حدیث سے ثابت ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کو اپنے نفس واہل سے مقدم کرنے والا ہو۔ روایت میں الماء البارد کا خصوصاً ذکر فرمایا کیونکہ نفس انسانی کا میلان گرمی کے زمانہ میں اس کی طرف بہت زیادہ ہوتا ہے وہ اس وقت نفس کی انتہائی لذیز چیزوں سے ہوتی ہے۔بعض کہتے ہیں اس کو دوبارہ اس وجہ سے لائے تاکہ اس کا محبوب ہونا

مستقل طور پر ثابت ہو بعض فضلاء سے مروی ہے کہ الماء لیس له قیمة لانه لا یشتری اذا وجد' ولا یباع اذا فقد (الحرز) داؤد علیہ اسلام کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کان اعبد البشر" (۱) اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے (۲) لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿"اعملوا آل داؤد شکراً﴾ یہاں داؤد علیہ السلام کے تذکرہ کا مقصد یہ ہے کہ امت کے لوگ اس دعا کو کثرت سے کریں مقبول دعا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳۵۰۱)

الفرائد : ① انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں ان کی دعائیں کرنی چاہیں کیونکہ ان میں دنیا وآخرت کی خیر ہوتی ہے۔
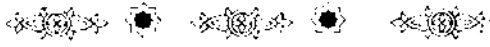
۱۴۹۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلِظُّوْا بِیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ' وَرَوَاهُ النَّسَائِیُّ مِنْ رِّوَایَةِ رَبِیْعَةَ ابْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِیِّ قَالَ الْحَاکِمُ :حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاَسْنَادِ :

"اَلِظُّوْا" بِکَسْرِ اللَّامِ وَتَشْدِیْدِ الظَّآءِ الْمُعْجَمَةِ مَعْنَاهُ :الْزَمُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ وَاَکْثِرُوْا مِنْهَا۔

۱۴۹۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" یَا ذَالْجَلَالِ وِالْاِکْرَامِ کے کلمات کا خوب اہتمام کرو"۔ (ترمذی)

نسائی نے اس روایت کو ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

اَلِظُّوْ: اس دعا کو لازم پکڑو اور بہت زیادہ کیا کرو۔

تشریح ۞ بیا ذا الجلال :یہ صفات قہریہ ہیں جیسے انتقام' غلبہ' جبر جیسے المنتقم 'القهار' الجبار' العزیز' والاکرام یہ صفات جمالیہ ہیں مثلاً الکریم' الستار' الرؤف' الرحیم' الغفار۔ الجلال و الاکرام یہ اسم اعظم کی تعین کے سلسلہ میں ایک قول ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت میں وارد ہے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ان کلمات سے دعا کرتے سنا تو فرمایا "قد استجیب لك فسل" رازی کہتے ہیں کہ جلال میں تمام صفات سلبیہ اور اکرام میں تمام صفات ثبوتیہ کی طرف اشارہ ہے یا الظوا کا معنیٰ ابداء وا ہے اور اس پر دعا کا اطلاق اسی طرح ہے "افضل الدعا یوم عرفة لا اله لا الله....."

تخریج : أخرجه الترمذی (۳۵۲٦) والحاکم (۱/۱۸۳٦)

الفرائد : ① یاذالجلال والاکرام کو دعا میں کثرت سے لایا جائے یہ دعا کی استجابت کا ذریعہ ہے۔

۱۴۹۳ :وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِدُعَآءٍ کَثِیْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَیْئًا ' قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعَوْتَ بِدُعَآءٍ کَثِیْرٍ لَّمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَیْئًا ' فَقَالَ :"اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا

يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ؟ تَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ا وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۹۳: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بہت ساری دعائیں مانگیں جن میں بہت سی ہمیں ذرا بھی یاد نہ رہی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بہت ساری دعائیں مانگیں جن میں ہمیں کچھ بھی یاد نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی دعا نہ بتلا دوں جو ان تمام کو جمع کرنے والی ہو؟ تم اس طرح کہو: ''اے اللہ میں آپ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو آپ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور میں آپ سے اس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس سے آپ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی آپ ہی مددگار ہیں۔ آپ ہی مددگار ہیں اور آپ ہی کفایت کرنے والے ہیں۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت بھی آپ ہی کی مدد سے ہوسکتی ہے۔'' (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **مايجمع ذلك كله** یعنی اس کے مقصود و مطلوب کو جامع ہے ان کے جواب سے خاموشی اختیار فرمائی خواہ بھول کر یا پھر حاجت کے ظاہر ہونے پر اکتفاء کیا۔ **ما سألك منه نبيك محمد** ﷺ۔ اس پر عطف کیا گیا یہ **نبيتك** سے عطف بیان ہے (۲) بدل ہے **ما استعاذ منه** شرور بدنیہ یا اہل یا مال سے متعلق ہوں اور شرور دینیہ حال کے لحاظ سے ہو یا مال کے لحاظ سے ہوں۔ **انت المستعان**: آپ ہی سے اعانت طلب کی جاتی ہے **وعليك البلاغ**: بلاغ سے کفایت مراد ہے (۲) جو چیز دنیا و آخرت کی بھلائیوں تک پہنچائے۔

تخريج : أخرجه الترمذی (٣٥٣٢) احمد (٩/٢٥٠٧٣) والبخاری (٦٣٩) وابن ماجه (٣٨٤٦) والحاكم (١/١٢٩١٤) وابن حبان (٨٦٩)

الفرائد : ① ہر مشکل والے کو یہ دعا کرنی چاہئے کیونکہ یہ جامع دعا ہے۔

١٤٩٤ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۱۴۹۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: ''اے اللہ میں آپ سے وہ چیزیں مانگتا ہوں جو آپ کی رحمت کو لازم کرنے والی ہیں اور ان کاموں کا سوال کرتا ہوں جو تیری بخشش کا تقاضا کرنے والے ہیں ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں اور ہر نیکی کی کثرت چاہتا ہوں

اور جنت کی کامیابی اور آگ سے نجات کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔'' حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث شرطِ مسلم پر ہے۔

تشریح دعا جامع دعا جو دنیا و آخرت کو شامل ہو۔ **موجبات رحمتك**: جو چیزیں تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہوں جس پر آپ نے سچے وعدے کے ساتھ اعمال کو مرتب کیا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿**و رحمتي وسعت كل شئ فساكتبها للذين يتقون**﴾ [اعراف: ۱۵۶] **عزائم مغفرتك**: جو چیزیں تیری بخشش کو لازم کرنے والی ہیں۔ نووی کہتے ہیں عزائم اور عزائمه یہ عزیمة کی جمع ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ بندوں کو عنایت فرمائیں گے تا کہ وہ ان کی بخشش فرمائے۔ (ابن الجزری) بعض نے کہ اس کا وہ ثواب مراد ہے جو ان کو دیا جائے گا ممکن ہے طاعت مراد ہو۔ **كل اثم**: یعنی معصیت۔ **والغنيمة منه كل بر**: طاعت کی کثرت۔ **الفوز بالجنة**: وصول جنت۔ **والنجاة**: آگ سے چھٹکارا۔ نووی کہتے ہیں دعائیں بھی دیگر اعمال کی طرح ہیں۔ وہ عبادیت کے حق کی ادائیگی کے بعد آگ سے نجات چاہنا ہے اور جنت کی طلب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**كل نفس ذائقة الموت و انما توفون اجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز**......﴾ جیسا شاعر نے کہا ؎

ان ختم الله برضوانه ☆ فكل ما لقيتة سهل

تخریج: أخرجه الحاكم (۱/۱۹۲۵) الترمذی (۴۷۹۱) وابن ماجه (۱۳۸۴)

الفرائد: اس میں اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزیں طلب کی گئیں ہیں جو اس کی محبت کو لازم کرنے والی اور طاعت کو لانے والی ہیں اور ہر گناہ سے حفاظت مانگی گئی ہے اور ہر فضیلت کا اسے طالب بنا دیا جائے اور جنت کے ناجی لوگوں میں ان کو شامل کیا جائے اور آگ سے محفوظین کی صف میں شمار کیا جائے۔

۲۵۱ :بَابُ فَضْلِ الدُّعَآءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ!

بَابٌ: پس پشت دُعا کرنے کی فضیلت

تشریح ۞ بظهر الغيب : غائبانہ دعا غائبین کے حق میں تب ہو گی جب وہ اپنے ایمان والے بھائیوں کیلئے دعا کرے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾

[الحشر:١٠]

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد:١٩]

وَ قَالَ تَعَالٰی :اِخْبَارًا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ :

﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ ، وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ [ابراهيم:٤١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں اے ربّ ہمارے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے''۔(الحشر)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

'' اور اپنے ذنب (گناہ) سے استغفار کریں اور مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی استغفار کریں''۔(محمد)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام (کی دعا) کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اے ربّ ہمارے مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور مؤمنوں کو جس دن حساب قائم ہو''۔(ابراہیم)

الآيات

① ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ ......﴾ سے مراد احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے۔يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا: اس میں اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کی تعریف فرمائی جو غیر موجود دین اور ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تعریف فرمائی

② ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ یعنی ان مردوں اور عورتوں کیلئے بخشش کی دعا فرمائیں اور یہ ظاہر ہے

کہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت موجود نہ تھے وہ تو اپنے اپنے زمانوں میں آئیں گے۔

③ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کی اتباع کی تاکید فرمائی اور یہ دعا ذکر فرمائی۔ آذر ابراہیم علیہ السلام کے والد میں انکے لئے استغفار کے وعدے کی وجہ سے فرمایا اور جب تک ان کو اس کے کفر پر مرنے کا علم نہ تھا اس سے پہلے کی بات ہے۔ (بیضاوی) اس دعا میں ایمان والے مردوں کے لئے دعا کی گئی اس سے وہ مؤمن مراد ہیں جو ان سے پہلے تھے۔
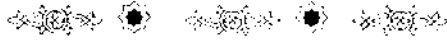
روایات

۱۴۹۵ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ :وَلَكَ بِمِثْلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۹۵: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:'' جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تمہیں بھی اس کے مثل ملے''۔(مسلم)

تشریح ۞ لاخیه: یہاں بھائی مراد ہے۔

نووی کا قول: مثل یہ دونوں فتحوں کے ساتھ آتا ہے یعنی اس کا بدلہ برابر ہے مسلمان کی غیر موجودگی میں ان کے لئے دعا کی فضیلت اس روایت میں مذکور ہے اگر مسلمان جماعت کے لئے یا تمام مسلمانوں کے لئے دعا تو اس کو بھی ثواب مل جائے گا اور ان کو بھی۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۷۳۲) وأبو داود (۱۵۳٤)

الفرائد : ① کسی غائب کے لئے دعا ریاء سے خالی ہونے کی وجہ سے جلد مقبول ہے۔تمام مسلمانوں کے لئے کی جانے والی دعا سے بھی یہ سعادت مل جائے گی۔

۞ ۞ ۞

۱۴۹٦ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ:"دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ : عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ : اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۴۹٦: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:'' مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے اس کے پاس ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے تمہیں اس کے مثل ملے''۔(مسلم)

تشریح ۞ بظهر الغیب : پوشیدگی میں اور اس کی غیر موجودگی میں کیونکہ یہ اخلاص میں بہت بلیغ ہے ظرف مضاف الیہ سے قال ہے کیونکہ دعوۃ مصدر ہے جس کی اضافت فاعل کی طرف کی گئی ہے (۲) مصدر کا ظرف ہے یعنی وہ دعا جو اس کی غیر موجودگی میں ہو جس کے لئے کی گئی۔مستجابة :مقبول ہے اس میں ۃ مبالغہ کی ہے۔مو کل : جو اس کام کو انجام دینے

والا ہو جو اس کے ذمہ ہے۔ ولك بمثل : جیسی تو نے اس کے لئے دعا کی۔

نووی کا قول: جب کوئی آدمی اپنے لئے دعا کرنا چاہتا ہو تو اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرے وہ مقبول ہو جائے گی اور اس کو بھی اسی جیسا اجر مل جائے گا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۷۳۳)

الفرائد : ① مسلمانوں کو ایک دوسرے پر رحم کھانا اور اس کے لئے خیر کی دعا کرنا یہ حق ہے۔

۲۵۲ :بَابٌ فِيْ مَسَآئِلَ مِنَ الدُّعَآءِ

بَابٌ: دُعا کے متعلق چند مسائل

تشریح ۞ اس میں ان مسائل سے متعلقہ روایات مذکور ہوں گی جن کا دعا سے تعلق ہے۔

۱۴۹۷ :عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ :جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۹۷: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور وہ بھلائی کرنے والے کو جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (یعنی اللہ تجھ کو بہتر بدلہ دے) دے تو اس نے اس کی خوب تعریف کر دی''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ صنع :یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ **معروف** :جیسے کھانا کھلانا' کپڑے پہنانے یا کسی کی بھلائی کا کام کرنا' یا اس سے تکلیف کا ازالہ کرنا' اگر معروف معنوی ہو مثلاً تعلیم دینا معرفت سکھانا۔ **لفاعله** :یہاں صانع کی بجائے فاعل کا لفظ بطور تفنن استعمال فرمایا۔ **جزاك الله خيرًا**۔ تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ **فقد ابلغ فی الثناء** کرنے والے کی اس سے خوب تعریف کر دی اور اس کے احسان کا اچھا بدلہ دیا کہ اپنی عاجزی ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ پر ڈال دیا۔

تخریج : أخرجه الترمذي (٢٠٤٢) والنسائي (١٠٠٠٨/٦) وابن حبان (٣٤١٣) وأبو نعيم (٣٤٥/٢)

الفرائد : ① ہر خیر پہنچانے والے کو کم از کم جزاک اللہ کی دعا سے نوازنا چاہئے۔

۞ ۞ ۞

۱۴۹۸ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْاَلُ فِيْهَا عَطَآءً فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۹۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی جانوں کے لئے بد دعا نہ کرو اور نہ اپنی اولاد کے لئے بد دعا کرو اور نہ اپنے اموال کے لئے بد دعا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری موافقت اس گھڑی سے ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگی جائے وہ دے دی جاتی ہے پھر یہ بد دعا تمہارے حق میں قبول کر لی جائے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لا تدعوا علی اولادکم**۔ ہر جملے کے ساتھ منہی عنہ کو لوٹایا تا کہ ہر ایک کا مستقل ہونا لازم ہو معمول کو اس

لئے حذف کیا تا کہ عموم پر دلالت کرے مطلب یہ ہے ان مذکورات کے متعلق بددعا کرو ورنہ جس ضرر کا تذکرہ کیا گیا اس کی بددعا کرو۔ **لا توافقوا...... من الله ساعة يسأل فيها عطاء(ا)ای لئلہ توافقوا** کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے متعلق بددعا نکل جائے۔ای **لاتدعوا لا توافقوا حال الدعا بذلك۔يسأل** میں ضمیر نائب فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ **عطاءً** دی ہوئی چیز۔**فيستجيب** (۱) یہ مرفوع ہو تو مرفوع پر عطف ہے (۲) ہو مضمر ہے (۳) نصب کی صورت میں یہ نہی کا جواب ہے یہ اسطرح ہوگا: **لاتدن من الاسد فيأكلك' لكم** کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے ابوداؤد کی روایت ام سلمہؓ سے اس طرح ہے''**لا تدعوا على انفسكم الا بخير فان الملائكة يؤمنون على ماتقولون**''

تخریج : أخرجه مسلم (٣٠٠٩) وأبو داود (١٥٣٢) وابن حبان ٥٧٥٤٢) وانظر الحديث (٩٣٢)

الفرائد : ① اپنے اور اولاد اور مال کے حق میں بددعا سے گریز کرنا چاہئے کہیں استجابت کی گھڑی میں وہ دعا قبول ہوگئی پھر حسرت وندامت ہوگی۔

۱۴۹۹ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ ' فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۹۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:''بندہ اپنے ربّ سے سجدہ کی حالت میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم اس میں بہت زیادہ دعا کیا کرو''۔(مسلم)

تشریح ۞ **اقرب مايكون** : قرب معنوی مراد ہے **فا كثروا الدعا۔ فافصيحه يا تفريعيه** ہے۔باب فضل الذکر والحث میں ذکر ہو چکی۔

تخریج : باب فی کتاب الاذکار میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۵۰۰ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ :يَقُوْلُ :قَدْ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ :"لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ ' اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ ' مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ" قِيْلَ :"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ :"يَقُوْلُ :قَدْ دَعَوْتُ ' وَقَدْ دَعَوْتُ ' فَلَمْ اَرَ يَسْتَجِبُ لِیْ ' فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ"

۱۵۰۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:''تم میں سے کسی ایک کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ جلدی میں نہ پڑے کہ اس طرح کہنے لگے میں نے اپنے ربّ سے دعا کی لیکن

اس نے میری دعا قبول نہ کی''۔(بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک جلدی میں نہ پڑے'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جلدی میں پڑنے کا کیا مطلب ہے۔ آپؐ نے فرمایا:''میں نے دعا کی لیکن مجھے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ میری دعا قبول ہو پھر وہ بیٹھ جائے اور دعا کو چھوڑ دے''۔

تشریح ۞ **مالم یعجل**۔ **ما** مصدر یہ ظرفیہ یعنی عدم عجلت کے زمانہ میں۔ **یقول قد دعوت** ۔اجابت سے مانع عجلت سے استیناف کا بیان۔ **فلم یستجب لی** کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قد جعل الله لكل شئ قدرًا﴾ [الطلاق :۳] کسی چیز کے ظاہر کرنے سے وہ مقدم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اپنے وقت سے مؤخر ہو سکتی ہے۔ **مالم یدع باثم او قطیعة رحم**۔ یہ ماقبل میں داخل ہے مگر اس کا عطف اسی طرح ہے جیسا: ﴿من كان عدو لله وملائكة ورسله و جبريل وميكال﴾ [البقرہ :۹۸] اور یہ اہتمام کو ظاہر کرنے کے لئے۔ **مالم یستعجل** عاقولی کہتے ہیں ظاہر کا تقاضا عطف تھا دوسرے عامل کی تقدیر سے اس کو چھوڑ دیا تاکہ ہر قید کے مستقل ہونے پر اشارہ ہو یعنی اس کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ کی دعا نہ کرے گویا کوئی سائل کہہ رہا ہے کیا قبولیت اسی پر موقوف ہے؟ تو جواب دیا گیا نہیں بلکہ قبول کی جائے گی جب تک عجلت نہ کرے۔ ابن حجر نے لکھا ہے یہاں استیناف کے لئے عاطف کو چھوڑ دیا تاکہ ہر کا ایک استجابت سے مانع بننے کے لئے مستقل ہونا ثابت ہو مطلب یہ ہے کہ جب تک گناہ کی دعا نہ کر تو تمہاری دعا قبول ہو گی اور جب تک جلدی نہ مچائے دعا قبول ہو گی۔(فتح الالہ) **ماالاستعجال**۔ قبولیت ہونے کا جس پر دارومدار ہے وہ استعجال کون سی ہے **قد دعوت**۔ دومرتبہ تکرار کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے **فیستحسر** : عاجز آ جائے۔ **ذلك** کا مشار الیہ یہ استعجال ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اجابت تو حاصل ہو گی لیکن کبھی بہت جلد ہو گی کبھی مؤخر مقبول تھی رحمہ اللہ زکریا علیہ السلام کی دعا چالیس سال بعد اور موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی بددعا چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔(اصلاح)

تخریج : أخرجه مالك (٤٩٥) وأحمد (٣/١٠٣١٦) والبخاری (٦٣٤٠) ومسلم (٢٧٣٥) وأبو داود (١٤٨٤) والترمذی (٣٣٨٧) وابن ماجه (٣٨٥٣) وابن حبان (٨٨١)

الفرائد : ① بندے کو ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہئے کبھی اس میں سستی نہ برتنی چاہئے کیونکہ افتقار و عجز کا یہی تقاضہ ہے۔

۱۵۰۱ :وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ :اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: ''جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۰۱: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''رات کے پچھلے حصے اور فرض نمازوں کے بعد کی''۔

(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ اسمع : قبولیت سے قریب تر۔جوف اللیل : رات کے درمیان افضل قیام ثلث لیل کا ہے سدس چھٹا حصہ اخیر سوتے۔اس وقت علائق مفقود اور توجہ کامل ہوتی ہے کیونکہ وہ تجلیات الٰہیہ کا وقت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں۔الصلوات المکتوبات :فرائض کے بعد کیونکہ نماز بندے کی رب سے مناجات اور اس سے فضل مانگنے کا مقام ہے اور کام پورا تو اسیر بار آور۔ترمذی کی ایک روایت اس طرح ہے :جوف اللیل الاخر الدعاء فیه افضل و ارجبی اونحو هذا اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں :"اقرب مایکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر فان استطعت ان تکون ممن یذکر الله فی تلك الساعة فکن"(ترمذی' حاکم)ابوداؤد' نسائی

تخریج : أخرجه الترمذی (۳۵۱۰) والنسائی (۱۰۸)

الفرائد : ① رات کے آخری حصہ میں دعا خوب قبول ہوتی ہے۔فرض نمازوں کے بعد وقت بھی قبولیت دعا کا وقت ہے۔

۱۵۰۲ :وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَا عَلَی الْاَرْضِ مُسْلِمٌ یَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰی بِدَعْوَةٍ اِلاَّ اٰتَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهَا ' اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ ' اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ فَقَالَ :رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ :اِذًا نُکْثِرَ قَالَ :"اَللّٰهُ اَکْثَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ – وَرَوَاهُ الْحَاکِمُ مِنْ رِوَایَةِ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَزَادَ فِیْهِ :"اَوْ یَدَّخِرَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَهَا۔

۱۵۰۲:حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' زمین پر جو مسلمان بھی اللہ پاک سے کوئی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں یا اسی طرح کی کوئی تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے''۔لوگوں میں سے ایک نے کہا پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ زیادہ دیں گے''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔حاکم نے ابوسعید سے اس کو روایت کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں یا اس کے لئے اسی طرح کا اجر ذخیرہ فرما لیتے ہیں۔

تشریح ۞ بدعوۃ : ایک مرتبہ کی دعا' اس میں تنوین شیوع کو ظاہر کرنے کے لئے۔پس یہ دعا بڑی چھوٹی' قلیل کثیر سب کو شامل ہے۔اور تنویع کے لئے ہے۔صرف عنه من السوء مثلها۔مانگی گئی دعا کہ جس کے دور ہونے کا فائدہ حاصل ہونے والے نفع کی طرح ہو۔مالم یدع باثیم :وہ دعا جو ان میں سے کسی چیز سے ملی ہو وہ قبول نہ ہوگی کیونکہ قبولیت اس کے علاوہ تمام دعاؤں کی نفی کر دے گی جب وہ دعائیں بھی کر لے جیسا وہم میں یہ بات آتی ہے اس کی نظیر یہ روایت ہے

"الصلوات الخمس مکفرات لما بینھن مالم تغش الکبائر" کبائر غیر مکفرہ ہیں نہ صغائر۔ اذاً نکثر: جب ان باتوں سے خالی دعا قبول ہو جاتی ہے تو ہم کثرت سے دونوں جہاں کی بھلائیاں مانگیں گے کیونکہ وعدہ میں تخلف نہیں۔ اللہ اکثر: اللہ تعالیٰ احسان و بخشش زیادہ کرنے والے ہیں جتنی تم طلب کرتے جاؤ گے۔

تخریج: أخرجه الترمذی (۳۵۸۴) أحمد (۴/۱۱۱۳۳) والحاکم ۱/۱۸۱۶)

الفوائد: ① قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔ دعا کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ دعا کا کبھی عوض جلد مل جاتا ہے کبھی آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے کبھی تکلیف کا ازالہ ہو جاتی ہے۔

۱۵۰۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرْبِ: " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ ' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۰۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عظمتوں والے اور حلم والے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کے رب ہیں ان کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمان کے رب اور زمین کے رب اور معزز عرش کے رب ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **الکرب**: وہ مشکل و گراں معاملہ جو انسان کے سینہ کو غصہ سے بھر دے **العظیم** ۔ قدر و منزلت کے لحاظ سے **الحلیم** ۔ جلد سزا نہیں دیتا **اللہ رب العرش العظیم** جمہور کے ہاں یہ عظیم مکسور ہے کیونکہ عرش کی صفت ہے کیونکہ عظیم سے اس کی مکونات کی صفت بیان کی جا سکتی ہے اس ذات کی تو بدرجہ اولی (۲) بعض رفع سے رب کی صفت بتلائی ہے۔ **رب السمٰوٰت رب الارض رب العرش** ۔ مالک خالق مصلح وہی ہے ہر ایک ساتھ رب کے لفظ کو لائے تا کہ ہر ایک کا مستقل ہونا ثابت ہو جائے واؤ کے اثبات کے ساتھ بھی لایا گیا۔ **الکریم** ۔ عرش کی صفت ہو تو مجرور ہے کیونکہ اسی پر رحمت اترتی ہے یا اس لئے کہ وہ ذات کرم الاکرمین کی طرف منسوب ہے ایک اشارہ مہمہ۔ کرب و مصائب کی دواء اصل میں توحید باری تعالیٰ ہے جس نے غیر اللہ پر نظر چھوڑ دی اس سے کرب دور ہو گیا اور اس نے بلند ترین فضیلت پالی۔

ایک واقعہ: ابوبکر رازی نقل کرتے ہیں میں اصبہان میں ابونعیم سے روایات لکھتا تھا کہ وہاں کے مفتی اعظم ابوبکر بن علی کے خلاف چغل خوری کی وجہ سے بادشاہ نے جیل کا حکم دیا۔ میں آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ یہی دعا تب پڑھنے کا اشارہ فرمایا۔ چند دن گزرنے پر ان کو جیل سے رہائی مل گئی۔ حسن بصری کہتے ہیں مجھے حجاج نے قتل کے لئے بلایا' میں نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے حفاظت فرمائی۔ اس نے کہا جو مطلوب ہو مانگو۔

عینی کا قول: جملہ اولیٰ اس توحید پر مشتمل ہے جو کہ تمام تنزیہات جن کو صفات جلالیہ کہتے ہیں اصل ہے اور اس عظمت کو شامل

ہے جو عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عاجز عظیم نہیں ہوتا اور حلم کی کوئی چیز جاہل سے متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ جاہل سے حلم نہیں ہو سکتا یہ صفات وجودیہ حقیقیہ کی اصل ہیں جن کو اوصاف اکرامیہ کہتے ہیں حلیم کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ مؤمن کا کرب عام طور پر تقصیر طاعات کی وجہ یا حالات میں غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ عضو کی امید کا شعور پیدا کرتا ہے جو کہ غم کو کم کرنے والا ہے اور اس کی وجہ سے کہ غصے کے وقت حقیقی اطمینان حاصل ہونا حلم کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا لازم ہے یعنی عقوبت کا مؤخر کرنا اور دعا کا اسی پر اطلاق ہوا ہے اور اس سے دعا شروع ہوگی کیونکہ اس سے کرب ختم ہوا جیسا اس کی نظیر گزری۔ دوسرا جملہ توحید ربوبیت پر مشتمل ہے اور اس میں عرش کی عظمت زیادہ مناسب ہے تمام اسماء میں رب کی صفت ذکر کی کیونکہ دکھوں کے ازالہ کے لئے مناسب ہے تربیت کا تقاضہ کشف ضرور ہی تو ہے اور عرش کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عالم اجسام میں یہ سب سے بڑا جسم ہے۔ پس تمام اجسام اس کے تحت اسی طرح آ گئے جیسے اعلیٰ کے نیچے ادنیٰ۔ اسی طرح آسمانوں اور زمین کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشاہدات میں سب سے بڑی چیزیں ہیں۔

تخریج : أخرجه البخاری (٦٣٤٥) والترمذی (٣٤٤٦) والنسائی (٦٨٥) وابن ماجه (٣٨٨٣) وابن أبی شيبة (٣٩٦/١٠) أحمد (١/٧٠١) والنسائی (٦٢٩) والبزار (٤٧١) وابن حبان (٨٦٥)

الفرائد : ① یہ بھی اسی طرح کی دعا ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر یونس علیہ السلام کی مستجاب دعا ہے مصائب و کروبات کے دور کرنے میں تریاق ہے ② یہ دعا کرب بھی خصوصاً بے گناہ قیدیوں کے لئے اکسیر ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات عظمت و کرم کو ذکر فرمایا گیا۔

تم الجز الرابع